

CHECKED 1995

# مَصْبَاحُ الْكَلَامِ

فِي  
ظَرْفِ يُقَالُ لَاسْلَاوْ

تأليف شریف جناب معالی القاب

مولانا المولوی محمد عجب العفور صاحب فاروقی

رئیس محمد آباد ضلع عطیم گڑھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدَامِ بَرِکَاتِ کَلَامِ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۸۵	پڑوسیوں کے ساتھ محبت	۱۲۶	معاملات قتل میں دیت کے
۱۸۸	محاسن اخلاق کی تعلیم		فوائد
۱۹۱	دل کی غمگینی اور غریبی	۱۲۹	مقدمات زنا کیوں نا قابل
۱۹۵	حلم		راضی نامہ ہیں
۱۹۶	راستی بازی اور دل کی		ازدواج اور زوجین کا باہمی
	پاکی	۱۳۲	سلوک
۱۹۹	رحم دلی	۱۴۰	طلاق کی حقیقت
۲۰۱	صلح جوئی	۱۴۷	تعداد ازدواج کی مضرتیں و منافع
۲۰۳	منظومی بوجہ راستبازی		اور فیصلہ عقلی
۲۰۷	اشاعت اسلام کے فرائض	۱۵۲	تذکرہ ازدواج نبوی
۲۱۱	صحابہ اور حواریوں کی وفاداری کا	۱۵۵	پیغمبر علیہ السلام کو جو وسعت بخصوص
	مفت بلہ		ازدواج دیکھی تھی اسکے فوائد
۲۲۰	اشاعت مذہب میں شاہی	۱۵۸	خمر کی حرمت
	اقتدار کی شرکت	۱۶۳	کبر اور نخوت کی ممانعت
۲۲۳	دوسروں کے ہم مذہب بنانیکا	۱۶۷	غلامی اور غلاموں کے ساتھ
	شوق		سلوک
۲۲۶	ترکان تاتار کا تذکرہ	۱۸۰	زبان کا بری باتوں سے روکنا
۲۳۴	بجیر اسلام کا قبول کرنا ممنوع ہے	۱۸۳	یتیموں کی سرپرستی اور ان کے
۲۳۵	پیغمبر اسلام اور حکومت		حقوق کی حفاظت



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۸۵	علم حق	۲۳۷	حکایات مظالم مشرکین
۲۸۹	ارادہ الہی	۲۳۳	الحج بنزیہ
۲۹۳	ارادہ انسانی	۲۳۸	مسلمانوں کے مذہبی اختلافات
۲۹۵	فصل	۲۵۷	اصلی عقائد اسلامی کا بامداد عقل
۲۹۸	خیالات اہل سنت اور معتزلہ کی		امتیاز کرنا
	بنیاد مسئلہ تقدیر میں	۲۶۲	قرآن کے مخلوق وغیر مخلوق ہونیکا
۳۰۰	خلق مراد		جھگڑا اور بعض عباسی خلفاء کے
۳۰۳	فضل خدا		مظالم
۳۰۶	لفظ اضلال کی تشریح معنوی	۲۶۶	اسلام پر زوال و دل اسلامیہ
۳۰۷	التقدیر		کی بے اثری
۳۱۱	اثر دعا و صدقات	۲۶۷	انگلش گورنمنٹ کی بے تقصیبی
۳۱۶	القرآن	۲۶۹	عقل کی آویزش ساتھ دہام اولہ
۳۱۷	الفاظ قرآن		تقصیب کے
۳۲۶	معانی قرآن	۲۷۰	حسنات دینوی کی طلب
۳۳۰	اخبار بالغیب	۲۷۳	انگلش گورنمنٹ اور مسلمان رعیت
۳۵۱	مزید شبہات کے جواب جو قرآن پر	۲۷۶	اسلام کا آخر انجام و نیامین
	وارد کیے جاتے ہیں	۲۷۸	مجموعہ احادیث
۳۶۰	تذکرہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ	۲۸۰	معاملات دنیا اور بعض احکام شرعی
	و آلہ وسلم	۲۸۲	مباحث متعلقہ مسئلہ تقدیر

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۰۳	حجت مسیحی	۳۶۴	معاملہ تبلیغ میں مختلف تدبیروں کی
۲۰۶	اسلامی حجت		آزمائش۔
۲۳۴	خوارق عادات	۳۶۸	مال غنیمت اور خرچ کا تذکرہ
۲۵۰	معراج	۳۷۳	تاخت زید بن حارثہ
۲۵۲	رحمت پروردگار	۳۷۵	بنو نضیر کا اخراج اور ان کے
۲۵۶	کہ عشق آسان ہو و اولیٰ افتاد مشکلا		دوسروں کا قتل
۲۷۸	حکایت	۳۷۹	صداقت رسالت کے قرائن
۲۸۵	عقیدہ	۳۸۰	تعلیم محمدی
۲۹۰	خاتمہ الکتاب	۴۰۱	اگلے صحائف کی پیشین گوئی



مصباح الکلام  
فی

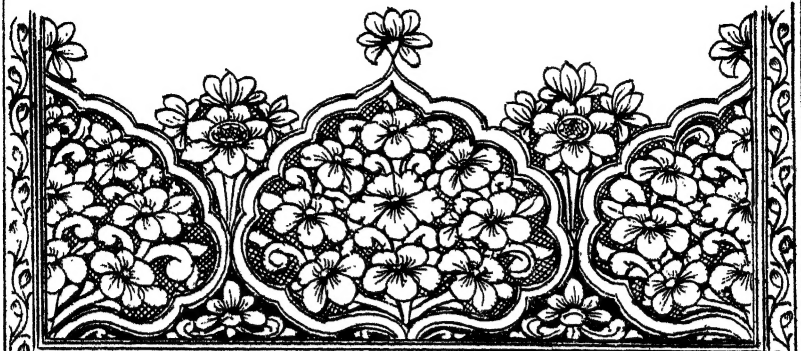
طریق الاسلام

تالیف شریف جناب معلی القاب  
مولانا المولوی محمد عبدالغفور الفتاروقی  
رئیس محمد آباد ضلع اعظم گڑھ



نامی پریس کاپرین چھپا

۲۳۳



یابم اور ایسا نیام جس جوئی ہی نم حاصل آید یا نیام آرزوئی ہی نم  
رازهای دل بیان سازم پیش خود بشنود یا نشود من گفتگوئی ہی نم



بسم الله الرحمن الرحيم

یہ خاک کا پتلا جس کو انسان کہتے ہیں کنجینہٴ اسرار قدرت ہے اُسکے کالبدین  
بڑے بڑے گران بہا جو اسہرودیت کے گئے ہیں جنہیں ایک جوہر شریف عقل کا بھی  
ہے۔ اسی عقل کی بدولت اُسنے مدارج علیہ پر صعود کیا اور دقائق حکمیہ حل کیے لیکن  
سچ یوں ہے کہ دریائے ناپید الکنار علم سے اُسکو اتنا حصہ بھی نہیں ملا ہے کہ خود اپنی پیاس  
کو بجھا سکے اور زیادہ نہیں تو اُس اسرار کو دریافت کر لے جو اُسکی ابدی دمدگانی سے  
قطع رکھتے ہیں اور جن پر اُسکی اُخروی آسائش کا دار و مدار ہے۔ وہ زمین پر بڑھیا ہوا  
آسمان کی باتیں استدلالاً بیان کرتا ہے لیکن زمین جانتا کہ خود اُسکے وجود کی کیا حقیقت ہے

نہیں

اپنے ابناءے جنس کو مرتے دیکھتا ہے اور باور کرتا ہے کہ موت اُسکی تاک میں لگی ہوئی ہے اور  
جلد یا دیر میں اُسکو بھی سکرانے کا تلخ ذائقہ چکھنا اور حسرت و افسوس کے ساتھ  
اس سرائے فانی کو چھوڑنا پڑے گا وہ ایسا ناعاقبت اندیش تو ہے نہیں کہ اس مری  
سفر اور اُسکے منازل و مراحل کے استدراک حال میں اپنی کوششوں کا کوئی قبیقہ  
اُٹھائے کھم گرد میدان سخت تاریک ہے عقل کی مشعل اُسکے گرد و خوار میں کچھ کام نہیں  
دیکھتی۔ بڑے بڑے دانشمندوں نے قیاس کے گھوڑے دوڑائے جو چند قدم  
چلے اور پھر ٹھٹھک کر رہ گئے مشہور دقیقہ سنجون نے سخت عرق ریز بیان کیں اور  
ان گرهوں کو کھولنا چاہا مگر کھلنا اور کھولنا کیسا اُبھجے ہوئے سلسلہ میں کوئی سبلیجھا ہوا  
دھاگا بھی اُنکے ہاتھ نہیں آیا۔ یورپ اور ایشیا کے دانشمند مثل افریقی وحشیوں کے  
لا علم مرے اور اب بھی اگرچہ ہر ایک فی شعور اپنی قوت فکریہ پر زور دیتا اور پتہ لگانے کی  
کوشش کرتا رہتا ہے مگر حبط اگلون کو ناکامی ہوئی پچھلون کو بھی امید کامیابی نہیں  
ہو جو کچھ ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تفتیش کی کشمکش میں ایک دن کوچ کی گھنٹی بجادجائے  
اور غیر معلوم الحقیقت راستہ پر چلنا پڑے۔

موت کا ساکن بعینہ حرنی لفظ تلفظ میں کڑایا کروا معلوم نہیں ہوتا مگر اُسکے  
معنی میں کوہ ہمالیہ سے زیادہ سنگینی موجود ہے خدا کو علم ہے کہ مسافران عدم اس  
بارگران کو کیونکر اُٹھاتے ہیں اور صبر و سکوت کے ساتھ قدم قدم یکے بعد دیگرے  
چلے جاتے ہیں۔ یہ تیز رو جانے والے ایسے بیخبر سوہنے ہیں کہ کتنا ہی پیچھا چلاؤ

ہاتھ پاؤں پر کے جھجھوڑو خواب گران سے سر نہیں اٹھاتے اور تم تو یہ کہ اشاروں سے  
 بھی نہیں بتا دیتے کہ جان کنی کا سخت مرحلہ کیونکر طر ہوا۔ وہ دم نکلتے ہی عزیزوں کی  
 محبت آشناؤں کی مودت کو بھول جاتے ہیں اور شاید ان میں کوئی ایسی مقناطیسی قوت  
 پیدا ہو جاتی ہے جو زندوں کے جوش محبت کو بھی سلب کر لیتی ہے تب ہی تو ایسے عزیز جو  
 جان سے زیادہ پیارے تھے بارگرددن ہو جاتے ہیں اپنے دوستوں کے ہاتھوں اور  
 نرم چھوڑوں سے اٹھائے جاتے اور فرش خاک پر تنگناے لدین لٹا دے جاتے  
 ہیں۔ سامان راحت سے اس قدر بے پروا کی جاتی ہے کہ ہوا دار مکروں میں جن کو  
 بے مروجہ چین نہیں آتا تھا انکی آسائش کے لیے ایک ایسا سوراخ بھی نہیں چھوڑا  
 جاتا جو گرد و غبار کے ساتھ سہمی مگر کوئی جھونکا ہوا کا ان تک پہنچائے۔ آدمی کتنا ہی  
 خوش نصیب ہو اور کامیابی کا کیسا ہی زرین چتر اُسکے سر پر پھر رہا ہو مگر فطرتاً انسانی  
 اسیدوں کا سلسلہ ایسا دراز ہے کہ کبھی ختم نہیں ہوتا دنیا دار اور خدا پرست دونوں بستر مرگ  
 پر شاکی پائے جاتے ہیں کہ عمر نے کوتاہی کی اور ناگاہ وہ وقت آگیا کہ ضروری تمنائیں  
 پیوند خاک ہو چاہتی ہیں۔ اس خیال کے ساتھ ایک طرف بیماری کی تکلیف جاگزا  
 اور دوسری طرف املاک دنیوی کی بے تعلقی روح فرسا ہوتی ہے پھر سکرات موت کی شدت  
 مفارقت احباب کا خیال اور زیادہ تر آئندہ زندگانی کی تاریک حالت انہیں ہر ایک  
 بجائے خود ایسی درد انگیز اور حسرت خیز مصیبت ہے کہ محض اُسکے تصور سے رونگٹے  
 کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منہ کو چلا آتا ہے۔

الحاصل ایسے مبتلائے بلا کو دوستوں نے چھوڑا عزیزوں نے اس سے منہ موڑا اب جس دبے روح تنہا ہوا اور خود روح معلوم نہیں کہ کس وادی میں چکر کاٹ رہی ہے تمام حقوق مالی و ملی ساقط ہو چکے شاید کچھ کھوئے دینار و درم حب اعمال میں چھپے چھپا ساتھ آئے ہوں مگر وہ قدر کے لائق نہیں اور انکو کسی موقع پر پیش کرتے ہوئے خود اپنے تئیں شرم آتی ہو۔ آہ یہ غم آگین نظارہ حسرت ناک سامان آنکھوں سے خون و لالہ لا ہوا اور اسکا اندازہ وہی دل و دماغ کر سکتا ہے جو ایسی مصیبت میں پڑ گیا ہو۔

دنیا کے بے درد ستم شعار بادشاہ اپنے سرکش کا فر لغت غلام کو اگر ایسی حالت میں گرفتار دیکھیں تو شک نہیں کہ انکو بھی رحم آجائے اور ان آنکھوں سے جنھیں قتل و غارت کا تماشا مغرب ہوا سنو ٹپکتین۔ اچھا دیکھو تو سہی کہ اس غریب الدیار بے بار و مددگار کا بھی کوئی دسی اقتدار آقا ہو کیا اسکو اس درد انگیز واقعات کی خبر نہیں ہے یا وہ ایسا سنگدل ہے کہ مصیبت دونوں کی گرمی آہ سے نہیں پیجتا ؟

عناصر رابعہ جنکو تم جانتے اور پہچانتے ہو اس عالم کے بہت بڑے ارکان ہیں وہ سب ہر چند مختلف الماہیت ہیں مگر انہیں ایک کا دوسرے کے ساتھ منقلب ہمے نایاں کہو کہ اپنی صورت بدل کے دوسرے کے ساتھ گھل مل جانا اور ہر پھر کے اپنی اصلی صورت پر آ جانا بقائے عالم کا بہت بڑا راز ہے۔

پانی کا ایک قطرہ جو دیکھنے میں بے حقیقت نظر آتا ہے درحقیقت معلوم نہیں کہ ابتدا خلقت عالم سے اُس نے کتنی شکلیں بدلیں کیا کیا رنگ دکھائے ہرے ہرے سبز

اگھائے بٹے بٹے درخت جائے ذی روح اجسام کی پرورش کی خاک میں مل گیا  
 بخار بنا ہوا کے سر پر چڑھ گیا اور پھر اپنے حیرت انگیز شکل اصلی واپس آیا ہے۔ یہ انقلابی نظام  
 اگر رک جائے تو شیرازہ عالم کبھر جائے رزاق کا دروازہ بند ہوا انسانی تدبیر میں بیکار  
 رہیں اور ہر ایک جان اور اپنی جگہ پر دم توڑ دے۔ علم طبعیات کے جاننے والے تمکو  
 مطمئن کر سکتے ہیں کہ اس طرح کے انقلاب سکوت کے ساتھ ہر لحظہ اور ہر ساعت ہوتے  
 رہتے ہیں اور اُنکا تماشادیدہ بصیرت کے لیے حیرت خیز و عبرت انگیز ہے۔

پانی کی خلقت حیوانات اور نباتات کے لیے مایہ زندگانی ہے اُنکی بدولت پیاس  
 بجھتی ہے غذا کے مضمین مدد ملتی ہے نباتات کی روئیدگی اور شادابی کا مار پانی پر ہوتا  
 پانی نہ تو آفتاب کی گرمی تمام جانداروں کو ہرے بھرے باغوں سرسبز جنگلوں کو جلاو  
 کشتیاں اور جہاز بیکار رہ جائیں اور یہ عمدہ اور لذیذ غذا مین جکا لطف انسانی ذائقہ  
 اٹھا رہا ہے میسر نہوں بھری وبری جانور مرٹھین غسل کی جگہ خاک میں لوٹنا پٹے کپڑوں  
 کی اور خود اپنے بدن کی گندگی قوت شامہ کا دم ناک میں کرے۔

ہننے سرسری طور پر چند عام فہم فائے تحریر کیے ہیں اور دریا سے ایک پیالہ  
 بھر کے تمھارے روبرو پیش کر دیا ہے جہاں شک فکر کو وسعت دو فائے کے بعد فائدہ  
 اور نکتہ کے اندر نکلتے اس ایجاد میں نظر آئیں گے۔ یہ لائق قدر چیز دنیا میں قدر قیمت  
 نہیں رکھتی فقیر و امیر دونوں یکساں طور پر اُس سے مستفید ہوتے ہیں عالم بالا کی فیاضی اُس نعمت  
 کو زمین کے سر پر برساتی ہے روزمرہ خرچ اور ضروری فوائد کے لیے ایک حصہ اٹکا



سطح زمین پر رہ جاتا ہے اور بہت بڑا حصہ یہ زمین اپنے دامن کے نیچے چھپا لیتی ہے  
خاص ضرورتوں کے وقت قدرت اُنکو اُچھال دیتی ہے یا انسان اپنی محنت و تدبیر سے  
دولت مخزون کا کوئی جز و برآمد کر لیتا ہے۔

اب آگ کو دیکھیے کہ فائدہ رسانی کے میدان میں اُسکی لپک پانی کی روانی سے  
کم نہیں ہو اندھیرے گھر میں وہ روشن چراغ ہے ہر زم عالم میں اُسکی چمک و دمک سے  
رونق ہے غذا کا پکانا کہ ورتوں کو دور کرنا اُسکی منصبی خدمات ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی مشینیں  
اُسکی قوت سے چلتی ہیں عجیب و غریب آلات جنسے انسان اپنی حفاظت کرے اور  
قومی دست و دشمنوں کو خاک میں ملائے اسی آگ کی بدولت بنائے گئے ہیں اُسکی مدد سے  
طرح طرح کے ظروف بنے سامان امارت مہیا ہوا ٹیلی گراف آفس قائم ہوا ریلوے کا صیغہ  
ظہور میں آیا۔ اب طائران تیز پرواز سے زیادہ تیزی کے ساتھ خبریں آتی جاتی ہیں  
سریر سلیمان ایک ہی تھا اور آج کل ہزاروں ٹرینیں اطراف عالم میں بنی نوع انسان کو  
شہر بشہر قریہ بقریہ اُٹائے لیے پھرتی ہیں۔ آگ نہوتی تو علمی اصول پر جو طاقتیں انسان  
نے پیدا کیں اور اُنسے کام لے رہا ہے کیونکر پیدا ہو سکتیں اور عبادار اُنکے پرند کے مانند آدمی  
ہوا پر کس طرح اُڑتا پھر تا غرض یہ سب تنگی اور شائستگی شوکت کے سامان تمدن کے ذرائع  
جو آج بحیثیت حیرت دیکھے جاتے ہیں اسی آتشی مادہ کے طفیل سے عالم ظہور میں آئے۔  
روز افزون ترقیات ایجاد کو دیکھ کے آئندہ ترقیوں کا ہر متوسط الفہم کو علم یقین ہو لیکن  
دور اندیش سے زیادہ دور اندیش عقلمند بھی اندازہ نہیں کر سکتا کہ زمانہ کہاں تک ترقی

کرے گا اور اس گچھلانے والے مادہ کی بدولت کیا کیا ایجادیں انسان کی تو کیا بساط ہر  
فرشتوں کو حیرت میں ڈال دیں گی۔

ہوا کا جو ہر لطیف دکھائی نہیں دیتا لیکن اُسکے جھونکے قوت لامسہ کو تھپکتے  
اور اپنے وجود سے مطلع کرتے رہتے ہیں۔ خشکی میں درخت جھومتے ہیں دریا میں پانی  
لہریں لیتا ہے یہ سب ہوا کے جلوے ہیں جنکو ہماری آنکھیں بھی دیکھتی اور ٹھنڈک حاصل کرتی  
ہیں۔ اگلے حکما جو ہر ہوا کو عنصر (بسیط) خیال کرتے تھے مگر اٹھارھویں صدی عیسوی میں  
ایک فریچ عالم نے یہ رائے قائم کی اور ثابت کر کے دکھایا کہ ہوا درحقیقت دو طرح  
کی گیسوں سے مرکب ہے جن میں ایک کو اُس نے نائٹروجن اور دوسرے کو اوكسیجن نامزد  
کیا ہے تنہا نائٹروجن قاطع رشتہ حیات ہے مگر اوكسیجن کے ساتھ مل کے وہ حیوانی و نباتی  
موجودات کے لیے رکن زندگانی بن جاتا ہے۔ ہم اس موقع میں مصنوعات کی حالت  
دیکھتے اور اُسکے صانع کو ڈھونڈتے ہیں اس لیے کہ کوئی فریسی عالم کا بہت ممنون ہونا  
چاہیے کہ اُس نے ہوائی مادہ میں یہ عجیب کرشمہ صنعت دکھایا ہے کہ مفرد مہلک اور مرکب  
اُسکا مایہ حیات حیوانات و ذریعہ ثبات نباتات ہے۔ ہوا کا کرہ زمین و آسمان کے سچ میں  
حجاب ہو کے کفیل ہے کہ ضرورت کے موافق حرارت کا فائدہ سطح زمین پہنچاتا رہے  
اور افراط حرارت سے ارضی موجودات فنا نہوجائیں۔ ہوا بخارات کو اٹھاتی ہے جسکے  
بدولت پانی برستا ہے یہی بخارات ضروری حرارت کو ہماری منفعت کے لیے آفتاب عالمیت  
کی غیر حاضری میں روکے ہوئے رہتے ہیں کاش ایسی روک نہوتو وہ حرارت جسکا

فیضان آفتاب کے پچیلے جرم سے ہوا تھا عالم بالا کی طرف ایک نخت صعود کرجائے اور شد  
برودت سے موجودات ارضی کی شمع حیات گل ہو۔ صبا اور نسیم جنکے نام ایشیا کے شاعر  
دل آویزی کے ساتھ لیتے ہیں ہوا کے اقسام سے ہیں اور چستان نیچر کی گلکاری انھیں  
کے دم اور قدم سے ہے۔ صرصر کے جھونکے اگرچہ ٹکونا گوار ہوں مگر تجارات کی خلقت اور  
مفا سدا راضی کی اصلاح میں انکی کارگزاریاں بھی بہت کچھ لائق قدر ہیں۔ کرہ ہوا بہت  
بڑی بڑی خدمتون کو جو اس عالم میں اُسکے سپرد ہیں انجام دیتا ہے اور پھر اُس کو چھوٹی  
خدمتون کے انجام دینے میں بھی عار نہیں ہے۔ ہم کیا ہیں اور ہمارے وجود کی کیا حقیقت ہے  
مگر وہ خود اپنی فیاضی یا کسی دوسرے مہربان حال کے اُگسانے سے مثل ایک تلی کے  
مروحہ جنبانی کرتا ہے گرمی کے دنوں میں جب تھوڑی دیر کے لیے وہ اپنا ہاتھ روک لیتا ہے  
تو تمامی ذی روح پلپلا اُٹھتے ہیں اور بنی نوع انسان کو کسی کروٹ چین نہیں آتا۔

کرہ ارض ساکن ہو یا متحرک مگر وہ مؤالید ثلاثہ کا آشیانہ اور تمامی جائز ارون کا میدان  
بازی ہے دیگر عناصر اور چھوٹے بڑے کو اکب اپنی برکتوں کو اُسکی سطح پر نازل کرتے ہیں  
اور وہ ان برکتوں سے متاثر ہو کے ہمارے لیے ذخیرہ رزق اور سامان عیش ہیا کرتا  
ہے۔ جو ہر خاک ہمارے خلقت کا جزو عظم ہے ایام زندگی اُنکے دامان شفقت پر بسر ہوتے  
ہیں مرنے کے بعد بھی وہ حیوانی کالبد کو اپنے آغوش میں چھپاتا اور اجزائے عناصر دیگر  
کو جو اس کالبد میں ودیعت تھے بڑی دیانت کے ساتھ حوالہ عناصر متعلقہ کر دیتا ہے۔

۱۔ حیوان و شجر و ہر مخلوقات کو مؤالید ثلاثہ ایسے کہتے ہیں کہ انکی خلقت عناصر اربعہ کی ترکیب سے ہوئی ہے ۱۱

اُسکے مادہ کا مقدر قوام اپنی جگہ پر انمول خاکہ نقوش حکمت کا ہوا گروہ ڈھیلانا یا تاجا  
توحیوانات کے تمدن میں دقتیں عارض ہوتی ہیں چلنے والوں کے پائوں ہستے مسافروں  
کا طر کرنا مشکل پڑ جاتا درخت سیدھے کھڑے ہوتے اور یہ بلند عمارتیں جو انسانی ہنرمندی  
کی یادگار ہیں کسی طرح قائم نہ ہو سکتیں اور اگر سخت کیا جاتا تو پانی جذب نہوتا سبزے نہ اُگتے  
انسانی اور حیوانی ضرورتوں کے لیے زمین کا کھودنا دشوار ہو جاتا حاصل سطح زمین تاشا گاہ  
قدرت ہوا ہر گاہ ہم سب اُسکے ساتھ گھر سے تعلقات رکھتے ہیں اسلئے زیادہ تشریح  
کی کیا ضرورت ہے جس گوشہ کو دیکھو اور جس سمت پر نظر ڈالو حکمت کے سبزے اُگے  
اور صنعت کے پھول کھلے دکھائی دین گے۔ پڑھنے والا چاہیے نہیں تو اس بڑی  
کتاب کا ہر ورق ہر صفحہ اور سچ پوچھو تو ہر سطر کا ایک ایک نقطہ داستان معرفت ہر  
ابو نواس عرب کے مشہور شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

تَامِلُ فِي بَيِّنَاتِ الْكَافِرِينَ وَالنُّظُرُ إِلَى اثَامَا صَنَعَ الْمَلِيكُ  
عَلَى قَصَبِ لَزْزِ بْنِ جَدِّ شَاهِدَاتٍ بِأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ لَهُ شَرٌّ يُلْتَمَسُ  
یون تو احجار و اشجار قدرت کے بیشمار نمونے اپنے سر پر دھرے کھڑے ہیں لیکن اب  
داستان مختصر کرو اور اُنکو اپنی جگہ پر چھوڑ کے آگے بڑھو تو عالم کوئی فساد کی اندھرتی نڈر  
کے اتنے قہام اولفاد موجود ہیں جیسا شمار طاقت بشری سے باہر ہو مگر قیاس کیا جاتا ہے کہ  
بقابلہ انسان کے حیوانات بڑی اور بقابلہ حیوانات برسی کے طیور اور بقابلہ طیور کے

زمین کی گھاس دیکھو اور خداوند کی صنعتوں کا تاشا کرو ۱۲ شیخ زری پریشاد تین جہد میں خدا کا کوئی شریک نہیں

حیوانات بحری کی قسمیں اور انکا شمار براتب بڑھا ہوا ہے۔ یہ تو زمین کے وہ بہنے والے  
ہیں جنکو ہم دیکھ سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ سطح زمین پر انکے علاوہ ایسے جاندار بھی موجود ہوں  
جنکا نظارہ بوجہ انکی جسمانی لطافت کے ہمارا احاسہ بصر نہ کر سکتا ہو اور وہ بھی اسی سرکار  
کے وظیفہ خوار ہوں جسکے خوان کرم سے ہم سب روزانہ بہرہ مند ہوتے ہیں۔ جان  
جو جاندار ہم سے پردہ نہیں کرتے انکی مختلف ترکیبیں جداگانہ طرز زندگی کی طرح طرح کی  
رنگتین انشرون کی کھال اور پروں کی خوشنمایل اور بوٹے دیدہ بصیرت کو متحیر کر نیوالے  
ہیں اور بڑے تعجب کی تویہ بات ہے کہ یہ سب روزانہ رزق کے محتاج ہیں اور باشتناک  
چند بد نصیبوں کے اپنے اپنے مذاق کے موافق ہر ایک کو صبح سے شام تک  
وہ سامان مل جاتا ہے جس سے زیادہ نہیں تو بقدر ضرورت اپنا پیٹ بھر لیتا ہے۔

بی باگس ہرگز نماند عنکبوت رزق رازداری رسان پر میدہر

اس کا رگاہ عالم کی رنگینی اور اس کے ذخیرہ اوراق کی افزونی دیکھ کے یہ خیال کیونکر  
پیدا ہو کہ اتنے جانداروں کو کسے بنایا ہر ایک کی جسمانی ترکیب اسکے مناسب حال  
کس حکیم کے دست قدرت نے بنی ہے اور اتنے بھوکوں کے اوراق کا کون ایسا  
فیاض کفیل ہے جسکے فائدہ کی نہ ہم کوئی خدمت کرتے ہیں اور نہ اسکی صورت اتنا  
کسی نے دیکھی ہے۔

دن میں نیر عظم خاک تیرہ پر شعل دکھاتا ہے اور رات کو بشیارتاے ہوائے پر  
جگمگاتے ہیں یہ اتنے چھوٹے نہیں ہیں کہ تمھاری انگوٹھیوں کے نگ بن سکیں

یا اُنہیں کسی کو تم اپنے رائیڈنگ ٹیل کا پیروٹ بنا سکو اُنہیں چھوٹے سے چھوٹا تار  
سیکڑوں میل لمبا وچوڑا ہوا اُنہیں میں ایک مہجین نورانی صورت معقل الکفیت  
وہ بھی ہر جسکو قمر کہتے ہیں اور جسکی وسعت ہمارے کرۂ ارض کی وسعت سے بہت  
زیادہ ہو۔ پہنے یا ہمارے ہمجنسوں نے سطح کو اکب پر سیر نہیں کی مگر قیاس انسانی بڑا  
تیز پردہ اور دردمند ہوا کہتا ہے کہ یہ اجرام علوی محض ویرانہ نہیں ہیں غالباً اُنہیں  
بڑی بڑی شان دار بستیاں اور بڑے بڑے عالیشان قصر موجود ہیں وہاں کے  
بسنے والے اور بسانے والے بہ مناسبت اپنے مساکن کے نورانی صورت فرشتوں  
کی سی سیرت رکھتے ہیں اور انکا طریق تمدن ہم خاک نشینوں سے زیادہ پھر چھا اور پاکیزہ  
ہو۔ کاش ہم لوگوں کو موقع ملتا کہ علوی مخلوق سے ملتے اُن سے دل کے اپنے  
محدود معلومات کو وسعت دیتے اور میں تو اول ملاقات میں اُن بزرگوں سے یہی  
پوچھتا کہ صانع با کمال کی ذات و صفات کے نسبت اُنکی تحقیقات کس قدر وسیع ہو بجز  
اس پردہ نگاری کے اُوٹ میں کچھ ہی کچھ نہیں بہت کچھ ہے۔

ہر دم بہ تماشا دل ناشاد و بجنبد      تا کیست درین پردہ کہلے با بجنبد

اکثر حیوانات کے مقابلہ میں انسان ضعیف البنیان ہوا اسکے اعضا اور اعضا کی بندش  
کمزور ہو اور فطر تا کسی آئہ بجا رہ سے مسلح پیدا نہیں کیا گیا ہو۔ اسکے ہاتھ میں ناخن ہیں  
جنکی تیزی اسقدر ہو کہ خود اپنا بدن کھالے مٹھ میں دانت بھی ہیں جن سے چند لقمے  
چبا لیتا ہو مگر وہ حدت کمان جو چوہوں کے دانت کا بھی مقابلہ کر سکے سر پر

چھوٹے خواہ بڑے سینک نہیں ہیں کہ مدافعت کے کام آئیں بازو پر اڑانے والے پر نہیں ہیں اور نہ بدن پر ایسے بال ہیں کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی نیش نئی سے جلد کو محفوظ رکھیں۔ بے حقیقت پشت نیش سے سلجھو اور حضرت آدمؑ کے نور چشم اُس سے بھی محروم ہیں۔ پائون کا تلو ایسا ملامت ہے کہ صحرائین کا سنہ جھکتے اور ریگستان میں چھالے اٹھ آتے ہیں گرمی اور سردی دونوں کا قوی اثر اُس کے نازک بدن اور ملامت جلد پر پڑتا ہے ان سب پر طرہ یہ ہے کہ دیگر حیوانات کی ضرورتیں محدود ہیں وہ دن میں قدرتی پیداوار سے اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں رات میں فرش خاک پر آسائش کے ساتھ سوتے ہیں مگر انسانی ضرورتیں غیر محدود ہیں اور سخت کل یہ آن پڑی ہے کہ محض قدرتی پیداوار اُن ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتی پس ظاہر ہے کہ بظاہر نفع انسان اپنے پنجسوں میں سب سے زیادہ بیسرو سامان اور سب سے زیادہ محتاج مخلوق ہوئی لیکن درحقیقت قدرت کی خاص نظر عنایت اُس پر مبذول تھی اُس کو قوت دماغی کی ایک ایسی دولت عطا کی گئی کہ جملہ نقائص پر پردہ پڑ گیا وہ اس قوت کی حمایت میں موالید ثلثہ پر غالب آیا اور آج اُسکی شاہی سطوت کا سکہ بحر و بر دونوں کی سطح پر بیٹھا ہوا ہے۔ اُس نے اپنی صائب فکر سے خارا شکاف آلات بنائے جن سے پہاڑوں کا سینہ چھیدا تا اور خزینہ جواہر کو جو ان سنگ لونکے پیٹ میں مخزون ہے نصرت کرتا رہتا ہے۔ بڑے بڑے تناور درخت کا ٹکڑا جنگلوں کو صاف کر دیا بے آب وادی میں دریا بہائے دریا سے چشمے نکالے اور ان چشموں پر اسطرح فرمان روائی کر رہا ہے کہ گویا اُس کے زرخیز اطاعت شعار غلام ہیں

خشکی پر تو اُس نے باسانی اپنی شاندار سواریوں کا راستہ نکالا تھا مگر اب بڑے بڑے عمیق  
 سمندروں کے جسیم حیوانات غرقِ لُجہ حیرت ہیں کہ ننھا سا پتلا اپنے جہازوں کو بے تکلف  
 پانی کی سطح پر دوڑاتا پھرتا ہو اُسکی ہیبت سے ایسے بھری جانور جو انسان کو اپنے  
 منہ کا لقمہ تر خیال کیے ہوئے تھے سر نہیں اٹھا سکتے سر اٹھانا کیسا اُنہیں اتنی جرأت  
 بھی نہیں ہو کہ بے اندیشہ اُسکے سامنے آئیں اور آنکھیں ملائیں یہ انسان ہر چند بڑے  
 بڑے دریائی جانوروں کو تشکار کرتا اور اُن کے بدن کی چربی نکالتا ہو خشکی میں شیرنستان  
 کی کھال کھینچتا اور ہاتھیوں کے بلے بلے دانت اُکھیرتا ہو یا اینٹہ وہ کوہ اندیش  
 غارت گر نہیں کہ محض موجوداتِ ارض کی بربادی سے سروکار رکھتا ہو بلکہ اُسکی شاہانہ  
 توجہ سے ہزاروں حیوانات کی تربیت لاکھوں مخلوق کی نگہداشت ہوتی ہو وہ دوسروں  
 سے بہت کچھ مستفید ہوتا ہو لیکن دوسروں کے ساتھ بڑی کشادہ دلی سے فیاضیان  
 بھی کرتا ہو اس لیے وہ کسی کا دیر بار احسان یا یون کہو کہ بلامعاوضہ ممنون منت نہیں ہو۔  
 انسان کی خلقت سر سے پاؤں تک داستانِ حکمت ہو اُسکے اعضا کی جو ترتیب اختیار  
 کی گئی ہو اور حسبِ طبع اُسکے جو بڑبھائے گئے اُس سے بنا نیاوے کا اقتدار اور اُسکی  
 دور اندیشی ظاہر ہوتی ہو اور اس ترتیب اور بندش پر غور کرنے والا اگر روشن ضمیر بھی  
 ہو تو یہ یساختہ کہ اٹھتا ہو قَفِیُّ کُلِّ شَیْءٍ لَّہٗ اَیُّہُ تَدُلُّ عَلٰی اَنِّہٗ وَاحِدٌ  
 عناصرِ اربعہ موالیدِ ثلاثہ پر انسان کی حکومت جاری ہو اور اُسکی خلقت ضعیف میں

لے ہر شے میں اُنکی نشانی موجود ہو جو ظاہر کرتی ہو کہ وہ ایک ہی ۱۲



اس نکتہ شگرت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ صنایع عالم قادر توانا اپنی حکومت میں ہر طرح آزاد  
 ہے چھوٹے اور بڑے پر منحصر نہیں وہ جسکے سر پر چاہتا ہے تلج رفعت رکھتا ہے اور جسکو  
 چاہتا ہے طوق ذلت پہنا دیتا ہے چنانچہ اپنی اسی شان کے ثبوت میں اُسے عالم کو نفا  
 کی حکومت انسان کو عطا کی ہے جو اپنے سے بڑے بڑے قوی بالادست مخلوق کا فرمان روا  
 ہے اور اسکو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے کہ ایجادوں اور صناعتوں کے ذخیرے مہیا کرے  
 اور اپنے ہمجسوں میں صنایع غیر حقیقی کے لقب سے ممتاز ہو۔

انسان کی خلقت میں اور بھی کمزوریاں ہیں جن پر نظر کر کے سمجھنے والا سمجھ سکتا ہے  
 کہ باوجود قوت دماغی کے وہ کسی قدرتی تربیت کا محتاج تھا اور اُس تربیت کے بعد  
 اُسے پر پرانے نکالے اور ہمجسوں سے بڑھ چلا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دیگر  
 حیوانات کے نوزائیدہ بچے انسان کے بچوں سے زیادہ بالائیاں ہوتے ہیں مرغی کا  
 بچہ کھلتے ہی اندھا دشمنوں کو پہچانتا ہے بلی کو دیکھ کے بھاگتا ہے اور مان کے بانٹے شفقت  
 میں پناہ لیتا ہے آگ اُسکے سامنے دھری ہوا سپر چوہنچ نہ ماریگا۔ انسان کے معصوم فرزند  
 گوارہ میں لیٹے کھلے ہوئے دشمنوں کی شناخت نہیں کر سکتے آگ کا انگارہ سامنے  
 رکھ دوچٹ اُسکی طرف ہاتھ چلے گا اور جب ہاتھ جلے گا تو اسوقت متھ جلانے کا قہر  
 کر کے دوسرا ثبوت اپنی بے امتیازی کا پیش کریں گے۔ حیوان کے بچے ابتدائی ایامِ ولادت  
 میں یہ امتیاز پیدا کر لیتے ہیں کہ کس قدر غذا کے ہضم پر انکی قوت ہاضمہ قادر ہے اور اُسی قدر  
 مناسب پر اکتفا کرتے ہیں مگر حضرت انسان کو جو آگے چل کے بقراط بن جاتے ہیں تو ان

ایسا امتیاز حاصل نہیں ہوتا۔ مواشی کو اپنے اپنے طور پر رفتار کی قوت چلنے کا سلیقہ اُسید حاصل ہوتا ہے جس دن وہ بزم شہود کے شریک فی الجماعت ہوتے ہیں انسان کو نہ جلد یہ سلیقہ آتا اور نہ جلد رفتار کی قوت حاصل ہوتی آپ مہینوں کے بعد کھسکتے ہیں پھر اٹھتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں شفیق مان الدو آمین کے جاتی ہے اور خدا خدا کر کے مدتوں کے بعد چند قدم چلنا پھر ناسیکھ لیتے ہیں۔ کیا یہ واقعات ایسے نہیں ہیں جن پر انسان غور کر کے اپنی فطری نالائقی کا اقرار کرے اور پھر اُس لیاقت و عزت کا شک کرے کہ گزار ہو جو محض فطری فیوض سے نصیب ہوئی ہے۔

انسانی مصنوعات کو دیکھ کے ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اُسکا کوئی صانع ہے اور صنعت کی باریکیوں پر غور کر کے کسی چیز کے بنانے والے کے اقتدار اور اُسکی ہنرمندی کا اندازہ کرتے ہیں۔ پس کیا ان مصنوعات قدرت پر جبکا مختصر تذکرہ کیا گیا نظر کر کے کوئی بعقل صاحب شعور کہہ سکتا ہے کہ وہ سب بلا کسی صانع کے موجود اور بغیر توجہ کسی مدبر کے بے انتہا مصالح اور منافع کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہوئے ہیں ؟ (نہیں ہرگز نہیں) دور کیون جائیے اپنی حقیقت انسانی پر نظر کیجیے کہ انسان مراحل زندگی کو کس سطح طے کر رہا ہے وہ تدریج کر رہا ہے نتیجہ دوسرا نکلتا ہے متحد تدبیریں مختلف اثر پیدا کرتی ہیں بے فکر اسباب موجود ہو جاتے ہیں اور اُنکے آثار بربا اوقات خلافت وقوع اُسکو سرور و محزون کرتے رہتے ہیں۔ متعدد زمانہ عمودین ہر انسان کو بکثرت ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں کہ حصول مطلوب کا سامان کافی موجود تھا و دفعتاً بگڑ گیا اور کبھی بگڑ کے دم کے دم نیچے پھیل گیا

ان واقعات پر جب غامض نظر کیجائے تو کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ سبب الاسباب نتائج کا پیدا کرنے والا تدبیروں کا کامیاب اور ناکام کرنے والا کوئی دوسرا ہی اور ہماری نگاہ کی مشین و حقیقت کسی دوسری قوت کی تحریک سے چل رہی ہے۔ وہ قوت کون ہے اس سوال کا معقول جواب سولے اسکے اور کچھ نہیں دیا جاسکتا کہ یہ سب کرشمے اُسی قوت کے ہیں جو ہمو جلوہ گاہ ظہور میں لائی جسے ہمو بحر و بر کی حکومت عطا کی اور جسے ہمو قوی دشمنوں سے صرف محفوظ نہیں کیا بلکہ بہتوں کو طوعاً و کرہاً ہمارا بندہ فرمان پذیر بنا دیا ہے۔ اپنے منعم حقیقی کو پہچاننا اُس کے فیض انعام کا شکر ادا کرنا شریفانہ اخلاق کا سب سے بڑا فرض ہے اور ہر گاہ خلاق عالم نے انسان کو واسطہ ادا سے دیگر فرائض کے کافی قوتیں عطا فرمائی ہیں تو غیر ممکن ہے کہ اُس نے اپنے پہچاننے کی قوت خلیفہ ارضی کے کالبس میں نہ رکھی ہو۔

ہر ایک ذمی ہوش اقرار کریگا کہ ایسے عمدہ فرض کی ادا کرنے والی وہی عقلی قوت ہے جسکی بدولت انسان نیک و بد میں امتیاز کرتا اور بن و بچھی حقیقت کو ثابت کر دکھاتا ہے ہر چند اس عقدہ کے حل کرنے میں ہادیان ملت کی ذات متودہ صفات سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے لیکن آخر ان بزرگواروں کی صداقت کا امتیاز کرنا اور اُن کے اصول ہدایت کو سمجھنا بھی تو اسی عقلی قوت کا کام ہے۔ الغرض مدار تکلیف قوت عقلی پر ہے جو ہر انسان میں مختلف پائی جاتی ہے اور اسیلئے ظاہر ہے کہ ہر آدمی بدرجہ متفاوت ذمہ دار ہے کہ اپنے خالق کی ذات اور صفات کو پہچانے اور اسکی عظمت اور جلال کے سامنے

کردن عبودیت خم کرے۔ متعصب خیال کے آدمی جو کچھ کمین گرد واقعی امر یہ کہ ہر انسان  
 جسکو کسی خالق کے وجود سے اقرار ہو وہ اُس خالق کے ساتھ عاجزانہ نیاز مندی رکھتا  
 ہو اور اُسکی ہر گز یہ خواہش نہیں ہوتی کہ جان بوجھ کے کفرانِ نعمت کرے اور بے تحقیق  
 ذات کو خالق سمجھے یا اُسکو اپنا معبود بنالے لیکن اُسی کے ساتھ یہ بھی سچ ہو کہ بسا اوقات  
 کہ ورت تقلیدی روح کو کندہ اور عقل کو بے نور کر دیتی ہو یا یہ کہ سہل انکار دھونڈنے والے  
 سنگریزوں کو جو اہر بے بہا اور اپنے لیے مایہ افتخار سمجھ لیتے ہیں۔ تجزیہ شاہد کو انان  
 پر صحبت کا قومی اثر فطران پر تاہر وہ جس خاندان میں پیدا ہوا یا جن لوگوں میں رہا سہما  
 اُس کے خیالات سے متاثر ہو کے اپنا اعتقاد اس طرح مستحکم کر لیتا ہو کہ عقل کی قوت اُسکو کاسانی  
 ہلا نہیں سکتی۔ ایسے مقلد یا سہل انکار ہر خندہ اپنے خیال میں نیاز مند بارگاہِ اذلی ہوں  
 لیکن اُنکی نیاز مندیوں پر یہ سنگین الزام ہو کہ کوشش کر کے قید و بند تقلید سے نکلنا اور  
 آزادانہ تفتیش کرنا نہیں چاہتے حالانکہ اُنکو جو ہر عقل اسی لیے عطا ہوا ہو کہ آزادی کے  
 ساتھ اُسکو کام میں لائیں اور اقل درجہ اس تقدس ذاتی اور صفاتی کا اقرار کریں جسکے  
 ساتھ خلاق عالم کا موصوف ہونا متوسط عقل اور متوسط ادراک کا آزاد آدمی تسلیم کر سکتا  
 ہو۔ کسبند تفتیش غیر کافی ہے سمجھی کی نیاز مندی ایک قسم کی بے نیازی ہو ایسے انسان  
 کا فرض ہو کہ اپنے تجسسون میں شایستہ مذکرہ کرے عقل کو کام میں لائے اور بے اندیشہ  
 اہمیت اعزہ اور احباب کے وہ راستہ اختیار کرے جو قرین صواب اور مقتضائے عقل  
 ہو۔ اصل مخلوق اپنے خالق کی ذات اور اُسکی صفات کے پہچاننے میں اتنا غبی نہ ہو

اور اگر اُس نے حقیقت اپنی یہ ذمہ داری پوری کی ہو تو اُس پر کوئی وجہ الزام کی پائی نہیں جاتی اور میں باور کرتا ہوں کہ اگر اس طور پر قوت عقلیہ کام میں لائی جائے تو وہ راستہ مل سکتا ہے جو منزل مقصود تک یا اُس کے قریب پہنچائے اور چلنے والے کے لیے ایک حد تک ذریعہ نجات ہو۔

یہ شبہ دلیں کھٹکتا ہے کہ اگر کسی قادرِ قدیر حکیم باتمیر نے اپنے قصد اور اختیار سے اس عالم کو بنایا ہے تو پھر اپنی ذات و صفات کو اُس نے ایسے حجاب میں کیوں چھپایا کہ اُبکا علم اجمالی برشواری حاصل ہو سکتا ہے اور تحصیل علم تفصیلی تو قوت بشری سے خارج ہے۔ دنیا میں سرگرم عقیدہ مند بہت گزے ہیں اور اب بھی زبانِ اصرار کرنے والے بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن شک نہیں کہ معدودے چند بزرگوں کو یہ رتبہ حاصل ہوا ہے کہ سچائی کے ساتھ دعویٰ لَوْ كُنْتُمْ عَلَى الْخِطَاءِ لَمَّا اسْتَرَدَدْتُمْ يَقِينًا کر سکتے۔ آنکھ بند کر کے تقلید کرنے والوں یا اُن لوگوں کو جو قوتِ فکر یہ کو مستعدی کام میں نہیں لاتے چھوڑ دیجیے تو بھی ہیشمار افراد انسانی ایسے بھی گزے ہیں جن کو تحقیقاً خالقِ اکبر کی ذات اور صفات کے استدراک سے دلچسپی تھی لیکن پھر بھی کوئی ایسی واضح دلیل ہاتھ نہیں آئی جس پر خاص و عام اتفاق کرتے اور یہ اختلاف جو موجبِ نفاق جماعت انسانی ہے اور جو بسا اوقات مضرِ آسودگیِ خلایق ثابت ہوا ہے پیدا نہوتا۔ ابتداءِ خلقت بشری سے کتنے نبی یا ریفاءِ جلوہ گاہِ ظہور میں تشریف لائے اُنکی ہدایتوں نے حق پرستی کے دلوں کو

اگر پچھے اٹھائیے جائیں تو بھی سرائقین زیادہ نہو۔ یعنی وہ اس بکمال کو پہنچ گیا ہے کہ ترقی کی گنجائش باقی نہیں رہی

اُبھارا اور انکی کوششوں سے ایک حد تک عقائد انسانی موزون سا پنچہ بن چل گئے  
لیکن پھر بھی اختلاف نہ مٹا بلکہ ارباب شریعت کے جھگڑے زیادہ تر سنگین ہو گئے جہم سنتے  
ہیں کہ سب سے پچھلی شریعت (اسلامی) کے مقلدون نے باہم اس قدر اختلاف کر رکھا  
ہے کہ اصولاً انکے تھتر فرقتے موجود ہیں اور پھر ان بڑی بڑی شاخوں سے جو ٹہنیاں  
نکلین اگر وہ بھی داخل شمار کی جائیں تو سیکڑوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

انہیں ہر فرقہ اپنے رنگ میں ڈوبا ہوا دوسروں کو گم کردہ راہ سمجھتا ہے مگر  
معلوم نشد کہ یا مصروف کسیت ہر کس بنجیال خویش خطے دارد

ایسے باختیار صاحب حکومت کے لیے جس نے قصر عالم کو برپا اور بزم وجود کو آراستہ  
کیا ہے آسان تھا کہ اپنے بندوں کو کوئی ایسا جلوہ دکھا دیتا کہ سب کے سب سیدھے راستہ  
پر پڑ پڑتے سچے معبود کی عبادت کرتے مخلوق پرستی کا الزام اولاد آدم پر قائم ہی نہوتا اور  
چھوٹے بڑے بیوقوف اور دانشمند سب جان ساری لاکھلی کہتے ہوئے منزل مقصود  
تک پہنچ جاتے مگر یہ شبہ اس طور پر رفع ہو جاتا ہے کہ خلاق عالم نے اس کا نگاہ کو

دارالامتحان بنایا ہے اور وہ تماشا دیکھتا ہے کہ اُس کے بندے جو ہر عقل کی کیونکر آزمائش کرتے  
اور اپنے کائنات کو سطح کام میں لاتے ہیں اگر اُنکی آیات قاہرہ اور حج ساطعہ اوہام  
باطلہ و عقائد فاسدہ کی جڑ کاٹ دیتین تو اُنکی جبروت سے دیگر معاصی کا بھی سد باب ہوتا  
اور شکل کسی فرد بشر کو ترک عبادات کی جرات ہوتی ایسی حالت میں معیار ثواب و

عقاب کیسار ہجرتا ہدایت و ضلالت کا تفرق کیونکر کیا جاتا تو فیق باری کسی حمایت کرتی اور  
شان آمرزگاری کا ظہور کس پیرایہ میں ہوتا۔

اب یہ سوال کہ خالق عالم کو ایسے تماشے سے کیا فائدہ تھا جو اُس نے اپنے بندوں  
کو مشکلات میں ڈالا اور ایسی ذمہ داری میں پھنسا دیا جو بہتوں کی تعذیب نفس کا نتیجہ پیدا  
کر نیوالی ہر اسی رتبہ کا سوال ہے کہ جانداروں کو موت کا تلخ ذائقہ کیون چکھایا جاتا ہے حصول  
ارزاق کے لیے دوا و دوش پر کیون مجبور ہیں کپڑوں کی بلبلیاں کھانوں کے خوان آسمان  
سے کیون اُتائے نہیں جاتے۔ ان سب کا یہی جواب ہے کہ انسان بندہ ہے اور بندہ کو  
اپنے خداوند نعمت پر اسطرح کی فرمائشوں کا منصب نہیں ہے اور نہ کسی خداوند نعمت پر  
لازم ہے کہ وہ اپنی آزادی کو ایسے دائرہ میں محدود کرے جو سہولت پسند بندوں  
کے لائق پسند متصور ہو۔

عموماً عقل سلیم وجود صانع بالکمال کی معترف ہے مگر اُس کے ثعین میں اختلاف  
ہے اور سچ یہ ہے کہ صفات کی تحقیق میں اس اختلاف کو زیادہ تر موقع وسعت کا مل گیا ہے  
الحاصل تجسس کی وادی میں افکار انسانی نے جدا گاتہ راستے اختیار کیے اور ہر گروہ  
اپنے تئیں صراط مستقیم پر چلنے والا باور کر رہا ہے کُلُّ حَنِیْطٍ بِمَا لَدَہُمْ فِی حُوتٍ لیکن  
باتفاق جمہور خلائع ابتک یہ مسئلہ طر نہیں ہوا کہ سیدھا راستہ کس نے اختیار کیا ہے تو فیق  
اذلی کسی مددگار ہے اور کون خوش نصیب قافلہ سلامت باکرامت منزل مقصود تک  
پہنچنے والا ہے۔ اس خصوص میں دانشمندوں نے پر زور تقریریں کیں بڑی بڑی کتابیں

لکھی گئیں حوصلہ مندوں نے چاہا کہ تمام عالم کو اپنے حلقہٴ اثر میں لیلین مگر یہ حوصلہ مندی  
اب تک کامیاب نہیں ہوئیں اور عالم کون و فساد کے دارالامتحان میں یہ امید کہ اختلاف  
عقائد دور ہو ایک ایسی امید ہے جو شاید پوری نہوگی۔

تجربہ سے ظاہر ہے کہ دنیا کی عمر جس قدر بڑھتی ہے اسی قدر مذہبی عقیدوں کا اختلاف  
ترقی کرتا جاتا ہے اور خدا ہی جانتا ہے کہ آخر کار قاضی محشر کی عدالت میں کتنے فریق حاضر  
کیے جائیں گے واقعات متعلقہ اور متقی پر کس طرح بحث ہوگی کس قسم کے عذرات کامیاب  
ہوں گے اور پھر عادل و بی عدل منع جلیل و خاف الزنوب سائر العیوب کے حصہ سے کیا فیصلہ صادر  
ہوگا۔ **دوستو** مرحلہ سخت ہے بہت بٹے باعزت و جلال اجلاس میں ایک دن حاضر

ہونا اور نامہ عقائد اور دفتر اعمال کا دکھانا ہر دم کی دم میں تمام عمر کے خیالات کا وارث بننا  
ہونے والا ہے اسی پر ابھی زندگی کی بھلائی اور بُرائی کا مدار ہے ابھی وقت باقی ہے غلطیوں  
کی اصلاح کرو اپنی رویداد کو دیکھ بھال کے اچھی طرح مرتب کر لو۔ یہ سب کچھ کرو لیکن  
میری تو یہ صلاح ہے کہ رویداد پر اطمینان عذرات پر بھروسہ کرنا بڑی خطرناک کارروائی ہے  
اپنے تین خدا کے رحم پر چھوڑ دو اور جب حاضری کا وقت آئے تو سرِ عظمت کی نظر  
یہ کہتے بڑھ چلو **اللّٰهُمَّ عَامِلْنَا فِيْ فَعْلَانَا وَكَالِفْنَا مِلْنَا بِعَدْلَانَا**۔ اب تک

تو سلسلہ تقریر عام تھا مگر اب میں اپنے فرقہٴ اسلامی کے حدود عقائد کے اندر گفتگو کروں گا  
کیونکہ میرا کائنات اسی کا معتقد ہے اور تقلید انہیں بلکہ اپنی بضاعت کے موافق تحقیق بھی

**لے** پر دو گارہاے ساتھ بخشش کا برتاؤ کرانصاف کا برتاؤ مست کر ۱۲



میں اسی کو ذریعہ نجات اور بہودی آخرت سمجھ رہا ہوں۔

اُس مقدس کتاب میں جسکی سچائی کا باور کرنا ہمارے ایمان کا جزو ہر ذاتی اور اُسکی صفات کمالیہ کی پوری تشریح ہوئی ہے اور میں اُس کتاب سے چند آیات بنیات کا اس موقع میں اقتباس کرتا ہوں۔

لَوْ اَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاكَ خَاشِعًا مُّصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدِيمُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهِمِّنُ الْخَزِيرُ الْحَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (پارہ ۲ آخر سورہ انعام)

کلام الملوک الملوک کلام ایک مشہور مقولہ ہے مگر یہ کلام تو ملک الملوک کا کلام ہے اُسکی سادگی میں عظمت عظمت میں شکوہ شکوہ میں بندہ پروری کے جلوے نمایان ہیں جسے بھی ہیں

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ خدا کے در سے جھکتا اور بھٹ پڑتا اور یہاں ہم آدمیوں سے ایسے کہتے ہیں کہ وہ سمجھیں۔ اللہ ایسا ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں وہ کھلی اور پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے بڑا اہم راہ اور رحم کرے والا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہیں جہاں کا بادشاہ ہے پاک ذات ہے عیوب سے بری ہے اسن دینے والا ہے کہتا ہے بڑا دباؤ والا ہے بڑی عظمت رکھتا ہے یہ لوگ جیسے شرک کرتے ہیں اُس سے پاک ہے۔ وہی اللہ خالق ہے موجد مخلوقات ہے اُسکے اچھے اچھے نام ہیں آسمان اور زمین میں جتنی مخلوقات ہے وہ سب اُسکی تقدیس کرتی ہے۔ وہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے ۱۲

وعید بھی ہیں طرزیان کی چتون ہر چند خشمگین ہے گر نگاہوں میں شفقت بھری ہے۔ جلالی اور  
جمالی طاقتوں کا اظہار ہے اس اظہار کے ساتھ اشارہ بھی موجود ہے کہ دریا سے رحمت  
سوج زن ہے اور دامنِ عمل سے چرک عصیان کی شست و شوار بابِ توحید کے لیے دشوار  
نہیں ہے۔ کسی امیدوار مغفرت نے کیا خوب کہا ہے۔

الہی رحمت دریا عالم ست ۱ اگر آلائش چرک گنگار ۵ نگر دتیرہ آن دریا زمانی  
از ان یک قطرہ مارا تمام ست ۲ از آن دریا فرو شوئی بیکبار ۶ و ز روشن شود کار جہانی  
ان آیتوں میں ان صفات کا مذکور ہے جن سے خالقِ اکبر کی ذات پاک متصف ہے اور عقل  
بھی شہادت دیتی ہے کہ اتنا بڑا ذی اقتدار جس نے عظیم الشان عناصر کی تخلیق کی اور  
گنبد گردون کو قنادیل کو اکب سے سجایا زمین پر فرشِ زمردین بچھایا بیشمار پھول قدرت  
کے کھلائے ہر ایک میں عجیب و غریب کرشمے صنعت کے دکھائے ہیں وہ خود بالضرور اعلیٰ  
درجہ کے اوصافِ کمالیہ سے موصوف ہوگا۔ اس کلامِ معجز نظام میں پر زور لفظیں جلالِ کربائی  
اسکی ذاتی وحدت اور فیاضانہ رحمت کا اظہار کرتی ہیں اس لیے ہم ان اوصافِ ثلثہ کی  
کسی قدر تشریح بھی کر دینا مناسب جانتے ہیں۔

## بیانِ جلال

دنیا کے سلاطین کا نظام سلطنت ان کے جلال سے قائم ہے جسکی حمایت میں رعایا کا  
گروہ ضوابط قانونی کا پابند رہتا ہے زبردست زیر دست کو متا نہیں سکے اور ان افعال کا

استداد ہوتا ہے جو مخرب اخلاق ہوں یا یہ کہ عامہ خلائق کی آسودگی میں اُسنے خلل پڑنے کا  
 احتمال ہو۔ خداوند عالم ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے جسمانی و روحانی اخلاق کا نگران ہے  
 لہذا اُسکو اپنے مجوزہ نظام کے قیام کے لیے بہت بڑی شان جیرونی دکھانے کی ضرورت  
 ہے۔ دنیا کے بادشاہ وقوع جرم کے ساتھ کارروائی تحقیقات شروع کر دیتے ہیں اور مجرم کو  
 جلد پاداش عمل لطافتی ہے مگر بادشاہوں کا بادشاہ جلد باز سخت گیر نہیں ہے اُسکو اپنی حکومت  
 کے زوال کا خوف ہے اور نہ یہ اندیشہ ہے کہ امتداد ایام کے سبب سے روئداد موجودہ پر  
 پردہ پڑ جائیگا اسیلے جہانتک عاجلانہ کارروائی کی دنیاوی انتظام میں ضرورت ہے  
 اُسکو دنیا کے بادشاہ انجام دیتے ہیں اور بہ تعلق اسی خدمت کے ظل الہی کئے جاتے  
 ہیں اور باقی جرائم اور بالخصوص اُن جرائم کی سماعت کے لیے جبکہ تعلق عقائد و حانی  
 اور فرائض عبودیت سے ہے ایک خاص وقت مقرر کیا گیا ہے جبکہ احکام مناسب صادر  
 ہوں گے اور جو لوگ شاہانہ عنایت دادار خالقانہ رحمت کردگار سے بہرہ مند نہ ہوں انکو  
 اپنے اپنے کردار کے مناسب جال سزائیں بھگتنی پڑیں گی۔ شاذ و نادر کسی گنہگار  
 کو یا گنہگاروں کی کسی جماعت کو دنیا میں بھی عذرتی جھڑکی لطافتی ہے تاکہ متنبہ ہو کے اپنے  
 اعمال کو قبل از مرگ سدھارے یا یہی دنیاوی جھڑکی اُسکے لیے کفارہ سیئات ہو جائے  
 علاوہ برین اسطرح کے عاجلانہ مواخذہ میں ممکن ہے کہ کچھ اور حکیمانہ مصلح ہوں جبکہ احاطہ  
 کرنا ہماری قاصر عقل اور ناقص بیان کے لیے دشوار ہے مگر ایسی خاص خاص نظیروں سے  
 نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ عالم موجودہ دارا بجزا ہے اور جو لوگ ماخوذ نہیں کیے جاتے وہ گنہگار

نہیں ہیں یا ان کے گناہوں سے رگدڑ کر لی گئی ہو۔ یہ عالم غالباً دو وجہوں سے عام طور  
 کا دارالجزا بنایا نہیں گیا (۱) گناہ کرنے والے شائد آئندہ مستنبہ ہوں اور قبل اسکے کہ  
 دست موت پر وہ اٹھائے تو بہ کر لین یا حقوق عباد کا معاوضہ کافی دیدین (۲) قدرتی  
 سنزاون سے دنیا کی آنکھیں کھل جائیں اور عاجلانہ پاداش کی ہیبت سے استغاثی کارروائی  
 میں خلل پڑتا۔

ہر انسان بدو شعور سے عقلاً جانتا ہے کہ نیک کام کی جزا اچھی اور بُرے فعل کی  
 بُری ہوگی مگر تعزیرات کی تفصیل محتاج بیان تھی جسکو خدا کے بندوں نے بتا دیا یا آسمانی  
 ضحائف میں اسکی تشریح کر دی گئی الحاصل عقلاً و نقلاً بحجتین تمام ہو چکیں اب تعمیل احکام انسان  
 کا کام ہو لیکن اگر توفیق الہی مددگار نہ ہو تو درحقیقت اکثریوں کا کام تمام ہے۔

مفسروں کی رائے ہے کہ مسبق الذکر آیت میں منکروں کی قلبی حالت بیان کی گئی ہے  
 مگر میں کہتا ہوں کہ مومنوں کے دل خدا کی ہیبت سے کب پھٹے اور انکی کلیجے کب ٹکڑے ٹکڑے  
 ہو گیا اسلئے صحیح تعبیر یہ ہے کہ نوع انسان کی ترکیب اسی طرح کی ہوئی ہے کہ ظاہر میں ملائم اور  
 باطن میں سخت ہے۔ وہ نتیجہ کار کو سوچتا اور سمجھتا ہے لیکن نفسانی قوتیں اس پر اس طرح  
 مستولی ہیں کہ باوجود اقرار عظمت اور جلال کبریائی کے طریق صواب سے بھٹک جاتا  
 اور وہی حسیان میں ٹھوکر کھاتا ہے۔

عظیم الشان قصر عالم کے بنانے والے کا قہر ایسا ہی ہمیشہ ہوگا جیسا کہ اسکی قدرت  
 کے تمامی مصنوعات نے نظیر ہیں اسلئے کیا شک ہے کہ اگر صاحب ادراک اور محل خطاب ہوں

تو اُسکی شانِ جلالت کو سُن کے پتھر کا کلیجہ بارہ بارہ ہونہ زمین دھس جاے پانی ہوا ہو  
اور ہوا کا کرہ سمٹ کے کسی تنگ تار یک غار میں جا چھپے آسمان کو غش آئے اور کوکب  
ٹوٹ پھوٹ کے زمین پر گر پڑیں مگر یہ تو انسان ہی کا جگر ہی کہ اُس نے بار امانت کو اٹھالیا  
اور یوم حساب کی سختیاں اٹھانے کے لیے سر تسلیم خم کیے ہوئے حاضر ہے۔

آسمان بار امانت تو انست کشید قرعہ ف سال بنام من یولئذہ

دنیا کے خستہ ناک بادشاہ جو سزا میں دیسکتے ہیں انہیں کا برداشت کرنا مشکل ہے اور اُن  
سے بہت بڑا قومی دستِ حاکم علی الاطلاق اگر اپنی قوتِ قہر کو کام میں لائے تو پھر  
ننھی سی جان کو کسی مقہور کی کب طاقت صبر اور تاب تحمل ہو سکتی ہے لیکن وہ کرے  
تو کیا کرے موت کو بلاتا ہے نہیں آتی فرار کا موقع نہیں اگر فرشتوں کی آنکھ چوک بھی  
جائے تو یہ بیچارہ بھاگ کے کہاں جائے سارا ملک اُسی قہار کا ہے اور جس طرف  
نظر اٹھا کے دیکھتا ہے اُسی کی بادشاہی نظر آتی ہے۔ چھپ چھپا کے شاید کوئی شکل  
حفاظت کی نکل آتی مگر یہ بدیر ایسے بیکار ہے کہ قہر کر نیوالا عالم الغیب و الشہادہ ہے ایک ذرہ  
اُس سے چھپ نہیں سکتا انسان تو پھر بھی ایک درجہ کا جسیم ہے وہ اپنے خالق کی قہر آلود نگاہ  
سے کہاں چھپ سکتا ہے ہاں اگر دامنِ رحمت موقع دے تو اُس کے سایہ میں پناہ مل سکتی  
ہو نہیں تو نار ہے حجیم ہے مبتلا ہے الم ہے اور عذاب الیم ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَحْفَظْنَا مِنْ  
عَذَابِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

۱۲ اے اللہ بچا مجھ کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے تو ہی بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اس دنیا میں نئے نئے ابرار متقی اور پرہیزگار گزرتے ہیں انہیں میں بعض مذاہب حقہ کے پیشوا اور خدا کے بھیجے ہوئے نبی تھے لیکن انہیں ایک بھی مثل ہم کم نصیب دنیا داروں کے خدا کے قہر سے مطمئن نہ تھا بلکہ جنگو بارگاہِ صمدیت میں خاص قرب تھا وہ اُسکی جلالت سے زیادہ خائف اور اُسکی شان بے نیازی سے زیادہ ترہرا سان تھے خوف سے اُنکے چہرے زرد تھے لب خشک تھے نِندِ دن کو چین تھا اور نہ شب میں لبستر خواب پر راحت نصیب تھی فاقے کرتے جفا میں سستے مگر اُنکی طبیعتیں جلالِ کبریائی سے حیرتہ ہو رہی تھیں اسیلے آسائش ذاتی کی پروا نہ تھی اور تلخیِ جنائے خلق کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ یوں تو ہر لحظہ اور ہر ساعت خدا کی جلالت اُن کے پیش نظر تھی لیکن جب کوئی تذکرہ سُنگلتی ہوئی لکڑی کو پھونکتا تو خیالِ خشیت بھرک اُٹھتے جسم نحیف مگر حامِ روحان سے زیادہ لطیف اسطرح کا پتا جیسا کہ صرصر کے جھونکے سے بید کی شاخیں ہلتی ہیں اور چشمہ چشم سے اسطرح اُکسور وان ہو جاتے جیسا کہ پھاڑی جھرنوں سے پانی بہتا ہو یا کبھی برسات میں بارش کی جھڑی لگ جاتی ہو۔ ہم لوگوں کے دل دنیاوی تعلقاتِ محبت کر دیے ہیں یا سنتے سنتے باتقضاے عادت طبیعتوں کو قرار آ گیا ہو ورنہ ظہورِ اسلام کی پہلی صدی میں بہت بزرگوار اس صفت کے موجود تھے کہ جلالِ کبریائی کا قرآنی بیان سُکر اُنکے ہوش اُڑ جاتے جسمانی تندرستی پر اثر مضر پڑتا یہاں تک کہ جو زیادہ قریں قلب تھے وہ بارِ فکر کو اُٹھانہ سکے اور تڑپ تڑپ کے مر گئے۔ ان واقعات کی یہی بنیاد تھی کہ یہ لوگ روشن ضمیر تھے اسرارِ جلالت و پایہِ عظمت سے واقف تھے آیاتِ عید کا

اُن پر قومی اثر پڑتا اور خوف الہی سے از خود رفتہ ہو جاتے۔ شیر درندہ سامنے ہوا گرز نہ  
 قدموں تک پہنچ گیا ہو مگر جنگی آنکھیں نہیں ہیں یا بند ہیں اُنکے اطمینان میں یہ خطرناک  
 حالتیں کیوں تغیر پیدا کرنے لگیں ہاں جنگی آنکھیں کھلی ہوں اور عقل سے بھی بہرہ مند  
 وہ البتہ سامان ہلاکت پر مطلع ہونے کے اضطراب کریں گے اور حفاظت کی عاجلانہ تدبیریں  
 عمل میں لائیں گے اسی طرح وہ بزرگوار جنگی دل و دماغ اسرار عالم قدس سے آگاہ ہیں  
 فرصت کو غنیمت جانتے اور بغیراری کے ساتھ وہ تدبیریں عمل میں لاتے ہیں جو ابھی  
 زندگی میں کام آئیں اور خدا کے عذاب یا اُسکے عتاب سے جسکو حاشیہ بوسان  
 بساط تقرب بدتر از عذاب جانتے ہیں بچائیں۔ یہ بھی ایک نظام قدرت ہے کہ دنیا داروں  
 کے دل سخت ہو جاتے ہیں ورنہ اگر وہ اپنے معاملات اور عبادات پر غائر نظر کرتے  
 اور پھر بیانات جلالت کو گوش دل سے سنتے تو شک نہیں کہ لشکر طائر وحشی اُنکے  
 ہوش و حواس قفس جسمانی سے بھاگ پڑتے کلیجہ پھٹ جاتا اور پھر دنیاوی کام  
 کے قابل نہ رہ جاتے۔

## بیان وحدت

خالق عالم اور موثر حقیقی کے متعلق بنی نوع انسان کے عجیب و غریب  
 خیالات ہیں تفصیلی تذکرہ تو بہت طویل ہے لیکن میں اس موقع پر چند فرقوں کے  
 خیالات کا اسیلے اجمالاً تذکرہ کرتا ہوں کہ ناظرین اُن کا باہمی مقابلہ کریں اور بمقتضا

تُعرف الاشياء باضدادها صواب وخطا کا امتیاز کر لین۔

ایک فرقہ تو خداے علیم کے وجود ہی سے منکر ہو اُسکا یہ پندار ہے کہ عناصر و کواکب بالذات قدیم ہیں انھیں کے اثر سے سلسلہ وجود و عدم موالیدِ ثلاثہ کا قائم ہو یہ سلسلہ بھی بنفسہ قدیم ہو اور اسی طرح ہمیشہ چلا جائے گا۔

دوسرا فرقہ دو مساوی القوت خالقون کا قائل ہو مگر ایک کو خالقِ خیر اور دوسرے کو خالقِ شر قرار دیتا ہے اسلئے اگر ہم اس فرقہ کو مشترک حقیقی کا لقب دین تو کچھ سجا نہیں ہے۔  
تیسرا فرقہ مختلف درجہ کے متعدد خالقون کا معتقد ہے اُن سب کو موثر حقیقی سمجھتا ہے اور اُن میں ایک کو سبھون کا سرگروہ یعنی خالقِ اکبر کہتا ہے۔

چوتھے فرقے کی یہ رائے ہے کہ خالقِ اکبر ایک ہے مگر اُس نے صرف کواکب کو پیدا کیا اور پھر اختیاراتِ تخلیق و تدبیر عالمِ اُنھیں کے حوالہ کر کے خود سبک دوش ہو گیا اسلئے اہل عالم کے معبود ہونے کا استحقاق مرجع انھیں کواکب کو حاصل ہے۔

پانچواں فرقہ ہر چند وحدتِ ذات باری کا مقرر ہے مگر ساتھ اس اقرار کے اُسکا خیال ہے کہ تکمیلِ مصالحِ عالم کے لئے وہ خود یا اُسکا کوئی حصہ کالبدِ خاکی میں آیا کچھ دنوں انسانی رنگ میں نا جنسون کے ساتھ تمدن کرتا رہا اور پھر عالمِ بالا کی طرف صعود کر گیا۔ اس خیال کے آدمی انسان پرستی میں خدا پرستی کا دعویٰ اسلئے کرتے ہیں کہ خدا نے انسان کے حلیہ میں تکلیفِ ظہور اختیار کی تھی۔ اسی فرقہ میں ایک شاخ کا یہ بھی عقائد ہے

۱۲ چیزیں پہچانی جاتی ہیں اپنی ضد یعنی مخالفت سے ۱۲



کہ انسان پر منحصر نہیں بلکہ حیوانات کی شکل میں بھی خلاق عالم نے ظہور کیا اور اہل عالم کو اپنی قدرت کے تماشے دکھائے ہیں۔

چھٹا فرقہ وحدت ذات اور علو صفات کا معترف ہے مگر بعض عظیم القدر مخلوقات کو اس حجت سے پوچھا ہے کہ وہ منظر صفات جلالی و جمالی خالق بے نیاز کے ہیں۔

**ساتواں** فرقہ خدا کی یکتائی پر ایمان لایا ہے خدا ہی کو خالق گیتی اور مدبر عالم باور کرتا ہے اُسکا یہ اعتقاد ہے کہ خداوند عالم کی یہ شان نہیں ہے کہ مخلوق کے بھیس میں اپنی مقدس ذات کو معائب حدود سے آلودہ کرے۔ یہ فرقہ مخلوق پرستی کو قطعاً ناجائز کہتا ہے اور شرک خفی و جلی و دونوں کا سخت مخالف ہے۔ ہر گاہ میں بھی اسی ساتویں فرقہ کا ممبر نہ بنے ایسے میرا فرض ہے کہ کیسے قدر و وضاحت کے ساتھ اُن وجوہ عقلی کو بیان کروں جنکی تحریک سے اس فرقہ نے اپنی رائے خلاف اُلے اپنے دیگر براء دران نوعی کے قائم کی ہے۔

اس موقع پر مجھ کو پہلے گزارش کر دینا چاہیے کہ میں نے قبل اسکے کہیں لکھا ہے کہ خداوند عالم نے بغرض ازدیاد ایش انکار انسانی اپنے تئیں انظار ضلالت پر اسطرح نظر ہر نہیں کیا ہے کہ اُسکی ذات اور صفات کے تعین میں شبہ کی گنجائش نہ ہے ایسے اُسکی پسلی کے خلاف مجھ میں یہ قوت کہاں ہے کہ مثل برہان ہندی ایسی جہتیں پیش کروں جن میں شبہ کا موقع و محل باقی نہ رہا ہے ہاں جو بیان حیز تحریر میں آئیگا امید ہے کہ اُس میں اُبھجاؤ نہوا و زوق سلیم کو اپنے صداقت کی طرف مائل کر لے۔ جو گتھیان تعین ذات باری میں پڑی ہوئی ہیں اُنکے انحلال میں ہر فرقہ کا آدمی اہل غرض ہے ایسے ہر فرد بشر کا حق ہے

خدا شناسی کی استقامتی حالت

کہ اپنے خیال کو شایستہ الفاظ میں ظاہر کرے اور سننے والوں کا فرض ہے کہ خاصانہ بحث کو چھوڑ دیں۔ معاندانہ شبہات پر نفرتیں کریں۔ منصفانہ طرز پر اپنے قیاس سلیم کو کام میں لائیں اور جویان اقرب بالصواب ہوا کو قبول کریں۔

کسی خطرناک جنگل کے حاشیہ پر جہاں ٹھہرنا خطرناک ہے چند مسافر اکٹھے ہوئے جہاں مقصود سفر ہے کہ ایک ہی منزل پر جا پہنچیں اُن میں کسی کو راہ کی اور سمت کی اور خطرات راہ کی ذاتی واقفیت نہیں ہے اسوقت عاقلانہ کارروائی یہی ہوگی کہ ہر ایک شریک جماعت اپنے قیاس کو دوڑائے اور مسافروں کی جماعت اُس قیاس کو جو اقرب بالصواب ہو قبول کر کے چل کھڑی ہو۔ ایسی صورت میں ہندی بڑبان ڈھونڈھا نہیں جاتا اور نہ پیچیدہ اور کمزور شبہوں کو یہ موقع دیا جاتا کہ وقت کو ضائع کریں پس جو بحث اسوقت پیش ہے اگر اُسکے ساتھ یہ موزون تمثیل چسپان ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ خدا کے ڈھونڈھنے والے وہ امتیازی راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے جسکا موقع تمثیل پر اختیار کرنا دنیا میں معمولاً دانشمندی کی کارروائی سمجھی جاتی ہے۔

عناصر اور کواکب میں تخلیق کی لیاقت نہیں ہے

الحجۃ الاولى

عناصر اور کواکب میں تخلیق کی لیاقت نہیں ہے

چارون عناصر دولت ادراک سے مسلماً محروم ہیں کو اکب کی نسبت بھی قیاس کیا گیا ہے کہ وہ اس دولت سے بہرہ مند نہیں ہیں ایسی صورت میں کیونکر باور کیا جائے کہ ان غیر درکون میں یہ سلیقہ موجود ہے یا کبھی موجود تھا کہ انسان کا سادھی ہوش دہشت مند پیدا کریں۔ دنیا میں ہمیشہ عاقلوں کو بے عقلوں پر عالموں کو جاہلوں پر ذاتی ترجیح دے جاتی ہے پس حیرت ہے کہ الہیات کی بحث میں عاقلوں اور عالموں پر ان موجودات کو خالقانہ ترجیح دے جائے جو عقل ادراک بھی نہیں ہیں۔

## الحجۃ الثانیہ

تنہا انسان ہی نہیں بلکہ تمامی موجودات عالم کی خلقت حکیمانہ اصول پر ہوئی ہے۔ کیا ایسے موجودات کے نسبت جنکو حس اور مس نہیں ہے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ کتم عدم سے ایسے مخلوقات کو ساحت وجود میں لائے جن میں ہر ایک نمونہ صنعت ہے اور جنکے کالبد میں ہیشمار اسرار حکمت بھرے ہیں ؟ — کہا جاتا ہے کہ ان عناصر اور کو اکب کے اثر سے لاکھوں مخلوق عالم ظور میں آئے ان میں جنکی خلقت ناممکن تھی وہ مرٹے اور جنکی خلقتیں اسلئے کافی تھیں کہ اپنے تئیں سنبھال سکیں زندہ ہے اور انکی نسلوں نے ترقیاں کیں یعنی جن موجودات میں صنائع و بدائع نظر آتے ہیں حقیقت

۱۔ کو اکب کی نسبت قرآن میں الفاظ یسجون اور ساجدین کے آئے ہیں اور اسطرح کے صیغہا سے جمیع عقلا کے پلے مخصوص ہیں لیکن بات یہ ہے کہ تیرزا اور سجدہ کرنا درحقیقت افعال عقلا کے ہیں اور ہر گاہ حرکات کو اکب مشابہ فعل عقلا کے نظر میں آسکتے ہیں ان حرکات کی تعبیر ساتھ ساتھ اسجدہ کے ہوئی اور صیغہا سے جمیع بھی جو عقلا کے ساتھ مخصوص عایت یہ گئے

وہ سمجھ بوجھ کے بنائے نہیں گئے بلکہ بے بصیر اندازوں کی کمان سے بیشمار تیر نکلی  
 بہتوں نے خطا کی اُنکا وجود مٹ گیا اتفاقیہ کچھ نشانہ پر بھی پہونچے جنکو دیکھ کے تم خیال  
 کرتے ہو کہ یہ کسی قدر انداز کی کارگذاری ہے۔ میں پیمانہ بحث کو مختصر کر کے صرف نوع انسانکو  
 پیش کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ہزاروں خیالی نقائص جسمانی ایسے نہیں ہیں کہ ان کی  
 موجودگی کے ساتھ انسان اپنے وجود کو برقرار نہ رکھ سکے مگر اس نوع کے کسی گروہ  
 میں شکل عام ایسے نقائص موجود نہیں ملتے اسلیے واجبی طور پر ہم پوچھ سکتے ہیں  
 کہ ایسی ناقص تشکیل کیوں عالم ظہور میں نہیں آئیں اور اگر آئیں تو کیا ہوئیں اور کمان  
 گئیں۔ مثلاً انسان کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں غیر مساوی موجود دکھی جاتی ہیں اس  
 عدم تساوی کا یہ اثر ہے کہ مٹھی پوری طور پر بند ہتی ہے اور گرفت اشیا کی تکمیل بوجہ حسن  
 ہوتی رہتی ہے اگر یہ انگلیاں برابر ہوں تو بھی انسان کی زندگی میں خلل نہ پڑے گا  
 لیکن ہننے کسی جماعت کو نہ دیکھا اور نہ سنا کہ اُنکے ہاتھ کی انگلیاں قد میں برابر ہوں  
 اسلیے یہ خیال غلط ہے کہ ہر قسم کے ناقص الخلقہ ان غیر مکون کے اثر سے پیدا  
 ہوں اور خود اپنی ناقابلیت تمدن سے فنا ہو گئے۔ اس سے زیادہ واضح ہرینا  
 یہ ہے کہ خالق حکیم نے بیشمار آدمی پیدا کیے مگر صنعت یہ رکھی کہ ایک دوسرے کا ایسا  
 ہم شکل نہیں ہے کہ امتیاز شکل ہو۔ یہ امتیاز صوری اگر رکھانے جاتا تو انتظام عالم میں سخت  
 مشکلات پیش آتیں باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو پہچان نہ سکتا منصور کی پگڑی ناصر اپنے  
 سر پر رکھ کے منصور بن جاتا اب بھی دو گھلوں میں شاد و نادر اگر کچھ تشابہ ہوتا ہے تو سکی

وجہ سے بعض وقت پیچیدہ جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور دقیقہ سنج حاکمون کو فیصلہ  
نزع میں دشواری پڑتی ہے لیکن خیریت یہ ہے کہ ایسی صورتیں شاذ و نادر دیکھی جاتی ہیں  
اور پھر تلاش سے انہیں کچھ نہ کچھ تفرقہ نکل ہی آتا ہے۔ پس اب میں عرض کرتا ہوں کہ  
اگر تخلیق عالم بخیر کے ساتھ کیا گیا ہو تو اقل درجہ کوئی جماعت  
ایسی بھی موجود پائی جاتی جس کے افراد میں مابہ الفرات موجود نہ ہو کیونکہ ایسی تخلیق  
سے ہر چند مصلح عالم میں کچھ خلل پڑتا لیکن باوجود اُس کے یہ نسلیں پردہ دنیا سے معدوم  
نہو جاتیں اور ہر گاہ ایسی جماعت موجود نہین ہے تو اُسی کے ساتھ وہ خیال بھی غلط ہے  
جو تردید اُٹا ہر کیا گیا ہے۔

## الحجۃ الثالثہ

عناصر کے کُرے اپنی جگہ پر ہیں اس طرح سکون کو اکب کے مدتوں سے یایون  
کیسے کہ ازل سے ایک حالت ہو اور اُن کے حرکتوں کی بھی ایک ہی روش چلی آتی ہے  
اب اگر فرض کیا جائے کہ انھیں کے اثر سے عالم کون و فساد ظہور میں آیا تو کیا وجہ  
ہے کہ جو افراد انسانی اس صدی میں پیدا ہوئے وہ اُس کے قبل سطح ظہور پر نہ آ سکے  
اگر کہا جائے کہ بلحاظ دیگر علل حادثہ کے اُنکا ظہور پہلے نہین ہوا تو اُن علل کے بابت  
بھی ایسا ہی سوال ہوگا کہ قبل اپنے وجود کے کیوں موجود نہین ہو گئیں شرف مشر  
الحاصل تقدم و تاخر لائق انکار کے نہین ہے اور جو لوگ ایسے خالق کے مرید ہیں۔

جسمین قوت ارادی مفقود ہو اُنکے لیے سخت دشوار ہو کہ ایسے قدم و تاخر کی کوئی معقول وجہ بیان کریں اور ترجیح بلا مرجح کے الزام سے محفوظ رہیں۔

## الحجۃ الرابعۃ

یہ عناصر کو اکب صاحب اجزاہین جنکے اجتماع سے اُنکی ہیئت موجودہ کا ڈھانچا کھڑا ہوا ہے اُنہیں بعض چھوٹے ہین اور بعض بڑے ایک کسی صفت سے ارجمند ہے اور دوسرا دوسری صفت سے بہرہ مند ہے کسی مین حرارت غالب ہے کسی مین برودت کوئی یا بس المزاج ہے اور کوئی مرطوب الخاصیت۔ اُنہیں جسکو دیکھئے سکی حالت کم و بیش تغیر پذیر ہے سب سے زیادہ سُتھر اور جمات مین بڑا آفتاب عالِتاب ہے اور حال کے حکما کی یہ سائے ہے کہ اُسکی بھی حرارت طبعی روز بروز گھٹتی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ گھٹتے گھٹتے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ نظام موجودہ مین خلل پڑے۔ جو کچھ بیان کی گئیں وہ امکان کی علامتیں اور حدوث کی نشانیاں ہین جو دیگر موجودات ارضی مین بھی موجود پائی جاتی ہین پس عقل سلیم ان عناصر کو اکب کو کیون قدیم بالذات کہے اور خالق دیگر موجودات باور کرے۔ یہ سچ ہے کہ ہمنے اُنہیں کسی کو پیدا ہوتے اور فنا ہوتے نہیں دیکھا اور دنیا کو بہت بڑے بڑے فائدے بذریعہ ان موجودات عظیم کے حاصل ہوتے رہتے ہین جنکی کچھ تشریح قبل اسکے ہو بھی چکی ہے لیکن کیا یہ بات خلاص قیاس ہے کہ اُنکی عمریں ہم سے زیادہ ہین اور وہی مدبر عالم جس نے ان موجودات کو مختلف اجزا سے

مربک اور مختلف صفات سے بہرہ مند کیا ہوا انکی وساطت سے اپنی برکتیں زمین پر نازل کرتا ہے ۶۔ سلف الکنک مشین کا دانشمند دیکھنے والا سمجھ لیتا ہے کہ وہ انسانی ہنرمندی سے متاثر ہو کے یہ کارگزارِ یان دکھا رہی ہو خدا کے عظیم الشان کارخانہ کی قدرتی مشینوں کو دیکھ کے اگر دیکھنے والا کسی ایک کو یا سمجھوں کو اپنی ہی طبیعت سے کارگزارِ یان دکھانے والا باور کر لے تو ہم کیوں اسکو سادہ دل نہ کہیں ضعیف الاعتقاد نہ سمجھیں۔ اس موقع پر ایک معنی خیز حکایت لائق تذکرہ ہے۔

## حکایت

اس فرقہ کے کسی ججتی نے اپنے اعتقادات پر اصرار اور اعتقاد الوہیت اور بعث بعد الموت سے انکار کیا ایک بزرگ محکی تقریر کو سنتے ہے اور آخر کار فرمایا کہ تمھارا بیان اگر صحیح ٹھہر تو ہم اور تم دونوں بعد از فنا برابر ہیں ہاں وقت صوم و صلوٰۃ جس کو ہم لوگ اٹھا ہے ہین رائیگان جائیگی مگر اُسپر زیادہ افسوس کی وجہ نہیں ہے کیونکہ لعیم نہ سی مگر عذاب حجیم میں تو مبتلا ہونا نہ پڑیگا لیکن اگر ہمارے فرقہ کی رائے صحیح نکلی اور جزا و سزا کے لیے ہم اور تم خواب و عدم سے جگائے گئے تو میں سناچاہتا ہوں کہ اُس معرکہ کے لیے کون سی تدبیر حفاظت تنے سوچی ہو۔ یہ تقریر دلیپذیر اثر کر گئی کان سے گزری سو یہ قلب تک لگ کر گئی منکر نے اقرار کو ہیت کیا اور اقرار کے ساتھ پابند اعمال بھی ہو گیا۔ مذہب کے قید و بند کو توڑ کے جو لوگ دنیا سے فانی میں آزادی کے مزے

اُڑا ہے مین اُنکو اس حکایت پر غور کرنا چاہیے اور اگر اُس مین درحقیقت احتیاطی  
گر عاقلانہ دور اندیشی موجود ہو تو سخت تعجب ہو کہ اُس سے استفادہ نہ کریں اور حیات  
فانی کے لہو و لعب مین حیات ابدی کی تدبیروں سے قاصر رہیں۔

## موت حقیقی کا تعدد عقل کے خلاف ہے

حامیان تعدد مین کئی فرقے شامل ہیں جن مین مجوسیوں کے فرقہ کا یہ خیال ہے  
کہ دنیا مین جو چیز مین اچھی اور مصالح عالم کی مؤید مین اُنکو یزدان نے پیدا کیا اور تمام  
عمدہ عمدہ افعال اُسی مقدس ذات سے صادر ہوتے رہتے ہیں اور مین اس کا دشمن  
اور پورا حریف ہے وہ شر کا خالق بالاستقلال ہے جسکو یہی روش بھاتی ہے کہ خلافت کو  
گمراہ کرے اور یزدان پرستی مین ہار ج ہو۔ اس فرقہ کا یہ خیال ہے کہ یزدان خالق خیر کی  
شان رحمت سے بعید ہے کہ شر کو پیدا کر کے اپنے بندوں کو سرکشی کی رغبت دلائے  
لیکن درحقیقت اس فرقہ کو ترتیب دلیل مین غلطی پڑی ہے۔ و اور دادا رہی جیسا کہ مین  
بحث تقدیر مین مفصل بیان کروں گا۔ خالق شر یا اسکا علہ العلل ہے مگر اُسے شر کو اسیلے  
پیدا کیا ہے کہ اپنے بندوں کا امتحان کرے اور دیکھے کہ تماشگاہ عالم مین کون سعادت مند  
ہدایت کا اور کون برگشتہ نجات ضلالت کا راستہ اختیار کرتا ہے اگر شر کا وجود نہ ہوتا تو کا خیر  
کی کیون قدر ہوتی اور اُس پر عمل کرنے والے کس حُسن خدمت کے صلہ مین انعام آئی  
کے مستحق ہوتے۔ شر کا اس غرض سے تہیا کرنا کہ ذریعہ بدامنی ہو جیسا کہ نبیوں کے لیے

موت حقیقی کا تعدد عقل کے خلاف ہے



شرمنگاہر لیکن کسی مصلحت سے اُسکا ہم پہنچانا منقصت سے پاک اور دائرہ حکمت  
میں داخل ہے۔ نیک نیت لوہار نے ایک تلوار بنائی اور اُس تلوار سے کسی بیدار نے  
اپنے بھائی کا گلا کاٹ دیا کسی قانون دان سے پوچھ دیکھو کہ کیا ایسی صورت میں لوہار  
پر اعانت قتل کا الزام قائم ہو سکتا ہے؟ تمکو وہ جواب دیگا کہ ہرگز نہیں اور سلسلہ دلیل  
میں سمجھائیگا کہ لوہار کی یہ نیت تھی کہ یہ تلوار ارتکاب جرم کے کام میں لائی جائے اس طرح  
بوجہ خلق شر صنائع عالم پر تحت لگانا انصاف کی بات نہیں ہے بلکہ لائق الزام وہ ہے کہ جو احکام  
الہی سے سرتابی کرے اور شر کو کام میں لائے۔

اسلامی فرقہ بھی ایک ذات خسیس کے وجود کا قائل ہے جو ابلیس کے نام سے  
موسوم ہو مگر اُسکو صرف محرک شرطا ہر کرتا ہے اور محرک اور خالق میں جو کچھ فرق ہے وہ محتاج  
بیلن نہیں ہے۔ مسلمان اس ذات خسیس کو جن کہیں یا کچھ اور سمجھ لیں مگر اُسکا کینڈا ہے  
بہت عجیب اور غریب۔ عموماً ہر جگہ اُسپر نفرین کی بوچھاڑ اور خصوصاً مذہبی مجالس میں  
لعنت کی مار پڑتی رہتی ہے لیکن پھر بھی عبادت گاہ میں تماشا گاہ میں خلوت میں جلوت میں  
وہ خود یا اُسکا کوئی ایجنٹ موجود اور اعمال انسانی میں دخل در معقولات کرنے کے لیے  
آمادہ رہتا ہے۔ سنتے ہیں کہ ہم لوگوں کے جدِ اعلیٰ سے کچھ چشمک ہو گئی تھی وہی کینڈا دیرینہ  
ابتک کانون سینہ میں اس آتشی مزاج کے شعلہ زن ہے۔ جانتا ہے کہ مدتوں سے جہنم  
اُسکے اور اُسکی ذریات کے انتظار میں اپنا ہیبت ناک منہ کھولے ہوئے ہے مگر اس  
خیرہ چشمی کو تو دیکھیے کہ اپنے انجام کی پروا نہیں دن رات یہی فکر ہے کہ اپنا گروہ بڑھائیں

جہنم میں خود جائیں اور دوسروں کو بھی ساتھ لیتے جائیں۔ انسان کا یہ موروثی دشمن دوستوں کے پیرایہ میں اپنا کام کرتا ہے اور انسان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ فریب و دغا بھی کر نیکی بدیا ہے اسی شغل میں زندگی کا بڑا حصہ گزر گیا اب اس فن میں اسکی مشاقی حد کمال کو پہنچ گئی ہے پہلے اگر رات میں چوری کرتا تھا تو اب دن دہاٹے رہ سزنی کرتا ہے سوچ سے یہ اچھا خاصہ جگ کلجگ ہو گیا اور جنتک قیامت آئے اور دنیا کا خاتمہ ہوندا ہے جانتا ہے کہ کیا کر گذریگا۔ عرصہ محشر شک نہیں کہ حیرت خیز اور درد انگیز مقام ہو لیکن اُس عرصہ میں ایسے قومی دشمن کا ماخوذ ہونا اور اُسکو دوزخ میں جلتے بھنٹے دیکھنا لطف سے خالی نہوگا۔

عالم کون و فساد کا خالق جسکی حکیمانہ صنعتوں کے کچھ تذکرے قبل ازین تحریر کیے گئے اُسکے نسبت عقل سلیم باور کرتی ہے کہ قادر بے نیاز عالم اسرار اور جملہ نقائص سے پاک ہوگا اور یہ ایک ایسی رائے ہے جسکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور درحقیقت وہ اسی لائق ہے کہ بلا حجت و مکرار بشکل اصول مسلمہ تسلیم کیجائے۔ اب میں اسی مسلمہ اصول کو پیش نظر رکھتے بمقابلہ عام حامیان تعدد کے ثابت کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور اُسکا کوئی دوسرا شرکینہیں ہے۔

## ابحۃ الاولى

دنیا کے والا شکوہ بادشاہوں کو دیکھو کہ وہ اپنے ملک میں دوسرے کی شرکت گوارا نہیں کرتے اپنی معذوری سے مجبور رہنا اور بات ہے ورنہ ہر اُلوال العزم فرمانروا کی

یہی خواہش ہے کہ تمام بحر و بر اُس کے زیرِ نگین ہوں اور تنہا وہی سسے زمین پر فرمانِ ردائی کرے پس قادرِ مطلق بادشاہوں کا بادشاہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اُس کا کوئی شریک فی الملک اور مد مقابل ہو۔ اب اگر دو خالق فرض کیے جائیں تو ہر ایک کا یہ منشا ہوگا کہ دوسرا مرے اور میں تنہا تمام جہان کی خدائی کروں لیکن دوسرا بھی واجب الوجود ازلی و ابدی ہے وہ اپنی جگہ سے کب ہٹ سکتا ہے ایسے تسلیم کرنا ہوگا کہ دونوں تحصیل مراد میں معذور ہیں اور جب وہ اپنی مراد کو حاصل نہیں کر سکتے ہیں تو خدائی کیا کریں گے اور قادرِ مطلق کے لقب کے کب سزاوار ہوں گے۔

## الحجۃ الثانیۃ

اگر وہ خدا کا وجود ہوتا تو تدبیرِ عالم کی کارروائیوں میں اختلاف کرتے اور اس مدتِ دراز کے اندر قصرِ عالم کبھی کا گر گیا ہوتا یا بلکہ سلسلہٴ نظام جیسا کہ چل رہا ہے نہ چلتا بادشاہوں کے جھگڑوں میں تو امنِ خلّاق اٹھ جاتا ہے خدائی جنگ میں معلوم نہیں کہ مخلوقات کا کیا انجام ہوتا بلکہ زیادہ تر قرینِ قیاس یہ ہے کہ باہمی فساد کی بدولت یہ عالم کون و فساد وجود ہی میں نہ آتا۔ اس تقریر پر کچھ شبہ عائد ہوتے ہیں جنکو میں شکلِ سوال ظاہر اور شکلِ جواب اُن شبہوں کو رفع کروں گا اور آئندہ بھی رفعِ شبہات کے لیے ایسی ہی روش اختیار کی جائے گی۔ (س) شائد ان دونوں میں اتفاق ہو اور بالاشتراك بلا کسی اختلاف کے کام چلا ہے ہوں (ج) اولاً ایسے

دوزی اقتداروں سے بمشکل امید ہو سکتی ہے کہ اس طرح کا اتفاق کر لیں۔ ثانیاً ایک خالق  
 کو (الف) دوسرے کو (ب) اور خود کسی مخلوق کو (ج) نامزد کر لو اور ہر گاہ  
 الف د ب ہر ایک قادر مطلق فرض کیے گئے ایسے ج اپنے وجود میں ہر ایک  
 بلا لحاظ دوسرے کے محتاج ہو گا اور اُس کے وجود کے لیے ہر ایک کی جدا گانہ قدرت  
 قادرانہ کافی ہوگی لیکن ہم کہیں گے کہ ج الف کا محتاج نہیں ہے کیونکہ ب اس کو  
 وجود میں لا سکتا تھا اور پھر ب کے نسبت بھی ایسی ہی تقریر کریں گے کہ ج اس کا  
 محتاج نہ تھا کیونکہ الف اس کو وجود میں لا سکتا تھا۔ اجمال اس کشمکش میں ج کو ہر ایک  
 کی وحدانی قوت کا محتاج بھی اور غیر محتاج بھی ماننا پڑیگا لیکن اجتماع ضدین عقلاً محال ہے  
 ایسے دو خداؤں کا وجود بھی جو مستلزم اجتماع ضدین ہے لامحالہ عقلاً محال ہو گا (س)  
 شائد ایک کی تنہا قوت ایجاد ممکن کے لیے کافی تھو اور مشترک قوتوں سے ایجاد کی  
 کارروائی چلتی ہو (ج) پھر دو نون خدا سے مفروض میں ایک بھی درحقیقت خدا نہیں  
 بلکہ ظاہر ہو کہ کوئی حقیقت جو دو نون میں مشترک ہے خدائی کی قوت رکھتی ہے۔ اب اگر  
 یہ حقیقت جو ہر ہو تو اُسی کو خدا لے واحد مان لو ہاں اگر عرض کہ تو عرض قائم بالذات  
 نہیں ہوتا اور غیر قائم بالذات کے نسبت گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ موجودات قائم  
 بالذات کا خالق ہے کیونکہ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ غیر کامل کو اور ناقص غیر ناقص کو  
 بنانہیں سکتا ہے (س) واحد العین نقاش تو ایسی صورت بنا سکتا ہے جس کی دو وزن  
 آنکھیں کھلی ہوں (ج) تصویر کی تو ایک آنکھ بھی نہیں ہے جس کو آنکھ کہہ سکیں

ہاں یہ کہو کہ آنکھوں کی بے بصیرت کلین بنی مگر انکی وقعت نقاش کی ایک آنکھ کے برابر نہیں ہے (س) کبھی ناقص الخلقیت باپ کا بیٹا کامل الخلقیت اپنے باپ سے زیادہ خوبصورت اور ہوشمند پیدا ہوتا ہے۔ ایسے یہ سارے غلط ہے کہ ناقص غیر ناقص کو پیدا نہیں کر سکتا (ج) باپ بیٹے کا خالق نہیں ہے بلکہ اُسکی تولید میں ایک علت ناقصہ ہے اور ایسی علت ناقصہ پر قیاس خالق کا اور وہ بھی خالق مختار کا صحیح قیاس مع الفارق ہے (س) شاید دونوں نے بالاتفاق کام تقسیم کر لیا ہو اور ہر ایک اپنے اپنے صیغہ کا بے تعلق دیگرے کا فرما ہو (ج) جب دونوں مساوی القوت قادر ہیں تو ایک کی تاثیر سے ممکن کا موجود ہونا ترجیح بلا مرجح ہے (س) آپس کا اتفاق یا باہمی معاہدہ مرجح ہے (ج) اگر یہ وجہ ترجیح ہو سکے تاہم وہ ممکن جو ایک کے حلقہ اختیار میں موجود ہوا ہو اپنے وجود میں دوسرے سے مستغنی ہوگا اور یہ نقص قدرت باری کا ہے کہ دنیا کی کوئی شے اپنے وجود میں اُس سے مستغنی ہو۔

## الحجۃ الثالثہ

اگر ایک خدا واسطے تخلیق کے کافی ہے تو دوسرے کی کیا ضرورت باقی رہی اور اگر کافی نہیں ہے تو وہ بوجہ معذوری خدائی کے قابل نہیں ہے (س) ایک کام کے انجام کے لائق متعدد اشخاص دنیا میں موجود پائے جاتے ہیں ایسے

اگر متعدد واجب الوجود قوت تخلیق رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ کی بات ہے (ج) مخلوق سے خالق کی شان بلند ہے اور یہ تو خدا کی بے وقعتی ہے کہ وہ بیکار اور اُسکا وجود محض ہو۔

## الحجۃ الرابعۃ

ہم تو کہتے ہیں کہ ایک قاعد مختار واسطے تخلیق عالم کے کافی ہے قائلین تعدد بھی خالقون کی تعداد محدود ظاہر کرتے ہیں لیکن جو تعداد وہ لوگ ظاہر کرتے ہیں اُس سے زیادہ تعداد میں کیا مضائقہ ہے اور ہر ایک مخلوق کے لیے اگر ایک جدا گانہ خالق قرار دیا جائے تو کیا ہر جہ ہے۔ غالباً قائلین تعدد ایسی کثرت کی تردید میں کوئی حجت پیش کریں گے اور جو حجت اُن کی طرف سے پیش ہو وہی واسطے تردید اقل مقدار تعدد کے بھی استعمال کیجا سکے گی۔

## الحجۃ الخامسۃ

اپنے راز کو دوسروں سے چھپانا ایک معمولی مصلحت دہندوں کی ہے اور جب دُعا فرض کیے گئے تو ہم پوچھتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے کے راز پر مطلع ہے یا نہیں اگر مطلع نہیں ہے تو اُسکا علم ناقص ہے اور اگر مطلع ہے تو دوسرا اخفائے راز سے قاصر ہے اور ایک مخلوق سے بھی زیادہ تر معذور ہے جو اپنے راز اپنے سمجھنوں سے چھپا سکتا ہے۔ الغرض ناقص العلم ومعذور عن تکمیل المصلحۃ دونوں خدائی کے

لائق نہیں ہیں۔

## الحجۃ السادسة

دو خداؤں کی مجموعی طاقت لامحالہ زیادہ اور ہر ایک کی جداگانہ طاقت اس سے کم ہوگی لیکن خدا کی یہ شان نہیں ہے کہ اُسکی طاقت سے زیادہ کوئی طاقت قیاس کی جائے یا موجود ہو۔

## الحجۃ السابعة

حسب عقیدہ فرقہ مجوس کے اگر خالق خیر و شر دو ہوں تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ خالق خیر شر کو اور خالق شر خیر کو روک سکتا ہے یا نہیں اگر یہ دونوں اپنے حریف کو روک نہیں سکتے تو دونوں مجبور و قاصر اس لائق نہیں ہیں کہ عالم کی خدائی کریں۔ اور اگر ایک دوسرے کو روک سکتا ہو تو ذات مغلوب خدائی کی مستحق نہیں ہے۔ اسی دلیل میں میں اس قدر اور بھی اضافہ کرتا ہوں کہ اگر خالق خیر شر کو روک سکتا ہے اور نہیں روکتا تو موافق خیال فرقہ مذکور کے اُسپر الزام تائید شر کا عائد ہوگا اور اُسی منقصت میں مبتلا ثابت ہوگا جسکے بچانے کے لیے خالقون کا تعدد گوارا کیا گیا تھا۔

## الحجۃ الثامنة

اگر وہ خدا فرض کیے جائیں تو دونوں ایک دوسرے سے مستغنی ہوں گے  
یا دونوں میں ہر ایک دوسرے کا محتاج ہوگا یا صورت حال یہ ہوگی کہ ایک دوسرے کا  
محتاج ہو مگر دوسرا اُس سے مستغنی ہو لیکن خدا کی شان نہیں ہو کہ کوئی اُس سے مستغنی ہو  
یا نہ کہ وہ کسی کا محتاج ہو یا سب سے تسلیم کرنا ہوگا کہ ان دونوں میں ایک بھی یا وہ جو دوسرے کا  
محتاج ہو اس لائق نہیں ہو کہ خلاق عالم سمجھا جائے۔ (س) خدا کی یہ شان ضرور ہو کہ  
تمامی ممکنات اپنے وجود میں اسکے محتاج ہوں لیکن اگر اُس کا مساوی القوت دوسرا جب  
الوجود اُس سے مستغنی ہو تو کیا مضائقہ ہو (ج) ممکنات کا واجب الوجود سے مستغنی ہونا  
کچھ شک نہیں کہ زیادہ منقصت کی دلیل ہو لیکن ایک ثاجب الوجود سے دوسرے کا (اگرچہ وہ خود  
بھی واجب الوجود ہو) مستغنی ہونا منقصت سے خالی نہیں ہو۔ گھر کی مالکانہ حکومت میں  
خدام شریک نہیں ہوتے لیکن کیا ایک گھر میں دو مساوی الاستحقاق مالکون کا وجود نہیں  
ایک دوسرے کا تابع فرمان نہو خانہ داری کی حکومت اور اُس کے مصالح کے خلاف نہیں  
ہو؟ ۹۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر انصاف پسند ذی عقل اس سوال کا جواب اثبات میں  
دیگا پس تعجب ہو کہ عالیشان قصر عالم میں دو مستقل مالکون کا موجود ہونا ان دونوں کی  
شان حکومت کے خلاف نہ سمجھا جائے۔

## الحجۃ التاسعة

ہم فرض کرتے ہیں کہ زید کا وجود ممکن ہو مگر وہ اب تک وجود میں نہیں آیا ہے پس



اگر ان دونوں میں ایک بھی اسکی ایجاد پر قادر نہیں ہے تو انہیں کوئی خدائی کے لائق نہیں ہے۔ اور اگر ایک قادر ہے اور دوسرا نہیں تو غیر قادر ہو قار ساقط الاعتبار ہے اور اگر دونوں بالاشتراك اس شرط سے قادر ہیں کہ ایک دوسرے کی مدد کرے تو دونوں محتاج ٹھہرے اور جب خود محتاج ہیں تو حاجت کے لئے خلایق نہیں سمجھے جاسکتے اور اگر دونوں بالاستقلال اور منفرداً ایجاد پر قادر ہیں اور ایک کو ایجاد کا موقع مل گیا ہو تو پھر ہم سوال کریں گے کہ اب دوسرا زید کے ایجاد پر قادر ہو یا نہیں پس اگر جواب ملے کہ قادر ہے تو یہ جواب غلط ہوگا کیونکہ موجود کا موجود کرنا محال اور عقل کے خلاف ہے اور اگر کہا جائے کہ ایک نے ایجاد کر لیا ایسے دوسرا قادر علی الایجاد نہیں ہے تو دوسرے الفاظ میں حاصل جواب یہ ہوگا کہ ایک خدا نے دوسرے خدا کی قدرت تکوین کو زائل کر دیا ہے لیکن جسکی قدرت کو دوسرا زائل کر سکتا ہو وہ مستحق نہیں ہے کہ خدا سمجھا جائے (س) اگر خدا ایک ہو اور اُسے زید کو موجود کر دیا ہو تو بھی ہم سوال کریں گے کہ وہ اب زید کو موجود کر سکتا ہے یا نہیں اگر تمہارا جواب انبایات میں ہو تو ہم کہیں گے کہ موجود کا موجود کرنا محال ہے اور اگر نفی میں ہو تو خدا کا عجز ثابت ہوگا۔ فَمَا كَانَ فِي التَّعَدُّدِ فَهُوَ وَاسِرٌ عَلَى الْوَحْدَةِ (ج) ایسی صورت میں بھی موجود کا موجود کرنا دائرہ میں محال عقلی کے داخل ہے لیکن چونکہ یہ استحالہ بوجہ خدا سے واحد یعنی سبب اسکی قدرت کے پیدا ہوا ہے ایسے وہ کسی منقصت کا موجب نہیں ہے۔ مگر تقریر دلیل میں یہی استحالہ

باعث منقصت ایسے قرار دیا گیا کہ دوسرے کے فعل ایجادی کے بدولت خدا کا پھر  
عن الایجاد ہونا لازم آتا ہو۔

جس فرقہ نے خالقون کی جماعت قائم کی اور ایک کو اٹھاسر گروہ ٹھہرایا اُسکے  
خیالات اُلُوہیت کے حقیقت تک پہنچ گئے تھے لیکن افسوس ہو کہ جماعت ماتحت کے  
اعتقاد نے اس فرقہ کو خدا شناسی کے پایہ بلند سے گرا دیا۔ کاش یہ لوگ اس جماعت  
کو مخلوق الہی و ذریعہ برکات باری قرار دیتے تو یہ خیال اُنکا غلط بھی ہوتا تاہم سرشت توحید  
ہاتھ سے چھوٹ نہ جاتا۔ ایک عالم موحّد نے بہت ٹھیک کہا ہو کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ**  
لما اسرتاب من تاب اس دار الامتحان میں تمامی برکات کی تقسیم وسائل ذرائع  
کے ساتھ ہوتی ہو اور نوع انسان کو اگر وہ بلند خیالی کو کام میں نہ لائے دھوکا ہوتا ہو کہ  
یہی ذرائع و وسائل بالذات منعم عطا یا منزل البرکات ہیں۔ تجربہ کہتا ہو کہ اسی جگہ چلنے  
والوں کے پائون پھسلتے ہیں اور فوہج اُسی جگہ دشتگیری نہیں کرتی وہ شرک کے پُرخطر  
خارین جا پڑتے ہیں۔ زیادہ حیرت یہ ہو کہ بعض مدعیان توحید بھی اس مغالطہ عامۃ اللورڈ  
سے متاثر ہو کے گمراہی کے عمیق گڈھے میں گر گئے یا اب گرا چاہتے ہیں مگر اُنکو امتیاز  
نہیں ہو کہ اپنے گروہ پر شکوہ کو چھوڑ کے کہاں جا پڑے یا کس طرت بہنکے چل جاتے  
ہیں۔ ظاہر ہو کہ اس فرقہ کے ممبروں نے اسباب و مسبب الاسباب میں فرق نہیں کیا  
اور اسی بنیاد پر انھیں یہ رغبت پیدا ہوئی کہ ذمی روح یا غیر ذمی روح مخلوق کو جن سے

**لہ** اگر اسباب نہوتے تو کوئی شبہ کرنے والا (خدا کی خدائی میں) شبہ کرتا نہ

کم و بیش دوسروں کو فائدے پہنچتے تھے درجہ دوم کا خالق سمجھ لیں اور بعض ضعیف  
 الاعتقاد من نے محض اپنے واہمہ کو وسعت دی اور برکات عالم کے لیے فرضی سائل  
 تسلیم کر کے غیر موجود اشیا کو واجب الوجود کہنے لگے لیکن جسے انصاف پسندی کے  
 ساتھ دلائل شیعہ متذکرہ بالا کو بغور پڑھا ہو وہ بالضرور اس فرقہ کے سلسلہ معتقدات کو  
 مثل تار عنکبوت کے کمزور خیال کر گیا لیکن کیا مضائقہ ہو کہ میں چند تازہ دلیلوں کو اس  
 موقع پر جگہ دوں اور اپنے برادران نوعی کو سیدھے راستہ پر لانے کی دوبارہ کوشش  
 کروں اچھا سنئے۔ **دلیل اول** ماتحت ممبران جماعت کارروائی تخلیق میں تابع  
 اوامروں والا ہی خالق کبریا ہیں یا نہیں اگر اُس کے تابع ہوں تو وہی خالق اکبر و مقرر حقیقی  
 ہو اور اگر تابع نہ ہوں تو پھر اصغر و اکبر کی تفریق بے معنی ہو اور درحقیقت ایسے چند  
 خالقوں کا اعتقاد کیا گیا ہو جو صدور افعال میں آزاد ہیں اور خود سری کے ساتھ جوچا  
 ہیں کر گزرتے ہیں ایسے اب یہ موقع آگیا کہ دلائل شیعہ پر نظر کر کے حق و باطل کا فرقہ  
 کیا جائے (س) ممکن ہو کہ خالق اکبر نے اپنے ماتحتوں کو جداگانہ خدمات پر مامور  
 کر دیا ہو اور خود انکی کارروائیوں کا نگران ہو بوجہ انصاف خدمت متعلقہ ممبران جماعت  
 دوسرے درجہ کے اور بوجہ عطاے اختیار یا نگرانی عام کے انکا پریریٹنٹ خالق اکبر  
 کہا جاتا ہو (ج) بصیغہ نگرانی خالق اکبر ارادہ ممبران ماتحت کے خلاف اپنے اختیار  
 کو عمل میں لاسکتا ہو یا نہیں اگر جواب انبات میں ہو تو ممبران ماتحت عاجز ہیں اور اگر  
 حاصل تقریر یہ ہے کہ مستقل خالقوں کا تعدد ممنوع ہو اگرچہ کہنے کے لیے انکے مراتب میں تفاوت ہو

جواب نفی میں ہو تو انکا پریزیڈنٹ غیر قادر ہر اور عاجز اور غیر قادر خلاق عالم نہیں ہو سکتے  
 (س) ممبران جماعت معصوم عن الخطا ہیں اور اپنے پریزیڈنٹ کے ارادہ سے  
 واقف ہو کے اُسکی مرضی کے موافق کام کرتے ہیں ایسے پریزیڈنٹ کو انکے  
 ارادہ سے اختلاف ہوتا اور نہ انکے کسی فعل میں دست انداز یا موقع ملتا (ج)  
 اب حاصل تقریر یہ ہوا کہ یہ جماعت مرضیات خالق اکبر کے تابع ہر ایسے میں کہونگا  
 کہ ایسی حالت میں اُس بے اقتدار جماعت کو مؤثر حقیقی کہنا صریح غلطی ہر  
**دلیل ثانی** یہ جماعت اور اُسکا پریزیڈنٹ سب کے سب بالذات واجب الوجود ہیں  
 یا نہیں اگر اس سوال کا جواب اثبات میں دیا جائے تو پھر ایک کو دوسروں پر کیوں  
 تفوق ہر اور اگر جواب نفی ہو تو جو ممبر جماعت بالذات واجب الوجود نہیں ہیں وہ  
 ممکن بالذات اور خود اپنے وجود میں دوسرے کے محتاج ہوں گے اور جبکا وجود  
 محتاج غیر ہو وہ کب خالق حقیقی ہو سکتے ہیں **دلیل ثالث** امکان ذاتی اور شان  
 خلاق میں نسبت تضاد کی ہر اور ضدین کا اجتماع عقلاً محال ہر پس اس جماعت کے  
 جو ممبر صفت امکان سے متصف ہوں وہ حقیقت خالق حقیقی نہیں ہیں اور جو واجب  
 الوجود ہوں وہ بالضرور کسی دوسری صفت سے موصوف ہوں گے کیونکہ ایسا نہ تو  
 انہیں باہمی امتیاز باقی نہ ہے اور تعدد کا خیال باطل ہو۔ یہ دوسری صفت اگر دراصل  
 حقیقت ذاتی ہو تو بوجہ ترکیب کل کو جزو کی احتیاج ہر اور اگر جزو حقیقت نہ تو واجب  
 الوجود اپنے وجود میں غیر کا محتاج ہر ان خیالات کو ذہن نشین کر کے انصاف کیجیے

کہ جو اپنے وجود میں محتاج جزو خواہ ذاتی تعین میں محتاج غیر ہو وہ کیس قابل ہو کہ  
 خدایا کسی درجہ میں اُسکا شریک سمجھا جائے (س) ارباب وحدت اگرچہ اپنے خدا  
 کو بالذات محتاج غیر نہیں کہتے لیکن ذات عاری عن الصفات بیکار ہوا سیلے تماشکا  
 قدرت دکھانے میں خدا کی ذات اپنے صفات کمالیہ کی ضرورت محتاج ہوگی اور جو الزام  
 وہ دوسروں پر لگاتی تھی خود اُنکے مقدمات پر بھی ٹوٹ پڑیگا (ج) قرآن وحدیث میں  
 تو ان مباحث فلسفیانہ کی چھیر چھپاڑ نہیں ہوئی لیکن جب یونانی فلسفہ خلفا عباسیہ  
 کے عہد میں مسلمانوں تک پہنچا اُسوقت علمائے اسلام نے اُسی رنگ میں طبع آزمائی  
 شروع کیں چنانچہ صفات الہی کے بابت بعضوں نے اپنے دلائل کا یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ  
 سب ذات سے جدا اور اُس سے رتباً مؤخر ہیں لیکن فی الخارج ذات باری کو لازم  
 اور مثل اُسی کے قدیم بھی ہیں۔ یہ گروہ تمھارے سوال کا یوں جواب دے گا کہ  
 صدور افعال میں ذات کا محتاج صفات لازمہ ہونا موجب منقصت نہیں ہے لیکن  
 ذات کا خود اپنے تعین میں محتاج غیر ہونا شان الوہیت کے خلاف ہے مگر میرے  
 خیال میں وہی رائے مستحکم اور لائق تسلیم کے ہے جبکہ محققین علمائے اسلام نے ظاہر  
 کیا ہے یعنی یہ کہ جملہ صفات کمالیہ عین ذات باری ہیں اور جو افعال دوسروں سے  
 بعد و صفات صادر ہو سکتے ہیں اُن سے اعلیٰ و اکمل محض ایسی ذات سے شرف صدور  
 پاتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی اپنی کتاب سوم بہ عوارف المعارف میں لکھتے ہیں  
 کہ جملہ اہل تصوف کا اتفاق ہے کہ ہر ایک صفت الہی بحیثیت صفت کے حقیقت ثابت

اور دوسری صفت سے متمیز رکھتی ہے لیکن من حیث الذات وہ عین باری تعالیٰ ہے  
اسی لیے جو سوال کیا گیا اس لیے پر وارد نہیں ہوتا۔

جو فرقہ کہتا ہے کہ خالق اکبر نے کو اکب کو پیدا کیا اور خدمت تخلیق اُن کے حوالہ  
کر دی اُس نے بھی درحقیقت بہت بڑی جماعت خالقان درجہ دوم کی کھڑی کی ہے  
اور اُس کے خیالات کی تردید بعض دلائل سے ہوتی ہے جو بذیل اس عنوان کے بیان  
کی گئیں عناصر اور کو اکب میں لیاقت تخلیق کی نہیں ہے۔ با اینہم سلسلہ دلائل میں ایک  
دلیل کا اور بھی اضافہ کرنا میں مناسب جانتا ہوں اور وہ یہ ہے۔

## دلیل

دنیا کے بادشاہوں میں راحت طلبی اور عیش پسندی شایانہ اُلوا العزمی کے خلاف  
سمجھی جاتی ہے اور اُن کے وزرائے کیسے ہی باتدبیر ہوں لیکن اپنے شاہی اختیار کا اُن کے  
ہاتھ میں دینا بالطبع اُن کی شان فرمان روائی کو ارا نہیں کرتی۔ خالق اکبر کی مقدس ذات  
کہ درت جسمانی سے بری اور عوارض کسل و در ماندگی سے پاک ہے اُس کی نسبت  
یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُس نے اپنے اختیارات کو غیر مددک جماعت کے حوالہ کر دیا اور  
خود بشکل حاکم معزول حالت تعطل میں زندگانی کر رہا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ کارگاہ  
حالم پران کو اکب کے بٹے بٹے اثر پڑتے رہتے ہیں لیکن اکثر مخلوقات عالم کو نیرف  
حاصل ہے کہ دوسروں پر اُن کا کم و بیش اثر پڑتا ہے پس اگر ان تاثیرات سے خدائی کا ثبوت

ماتا ہو تو پھر دیگر مخلوقات کو بھی کسی درجہ کا خدا سمجھنا بے انصافی کی بات ہے۔ خود اپنی نوع کے افراد کو دیکھئے کہ اُسے کیسے کیسے کرشمے حکمت کے دکھائے اور آئے دن انکی نام و خیالی ایسی ایسی حیرت انگیز ایجادیں کر رہی ہیں کہ بغرض ادراک انکو دیکھ کے چشم کو اکب خیرہ ہو اور فلک پر ایجاد کرنے والوں کے روبرو انو سے سبق خوانی نہ کرے پس معتقدین کو اکب اتنی دور کیوں جاتے ہیں اور اپنی نوع کو دوسرے درجہ کا خالق مختار نہیں کہتے۔

اے تماشا گاہ عالم اے تو کجا بہر تماشا میری

## خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور نہیں کر سکتا

مقتضائے رحمت باری تھا کہ بعض افراد انسانی کے دل و دماغ اور روح میں خاص قوتیں عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے ہمجنسوں کی غلط فہمیاں حرف غلط کی طرح مٹا دیں اور انکو ایسی لغزشوں سے بچانے کی کوشش کریں جو مغلوب قوائے نفسانی سے عموماً ہوتی رہتی ہیں یہ کارروائی ایسے زیادہ ضروری تھی کہ خداوند عالم نے اپنی ذات اقدس کو پردہ عظمت میں مستور کیا ہوا آیات قاہرہ کا نازل کرنا اسکی استحالی پالیسی کے خلاف ہے۔ یہ سچ ہے کہ انسان کو خدا شناسی کے لیے عقل عطا کی گئی ہے اس لیے ممکن تھا کہ ہم لوگ صرف بقدر اپنے عقول کے ذمہ دار خدا شناسی کیے جاتے اور ہر شخص یہ بیانہ اپنی عقل و ادراک کے مستوجب عقاب اور مستحق ثواب ہوتا لیکن بوجہ ذیل اس اعتراض کا

خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور نہیں کر سکتا۔

معقول جواب مل جاتا ہے۔

**اولاً۔** صلاح مملکت خویش خسروان دانند \* ہمارے منصب نہیں ہے کہ جو معقول تدبیر عالم بنا ہی کی خلاق عالم نے پسند کی ہو اس کی نسبت یہ کہیں کہ وہ کیوں اختیار کی گئی اور اس کی جگہ دوسری تدبیر کیوں عمل میں لائی نہیں گئی۔

**ثانیاً۔** ایسی کارروائی سے یہ مقصود تھا کہ ہم میں ایک تعداد ایسے بزرگوں کی شامل کر دی جائے جن کو ملانک پر بھی شرف ہوا اور اس پیرایہ میں ہماری نوعی وقعت ہر ایک درجہ کی مخلوقات ارضی و سماوی سے بڑھ جائے۔

**ثالثاً۔** اکثر جزئیات عظمت و جلالت و دقائق صنعت و حکمت ایسے تھے جن کا ادراک بغیر کسی مدد کے انسانی عقل نہیں کر سکتی تھی اس لیے کچھ لوگ جن کو نبی کہو یا رفاہر پیدا کیے گئے کہ ہلوگوں کو ایسے دقائق و جزئیات پر مطلع کریں۔

**رابعاً۔** انسان عقلاً ذمہ دار ہے کہ خدا کو پہچانے اور دیگر مخلوقات کے ساتھ اور خود اپنے ہمجنسوں سے وہ سلوک کرے جو اخلاقاً پسندیدہ ہوں لیکن انسانی فطرت سطح کی ہے کہ ایک گروہ کسی فعل کو مقتضائے اخلاق حسن سمجھتا ہے اور دوسرا اسی کو ذل و خلاق قرار دیتا ہے اس لیے بغرض نظام عالم ضرورت داعی ہوئی کہ اخلاقی طریقہ سطح معین کر دیے جائیں جو عام طور پر ہر درجہ کے مناسب حال اور قرین مصلحت ہوں اور یہ ضرورت انہیں مقدس نفوس کی تخلیق سے رفع کی گئی۔

**خامساً۔** اس دارالامتحان میں مقصود حضرت رب العزت یہ بھی تھا کہ عباد و مہجکٹ



خدا شناسی کے انسانی عقل کی ایک اور بھی آزمائش کیجئے۔ تلغے دکھا جائے کہ یہ لوگ خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں کا امتیاز ان جھوٹے مدعیان نبوت سے کس طرح کرتے ہیں جنکو شیطان نے بجا دعویٰ پر صرف ایسے آمادہ کیا ہو کہ دوستوں کی شکل میں رہنمائی کے حیلہ سے قرآنی و رہزنی کا ارتکاب کریں پس جیسا کہ جلسہ امتحان میں کسی امیدوار کو یہ حق نہیں ہو کہ سبکدوش کی نوعیت اور اُس کے شمار پر بحث کرے اسی طرح مہم باری کے امیدواروں کو یہ حق نہیں ہو کہ انبیاءؑ کی تخلیق اور انکی شناخت کی ذمہ داری پر اعتراض کریں۔

**سادسا۔** خدا شناسی و اعمال اخلاقی اصلی قانون الہی کے احکام ہیں انکے ضوابط کا معقول شکل میں قرار دینا انسان کی قوت فکریہ کے لیے دشوار تھا ایسے ہادیان ملت مبعوث ہوئے کہ وہ ان ضوابط کو معین کر دیں۔ دنیا میں قانون اصلی کی حفاظت کے لیے بڑے بڑے مجموعہ ضوابط ترتیب دیے جاتے ہیں پس تمام عالم کے بادشاہ نے اپنے قانون اصلی کی حفاظت کے واسطے جو طریقہ ترتیب ضابطہ کا اختیار کیا اُس پر کوئی کیون اعتراض کرے۔ ایشیا کے مغربی حصہ میں بہت نبی پیدا ہوئے اور باستثناء معدود چند سب کی شریعتیں یا ہدایتیں ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھیں انکے عہد سعادت میں دیگر اقوام کا بھی وجود تھا اور جہانتک روایتوں سے اور قیاس سے پتہ چلتا ہو بعض قوموں کے افراد نبی اسرائیل سے برابر تلب زیادہ تھے۔ خداوند عالم تمام دنیا کا مالک اور ہر ایک چھوٹے بڑے کا خاوند حقیقی ہو اُسکی رحمت پر اور

سب قوموں کی طرف خدا کے انبیاء بھیجے گئے

اُسکی معدلت پر یہ تہمت لگانا کہ اُسنے دوسری قوموں کے لیے ہادی اور رہنما نہیں  
 بھیجے محض نافہمی نہیں ہے بلکہ سخت بے ادبی بھی ہے۔ ہم نے تسلیم کیا کہ بنی اسرائیل  
 کے جدا علی مقبول بارگاہِ صمدیت تھے انکو حضرت جلیل سے خلیل کا معزز خطاب ملا تھا  
 ایسے اُنکی اولاد پر خاص توجہ مبذول تھی لیکن آخر دوسری قوموں کی امید گاہ بھی تو ہستی  
 خلاق عالم کی ذات ہے اُسکی شان بندہ نوازی کب گوارا کرتی کہ بنی اسرائیل کی طرف اس  
 کثرت سے ہادیان ملت بھیجے اور دوسری قوموں کو شیطان کے شکار گاہ میں غیر مخطوط  
 چھوڑے۔ دنیا کے حادل بادشاہ ہر گروہ رعایا کی نگہداشت اور تربیت یکساں طور  
 پر کرتے ہیں خداوند عالم کی صفات کمالیہ میں معدلت کی صفت بھی شامل ہے عقل باور  
 نہیں کرتی کہ اُسنے ایسے اہم معاملہ میں دوسروں کے ساتھ اسقدر بے نیازی اور  
 بے پروائی برتی ہو (س) خدا نے کسی کو فقیر اور کسی کو امیر بنایا ہے کوئی صحیح البدن  
 ہے کوئی جسمانی امراض میں مبتلا ہے شاہد شاہد ہے کہ اکثر لغائے الہی کی تقسیم غیر مساوی  
 ہوئی ہے اسبطح ممکن ہے کہ بعض اقوام کی طرف ہادیان ملت بھیجے گئے ہوں اور دیگر  
 تو میں صرف شریعت عقلی کے تابع رکھی گئی ہوں (ج) عام نعمتوں کی کمی و بیشی  
 نظام عالم میں مؤثر ہے جن لوگوں کو اس عالم میں کسی نعمت کا حصہ کم ملایا اُکھینا نہیں  
 ملا اُسکا معاوضہ دوسری نعمت سے اسی عالم میں کر دیا گیا یا بشرط استحقاق دوسرے  
 عالم میں ہو سکے گا مگر ہدایت کی نعمت خاص قسم کی نعمت ہے اور اتمام حجت کے لیے  
 تمام قوموں کو سامان ہدایت سے بہرہ مند کرنا استحقاقاً نہیں تو اخلاقاً ضروری تھا۔

(س) آخر عقول انسانی جو ذمہ دار خدا شناسی ہیں ان کے مراتب مختلف پائے جاتے ہیں اور یہ جو ہر عقل عطا یا باری تعالیٰ سے ہر انسان اس کی کمی و بیشی میں کچھ اختیار نہیں رکھتا ایسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں کو عقل نہیں دی گئی یا کم کما کر در مادہ عطا ہوا ان کے حق میں نا انصافی کی گئی ہو اور اس خصوص میں جو عذر کیا جائے وہی عذر مسئلہ زیر بحث میں بھی پیش ہو سکے گا (ج) جن لوگوں کو کچھ بھی باری تعالیٰ نہیں دیا گیا وہ غیر مکلف ہیں ہاں جو لوگ اس دولت سے بہرہ مند ہیں وہ بقدر اپنی عقل اور اپنی ادراک کے ہر ایک معاملہ اعتقاد ہی و عملی میں ذمہ دار ہیں اسبطح بعض من ہایت تعلیمی ممکن ہے کہ خدا نے کسی صحت سے یا محض بنفاذ اپنے آزادانہ اختیار کے کسی قوم کی طرف عالیقدر نبی یا زیادہ تعداد کے رہنما بھیجے ہوں لیکن جسبطح اُس نے مایہ ادراک سے کسی قوم کو کلینتاً محروم نہیں کیا ہر اسبطح عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی قوم اور بالخصوص وہ قوم جس کے افراد کثیر تھے ہایت تعلیمی سے قطعاً و کلینتاً محروم رکھی گئی ہو۔ اور قومیں تو اولاد ابراہیم کے تفوق کو تسلیم نہیں کرتیں اور نہ انکو اس اعتقاد کی رغبت ہو سکتی ہے کہ خداوند عالم نے انکو یا ان کے آباؤ کو کسی لائق قدر نعمت سے کلاً محروم رکھا ہو۔ توریت و انجیل اسرائیلی بنیوں پر نازل ہوئیں مگر انہیں کوئی ایسا تذکرہ پایا نہیں جاتا ہے کہ دوسری قوموں کو خدا نے ہایت تعلیمی سے حقیقت محروم رکھا تھا۔ یعنی قبل از ولادت مسیح انہیں راہ دکھانے والا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا ایسے اگر کوئی شخص فرقہ یہود و نصاریٰ کا اصرار کرے کہ رحمت الہی کی یہ بدلی دوسروں کی

نشت زار امید پر نہیں برسی تو اسکا اصرار بلا دلیل ہوگا اور خود غرضی پر مبنی سمجھا جائیگا  
ایسی حالت میں انسب طریقہ یہ ہو کہ ہم اسلامی کتاب کی طرف توجہ کریں جو افراط و تفریط  
سے پاک ہو اور جسکے بیانات میں نہ تنگ ملی ہو اور نہ ایسے خیالات کا وجود ہو جو خلاف  
قیاس و خلاف عقل سمجھے جائیں۔ اُس مقدس کتاب میں ذیل کی آیتیں موجود ہیں۔  
وَكُلِّ أُمَّةً رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رُسُوكُمْ فَخُذُوا بِقُلُوبِكُمْ وَالْقِسْطَ وَهُوَ لَا يُطْلَمُونَ ۝  
(پارہ ۱۱ سورہ یونس رکوع ۵)

وَقُولُوا الَّذِينَ كَفَرُوا أَوَّلًا ثُمَّ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝  
(پارہ ۱۳ سورہ رعد رکوع ۱)

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝  
(پارہ ۲۲ سورہ فاطر رکوع ۳)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مَعَهُمْ مِّن قَصَصِنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ يَنْقُصْ  
عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ  
أَمْرُ اللَّهِ فَخُذْ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ مَن تَالَكَ الْبُطْلُونَ ۝

اور ہر ایک قوم کا رسول ہوا ہو جس جہاں حضور مین و قیامت اُنکا رسول حاضر ہوگا تو اُن کو گوئیں انصاف کے ساتھ فیصلہ  
کیا جائیگا اور لوگوں پر کسی طرح کا ظلم نہ ہوگا ۱۲ اُنکا کہہ دینا کہ تم میں پروردگار کیطرح محمد پر کوئی نشانی (جاری ہو) ہمیش  
کے موافق کیونکہ آخری لیکن تم تو صرف خدا کے عذاب سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کا راہ دکھانیا والا ہمارا ۱۳ حقیقت  
ہم نے تمکو سچائی کے ساتھ خود بخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بھیجا ہے اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا عذاب الہی  
سے نہ گذرا ہو ۱۴ اور ہم نے جسے پہلے کتبہ رسول بھیجے اُنہیں بعضوں کے حالات سنانے اور بعضوں کے نہیں سنانے کیلئے کسی  
رسول میں حفاظت تھی کہ یہ حکم خدا کے کوئی معجزہ نہ تھا تاہم ہر نبی کا عذاب پہنچ گیا تو انصاف کے ساتھ فیصلہ ہوا اور خطا کاروں کو خسارہ ہوا

(پارہ ۲۴ سورہ المؤمن رکوع ۸)

ان آیات بنیات سے تاریخی خبر ملتی ہے کہ خدا نے ہر قوم کی طرف ہدایت کرنے والے بھیجے اور اپنی جہتیں تمام کیں پھر بھی جو لوگ راہ راست پر نہیں آئے وہ بطور واجب عذاب و نبوی یا اخروی میں مبتلا کیے گئے (سن) اگر ایسا تھا تو دیگر قوم کے چند انبیاءوں کے نام قرآن میں کیوں بیان نہیں کیے گئے (ج) نزول قرآن اُس ملک میں ہوا جہاں مشرکان عرب ساتھ یہودیون و عیسائیون کے آباد تھے ایسے انھیں انبیاءوں کے تذکرہ کی خاص ضرورت تھی جبکہ یہ لوگ غفلت کرتے تھے یا جھکے نام نامی سے انکو وہایت تھی (س) اسلام ایک تبلیغی دین ہے دنیا کی تمام قوموں پر وہ حکومت روحانی کا دعویٰ رکھتا ہے ایسے ہر چند اسکا ظہور ملک عرب میں ہوا تھا لیکن لمحاظ وسعت دعویٰ دیگر قوم کے انبیاءوں کا بھی کچھ ذکر خیر ساتھ تصریح نام کے مناسب تھا (ج) اس مصلحت سے کہ کرہ ارض کے ایک حصہ میں اسلام کا پودا جڑ پکڑنے کے لیے خاص ضرورت تھی کہ موافق مذاق اُن لوگوں کے جسکے حلقہ اثر میں اسکا ظہور ہوا تھا جہتیں لابی جائیں اگر تفصیل ایسے تاریخی تذکروں کو جگہ دیکھتی جتنے اُنکے کان نا آشنا تھے تو دائرہ بحث بڑھ جاتا اور منکروں کو یہ خیال پیدا ہوتا کہ وقعت بڑھانے کے لیے انبیاءوں کے فرضی نام تراشے اور خیالی تذکرے گڑھے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں انبیاءوں کی تعداد بہت زیادہ تھی ہر قوم کے

قرآن پاک میں صرف اٹھائیس نبیوں کے نام بیان کیے گئے ہیں۔ معالم التنزیل میں تحریر ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار خدا کے نبی دنیا میں گزرے ہیں جن میں تین سو تیرہ درجہ رسالت پر فائز تھے۔ اور بیایس ہزار روایت کعب الاحبار نے نبیوں کی تعداد بائیس لاکھ پچیس ہزار اظہار کی گئی ہے ۱۲

دو ایک نبی کا کیسا ہی تذکرہ کیا جاتا تا ہم کتاب کا حجم بڑھ جاتا۔ آج ہزاروں جافظ قرآن موجود ہیں اور مسلمانوں کو اس کیتائی پر فخر ہے کہ جو کتاب لکھنے نبی پر نازل ہوئی اسکو انکی ایک جماعت اپنے سینہ میں محفوظ رکھتی ہے اور انکے سوائے کسی قوم میں ایسی عجت بلکہ چند افراد بھی موجود نہیں ہیں جنکے صفحہء دل پر وہ کتاب جبکو منزل من اللہ کہتے ہیں منقوش ہو پس اگر قرآن کا حجم بہت بڑھ جاتا تو مشکل تھا کہ اسکی حفاظت صندوق سینہ میں کی جاتی اور مسلمانوں کو اس مقدس کتاب کے ساتھ اسطرح اظہار نیاز کا موقع ملتا ہر گاہ انبیائے اقوام دیگر کے نام ہکو بتائے نہیں گئے اسیلے قطعاً و یقیناً یہ کہنا کہ انہیں کون بزرگوار ہادی برحق و مرسل من اللہ تھے ہمارے لیے غیر ممکن ہے لیکن اُسکے ساتھ پر خطر بیودگی ہے کہ ہم کسی شخص پر جسے دوسری قومیں ہادی اور رہنما باور کرتی ہیں بدگمانی کریں یا انکی شان میں ناشایستہ کلمات زبان پر لائیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ بھی خیمہ انھیں کے ہو جنکے نام پیغمبر آخر الزمان کو نہیں سنائے گئے۔ کسی امر کا یقیناً و یقیناً باور کرنا اور بات ہے اور قیاساً اسکا گمان کرنا دوسری چیز ہے اسیلے قیاساً یہ کہنا کچھ بیجا نہیں ہے کہ ناموران غیر قوم میں بگمان غالب کن بزرگوں کو درجہ رہنمائی متجانب اللہ عطا ہوا تھا۔ ہر گاہ ہم بران قوم ہندو صرف نوعی نہیں بلکہ ہمارے ملکی بھائی بھی ہیں لہذا مناسب ہے کہ اس فرقہ کے حالات کی طرف ایک غامض نظر کیجائے۔

**مرزا مظہر جانجانا** متاخرین مسلمانان ہند میں عالم باعمل اور صوفی اکمل گذرے ہیں اور اسوقت بھی ہزار ہا مرید انکے سلسلہ کے عرب و عجم میں موجود ہیں

وقت ہندو کا تذکرہ

انکے نامور جانشین شاہ غلام علی نے اپنے مرشد کی لائف تحریر کی ہے اور اُس میں چند خطوط بھی انکے نقل کیے ہیں۔ اُن خطوں میں مکتوب چہارم عقائد ہندو سے متعلق ہے جس میں جناب مرزا صاحب انصاف پسندی کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کا دین قواعد و ضوابط سے منتظم اور سچل ہے اُن قواعد و ضوابط کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ سرزمین ہند پر خدا کے نبی اگلے زمانہ میں آئے اور شریعت کو قائم کیا۔ اُسی مکتوب میں اُس بت پرستی کی جو ہندوؤں میں شائع ہو رہی ہے وجہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح اسلامی صوفیوں میں معمول ہے کہ اپنے مرشد کا تصور کرتے اور فائے اٹھاتے ہیں اُسی طرح ہندوؤں نے بھی بعض ملائکہ یا کالمین کی صورتیں بنائی ہیں اور ان کی طرف بغرض حصول نسبت جس کو اصطلاح صوفیہ میں رابطہ کہتے ہیں توجہ کرتے ہیں۔ یہ سب کے بعد صاحب صورت کے ساتھ توجہ کرنے والی کو رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اور حاجت الیٰ کی تکلیف ظاہر ہوتی ہے۔ اس لیے تعصب و تفریق مسلمان کی یہ رائے ہے کہ ہندوؤں کو سجدہ عبودیت نہیں کرتے بلکہ انکی دُندوت و حقیقت سجدہ تحیت ہے جس کو وہ عموماً اپنے بزرگوں اور مرشدوں کے روبرو کرتے ہیں۔ غالباً مرزا صاحب کی یہ رائے عقلائے ہندو سے متعلق ہے ورنہ عوام تو سری رام اور سرکشین کو درجہ الوہیت پر فائز جانتے اور اُن کو بھوجان نامور ان ہند کی طرف منسوب ہیں گے۔ عبودیت کا سجدہ کرتے ہیں۔

انتخاب مکتوب چہارم مرزا منظر جانجنان

”و جمیع فرق ایشان در توحید باری تعالی اتفاق دارند و عالم را مخلوق می دانند و اقرار  
 بقضای عالم و جزای اعمال نیک بد و شر و حساب دارند و در علوم عقلی و نقلی و ریاضیات و  
 مجاہدات و تحقیق و معارف و کاشفات اینها را بطولی ست و عقلای اینها فرصت عمر می  
 را چهار حصہ قرار داده حصہ اول در تحصیل علوم و دوم در تحصیل معاش و اولاد و سوم در تصحیح  
 اعمال و ترویض نفس و چهارم در مشق انقطاع و تجربه که غایت کمال انسانیت و نجات کبری  
 کہ مہماکت بر آن موقوف است صرف می نمایند و قواعد و ضوابط دین اینها نظم و نسق تمام  
 دارد پس معلوم شد کہ دین مربی بوده است و منسوخ شدہ و از ادیان منسوخ غیر از دین  
 یهود و نصاری نسخ دینی دیگر در شرع مذکور نیست حالانکہ نسخ بسیار در معرض محو و ثبات آمدہ  
 حقیقت پرستی اینها آنست کہ بعض ملائکہ با مرآتہی در عالم کون و فساد تصرفی دارند یا بعض  
 ارواح کالمان بعد ترک تعلق اجساد آنها را درین نشاء تصرفی باقی ست یا بعض افراد اعیان کہ  
 بزعم اینها مثل حضرت خضر زنده جاوید اند صورت آنها ساخته متوجہ آن می شوند و بسبب این  
 توجہ بعد مدتی بصاحب آن صورت مناسبت بهم میرسانند و بنا بران مناسبت عروج معاشی  
 و معاشی خود را رومی سازند و این عمل مشابہتی بذکر را بطہ دارد کہ معمول صوفیہ است کہ صورت  
 پیر را تصویری کنند و فیضها بر میدارند اینقدر فرق ست کہ صورت شیخ تمی باشند و سجدہ اینها  
 سجدہ تحیت ست نہ سجدہ عبودیت کہ در آئین اینها با دروید و پیر و استاد بجای سلام بین  
 سجدہ مرسوم و معمول ست و آن را مذہب می گویند و اعتقاد تناسخ مستلزم کفر نیست“  
 خدا کی طرف سے جو نیک بندے واسطے خدمت رسالت کے منتخب ہوے



وہ سب کے سب محاسن اخلاق سے بہرہ مند تھے اور انکی ذات بابرکات سے شان  
 کبریائی کا اظہار ہوتا تھا صورتیں انسان کی سی تھیں اور طریق تمدن بھی ہم شکل انسانی تمدن  
 کے تھا مگر سیرتیں ملکوتی تھیں وحانی قوتیں فرشتوں سے بھی گویا سبقت لی گئی تھیں  
 سنگ سرخ اور یاقوت احمر حقیقت میں ایک جنس ہیں مگر بے بصر کیا جائے مگر گہمی ہر شے  
 سے پوچھ دیکھو کہ انکے مراتب میں کیا تفاوت ہو اسی طرح جاننے والے جانتے ہیں کہ ہدایت  
 ہر چند بنی نوع سے تھے مگر انکے دل اور دماغ اور تھے اور جو ہر تقدس نے انکو ایسا ممتاز  
 کیا تھا کہ انھیں عام افراد انسانی کا شریک فی تحقیق سمجھنا الجھاؤ سے خالی نہ تھا۔ یہ  
 ستودہ خصال بزرگوار بلحاظ ضرورت وقت مبعوث ہوئے اور اُسی ضرورت کے مناسبت  
 حال انکو معجز نامی کی قوت خوارق عادات دکھانے کی طاقت عطا کی گئی مگر ہر ایک نبی کا  
 یہ پہلا فرض تھا کہ قوم کو نجات کی راہ دکھائے وصول الی اللہ کی تدبیریں سوچ جائے خوش  
 نصیب سعادت مند انبیاء و ان کی ہدایت سے مستفید ہوئے اور منزل مقصود تک پہنچے  
 بدبختوں نے معاندانہ سرکشی کی اور نقد امید کو کھو بیٹھے۔ اگلے زمانہ میں بنی نوع انسان کی  
 طبیعتیں سخت اور خیالات درشت ہوتے تھے عوام کا کیا ذکر ہی نہیں زادون کی یہ حالت  
 سنی جاتی ہے کہ ایک خفیف تکرار پر قایل نے اپنے برادر عینی ہابیل کو مار ڈالا۔ حضرت نوح کے  
 فرزند کو خانہ نبوت میں پرورش کا موقع ملا تھا مگر طغیان عصیان میں وہ بھی مبتلا ہوا اور  
 کسی موجب طوفان میں ڈوب مرا۔ حکیم علی الاطلاق نے بھی اُس زمانہ میں مناسبت طبع  
 عباد کے سخت تدبیریں عبرت انگیز اختیار کیں پانی کا طوفان آیا آگ کسی قوط پڑا طرح طرح کی

و باؤں نے بڑی بڑی آباد بستیاں پھونک دیں۔ اعلیٰ کلمۃ اللہ اور آسودگی ضعف سے  
 عام کے لیے کبھی کبھی خود نبیوں نے ہتھیار اٹھائے اور اپنے بڑے توانا سے جلال کی  
 کی شان دوست اور دشمن کو دکھا دی۔ مرورد ہو کہ بدولت واقعات کا کم و بیش ہو جانا  
 ایک معمولی بات ہو لیکن بعد حذف شاعرانہ مبالغہ کے کیا عجب ہو کہ راجھسون کے قتل و غارت  
 کے قصص جو ہندوستان میں مشہور ہیں اصلیت اور واقعیت رکھتے ہوں اور ان معرکوں  
 میں جھکا نشان دیا جاتا ہے سچے ہادیان ملت کی معجز نہایت نے ظالموں کو پا مال کیا ہو۔ آپ  
 ہرے ملک کے اثر سے عام طبیعتیں اطاعت کیش تھیں جو ش عقیدت کا ان پر قومی اثر  
 پڑا اوتار کا لفظ پہلے بعض منظر کے استعمال ہوتا رہا پھر اس کے حقیقی معنی لگائے گئے  
 انبیاء کی ہدایتیں فراموش کی گئیں توحید سکھانے والی کتاب بالائے طاق دھری ہی  
 واعظوں نے اراکین مجلس کو عجائب پسند دیکھا خود غرضوں کو اپنا رنگ بھانا ضروری تھا  
 ایسے انکی طبع آزمائیوں نے وہ وہ خیالی مضمون تراشے جو عقل کے خلاف اور مصلحتیاس  
 سے کوسوں دور تھے۔ الحاصل رفتہ رفتہ دنیا کی وہ نامور قوم جس نے قدیم الایام میں لغز توحید  
 بلند کیا تھا اور اپنے فلسفہ کے اطراف عالم میں دھوم مچا دی تھی ادھام کے پھندے میں  
 الجھ گئی اور چمنستان تحقیق میں اسکی مشہور شایستگی پھینکی پڑ گئی۔ اب بھی ایسے  
 خوش خیال دقیقہ رس ہندوؤں سے سرزمین ہند خالی نہیں ہے جو جوتی سرپ  
 تر نکار کے وجود باوجود کے معتقد ہیں الفاظ دوسرے ہیں طرز بیان دوسرا ہے  
 لیکن بجا الودید کے حاصل وہی ہے جو قرآن پاک کی مختصر سورہ اخلاص میں ظاہر کیا گیا ہے

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَكَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا

اَحَدًا گہ مجالس اسلامیہ میں یہ چار آیتیں ثلث قرآن کے برابر سمجھی جاتی ہیں اور شارح اسلام نے اُنکے پڑھنے والوں کو اجر جزیل کا امیدوار کیا ہے خاص بنیاد ان خیالات کی یہ ہے کہ سورہ اخلاص تشکیلی مختصر جامع مسائل توحید پر اور اسلام کا بڑا مقصد یہی تھا کہ وحدت الہی کا سبق جسکو دنیا نے فراموش کیا تھا اہل عالم کو پڑھائے صرف پڑھائے نہیں بلکہ ذہانی یاد کر لے۔ بزبانی روایتوں تحریری شہادتوں سے ظاہر ہے کہ وقت اُسکے ظہور کے کرہ ارض پر شرک کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اپنے خالق کا حق معرفت ادا کرنے والے باقی نہیں رہے تھے۔ مطلع عرب پر آفتاب عالمتاب نے صبح صادق کی جھلک دکھائی پھر ظاہر ہو کے رفتہ رفتہ بلند ہوا اور ہدایت کی روشنی تمام حصص دنیا میں پھیل گئی۔ توحید کا غلطہ سن کے غیر قوم کے آدمی جو بنیجر سو رہے تھے جاگ اُٹھے انھوں نے اگرچہ اپنا گھر نہیں چھوڑا لیکن عقلمند متنبہ ہوئے اور خس و خاشاک شرک سے اپنے صحن خانگی صفائی شروع کر دی۔ معاندانہ انکار کا تو کوئی جواب نہیں ہے لیکن بعد ظہور اسلام کے جو کچھ رفاہ دوسرے مذہبوں میں مخصوص توحید ہوا ہے وہ عمدہ ثبوت اس کا ہے کہ اسلام ہی نے دوسروں کو حوصلہ دلایا اور سطح کی بلند پروازی کا راستہ دکھایا ہے چنانچہ زمانہ حال میں جو گروہ ہندوؤں کا بھوانہ وید مسلک توحید کی پہنائی

لے پیچ رہا ہے وہ کہ الہ ایک ہے الہ بے نیاز ہے نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اُسکے برابر ہے

کر رہا ہو اُسکو بھی خواب غفلت سے اسلام ہی نے بیدار کیا ہو (س) یقیناً یہی  
 مگر قیاساً خلاصہ تقریر یہ ہو کہ بعض ناموران ہندو مسل من الدتھے مگر ہندوؤں کی  
 روایتیں ظاہر کرتی ہیں کہ یہ لوگ خود خدائی کے دعویدار تھے ایسے ہتھاری یہ  
 رائے کہ اہل مذہب نے ہدایت تعلیمی کو اس طرح فراموش کیا کہ خدا اور خدا کے  
 رسول میں امتیاز نہ رہا خلافت قیاس ہو۔ (ج) ہم نے اپنی تقریر میں بنیاد مغلطہ  
 ظاہر کر دی ہو لیکن مزید اطمینان کے لیے کچھ اور بھی توضیح کر دیتے ہیں۔ تمامی  
 با اصول مذاہب میں ہندوؤں کا مذہب پُرانا ہو اُسکے ظہور کو ہزار ہا سال گذر  
 گئے اس عرصہ دراز میں کتنے انقلاب ہوئے مختلف خیالات کی آمیزشیں ہوئیں  
 خود غرضوں نے طبعی ایجاد سے فائدہ اٹھایا اور گروہ بندیان کین جاہلوں کی  
 دسترس نے علم و کمال کے اوراق پر نشان کر دیے۔ تمثیلاً ملاحظہ کیجیے کہ سنسکرت  
 ہندوستان کی ملکی خواہ مذہبی زبان تھی کسی وقت میں عام و خاص کا استعمال دور  
 کارروائیوں میں کرتے رہے ہوں گے اور آج بڑی جستجو سے چند پندت مل سکتے  
 ہیں جو اس زبان سے پوری واقفیت رکھتے ہوں اور ہر گاہ زمانہ کے تغیر نے ایسا  
 قوی اثر ڈالا کہ ملک کی زبان اُسکے منہ سے نکل پڑی تو اعتقاد ہی تغیر کے بابت  
 تعجب کی کیا وجہ ہو۔

اسلام کا مذہب جدید العہد ہو اور اُسکے ظہور کو صرف تیرہ صدیان گذری  
 ہیں۔ دنیاوی حکومت میں اقبال مندی ہمیشہ اُسکے ہم کاب ہو اب اگرچہ اگلی سطوت

جاتی رہی لیکن اسلامی سلطنتوں کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ابھی باقی ہے اور مقدس خطوں  
 میں مسلمان بادشاہ فرمان روائی کر رہے ہیں۔ اہل مذہب کو سلسلہ وار مذہبی تصنیف  
 کا شوق رہا اور بغایت الٹی ابتک وہی سلسلہ جاری ہے۔ یہ بھی اسلام کی بڑی  
 خوش نصیبی تھی کہ اُسکے ظہور کو چند صدیاں گزری تھیں کہ دنیا نے پیٹا کھایا حکومت  
 کے طرز اور اُسکے انداز بدل گئے آمد و رفت کے ذریعے آسان ہوئے عقلی جستجو  
 نے ادہام کی بدلی کو اُفق خاطر سے ہٹا دیا تعصب کا شیرازہ ڈھیل پڑا چھاپہ کی ایجاد  
 نے علم کی اشاعت کی افراد بنی نوع انسان کو موقع ملا کہ ایک دوسرے کے خیالات پر  
 مطلع ہوں اور اپنے عقائد کا اُنسے مقابلہ کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ ان خوش نصیبوں نے  
 مسلمانوں میں شرک جلی کی عام وبا پھیلنے نہیں دی لیکن پھر بھی بعض فرقے اس بلا  
 میں مبتلا ہوئے دائرہ اسلام سے باہر نکل گئے اور افسوس ہے کہ موجدوں کی جماعت  
 اب تک شرک خفی کے حملوں سے محفوظ نہیں ہے۔ الغرض جب ایک فوجوان مذہب  
 کی یہ حالت ہو تو بوٹھے کی لغزشوں کو کوئی دور اندیش کیون خلاف قیاس سمجھے۔  
 (س) کیا مدعیان اسلام کا بھی کوئی فرقہ کتا ہے کہ خلاق عالم انسانی صورت اختیار  
 کر سکتا ہے اور اُسے اختیار بھی کیا ہے (ج) مصنف دبستان المذہب کا حاصل  
 کلام یہ ہے کہ کوہستان شرق میں ختا کے قریب ایک خطہ ہے جسکو **مال** کہتے ہیں  
 وہاں کا حاکم **باب** کے لقب سے ملقب ہے وہ غنیمتوں نے اپنے تئیں مسلمان کہتے  
 ہیں اور علی اللہی کے نام سے موسوم ہیں۔ اُن کا اعتقاد یہ ہے کہ محمد کو خدا نے واسطے

ہدایت خلق کے منتخب کیا مگر تنہا اُسے انجام خدمت کی امید نہ تھی اسیلئے ابن ابی طالب  
 بنا اور علی کی شکل میں خود بغرض امداد آیا اور اسی طرح اُنکی اولاد کے قالب میں مدتوں  
 تعلیم عقائد کرتا رہا۔ اصلی کتاب جسکو علیؑ نے محمد پر نازل کی تھی وہ تو علیؑ کے ساتھ گئی۔  
 اور اب جو کتاب نامزد قرآن موجود ہے اُسکو دشمنان علیؑ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) نے بنالیا ہے  
 جو عمل کے لائق نہیں ہے وغیر ذلک من الہفوات شاہ کجکلامہ ناصر الدین شاہ  
 ایران کو چند سال ہوئے ایک بیدرد بانی نے شہید کیا اور چونکہ اس فرقہ کا بے بنیاد  
 اعتقاد یہ بھی ہے کہ کلمہ علیؑ اللہ کا ورد جب بصدق دل و خلوص نیت کیا جائے  
 تو ورد کرنے والے کو تیغ تیز کے زخم سے بچا لیتا ہے اسیلئے اس کو رباطن عقل کے  
 دشمن نے شاید امید کی تھی کہ اسکا ورد رنگ لائے گا اور نیک دل بادشاہ اسلام کے  
 قصاص میں مارا نہ جاسکے گا۔

ابن ابی الحدید مدائنی شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ اعتقاد الوہیت کا فتنہ  
 خود حضرت علیؑ کے عہد خلافت میں (وفات کو پیغمبر علیہ السلام کے ابھی پورے  
 تیس برس نہیں گزرے تھے) برپا ہوا۔ جناب مدوح نے چند احمقوں کو اپنی طرف  
 خدائی کا اشارہ کرتے دیکھا گھوٹے سے اُتر پڑے اور جبین نیاز کو فرش خاک  
 پر رکھ کے فرمایا کہ اے بد بختو میں تو خدا کا بندہ ہوں اپنے فاسد عقیدے سے توبہ  
 کرو۔ وہ ان نصائح دلپذیر کو کب سنتے تھے اسیلئے دھمکیاں دی گئیں اور پھر آگ  
 میں جلا دیے گئے۔ اس عبرت دلانے والی کارروائی کا یہ اثر ضرور ہوا کہ کچھ دنوں

کے لیے شعلہ فساد دگیا لیکن آخر کار وہ آگ جو شلگ چکی تھی بھر پک اُٹھی اور محمد بن  
نصیر الثمیری نے جو امام حسن عسکری (امام یازدہم کے لقب سے ملقب ہیں اور  
سنتہ ہجری میں ہجرتِ انتیس سال اُنکی وفات ہوئی ہے) کے مصاحبوں میں تھا اس  
عقیدہ کو پھر چمکایا اور نصیری فرقہ کی جماعت اُسوقت سے کھڑی ہوئی۔

پس جب بیہودگی علی ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ کے اور باوجود اُنکے اس قدر  
تشدد کے اعتقاد حلول باری نے جڑ بکڑ لیا تو کیا بعید ہے کہ رہنمایانِ ہند کے خلاف مرضی  
انہیں کے عصر میں یا کچھ روز اُنکے بعد اعتقاد حلول نے عجائب پسند ہندوستانیوں  
میں نشوونما حاصل کر لی ہو۔

مذہبی اعتقاد کا بازو بہت قوی ہے اور اُسکی منطق ہر ایک اعتراض کا کچھ نہ کچھ  
جواب دے ہی دیتی ہے مثلاً شاہ ایران کے قاتل کی گردن تیغ قصاص نے کیوں کاٹی  
اُسکا جواب سُننے کہ قاتل نے کلمہ علی اللہ کا ورد صدق دل خلوص نیت سے نہیں کیا  
تھایا یہ کہ علی اللہ اس کا رگزار ہی سے آنا خوش ہوئے کہ قاتل کو خاکِ قالب سے  
نجات دلائی اور زمرہ مصاحبانِ سماوی میں بھرتی کر لیا۔ حضرت علیؑ نے جن لوگوں  
کے جلا دینے کا حکم صادر فرمایا وہ خیال کرتے تھے کہ اپنی حقیقت چھپانے کی  
مصلحت سے خدا اپنی خدائی سے انکار کرتا ہے اسیلئے ایسی حالت میں کہ ایک طرف  
امیر المؤمنین خشنماک کھڑے تھے اور دوسری طرف دہکتی آگ اپنی گرا گرمی دکھا  
رہی تھی مگر بانِ طریقت غل چھپاتے تھے کہ اب اُنکا اعتقاد مرتبہ علم الیقین کو پہنچ گیا

کیونکہ آپ کے رسول (محمد) نے پہلے ہی بتا دیا ہے کہ لایسنبغی ان یحللہا  
 بالنار لا رب النار اب میں اُن دلائل عقلی کو بیان کرتا ہوں جن سے ظاہر  
 ہوتا ہے کہ خلاق عالم جسمانی شکل میں ظہور نہیں کر سکتا۔

## الحجۃ الاولی

ذات باری کا اگر یہ مقتضا ہو کہ قدرت جسمانی سے پاک ہے تو وہ خلاف اپنے  
 اقتضائے ذاتی کے قالب جسمانی کو قبول نہیں کر سکتا اور اگر اُسکا اقتضا ایسا ہو تو یہ  
 ذات اپنے وجود میں یا کسی قالب کی محتاج ہوگی یا حالت یہ ہوگی کہ جب چاہے مجرد  
 رہے اور جب خواہش ہو کوئی جسمانی صورت اختیار کر لے۔ غیر جسم کا محتاج ہونا  
 خلاف شان باری ہوا سیلے دوسری شکل متعین ہوئی اور معتقدین حلول و حقیقت اُسکی  
 حمایت کرتے ہیں لیکن جب یہ حقیقت دو طرز پر اپنے وجود کو قائم رکھ سکتی ہے تو خلاصہ  
 اعتقاد یہ ہوگا کہ اُسکا وجود تغیر پذیر ہے اور وجود کا تغیر پذیر ہونا حدوث کی نشانی ہے۔

## الحجۃ الثانیہ

اکثر معتقدین حلول کا یہ خیال ہے کہ ایک یا چند حصہ ذات باری کا کسی قالب  
 میں آیا تھا اور باقی حصہ حالت تجرد پر قائم رہا یا اُسکے بھی ٹکڑے ہوئے عقل شاہد ہے



کہ کل اپنے ہر جزو سے زیادہ با وقعت ہوتا ہے اور جب کسی مجموعہ کے اجزاء علیحدہ کر دیں تو کل میں حیث الکل باقی نہیں رہ جاتا۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک خوشنما بنگلہ کی آہنی سقفت چار سنگی ستون پر قائم ہے ہر پیر سقفت کو علیحدہ کر دو اور چاروں ستون کو اٹھیر دو ایسی حالت میں کیا کوئی با امتیاز کہیگا کہ بنگلہ موجود ہے یا یہ کہ آہنی سقفت اور سنگی ستون کی وہی قدر قیمت ہے جو بنگلہ مذکور رکھتا تھا ؟ (نہیں ہرگز نہیں) بعد سمجھ لینے ان مقدمات کے دیکھو کہ اعتقاد حلول نے چھستان الوہیت میں کیسے کیسے گل کھلائے ہیں۔

**اولاً۔** خدا کی ذات کچھ عرصہ کے لیے فنا ہوئی یعنی کتاب وجود کا شیرازہ ٹوٹا اور اُسکے اوراق پریشان ہو گئے۔

**ثانیاً۔** مافوق الاجزاء ہر گاہ دنیا ایک قوی تر مجموعہ دیکھ چکی ہے اسیلے عقل ان اجزاء ضعیف کو کیوں خدا سمجھنے لگی۔

**ثالثاً۔** ذات صاحب الاجزاء اپنی ترکیب خود نہیں کر سکتی اسیلے ترکیب دینے والا لامحالہ کوئی دوسرا ہوگا اور خدا کا پیدا کرنے والا ایک دوسرا خدا ڈھونڈنا پڑیگا۔

**رابعاً۔** یہ اجزاء لذا تھا ممکن الوجود ہیں یا واجب الوجود اگر لذا تھا ممکن الوجود ہوں تو انکے اجتماع سے مجموعہ واجب الوجود تیار نہیں ہو سکتا اور اگر لذا تھا واجب الوجود ہوں تو ترکیب غیر ممکن ہے کیونکہ ترکیب ہی وقت ہو سکتی ہے کہ اجزاء کسی قوت کے تابع ہوں اور واجب الوجود لذاتہ کی شان ہے کہ وہ کسی حکومت کا تابع نہ ہو۔

**الحجۃ الثالثہ**

زیادہ نہیں تو خدا کا ایک مہذب خود دار انسان سے کم رتبہ ہونا نہ چاہیے اب کسی مہذب ذی علم سے کہو کہ وہ جاہلون کی وضع میں برسرِ باز آئے اور گفتار و رفتار میں انھیں کا طرز و انداز دکھائے اگر یہ شخص بالطبع تمھاری درخواست کو قبول کرے تو وہ ہرگز مہذب نہیں ہو اور اگر انکار کرے تو پھر خالق غالم کی نسبت کیون اقرار کیا جاتا ہے کہ اُسے مہردانہ مقدس وضع کو چھوڑا اور بلا ضرورت اپنے تئیں کم رتبہ مخلوق کی شکل میں نمایان ہونا گوارا کیا۔

## الحجۃ الرابعۃ

خداوند عالم سمیع و بصیر مالک زمین و آسمان ہے۔ مبتلائے کدورت جسمانی اپنے اعمال میں اعضا سے کام لیتا ہے مگر قادر مطلق تو جسمیت سے فی حد ذاتہ پاک ہے اور محض اُسکا ارادہ یا حکم واسطے تخلیق اور جملہ نظامی کارروائیوں کے کافی اور وافی ہے۔ یقول کن فیکون فرض کیا جائے کہ اُسے باوجود ان صفات کمالیہ کے حیوانی شکل اختیار کی تو اُسکی کوئی غرض منجملہ اغراض فیہ ہی ہوگی (۱) عالم حوادث کا تماشا کرے (۲) دو ستون کو برکت دے دشمنوں کو مبتلائے بلا کرے (۳) نظام عالم تخلیق ممکنات کی کوئی کارروائی عمل میں لائے مگر یہ سب کام تو یوں بھی وہ بدرجہ اتم کر سکتا تھا پھر کیا وجہ داعی ہوئی کہ اُسے دوسرا روپ بھرا اور شان کبرائی کو خاک میں

۱۔ کسی شے کو کہتا ہے کہ موجود ہو جا پس وہ موجود ہو جاتی ہے ۱۲

ملا دیا (س) شاید نفس نفیس مصائب انسانی کا اندازہ کرنا یا لہذا جسمانی کا لطف اٹھانا مقصود تھا چنانچہ معتقدین حلول کی روایتوں سے ظاہر ہو کہ خالق کائنات نے عالم کائنات میں مصیبتیں جھیلین اور عیش و سرور کے بڑے بڑے مزے اڑائے ہیں۔

(ج) اولاً۔ جذبات عیب جسمانی سے پاک ہو اسکو ایسا شوق پیدا نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً۔ وہ عالم الغیب والشمس ہادیہ خود جانتا تھا کہ مصیبت کی تلخی عیش کی شھاس مخلوق کے ذائقہ پر کیا اثر ڈالتی ہو اسیلئے اس کے استدراک میں کوئی دوسری کوشش کرنی درحقیقت تحصیل حاصل کی کارروائی تھی جو حکیمانہ شان کے خلاف ہو۔

(س) شاید تعلیم اخلاق مراد رہی ہو یا یہ مقصود رہا ہو کہ اس کے بندے اپنے معبود کی زیارت سے سعادت حاصل کریں (ج) تعلیم اخلاق کی کارروائی انبیاء کی وساطت سے ممکن تھی جو درحقیقت انسان تھے مگر ملکوتی صفات کے جلوے اُنکی ذات سے عیان تھے۔ دنیا کے دارالامتحان میں حصول سعادت کا عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ انسان خدا کو نہ دیکھے اور محض قوت ادراک سے اپنے خالق کو پہچان لے اور جب خدا خود ہی تماشا ہے قدرت دکھاتا ہو اس بزم میں پہنچ گیا تو امتحانی پالیسی کی قوت گھٹ گئی اور عمدہ ذریعہ حصول سعادت کا منفقود ہو گیا (س) جب خدا اپنے افعال ارادے میں آزاد ہو تو وہ جو چاہے کر سکتا ہے انسان کی کیا مجال ہے کہ اپنے خالق پر اس کی آزادانہ کارروائیوں کے متعلق اعتراض کرے۔

گلن راجہ مجال ست کہ پرسد ز کلال اذ بہر جہ سازی و چرا می شکنی

(ج) یہ عامۃ الورد و عذر و حقیقت شکلات میں اہل مذہب کی بڑی مدد کرتا ہے لیکن ذوق سلیم چاہیے کہ موقع مناسب پر اسکو کام میں لائے۔ اس جگہ اگر یہ عذر معقول ہو تو راون کا گروہ بھی اپنے سرگروہ کی نسبت کہہ سکتا ہے کہ جو افعال ناشائستہ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ سب بنفاد آزادانہ اختیار جائز کے صادر ہوئے تھے کسی عورت کو لے بھاگنا بے گناہوں کو مارنا ایک مخلوق کے تیرون سے مجروح ہو کے کالبد خاکی کو چھوڑ دینا خالقانہ مذاق کے کرشمے تھے یہ نہ پوچھو کہ اُس نے ایسا بھونڈا مذاق کیوں کیا کیونکہ وہ خود مختار تھا کرتار ہا جو اسکو بھاتا تھا۔ سچ یوں ہے کہ اگر یہ عذر خلاف شان کارروائیوں میں بھی لائق قبول ہو تو ہر خدفت ریزہ سے جو فرش خاک پر پامال ہو رہا ہے اندیشہ کرنا چاہیے کہ کہیں خدا نہ داور مذاقاً ساکت و صامت بعالم ظاہر نہ بنا ہو۔ اب اُس خدفت ریزہ کو توڑ دو اور پوچھو کہ اگر وہ قادر توانا کا اوتار تھا تو کیوں مغلوب قوت انسان ہو گیا اسکا جواب دیا جائے گا کہ یہ بھی ایک خداوندی مذاق تھا اور بندگان خدا اُس پر نکتہ چینی کرنے کو مجاز نہیں ہیں۔ الحاصل ثمرہ ایسے عذر کا یہ ہو گا کہ شان الہی سلسلہ مذاق میں اُلجھ جائے اور کارخانہ عظمت درہم و برہم ہو۔

## الحجۃ الخامستہ

ہم لوگ فطرت سے مجبور ہیں ورنہ خدا کو حلق سے ایک بالشکے فاصلہ پر سڑانا اور فضلہ کو کشکول معدہ میں دیر تک لیے رکھنا وغیرہ وغیرہ سب باتیں

لطافت اور پاکیزگی سے منزّلون دومین اور میرا تو یہ خیال ہے کہ اگر انسانی روح کو اختیار  
 دیا گیا ہوتا تو ایسے دل و دماغ میں سما ناگوارا نکرتی جس سے اتنا قریب معدہ کا سٹنڈ اس  
 قائم کیا گیا تھا **و** تو انسانی ضرورتوں کو تم خوب جانتے ہو خدا کے لینے ذریٰ انصاف  
 کرو کہ پاک ذات پاک صفات نے لینے قالب میں آنکب گوارا کیا ہوگا (س) یہ سب  
 ایک ظاہری تماشا تھا لیکن حقیقت نہ وہ ذات پاک جسمانی قالب میں آئی اور نہ جسمانی  
 معائب سے متاثر ہوئی (ج) پھر ٹیکھنے والوں نے پریشان خواب دیکھا سننے والوں  
 نے فرضی قصے سننے عقلی مجالس میں اُنکا تذکرہ فضول ہے۔ جو لوگ آنکھیں پھاٹکے ایک  
 چیز دیکھتے اور کانوں سے ایک آواز سنتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ درحقیقت کسی چیز کا اور  
 کسی آواز کا وجود نہیں ہے اُن لوگوں کی قوت باضروہ سامعہ میں کوئی نقص ہو گیا یا انکار  
 بابت پر کمرباندھی ہوگی پس اب کوئی کہے تو کیا کہے اور سمجھائے تو کیا سمجھائے۔

## مخلوق کی پرستش اگرچہ منظر صفات الہی ہوں نا جائز ہے

دنیا کے سب مذہبوں سے پُرانابت پرستوں کا مذہب ہے شاخین اعتقاد کی بدلتی  
 رہی ہوں لیکن شعاربست پرستی جو انکے سب فرقوں کا مشترک اصول ہے مدتوں سے یکساں  
 چلا آتا ہے۔ اس اصول سے اختلاف کرنے والے فرقوں میں مسلمانوں کا فرقہ زیادہ سخت  
 مخالف ہے مگر انکی کتاب آسمانی میں جن انبیاءوں کے تذکرے تبلیغ کے تحریر ہیں اُن میں  
 سب سے پہلے فرح علیہ السلام ہیں اور اُنکے عہد میں یا اُنکے عہد سے پہلے بھی

مخلوق کی پرستش اگرچہ منظر صفات الہی ہوں نا جائز ہے

وودنسروغیرہ بتوں کا وجود تھا اور طوفان میں ڈوبنے والی قوم سرگرمی کے ساتھ  
 اُن بتوں کی پرستش کرتی تھی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالْوَالِدُ لِلْهَيْكَلِ وَلَا تَذُنُّنَ**  
**وَدَاوَالْأَسْوَاعَ وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا** (پارہ ۲۹ سورہ نوح رکوع ۴) - اس  
 قدامت کو دیکھ کے جستجو پیدا ہوئی ہر گم بنی آدم نے اس روش کو کیوں اختیار کیا اور اسمین کیا  
 دلاویزی ہر گم باوجود مردھور کے اور باوجود قوی مخالفین کے اب تک بہت بڑی حجت  
 انسانی جو دشمنانِ دین سے خالی نہیں ہر اُسی پرانی لکیر پر چلی جاتی ہے۔ مخصوصانہ جوش میں  
 دوسروں کو بے سمجھ کہدینا آسان ہے لیکن مہذب و مہند کا فرض ہر گم بنیاد رواج کو تلاش  
 کرے اور پھر دلیل ثابت کرے کہ یہ رواج ہر چند پُرانا ہے لیکن **عَفْوَ** واجب الترمک  
 ہے۔ چنانچہ اب میں اس رواج کی بنیادوں کو فقرات ذیل میں ظاہر کرتا ہوں۔ (۱) اگلے  
 زمانہ میں عقلی نشانی کی ابتدا تھی اور انسان میں اتنی قوت نہیں آئی تھی کہ حیات کا سہارا  
 چھوڑ کے میدان تصور میں بلند پروازی کر سکے زمانہ نے رفتہ رفتہ ترقیاں کیں اور اُس  
 اوج پر پہنچ گیا کہ ارباب زمانہ محض عقلیات سے استفادہ کریں اور جو کیفیتیں تصویری  
 متقدمین باماد حیات حاصل کرتے تھے انکو صرف اپنی قوتِ ادراکیہ سے حاصل کر لیں۔  
 اُسی اگلے زمانہ میں انسان کو ولولہ خدا پرستی کا پیدا ہوا اُسکی صورت تو کسی نے دیکھی تھی  
 اسیلے ہنرمندوں نے طبع آزمائیاں کیں اور اچھی سی اچھی صورتیں جو انکے خیال  
 میں آئیں اور جن پر اُسوقت کی ہنرمندی دسترس رکھتی تھی خلاقِ عالم کے لیے

بت پرستی کے دعوہ خطر

(ایک نئے دوسرے کو بھانجا کہ) اپنے معبودوں کو ہر گم بچھڑانا اور نہ وہ کو اور نہ سوانح کو اور نہ لغوث و دیوث کو (بچھڑانا) ۱۲

تجویز کر کے بنائی گئیں لیکن متوسط درجہ کا دشمن بھی باور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شکلیں واقعی خلاق عالم کی ہیں یا یہ کہ ذات باری اُس مصنوعی قالب میں جلوہ افروز ہو۔ پس اس درجہ کے سمجھ والوں نے اگر ایسی شکلیں تراشی ہوں تو انکا مقصد غالباً ہی رہا ہوگا کہ خالق بے مثل کی ایک مثال گھر میں رہے اور اسکو دیکھ کے اُس ذات پاک کی یاد ہر دم تازہ ہوا کرے اس دیدار مثالی سے ولولہ شوق کی رفتار تیز ہوئی مثل اور مثال کا امتیاز باقی نہ رہا عوام نے غرض اصلی کو فراموش کیا اور برکتوں کے نزول اور بلاؤں کے صدور میں ان فرضی صورتوں کو مؤثر حقیقی سمجھنے لگے۔ (۳) فطرت انسانی میں بشرطیکہ وہ اخلاق حسن سے بہرہ مند بھی ہو بڑوں کی عظمت کرنا اور نعمتوں کا شکر کرنا اور یاد رکھنا داخل ہے اسیلے جیسا کہ اب بھی اکثر قوموں کا معمول ہے قدیم زمانہ میں یاد گاری اکابر یا بغرض یاد دہانی کسی واقعہ کے حسین کسی انسان خواہ خیر ان سے واقعی یا خیالی فائدے حاصل ہوئے تھے کچھ صورتیں تراشی گئیں اور انکا اعزاز باظہار عظمت نیاز مندی کے ساتھ ہوتا رہا شدہ شدہ ضعیف الاعتقادوں نے خود باور کیا اور دوسروں کو باور کرایا کہ ان صورتوں کو نظام عالم میں دخل ہے اسیلے وہ پرستش کے مستحق ہیں۔ غرض اس طور پر بھی بے استحقاق معبودوں کی ایک جماعت کھڑی ہو گئی (۴) عالم اسباب میں برکات الہی کا نزول پڑے اسباب میں

الحجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے اپنے رسالہ المصنوعون علی غیرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔  
فالمثال فی حق اللہ تعالیٰ جائز والمثل باطل فان المثال ما یوضح المثل والمثل ما یشا بہ المثل  
پس مثال اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز ہے اور مثل باطل ہے کیونکہ حقیقت مثال ہے کہ شی کو ظاہر کرے اور مثل ہے کہ شی کو شبابہ

ہوا کرتا ہے بعض انسانی خیال نے دون ہمتی کا اظہار کیا سبب کو مسبب سمجھ اور بعض اظہار نیاز کے خیالی شکلوں کو اُس سبب کی طرف منسوب کر کے پوچھنے لگے۔ (۴۷) لغت عربی میں سجدہ کے معنی انقیاد اور حضور کے ہیں اور عرف میں اس لفظ سے ایک ہیئت بخاص مراد ہے جو باظہار عجز اور انقیاد کے اختیار کی جاتی ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ جبکی تعظیم مقصود ہو اُس کے روبرو تعظیم کرنے والا پیشانی زمین پر رکھ کے اپنی حقارت اور اسکی جلالت کا اظہار کرے۔ یہ ہیئت اگر باظہار عبودیت اختیار کی جائے تو سجدہ کو سجدہ عبودیت کہیں گے ورنہ وہ محض سجدہ تحیت سمجھا جائے گا۔ زمانہ سابق میں سجدہ تحیت کا جائز رواج تھا خداوند عالم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں یہ سجدہ وہی سجدہ تحیت تھا ورنہ سجدہ عبودیت کے حضرت آدم مستحق نہ تھے اور نہ خداوند عالم ایسا حکم دے سکتا تھا کہ مقدس روحین ایک مخلوق کی عبادت کر کے مشرک بن جائیں۔ یوسفؑ کو جو سجدہ اُنکے بھائیوں نے کیا تھا وہ بھی تحیت کا سجدہ تھا۔ چونکہ سجدہ درمیان اغراض تحیت عبادت کے مشترک تھا اسلئے عقلا کے سجدہ تحیت کو بعض مواقع میں نامہمون نے سجدہ عبودیت

۱ قال الله تعالى واذ قلنا للملائكة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابليس طابى والسكتكبر  
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سوائے شیطان کے سبھوں نے سجدہ کیا مگر شیطان  
کا بن من الکفرین (پارہ اول سورۃ البقرہ کو ص ۱۲)

۲ قال الله تعالى ورتقم ابوت على العرش وحواله سجداء (پارہ ۱۲ سورۃ یوسف کو ص ۱۲)  
فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور اونچا بٹھایا اپنے من بآپ کو اور تخت اور (برادران یوسف) اُسے آگے سجدہ میں گر پڑے ۱۲



سمجھا اور مسجود بالاحتیاء کو کسی درجہ کا موثر حقیقی سمجھنے لگے۔ یہ واقعہ کہ اب بھی باوجود روشن ضمیری کے طریقہ بہت پرستی چھوڑا نہیں جاتا لائق تعجب نہیں ہے کیونکہ مدتوں کی مہارت نے طبیعتوں میں معتقدانہ استقلال پیدا کر دیا ہے اور اتنے دنوں کا جما ہوا رنگ عقلی ترشح سے زائل نہیں ہوتا اور نہ پھیکا پڑتا۔ بہر حال جو تفصیل بیان کی گئی اُس سے ظاہر ہے کہ بعض افعال ابتداءً جائز طور پر نیک نیتی سے ہوتے رہے لیکن آگے چل کے خراب بیان پیدا ہوئیں اور شرک باسد کا نتیجہ ظاہر ہوا۔ واضعان قانون دنیاوی وقت ترتیب مجموعہ قوانین اُن نتائج کا پورا الحاظ کرتے ہیں جو فی نفسہ مضر رفہ خلاق ہیں اور کسی جائز فعل سے اُنکے پیدا ہونے کا احتمال غالب ہو اور اسی بنیاد پر وہ فعل قانوناً ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ دنیا کے ساتھ ہم لوگوں کا تعلق چند روزہ ہے اور یہ کالبہد جسم کہتے ہیں تھوڑے ہی دنوں کے لیے روح کا خیمہ گاہ ہے۔ روح ابدی ہے اور دوسرے عالم کا قیام اُسکے لیے سرمدی ہے لہذا دانشمندی کی بات نہیں ہے کہ ہم حیات دائمی کے سامان سے غفلت کریں اور بے احتیاطی سے وہ روش اختیار کریں جو ہمارے لیے یا ہمارے ہمجنسوں کے لیے خطرناک ہو۔ اسلام نے اسی اہم ضرورت کو پیش نظر رکھ کے سخت تاکید کی ہے کہ صورتیں نہ تراشی جائیں اور بطور تحیت بھی غیر خدا کو سجدہ نہ کیا جائے اس طرح جملہ ایسے امور جن سے احتمال شرک باسد کا تھا شرعاً ناجائز قرار پائے ہیں اور اگر طبیعت انصاف پسند ہو تو کوئی دور اندیش نہیں کہہ سکتا کہ اسلام کی یہ دور بینی بے محل

یا غیر ضروری تھی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سجدہ تحیت فی نفسہ شرک بالحد نہیں ہوا اور  
یاوگاری صورتوں کے بنانے میں بھی عاقلوں کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ موثر فی العالم  
خیال کی جائیں لیکن آخر ہماری سوسائٹی میں عقلمند بے عقل عالم و جاہل ہر طرح کے  
افراد شامل ہیں اور جیسا کہ تجربہ سے ثابت بھی ہو گیا اندیشہ صریح موجود ہے کہ آئندہ عوام  
افعال خواص کی غلط تعبیر کریں اور ورطہ شرک میں اُگموڈ و بننے کی رغبت پیدا ہو  
لہذا ہمدردی جنسی کے خلاف ہے کہ ہم عوام کی پروانگرمین اور ایسے افعال غیر فحش  
کے قریب ہوں جو ہمارے لیے نہ سہی مگر دوسروں کے لیے ذریعہ ہلاک ہو سکتے ہوں  
پسندی کہ شہری بسوز دبنار اگرچہ سرائیت بود برکنار

**سر ولیم میور صاحب** جو ہندوستان میں لفٹنٹ گورنر بھی رہ گئے ہیں  
بڑے ذی علم عیسائی تھے انھوں نے ایک کتاب موسوم بہ **لائف آف محمد**  
تحریر کی ہے ہر چند اپنے مذہب کی پاسداری انکی تصنیف سے عیان ہے لیکن بعض مقامات  
پر انکو انصاف پسندی نے یا اسلام کی روحانی قوت نے اقرار حق پر مجبور کر دیا ہے چنانچہ  
ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں ”وہ پہلا رکن **توحید** جسکی بنیاد عقل اور وحی پر ہے محمد کی  
شہادت سے استحکام کو پہونچا چنانچہ انکے پیرو ہندوستان سے مراکو تک ارباب توحید  
کے لقب سے ملقب ہیں اور تصویرون کی مانفت سے (اُن لوگوں میں بہت پرستی  
کا خطرہ مٹ گیا ہے“

اہل یورپ تصویرون کے بڑے شائق ہیں لیکن باوجود اس شوق کے صاحب مدوح کا

اقرارِ مصلحتِ امتناع سے ایک عمدہ سند ہے کہ تصویرون کے روکنے میں اسلام نے بڑی دوراندیشی برتی ہو۔ کسی جلیل القدر عظیم الشان مخلوق کو دیکھنا اور اُس کے بنانے والے کی عظمت کا خیال کر کے جبین عقیدت کو خاک نیاز پر رگڑنا و حقیقتِ شرک نہیں ہے بلکہ یہ بھی خدا شناسی کی ایک نشانی ہے کسی شاعر نے کہا ہے۔

جی چاہتا ہے صنعتِ صانع پہ ہونٹا  
بُت کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کرے

لیکن چونکہ یہ ایسی دیوانہ نیاز مندی ہے جس سے خدا شناسی کا عالم نورانی نکل رہا ہو سکتا ہے اسلئے نہ اس طریقہ کو عقل پسند کرتی اور نہ حکیم علی الاطلاق کی ذاتِ پاک سے امید ہو سکتی کہ اُس کو عزت قبول عطا فرمائے گا۔ (س) مسلمان بھی کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں ہیں اُسی طرح اگر کسی مخلوق کی طرف سجدہ کیا جائے اور اُس سے مقصود خالق کی عظمت ہو تو کیا مضائقہ ہے (ح) ممانعت کی ضرورت بلحاظ خیالاتِ انسانی داعی ہوئی ہے اور جہاں تک معلوم ہے اب تک کسی باوقفت گروہ کو یہ لغزش نہیں ہوئی کہ وہ کسی مکان کو خدا یا مؤثر حقیقی قرار دے بخلاف دیگر مخلوقات کے کہ ان کو بڑی بڑی جماعت نے مؤثر سمجھا اور اس طرح اُنکی روحانی عزت مٹ گئی۔ مشرکین عرب زمانہ جاہلیت میں کعبہ کو مؤثر نہیں جانتے تھے اور تیرہ سو برس سے زیادہ عرصہ ظہور اسلام کو گدرا اور مسلمانوں کے بہت سے فرقے اس عرصہ ممتد میں بلحاظ اختلاف عقائد بن گئے لیکن اُس گھر کو جبکہ شرفِ مسلم تھا کسی نے مؤثر حقیقی خیال نہیں کیا اسلئے کعبہ پر دیگر مخلوق کا قیاس کرنا غلط ہے اور اُسکی غلطی تجربہ سے بھی ثابت ہو چکی ہے (س) صوفیوں کے

تقدس کو بہت بڑا گروہ مسلمانوں کا تسلیم کرتا ہے اور اس صوفیانہ حلقہ کی عظمت ہے  
 کہ جب تک امام غزالی رحمہ اللہ اُس میں داخل نہیں ہوئے اُن پر اسرار حقیقت نہیں  
 کھلے (دیکھیے اُنکا رسالہ موسوم بمقتد من الضلال) لیکن اکثر مشائخ کے روبرو  
 اُن کے معتقدین سجدہ کرنا ذریعہ اکتساب سعادت جانتے ہیں اگر وہ سجدہ محمود  
 ہو تو پھر دوسری قوین جو سجدہ کرتی ہیں وہ کیوں غیر محمود کہا جاتا ہے۔ (ج)  
 صوفیہ کرام کا گروہ پُر شکوہ بے شبہ منتخب بندگان الہی سے ہے لیکن دانشمندی کا  
 فرض ہے کہ قبل تسلیم تقدس کے جانچ کر لیجائے کہ دعویٰ کرنے والا حقیقت اسلامی  
 صوفی ہے یا یہ کہ دوستوں کے بھیس میں اُس مجموعہ اخلاق کا شیرازہ توڑ رہا  
 ہے جسکی ترتیب مجتہدان صوفیہ نے کی تھی اور اُس کیلئے سعادت کی مٹی پلید  
 کر رہا ہے جسکو ان بزرگوں کے دست حق پرست نے بڑی محنتوں سے تیار  
 کیا تھا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ کی رفعت شان اُنکی تصنیفات سے  
 ظاہر ہے اور آج اسلام کو فخر ہے کہ پیروان مذاہب دیگر میں ایک بھی مثل اس  
 اسلامی فلسفی کے دقیقہ رس متقی بلند خیالی موجد نشان نہیں دیا جاتا عیسائیوں  
 کو اُن خطوط پر بڑا ناز ہے جسکی نسبت حواریوں کی طرف کی جاتی ہے لیکن سچ یوں  
 ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ کی تصنیفوں نے اُن سب کا وزن ہلکا اور رنگ بھیکا کر دیا  
 یہی قدسی نفس کبھی گوارا نہیں فرماتے تھے نہ صوفیان با صفا گوارا کرتے کہ اُنکا کوئی عقیدہ غیر خدا کو  
 سجدہ کرے اور گناہ کبیرہ خواہ شرک فی العبادۃ کا مجرم بنجائے۔ قتائے عالمگیری

ایک مستند کتاب فقہ کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر خدا کو تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر یہ سجدہ بغرض عبادت خواہ بلا کسی نیت کے کیا جائے تو وہ منہج بکفر ہوتا ہے۔  
ہر گاہ سلسلہ بیان یہاں تک پہنچ گیا اسلئے میں ایک مختصر کیفیت تصوف کی گزارش کرتا ہوں۔

## التَّصَوُّفُ

یہ لفظ صفا سے بنا یا گیا ہوا صوف سے مگر صوفی وہ ہے جس کا دل دنیاوی کمورتوں سے پاک اور خدا کی محبت سے معمور ہو سید الطائفة جنید بغدادی نے فرمایا ہے **التَّصَوُّفُ أَنْ تَكُونَ مَعَ اللَّهِ لَا عِلَاقَاتٍ** اور رویم کہتے ہیں **التَّصَوُّفُ اسْتِزْسَالُ النَّفْسِ مَعَ الْحَقِّ عَلَى مَا يُرِيدُ** اور ب سے بہتر تصوف کے

**۱۱** **مَنْ عَالَمِيٌّ يَنْتَحِرُ بِهَا التَّوَاضُّعَ لِعِزِّ اللَّهِ حَرَامٌ كَذَلِكَ فِي الْمُنْقَطِ مِنْ سَجْدَةِ السُّلْطَانِ** تواضع دیگر شرعی واسطے غیر اللہ کے حرام ہے ایسا ہی لکھا ہے نقطہ میں جو ذکر کے بادشاہ کا  
علو وجہ التَّخِيَّةِ اَوْ قَبْلُ الْأَرْضِ بَيْنَ يَدَيْهِ لَا يَكْفُرُ وَلَا كُنْ يَأْتُمُّ لَا رَتَّكَابُ  
بطور تحیت کے یا زمین پر بس ہول کے سامنے تو کا فرہنگ لیکن گنہگار ہو گا بوجہ ارتکاب سخت گناہ  
الکبيرة هو المختار وقال الفقيه ابو جعفر وان سجد السُّلْطَانِ بَنِيَّةُ الْعِبَادَةِ  
کے یہ قول مختار ہے اور کما فقیہ ابو جعفر نے اگر سجدہ کرے بادشاہ کو بہ نیت عبادت کے یا کوئی  
اولم یحضره الذیہ فقد کفر کذا فی جواهر الاخلاص ۱۲  
نیت نہ ہو تو کا فرہنگ ایسا ہی لکھا ہے جو اہرا خلاصی میں ۱۲ **۱۱** تصوف یہ ہے کہ  
بہ ترک تعلقات خدا کے ہو رہو **۱۲** تصوف نام ہے اپنے نفس کے چھوڑ دینے کا خدا کے ارادہ پر ۱۲

اصطلاحی معنی ابو محمد جریری نے یوں بیان کیے ہیں التَّصَوُّفُ الدُّخُولُ فِي  
 كُلِّ خَلْقٍ سَنِيٍّ وَآخِرُهُ سَجْدٌ مِنْ كُلِّ خَلْقٍ دَنِيٍّ مسلک تصوف کا بڑا رکن زہد ہوا اور  
 امام محمد غزالی جہ سے اپنی تصنیفات میں لکھ دیا ہے کہ زہد کا کمال یہی ہے کہ وہ خدا کی محبت  
 میں اس طرح مستغرق ہو کہ نعیم جنت کی تمنا اور عذاب دوزخ کا اندیشہ باقی نہ رہ جائے۔  
 ایسے ہی زہادوں کو دلی بھی کہتے ہیں جنکی تعریف ابو علی گورگانی نے ان الفاظ میں  
 کی ہر الْوَلِيِّ هُوَ الْفَائِي فِي حَالِهِ وَالْبَائِي فِي مَشَا هَذِهِ الْحَقِّ كَمَا يُمْكِنُ لَهُ  
 عَنْ نَفْسِهِ اِخْبَادٌ وَلَا مَعَ غَيْرِ اللَّهِ قَرَارٌ اِیْنِمَہ یہ خیال کرنا کہ قتانی حب اسد  
 ہو جانے والے فواہا شرعی سے آزاد ہیں ایک نفسانی وسوسہ و شیطانی سفسطہ  
 ہے کیونکہ خدا نے تو خود اپنی دوستی کا معیار رسول اسکی تبعیت کو قرار دیا ہے۔ قال اللہ  
 قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يَحْبِبْكُمُ اللّٰهُ - (پارہ ۳ سورہ آل عمران  
 رکوع ۴) سعدی علیہ الرحمہ اسی معیار کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

خلافت پیمر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید  
 رسالہ تشبیہ میں تحریر ہے مَنْ شَرَطَ الْوَلِيَّ اَنْ يَكُوْنَ مَحْفُوْطًا كَمَا اَنْ يَنْ شَرَطَ

۱۱ تصوف اختیار کرنا ہے تمام اخلاق بلند کا اور نکلنا ہے اخلاق پست سے ۱۲  
 ۱۳ ولی وہ ہے کہ اپنے خیال میں فانی اور مبشادہ حق (اسرار الہی) باقی ہوا اسکے لیے غیر ممکن ہے کہ اپنے  
 حال سے خبر ہے یا غیر خدا کے ساتھ قرار پکڑے ۱۴

۱۵ ۱۶ لیے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ اگر تم اسکو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمکو دوست رکھے گا ۱۷  
 ۱۸ ولی کی شرط یہ ہے کہ (گناہوں سے) محفوظ ہو جیسا کہ نبی کے لیے شرط ہے کہ معصوم ہو پس جس شخص پر  
 شرعاً اعتراض وارد ہوا اُسے فریب کھایا ہے اور دھوکے میں پڑ گیا ہے ۱۹

الْبَيْتِ أَنْ يَكُونُ مَعْصُومًا فَكُلٌّ مِنْ كَانَ لِلشَّرِّ عَلَيْهِ إِعْتِزَالٌ هُوَ مَعْرُوفٌ  
 مُحَمَّدٌ عَلَاءُ الدِّينِ أَبُو بَكْرٍ ابْنُ سَعْدٍ كَاشَانِي نَسَبٌ بَسِيجٌ فَرَايَا هُوَ الْمُؤْمِنُ وَإِنْ عَلَتْ  
 دَرَجَتُهُ وَارْتَفَعَتْ مَازِلَتُهُ وَصَادَ مِنْ حُجَلَةِ الْأَوْلِيَاءِ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ الْعِبَادَاتُ  
 الْمَفْرُوضَةُ فِي الْقُرْآنِ مِنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهَا وَمَنْ زَعَمَ  
 أَنَّ مَنْ صَادَرِ لَيْثًا وَوَصَلَ إِلَى الْحَقِيقَةِ سَقَطَتْ عَنْهُ الشَّرِيعَةُ فَهُوَ مُلْحَدٌ  
 لَمْ يَسْقُطِ الْعِبَادَاتُ عَنِ الْأَنْبِيَاءِ فَكَيْفَ يَسْقُطُ عَنِ الْأَوْلِيَاءِ شَتَكِلِينَ اِسْلَامِ  
 نے ولی کی یہ تعریف کی ہے کہ اُس کے اعتقادات صحیح و مدلل اور اُس کے اعمال شریعت محمدی  
 کے موافق ہوں اور امام المتکلمین فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ وہ قرب جو اولیاء الدہ کو  
 حاصل رہتا ہے اُسکی حقیقت یہ ہے کہ قلب صنوبری نور معرفت میں ڈوبا ہو مصنوعات میں  
 اس کی نشانیوں کا احساس ہوا کرے زبان سے حمد الہی کی صدا نکلے اور حرکات کی  
 غایت ایسی خدمت ہو الغرض ہر ایک کوشش پروردگار ہی کی اطاعت میں صرف کی جائے  
 تارکان عمل کا یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کہ ولولہ عشق الہی نے اوامر و نواہی سے بیخبر  
 کر دیا ہے کیونکہ مخموران بادۂ عشق توستی میں بھی خلافت مرضی معشوق کوئی عمل نہیں کرتے  
 ہیں۔ بنگ نشان جلسہ غفر و حضرت محی الدین عربی سے زیادہ مرست جام محبت تسلیم

۱۰ مومن ہر چند درجہ بلند اور مرتبہ ارجمند پر فائز ہو سکے اولیاء اللہ کے ذمہ میں داخل ہو جائے تاہم نماز و  
 روزہ و زکوٰۃ وغیرہ عبادات محکومہ قرآن سے سبک دوش نہیں ہوتا اور جو شخص گمان کرے کہ اولیاء و مہلان جن  
 پابندی شریعت سے آزاد ہو جاتے ہیں وہ مٹھ ہو۔ ذمہ داری عبادات سے انبیا بری نہیں ہوئے اولیاء و ان  
 کی براءت اس ذمہ داری سے کیونکر ہو سکتی ہے؟ ۱۲

نہیں کیے جاسکتے مگر ہم سنتے ہیں کہ اُن پر عرصہ تک حکمران بنی ہوئی طاری رہا اور اُس حالت میں بھی خدا پرست بندہ صالح نے نہ اوامر شرعی کو ترک کیا اور نہ منہیات کے مرتکب ہوئے۔

**نقل ہے کہ** بایزید بسطامی ایک شخص کی ملاقات کو تشریف لے گئے جسکی نسبت اُن دنوں مشہور تھا کہ درجہ ولایت پر فائز ہے لیکن یہ دیکھ کے کہ وہ شخص قبلہ کی طرف تھوکتا ہوا اتنے منتظر ہوئے کہ سلام تک نہیں کیا اور یہ کہتے ہوئے واپس چلے آئے کہ جو بے ادب ضوابط شرعی کا پابند نہیں ہے وہ کب امین اسرار الہی ہوگا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر کے علوے مرتبت سے اسلامی دنیا واقف ہو انکی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا مگر وقت داخلہ مسجد بایان پائون آگے بڑھایا حضرت شیخ ترک سنت پر ایسے برہم ہوئے کہ آنے والے کو نکلوا دیا اور فرمایا کہ جو شخص دوست کے گھر میں باادب آنا نہیں جانتا وہ اس قابل نہیں ہے کہ صوفیوں کے حلقہ میں بیٹھے۔

ان اسناد سے ظاہر ہے کہ صوفیان باصفا کی کیا سیرت اور کیا روش تھی۔ خدا رسیدہ ہونا تو بڑی بات ہے شیخ ابوسعید کے طرز عمل سے یہ پتا چلتا ہے کہ مستحبات کا تارک بھی یہ قابلیت نہیں رکھتا کہ صوفیوں کا شریک جلسہ ہو سکے۔ قدام صوفیہ کے عموماً ویسے ہی خیالات تھے جنکا نمونہ ہمنے دکھا دیا۔ وہ بزرگوار مستحبات شرعیہ کو بطور فرض واجب الادا جانتے تھے اطوار پاکیزہ تھے اخلاق ستودہ تھے لیکن فتنہ دائرہ سعادت مٹ گیا حکماء اسلام کی فرشتہ خصال جماعت اُٹھ گئی خانقاہوں میں جاہل شعبہ باز دم مدار کہتے ہوئے کو دھڑے بساط شرع کو ٹوٹنا شروع کر دیا اُن کے



غوغائے بے معنی سے عقل کا دماغ پریشان ہو گیا اور غیر قوموں کو جو اس راز سے ناواقف  
ہیں موقع ملا کہ ناقصوں کے ناقص افعال کی سند لائیں اور اسلام کی مہذب روش پر  
الزام لگائیں۔ اچھوں میں بُرے بُروں میں اچھے ہمیشہ سے رہتے آئے ہیں لیکن اگلے  
زمانہ میں سچے صوفیوں کی معقول جماعت برقرار تھی جسکو تغیرات زمانہ نے توڑ دیا  
اور صوفیوں کے بھیس میں اس قدر خود غرض دنیا دار بھیل گئے ہیں کہ سچوں کا جھوٹا  
سے امتیاز کر لینا دشوار ہو گیا ہے۔ اب بھی دنیا قدسی صفات بزرگوں سے خالی نہیں  
ہو لیکن باستثناے چند جو امور بالہدایت ہیں غالباً عام عارفان طریقت کو اہل جلسہ  
کی بدتمیزیوں نے شرم دلائی اور غیر مندوں نے اپنا نورانی چہرہ بالقصد نقاب  
خفایں چھپا لیا ہے۔

تئویر قلبی کی کیفیتیں قلب انسانی میں جو گنجینہ اسرار الہی ہو ہیں طریقہ سے پیدا  
ہوتی ہیں اور کبھی متعدد طریقے ایک ہی شخص میں اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔

پہلا طریقہ وہی ہے اور خدا نے چند مقبول بندوں کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ گرمی  
شوق سے خود بخود جل اُٹھے اور اپنے نور ہدایت سے دوسروں کو بھی بہرہ مند  
سعادت کر دیا۔ ایسے برگزیدگان خدا کے دل و دماغ دوسرے ہوتے ہیں  
اور بوجہ فطرتی مناسبتوں کے وہ مبداء فیاض سے تربیت پاتے ہیں اور بے رحمت  
طلب روحانی برکتیں انکی بلا گردان رہتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اسی طریقے سے  
فیضیاب ہوئے چند صادق الایمان پیروان ملت کو بھی اس طرح کے فیض سے

بہرہ مندی ہو چکی ہو اور ممکن ہو کہ اب بھی ہوتی ہو۔

**دوسرا طریقہ** یہ ہو کہ دنیا کے تعلقات کم ہوں زہد و تقویٰ و اتباع سنت کے ساتھ خاص دل آویزی ہے تلاوت قرآن اور فکر معانی سے خوف و خشیت کی کیفیت صدق و محبت کا جوش و ملین پیدا کیا جائے یہ طریقہ بالذات خدا پرستی اور حق شناسی کا ہے لیکن آئینہ دل بھی ضامن صاف ہو جاتا ہے۔ اسرار الہی کے جلوے نمایاں ہوتے ہیں اور اشراق قلبی کی کیفیت کا لبد خاکی کو بقعہ نور بنا دیتی ہے۔ صحابہ کرام اور صالحین سلف نے یہی روش اختیار کی تھی اور بخیر منزل مقصود کو پہنچ گئے اور اب بھی جس بلند حوصلہ کو وصول الی اللہ کی تمنا ہو حتی الوسع اسی شاہ راہ پر چل پڑا ہو جس میں نہ کسی راز خفی کا پیچ ہو اور نہ اُسکے مسافروں کو شیطانی رہزنی کا زیادہ خطرہ ہو۔

**تیسرا طریقہ** ذکر و شغل کا ہو اس طریقہ میں کم کھانا کم سونا ترک و تجرید ذرائع استفادہ ہیں۔ ذکر الہی کے کچھ ضوابط مقرر ہیں اور تصور رات کے قوی کرنے کی چند تدبیریں بتائی گئی ہیں جو نفسانی قوتوں کو کمزور کر کے بموجب تقویت روح انسانی ہوتی ہیں اس راستہ پر چلنے والوں کا قلب صنوبری جلد روشن ہو جاتا ہے اور کم و بیش واقعات غائب از نظر اُسپر منکشف ہو چلتے ہیں۔ متوسط درجہ کے حاملوں کی توجہ میں بھی اثر آجاتا ہے کہ دوسروں کے قلوب کو مغلوب کر کے بخود ہی کی حالت طاری کر دیں۔ یہ طریقہ بالذات واسطے صفائی قلب کے ایجاد کیا گیا ہے لیکن جب قلب صاف ہوا

اور روح کو کہ ورت جسمانی سے آزادی ہو گئی تو پھر لوح دل پر جو نقش مطلوب ہو آسانی  
 لکھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ رہروان طریقہ ذکر میں خوش نصیب ارادتمند باتباع شریع  
 وباستمداد اخلاق حسنہ خدا کی محبت کو اپنے سینہ میں بھر لیتے ہیں اور انکا آئینہ کدول  
 منظر انوار تجلی ہو جاتا ہے لیکن کوتاہ اندیش پست خیال طالب اسی قلبی صفائی کو منزل  
 مرادات سمجھ کے قناعت کر لیتے ہیں اور مسمریزم کے ہم شکل تماشے دکھا کے مسلمانوں  
 کو طریقہ سنیہ محمدیہ سے بہکاتے ہیں۔ اکثر عوام اور بعض پکے دل والے خواص  
 جنکو درحقیقت رضاے الہی کی جستجو ہوتی ہے یہ کرشمے دیکھ کے کرامت کا یقین  
 کر لیتے ہیں اور انکا نیک نیت قافلہ رہزنوں کے ہاتھ لٹ جاتا ہے۔ یہ طریقہ اسلام  
 کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں رکھتا یونانی حکماء اشراق اس فن کے بڑے  
 ماہر تھے جو گیدون نے بھی اُسکی مشق میں بڑا کمال حاصل کیا تھا۔ صفائی قلب بیشک  
 ایسی صفت ہے جو ہر مذہب و ملت میں مدوح ہے کیونکہ اسکو ہر خیال کا آدمی اپنے  
 مذاق کے موافق کام میں لاسکتا ہے لیکن میں باصرار رکھتا ہوں کہ محض اسی اشراق  
 کو اسلامی تصوف سمجھنا اور صاحبان اشراق کی پیروی میں طریقہ سنت کو چھوڑ دینا  
 اعتقاد کی مستی اور عقل کی تیرگی ہے۔

ماہران فن حدیث فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کی تعلیم پیغمبر علیہ السلام سے مروی  
 نہیں ہے لیکن صوفیوں کا گروہ جسکا تقدس لائق تسلیم ہے ظاہر کرتا ہے کہ بطور راز اُسکے  
 اصول و دقائق بعض صحابہ کو بتائے گئے تھے۔ بہر حال چونکہ ضوابط مقررہ کے ساتھ

خدا ہی کا ذکر کیا جاتا ہے اور صاحبین سلف رحمہم اللہ نے انکو قبول کر لیا ہے اسلئے اُس پر  
 جرح و قبح کرنا داخل نافہمی ہے لیکن درمیان اشراق اور اسلامی تصوف کے فرق نہ کرنا تو  
 اُس سے بھی زیادہ بے امتیازی ہے۔ ہیولاے اشراق کو حکماء اسلام نے ہر چند  
 بصورت مرغوب نہایا کر دکھایا لیکن پھر بھی اُس میں چند نقائص باقی رہ گئے ہیں۔  
 اولاً۔ یہ رنگ اپنے طرز میں خوشنما اور کسی قدر شوخ ضرور ہے مگر ہر در حقیقت خام  
 یعنی جیسا کہ جلد چڑھ جاتا ہے ویسا ہی سریع الزوال بھی ہے۔

ثانیاً۔ ہر چند اس طریقہ پر چل کے طالب منزل مقصود تک تھوڑے دنوں میں  
 پہنچ جاتا ہے لیکن راستہ ہفت خوان رستم کا سا خطرناک اور دشوار گزار ہے۔ دیو نفس  
 مختلف اشکال میں برسر مقابلہ آتا ہے اور روح شیطانی دوست و دشمن کے پیرایہ میں  
 کوششیں کرتی ہے کہ راہ رو کو قعر گمراہی میں ڈھکیل دے اور یہی وجہ ہے کہ تھوڑے  
 افراد منزل سعادت پر پہنچتے ہیں۔

ثالثاً۔ اکثر ضعیف القلب حرارت ریاضت کو برداشت نہیں کر سکتے اور  
 کم و بیش عوارض دماغی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خیالات کو ساتھ لے کے یہ  
 لوگ تنہائی میں یا وحشت ناک ویرانوں میں اسماءِ اکہی کا ذکر کرتے ہیں اور  
 کمزور طبیعتیں مغلوب و اہمہ ہو کے متاع عقل و ہوش کھو دیتی ہیں۔ ایسی  
 صورت میں کہا جاتا ہے کہ ورد اسماءِ جلالی کی ترکیب بگڑ گئی اور اُسی نے  
 یہ اثر دکھایا ہے حالانکہ خدا کا ذکر کسی حال میں باعث وحشت نہیں ہے بلکہ اُس سے تو

ہمیشہ اطمینان قلبی حاصل ہوتی ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَذْكُرُ اللَّهُ**

**تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (پارہ ۳ سورہ الرعد رکوع ۴)

دو پچھلے نقص زیادہ سنگین ہیں اور انکی آفتوں سے بچنے کے لیے ضرور  
ہے کہ دانشمند اُستاد یعنی پیر روشن ضمیر کا ساتھ ہو تاکہ وہ طالب کے مناسب حال  
ریاضتوں کی تجویز کرے اور قوت طبعی کا اندازہ کر کے وظیفہ خوانی کا موقع و محل  
بتائے اسکی نگرانی میں بے سمجھ نوآموز شیطانی و سوسون میں پڑنے کے اشراقی حالت  
پر قناعت نہ کرے اور وصول الی اللہ کی طلب چھوڑے ایجابی الشریع کی جبرائیم  
کا مرتکب نہ ہو چلے۔ اگر معلم ناقص ہے تو پھر متعلم جس حالت دار کو پہنچ جائے اُسپر  
تعجب کی کیا وجہ ہے۔

**فَمَنْ يَكُنِ الْغَرَابُ لَهُ دَلِيلًا يَمُرُّ بِهِ عَلَى جَيْفِ الْكَلَابِ**

**نقل** ہے کہ شیخ احمد جامی نے جب مودود چشتی کو سجادہ شریعت پر بجائے انکے  
عالی قدر بزرگوں کے بٹھایا تو جانشینی کو قید علم کے ساتھ مشروط کر دیا تھا اور یہ  
بزرگانہ نصیحت کی تھی کہ آپ بفعل سجادہ کو طاق پر رکھ دین اور تحصیل علم کی کوشش  
کرین کیونکہ زاہد بے علم شیطان کا سحر ہوا کرتا ہے۔ (نفحات الانس) عام زاہدوں  
سے قطع نظر اگر صدر نشینان بزم ہدایت یعنی پیران طریقت خدا نخواستہ بے علم ہوں

**۱۱** سن لو خدا کی یاد سے دلون کو سنگین ہوتی ہے۔ ۱۲

**۱۲** جسکا رہنما کو اُپس کی رہنمائی راہ رو کو بوسیدہ غش سگ کی طرف لجا لگی۔ ۱۳

اور خود انھیں کے ساتھ شیطان کو ٹھٹھول کی جرأت حاصل ہو تو غور کرنا چاہیے کہ ان کے  
 متقیدین کی کیا گت ہوگی۔ وہ علما سے ظاہر جنگ و صوفیانہ چاشنی سے بہرہ مندی نہیں  
 ہی عابدان بے علم سے برتر ہیں چنانچہ ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے حضور میں ایک عابد اور ایک عالم کا تذکرہ ہوا حضور نے فرمایا کہ عالم کا  
 درجہ عابد سے اتنا بڑھا ہوا ہے جتنا کہ میرا درجہ اُس شخص سے عالی ہے جو تم میں سب سے  
 ادنیٰ ہو پس حیف ہے کہ کار فرمایان طریقت جنگی زیارت ذریعہ سعادت دارین خیال کیجائی  
 ہو اُس پایہ پر بھی فائز نہ ہوں جو علما سے ظاہر کو حاصل ہوا سیلے پر طریقت کو عالم زاہد  
 ہونا چاہیے نہ زاہد بے علم۔ اکثر صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع زہاد و علم تھے  
 مگر واسطے تحصیل علم کے انکو کسی درس گاہ میں جانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ لوگ  
 دریائے علم کے فیض صحبت سے سیراب تھے۔ اب بھی مدعیانِ نجات اپنی بہرہ مندی  
 تربیت الہی سے ظاہر کرتے ہیں لیکن ایسے بہرہ یاب امام محمد غزالی کے عہد میں کیاب  
 تھے اور ہمارے زمانہ میں تو حق یوں ہے کہ نایاب ہیں۔

کیمیائے سعادت میں بعد تردید دعویٰ ایسے مدعیان کے تحریر ہے ”بلکہ فضل بر علم  
 کسی (زاہد سے) راہ بود کہ در ان حال چنان کامل شدہ باشد کہ ہر علم کہ بدین تعلق دارد  
 و دیگران را بہ تعلم بودا و خود بے تعلم بداند و این سخت نادر بود“ زمانہ کی ضرورتیں اُسکی  
 حالتوں کے موافق تغیر پذیر ہوتی ہیں اور دانشمند سمجھ سکتے ہیں کہ اس دور میں  
 ملت کے ہر سرگروہ کو جو دین متین کے انصار ہیں علاوہ علم تفسیر و حدیث و تفسیر فی الدین کے

علم کلام سے بھی بہرہ مند ہونا چاہیے کہ مخالفوں کے حملوں کا برجستہ جواب میں اور اپنے معقدوں کے اعتقادی شہوں کو استدلالاً دفع کر سکیں۔ صوفی کامل کی خشتِ مشکل ہو لیکن میرا یہ خیال ہے کہ وہ صفات ذیل سے پہچانا جاسکتا ہو۔

اولاً۔ متقی پرہیزگار اخلاقِ حسنہ سے پیراستہ اور احکام شرعی کا پابند ہو۔  
ثانیاً۔ بقدر معتد بہ علوم دینی سے واقفیت رکھتا ہو۔

ثالثاً۔ اُسکی دلپذیر فصاحتیں دل پر اثر ڈالتی ہوں اور اُسکی صحبت میں قلب کو رجوع الی اللہ کا ولولہ پیدا ہو طوالبان حقیقت کو مولاناے روم کا یہ شعر اور اُسکا مضمون پیش نظر رکھنا چاہیے۔

لے بسا البیس آدم ہے ہست پس بہرے تے نباید داد دست

چھ فرقوں کے معقدات کے نسبت میں سنے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا اب ساتواں فرقہ باقی رہا جو وحدت کا قائل اور شرک فی الذات و فی الصفات و نیز شرک فی العبادات کا سخت مخالف ہے۔ اس فرقہ میں بہت بڑا اور نامور گروہ اسلام کا ہے اور میں اُسی گروہ میں شامل ہوں ایسے مجھ پر فرض ہے کہ حقیقت اسلام کو تحریر کروں اور کچھ تذکرہ بانی اسلام اور اُس کتاب کا بھی لکھوں جسکی تعلیم دیگر کتب سادیہ کی تعلیم سے اکمل کہی جاتی ہے۔

الاسلام

لغت میں اس لفظ کے معنی انقیاد اور فرمان پذیری کے ہیں اور اگر اُسکا

استعمال سادہ سادہ معنی لغوی کیا جائے تو وہ اس اطاعت پر بھی حاوی ہے جو خادماً  
واسطے اپنے آقا کے کرتا ہے اور جسکو رعیت بحضور بادشاہ وقت عمل میں لاتی ہے لیکن  
عرف شرع میں معنی لغوی کا دائرہ تنگ کر دیا گیا اور شرعاً مسلم اسی شخص کو کہتے ہیں  
جو منقاد اور فرمان پذیر شریعت الہی کا ہو۔ یہ فرمان پذیری واقعی اور ظاہری دونوں  
طرح ہو سکتی ہے لیکن کون نہیں جانتا کہ کمال اطاعت یہی ہے کہ باطن میں خلوص  
نیاز مندی موجود ہو اور ظاہر میں ایسی کارروائیاں کی جائیں جو مقتضایہ اطاعت  
و فرمان برداری متصور ہوں پیغمبر علیہ السلام نے اسلام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ  
وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ  
وَتَقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُوْنَةَ الزَّكٰوةِ وَ  
تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتُحْجَّ الْبَيْتَ اِنْ  
سْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (رواہ مسلم  
عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے۔  
اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ سوا اے اللہ  
کے کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول  
ہیں اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔ رمضان  
کے روزے رکھے اور حج کعبہ کرے بشرطیکہ  
طاقت سفر موجود ہو۔ روایت کی مسلم نے  
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے۔

بعض حدیثوں میں منجملہ اعمال کے صرف روزہ و نماز کا تذکرہ تعریف اسلام میں  
ہوا ہے اور بعض میں زکوٰۃ کا اضافہ ہوا مگر حج کعبہ کا تذکرہ متروک رہا اس لیے ان  
سب پر نظر کر کے یہاں صحیح پائی جاتی ہے کہ حدیثوں میں تعریف اسلام بجا اخصاص  
و علامات انقیاد کی ہوئی ہے اور مناسب حال استفسار کرنے والوں کی وہی علامتیں



بیان کی گئیں جنکی ضرورت بھی لئی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا** کما یدخل الایمان فی قلوبکم

(پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲)

بادیہ نشینان عرب زبانی اقرار کلمہ توحید اور شہادت کا کرتے تھے کم و بیش احکام شرعی کو بھی طوعاً و کرہاً بجا لاتے تھے لہذا وہ مسلمانوں کے گروہ میں شامل سمجھے گئے اور انکے ساتھ مومنوں کا سا برتاؤ ہوا کیا لیکن اس دنیاوی برتاؤ سے انکو کوئی فائدہ اخروی ممکن نہ تھا کیونکہ خدا کی نگاہ قلب پر ہر اور جب تک وہ فرمان پذیر نہ ہو ظاہری اطاعت کی عالم الغیب کے سرکار میں کیا قدر ہو سکتی اور کیا قیمت مل سکتی ہے۔

**قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

**إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ** کہ اللہ تمھاری صورتوں اور تمھارے اموال کو نہیں

**وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ** دیکھتا ہے ان وہ تمھارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے

(رواہ مسلم)

ہاں وہ فرمان پذیر ہی جو قلبی نیا زندگی کے ساتھ ہو سچان اللہ اسکا کیا کہنا وہ تو عین ایمان ہے اور حصول برکات اخروی کا اسی پر دار و مدار ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم میں اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں بسیط تقریریں کی ہیں اور اسلام

**۱** بادیہ نشینان عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہے بغیر ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو کہ مسلمان ہو گئے ہو اور ایمان کا تو ایک تمھارے دلوں میں گذر بھی نہیں ہوا ہے ۱۲

وایمان کا فرق دکھایا ہے اور دوسرے عالموں نے بھی اس خصوص میں بہت ہی کچھ طبع آزمائی کی ہیں لیکن اصل بات اسی قدر ہے کہ اظہار اطاعت عملی و اعتقادی کا نام اسلام اور خصوص عقیدت کا نام ایمان ہے۔ جناب سالت اب صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ان کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

اَن تُوْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكِتٰبِهٖ وَرُسُلِهٖ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُوْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِ  
وَشَرِّهٖ (رواہ مسلم عن عمر بن الخطاب)

ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے اللہ پر اور اُس کے فرشتوں  
و کتابوں و رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اچھی  
بڑی تقدیر آئی پر۔ (روایت کیا مسلم نے عمر بن الخطابؓ)

اسلام اپنی خوبیوں میں ترقی کر کے ایمان بن جاتا ہے اور ایمان عملی حسنات سے ہمہوش ہو کے انسان کو فرشتوں کا ہم پایہ بنا دیتا ہے۔ ایمان کی آب و تاب ہر چند گناہوں سے گھٹ جاتی ہے لیکن جب تک اعتقاد میں لغزش نہ ہو اعتقاد کرنے والا مومن ہے اور بتفاوت مراتب ان حقوق کے استفادہ کا اُس کو حق حاصل ہے جسے قدرت نے مومنوں کو عطا کیے ہیں۔ قرآن و حدیث میں اسلام اور ایمان کا استعمال معانی مختلف میں ہوا ہے بعض مواقع میں انکی سادہ حقیقتیں مقصود بیان ہیں اور بعض مقامات پر اسلام کامل مراد ایمان و ایمان کامل محلی بہ محاسن اعمال مراد ہے سمجھنے والے بقرائن حالات ان معانی میں معنی مقصود کا تعین کر سکتے ہیں لیکن جہاں محض ایمان کی بنیاد پر مراحم جان فزا کے وعدے خدا نے کیے ہیں وہاں ایمان مع اعمال مراد لینا اور مرکبان گناہ کو ان وعدوں سے محروم بتانا مفسرون کی تنگ ملی ہے۔

## تنبیہ

مومنوں کے لیے ایک طرف بڑے بڑے وعدے انعام و مرحمت کے منصوص ہیں اور دوسری طرف تارکانِ عمل خیر و مرتکبانِ معاصی کو بلا تفریق مومن و مشرک کے روح فرسا عذابِ اخروی کی دھمکیاں دی گئی ہیں۔ واسطے تطبیق وعدہ و نذر و عید کے عالمانہ خیالات میں جنبش پیدا ہوئی اور دقیقہ سخنوں نے اپنے اپنے مذاق کے موافق تاویلین کیں بعضوں نے اعتقاد و عمل دونوں کو جزوِ ایمان قرار دیا اور بعضوں نے اعمالِ شرعی کو عینِ ایمان بتایا لیکن یہ دونوں لے اسیلے ناقابلِ قبول ہیں کہ قرآن میں بہت جگہ ایمان اور عمل کا بشکلِ عطف بیان ہوا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور عمل دو مختلف الحقیقت چیزیں ہیں۔ اکثر علماء بہ سندِ حدیث متذکرہ بالا فرماتے ہیں کہ ایمان نامِ اعتقاداتِ اسلامی کا ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے خلود فی النار سے محفوظ ہیں اور ایک نہ ایک دن اُنکو نغمائے جنت سے بہرہ مندی حاصل ہوگی اُن میں جو لوگ مرتکبِ گناہِ کبیرہ ہوئے ہوں ممکن ہے کہ اپنے کیے کی چند روز سزا پائیں اور پھر جنت میں جائیں یا یہ کہ فیضِ باری اُنکی دستگیری کرے اور عفوِ الہی چند روزہ عذاب سے بھی بچالے۔ یہ لے معقول ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر ایسے عقائد شیطان کے دستِ برد سے محفوظ رہ گیا تو انشاء اللہ جماعتِ کثیر کو دامنِ رحمتِ الہی اپنے ظلِ عاطفت میں لیگا اور تھوڑے کم نصیب جو پیادہ اش عملِ مبتلائے عذاب

(نعموز باللہ منہ) ہو جائیں اُنکو بہت جلد غیرت آئی قمریلا سے نکال لائے گی۔

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ  
النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى اخْرُجُوا  
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ  
خَرْدَلٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا  
قَدْ اسْوَدَّ وَافِيلِقُونَ فِي نَهْرِ الْحَيَاءِ  
وَالْحَيَاتِ شَكَّ مَالِكٍ فِيهِ فَيَنْبِتُونَ  
كَمَا يَنْبِتُ الْحَبَّةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ الْمَرْ  
تَرَانَهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً  
(رواہ البخاری)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل  
ہوں گے اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ  
دوزخ میں تب اللہ تعالیٰ ارشاد فرما دیگا کہ مٹا لو جس  
شخص کو جسکے دل میں دانہ خردل <sup>نیچے</sup> کے برابر ایمان  
ہو پس وہ لوگ آگ سے ایسی حالت میں نکلے جائیں گے  
کہ سیاہ ہو گئے ہوں گے پھر وہ نہر باران یا نہر حیا  
میں (شک کیا مالک رہنے) ڈالے جائیں گے اور سرسبز  
ہو جائیں گے جیسا کہ جبنا ہو شگوفہ انگور کن سے سیل  
کے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ نکلتا ہو زرد پیچیدہ۔  
(روایت کیا بخاری نے)

اس زمانہ کی حالت جبکہ اسلام نے ابتداً ظہور کیا

ظہور اسلام کے زمانہ میں عرب اور عراق عرب میں مختلف حکومتیں جنکے ضوابط و احکامات  
تھے اور جن میں اکثر وہ کا مذہب ایک دوسرے سے مناسبت نہیں رکھتا تھا  
فرمان رواتھیں۔ اُسکا ایک حصہ جو شام سے ملا تھا عیسائی سلاطین قسطنطنیہ کے  
دیزنگین تھا اور اُسکے سرسبز حصے پر جو دجلہ اور فرات سے سیراب ہوتے تھے

یاجو ساحل پر خلیج فارس کے واقع تھے آتش پرست شاہان فارس کی حکومت روان تھی۔ بحر قلزم کے کنارے پر عیسائی بادشاہان حبش نے اپنی حکومت جمالی تھی لیکن وسط عرب حسین مقدس شہر مکہ بھی واقع ہوا آزادی اور خود مختاری کا دم بھرتا تھا اور وہاں قبیلوں کے سردار حدود معینہ کے اندر اپنے اپنے قبیلہ پر بزرگان حکومت کرتے تھے۔ نزاعات قبائل کا تصفیہ کمتر سرداران قبائل کے کونسل کرتے تھے اور زیادہ تر ایسے جھگڑوں کا تصفیہ خون ریز ہتیاروں سے ہو جاتا تھا۔ ملک بے آب اور پہاڑوں سے بھرا تھا وہاں کے رہنے والے اکثر خانہ بدوش اور عموماً جنگ جوتے ایسے سرحدی حکومتوں کو اُسپر قبضہ لینے کا زیادہ لالچ پیدا نہیں ہوا اور اگر وہ کبھی لچاؤ میں بھی تو قبائل عرب نے باہم متفق ہونے کے اُن کے حوصلہ پست کر دیے۔

خاص عرب کے آزاد قبائل بڑے سخت مزاج تھے اسلام نے اُنکے طبائع میں کافی سہولتیں پیدا کر دیں۔ عمر بن الخطاب کے عہد تک تو عام عرب کے اخلاق حد تقوائے تک پہنچے ہوئے تھے لیکن اُنکے بعد خود غرضی کے شعلے خطہ عرب میں اُٹھنے شروع ہوئے۔ اور بنی امیہ کی زوال حکومت کے ساتھ دولت عرب کا بھی شیرازہ ٹوٹ گیا اور رفتہ رفتہ بے علمی اور افلاس نے چھکیلے اُفتی کو تاریک کر دیا۔ خدا پرستی اور عقیدہ توحید نے تو سرزمین حجاز پر اس طرح قدم جمائے ہیں کہ اسکو اب تک تغیرات زمانہ جنبش نہ دی سکے مگر دیگر معاملات میں شہریوں کی مہمت پست ہو گئی

اور اہل بادیعہ نے رہزنی کو اپنا شعار کر لیا چنانچہ اب یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ یہ بدیہی اُردو کے قافلے بیدردی سے لوٹتے ہیں اور اس معاملہ میں نہ تو خدا سے ڈرتے اور نہ سلطانِ وقت کی تعزیر اُن پر اثر ڈالتی ہے۔ ان لوگوں کی موجودہ سخت مزاجی دیکھ کے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ قبل از اسلام جبکہ اُنکے اجداد معاہدہ کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے اعراب کی قساوت قلبی کی کیا حالت رہی ہوگی۔ یہ وہی قوم ہے جس پر عیسائیت نے بھی ورنہائی کی تھی مگر اُسکی کوششوں کی ناکامی **قطامی** کے کلام سے جو اعراب متنصرہ کا ایک شاعر تھا ظاہر ہے۔ وہ فخریہ کہتا ہے۔

وَاحِیًا نَا عَلٰی بَکْرٍ اَخِیْنَا  
اِذَا مَا لَحِقَ نَجْدُ الْاَخَانَا

ظہور اسلام سے پہلے جو کچھ قوم عرب کا طرز زندگی تھا اُسکا فوٹو زمانہ جاہلیت کے اشعار (جو مدون ہو گئے ہیں) ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور کچھ شک باقی نہیں رہ جاتا کہ اُن لوگوں نے قتل و غارت کو اپنا تفریحی شغل بنا لیا تھا۔ قمار بازی اُنکے خیال میں فیاضی کی نشانی اور بڑے فخر کی چیز تھی۔ امر و القیس ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوا اور شعر لے عرب میں وہ اول درجہ کا شاعر مانا جاتا ہے ہکا قصیدہ اُن سات قصائد میں جو دیوار کعبہ پر لٹکائے گئے تھے ممتاز تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اس قصیدہ میں رزنا کاری پر فخر کرتا ہے اور جو غیر مذہب سلوک اُس نے زمان قبائل اور خود اپنے رشتہ دار عورت سے کیا تھا اُسکے اظہار میں شرم نہیں کرتا۔

لے اور کبھی قبیلہ بکر جو ہمارا بھائی ہے لوٹ لیتے ہیں۔ جبکہ ہم سوائے اپنے بھائی کے دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے۔

اگر اُن دنوں دنیا کا رسی زیادہ معیوب ہوتی تو غیر ممکن تھا کہ ایسا شرمناک قصیدہ بے کسی اختلاف کے اُس جگہ رکھ دیا جاتا جو بہت پاک اور محل نزول برکات تسلیم کجیاتی تھی۔ قلبی قساوت اس درجہ پر ترقی کر گئی تھی کہ بچوں کو جنھیں لایعقل حیوان بھی پکار کر تے ہیں بے تکلف اپنے ہاتھوں سے ہلاک کرتے تھے اور خدا ہی جانتا ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے ان وحشیوں نے کتنی لڑکیاں پیوند خاک کر دیں۔ مذہب کی یہ حالت تھی کہ اکثر عرب بت پرست تھے اور وہ گھر جسے ابراہیم نے بیت اللہ بنایا تھا بیت الصنم بن کے شرک کا مرکز ہو گیا تھا اور فرزندان اسمعیل بتوں کے پوجاری بن بیٹھے تھے جو جاہلانہ عقیدت کے ساتھ خود انکو پوجتے تھے اور دوسروں کو انکی پوجا کراتے تھے۔ یہ وحشی عرب تو کھلے کھلے بت پرست اور منکر معاد تھے لیکن عیسائیوں اور یہودیوں کو اہل کتاب ہونے کا دعویٰ تھا حیرت ہے کہ انکی حالت بھی بت پرستان عرب سے زیادہ اچھی نہیں تھی چنانچہ **مسٹر جان دون پورٹ** اپنی کتاب موسومہ اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن میں یوں تحریر کرتے ہیں ”ایسی ایسی خرابیاں اُن عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہب اور اخلاق میں بھی واقع ہوئی تھیں جو مدتہائے مدید سے عرب میں قیام پذیر تھے اور اُس ملک میں اقتدار اور اختیار رکھتے تھے یہودیوں نے رومیوں کے ظلم سے اُس ملک محفوظ میں پناہ لی تھی اور عیسائی بھی **سٹورین** فرقہ کے ظلم اور قتل اور ایرانیوں کے مباحثہ اور مناقشہ سے محفوظ رہنے کے لیے اُس ملک میں بھاگ آئے تھے۔

اُس زمانہ میں دین مسیحی ایسا خراب اور اتر ہو گیا تھا کہ قابل بیان نہیں ہے۔ جو ضوابط  
 مذہب عیسوی کے ایشیا اور افریقہ میں رائج تھے وہ سب آپس میں مخالفت اور  
 مباہلت رکھتے تھے اُنہیں اشد کفر و زندقہ اور عقائد فاسدہ مروج تھے اور ہمیشہ باہم حشمت  
 و مناقشہ کیا کرتے تھے **ایرین۔ نیسٹورین۔ بیلین۔ یوہان**  
 ان سب فرق عیسائی میں نہایت تشدد اور اختلاف پڑ گیا تھا علما عیسوی نے  
 ایسی عادات قبیحہ مثل شہوت پرستی اور کج خلقی اور جہالت اختیار کی تھیں کہ اُسے  
 دین مسیحی بدنام ہو گیا تھا اور عام عیسائیوں کے اطوار و اخلاق خراب ہو گئے تھے  
 عرب میں صحرا کے صحرا رہیوں سے بھرے ہوئے تھے یہ راہب کم عقل اور  
 محض جاہل تھے اور اُنھوں نے اپنی عمر میں یہودہ اور بے سود خیالات اور  
 تصورات میں ضائع کی تھیں اکثر مسلح ہو کے شہروں میں گھس جاتے تھے اور اپنے  
 عقائد فاسدہ کو بزرگ و شمشیر قبول کراتے تھے۔ جو طریقہ عبادت جناب مسیح نے  
 مقرر فرمایا تھا وہ بالکل محو ہو گیا تھا اور اُسکی جگہ بت پرستی نے غصب کر لی تھی  
 مثل یونانیوں اور رومیوں کے اُن لوگوں نے بھی ایک کوہ **ولمپس** قائم  
 کیا تھا اور اُس میں اپنے مذہب کے ولیوں شہیدوں اور فرشتوں کو آباد خیال کرتے  
 تھے جیسا کہ بت پرست اپنے دیوتاؤں سے **ولمپس** کو آباد سمجھتے تھے اُس  
 زمانہ میں بعض عیسائی زوجہ یوسف (مریم) کو صفات اُگوہیت سے متصف کہتے  
 تھے اور جن لوگوں کو حضرت عیسیٰ نے حکم دیا تھا کہ صرف ایک خدا کی عبادت کرو



انھوں نے ترشی ہوئی اور چھپی ہوئی صورتوں کی پرستش خلوص عقیدے کے ساتھ اختیار کی تھی۔ اسکندریہ حلب اور دمشق میں بھی مذہب عیسوی کا یہی حال ہو رہا تھا جب محمدؐ مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں ان تمام لوگوں نے مذہبی اصول کو ترک کر دیا تھا اور مباحثات اور مناقشات لاطائفہ میں مشغول ہوتے تھے آخر الامر وہ لوگ بھی آگاہ ہو گئے کہ جس امر ضروری پر کل عقائد مذہبی کا مدار ہے یعنی جناب باری کی عبادت بصدق و خلوص نیت وہ امر انکے مذہب سے بالکل معدوم ہو گیا اور انہیں اور کفار میں جو انکے ہم عصر تھے کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہا کیونکہ جو عقائد باطلہ اور اوہام فاسدہ کفاروں میں رائج تھے وہی ان لوگوں نے بھی اختیار کر لیے تھے۔“

یورپ کے عیسائی بھی وحدانیت کا مقدس دامن چھوڑ کے خود مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے پر تھے اور مسئلہ تثلیث انکی منطق کا جولا نگاہ بن گیا تھا مسٹر کین تاریخ زوال سلطنت روم میں لکھتے ہیں۔

”دبّت پرستی کے فنا ہو جانے کے بعد عیسائی لوگ تقویٰ کو اپنا شعار گردان کے رہبانیت پر قناعت کرتے مگر انہیں تخم نفاق بو گیا تھا اور انکو یہی فکر رہتی تھی کہ اپنے پیغمبر کی ماہیت کو دریافت کریں نہ یہ کہ اُسکے احکام پر عمل کریں“ ملت مسیحی بمقابلہ دیگر مذاہب مشہورہ کے جدید العهد تھا اور جب اُسکی یہ حالت ہو رہی تھی تو دیگر اہل مذاہب کی نسبت کب قیاس قائم ہو سکتا ہے کہ کسی نبی جو مسئلہ

مِنَ اللّٰهِ۔ کی ہدایتوں پر قائم رہے ہوں اور عقیدہ وحدت الہی کو محفوظ رکھا ہو۔  
 دنیا پر جب اسطرح کی تار کی چھارہ ہی تھی تو ہم پہلے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا خدا کی رحمت  
 کا اقتضائے تھا کہ اپنے بندوں کی خبر لے اور توحید کا بھولا ہوا سبق انکو یاد دلانے؟  
 میں امید کرتا ہوں کہ ہر عقل اس سوال کا جواب اثبات میں دینگا۔ شریعت موسوی  
 میں احکام ظاہری کی پابندی پر زیادہ زور دیا گیا تھا اور انجیل کی تعلیم روحانی و  
 اخلاقی مسئلہ تک محدود تھی۔ ان دونوں طرح کی تعلیم کے نقائص دنیا پر ظاہر  
 ہو چکے تھے پس اب دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں کیا ضرورت وقت آئی  
 تھی کہ نیا مذہب درمیان دونوں مذہبوں کے بین بین اور خیر الامور واسطہ کا  
 مصداق ہو؟۔ اس سوال کا جواب بھی بالیقین کوئی انصاف پسند نفی میں  
 نہیں دے سکتا پس اب ہم کو صرف یہ دیکھنا باقی رہا کہ اسلام کی تعلیم نے ان ضرورتوں  
 کو پورا کر دیا ہے یا نہیں اور اگر پورا کر دیا ہو تو پھر اسکی خوبی یا اسکی اطاعت سے  
 انکار کرنا خوب سمجھ لو کہ خدا کی خدائی اور اسلام کی حقیقت پر اضراراً موثر نہیں ہے  
 بلکہ ایسے منکر کی آسائش معادیہ میں خلل انداز ہے وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَّشَاءُ  
 اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے اور اسکا نظام خدا کی طرف سے بھی موافق مذاق  
 انسانی ہوتا ہے جس طرح دنیا کے دشمنند بادشاہ اپنی رعایا کی نافرمانی سے چشم پوشی

بدین امید کرتے ہیں کہ شاید وہ سنبھل جائیں اور اپنی نافرمانی سے باز آئیں اسی طرح خداوند عالم بھی باوجود علم کان ق مایکون اتمام حجت کے لیے انسان کو مہلت دیتا ہے تاکہ وہ خود اپنی عقل سے نتیجہ کار کو سوچیں اور وہ راستہ اختیار کر لیں جو اپنے ذریعہ نجات ہو لیکن جب سرکشی حد سے گزر جاتی ہے تب وہ کوئی ریفارمر مؤمن اللہ پیدا کرتا ہے جو اپنے مواعظ و پند سے انسانی اخلاق کے سدھانے کی تدبیریں برپا کار لاتا ہے۔ یہ انتظام حکیمانہ ہے اطباءے حاذق ابتداء سے مرض میں طبیعت کو موقع زور آزمائی دیتے ہیں اور جب کوئی تدبیر دن سے عاجز دیکھتے ہیں تو اس وقت قوت طبعی کو دواؤں سے بقدر مناسب مدد پہنچاتے ہیں۔ کوئی مہربان طبیب ایسی ضرورت کے وقت تدبیر علاج سے پہلو تہی نہیں کرتا اور نہ دنیا کے عقل مند پادشاہ بحالت شائع ہونے عام بد اطواریوں کے تدابیر اصلاح سے غفلت کرتے پس جب توحید کا مطلع یوں تاریک ہو گیا تھا اور دنیا میں بد اخلاقیوں نے اندھیر مچا دی تھی تو ایسے وقت میں خلاق عالم کی رحمت کا یہی اقتضا تھا اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کہ مذہب اسلام کو جلوہ گاہ ظہور میں لائے اور اہل عالم کو متنبہ کرے کہ وہ ورطہ گمراہی میں پڑنے کے روحانی زندگانی کو برباد کر رہے ہیں چنانچہ اُسے **فاران** (واقع سرزمین مکہ) پر اپنی نورانی برکتیں نازل کیں جیسا کہ وہ طور پر قبل اسکے نازل کر چکا تھا۔

عرب کے بت پرستوں نے کوششیں کیں کہ شمع ہدایت کو بجھا دیں اہل کتاب اور زرتشتیوں کو مختلف وجوہ سے اُسکے گل کرنے کی رغبت پیدا ہوئی مگر خدا کے ارادہ کو

کون روک سکتا تھا طوفان مخالفت کی کچھ نہ چلی اور بہت جلد نور ہدایت نے اطراف عالم کو گھیر لیا اور خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَبِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ**  
**يَا نَوَافِلَهُمْ وَيَا بَلَاءَ اللَّهِ لَا أَنْ يَتَّخِذُوا وَكُورَهُ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ**  
**رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكُورَهُ الْمُشْرِكُونَ**

(پارہ ۱۰ سورہ التوبہ رکوع ۵)

حق پسند مسٹر باسور تھا اسمتھ اپنی کتاب لاجواب محمد امینؐ محمد بن ارم  
 میں تحریر فرماتے ہیں وہ عرب کی زمین پر دو ہزار برس پہلے ایک شخص (موسیٰ) کو  
 جو جنگل میں اپنے باپ (فادران لا) کی بکریاں چرا رہا تھا یہ سادہ مگر چونکا دینے والا  
 پیغام آیا تھا میں وہ ہوں جو میں ہوں سن لے اسرائیل مالک خدا ایک ہی ہو پس  
 جا میں تیری زبان کے ساتھ ہوں گا اور سکھاؤں گا سچھے جو تمھیں کو کہنا چاہیے ان  
 الفاظ کو سن کے یہ برگزیدہ قوم (بنی اسرائیل) افریقہ سے ایشیا میں چلی گئی غلام آزاد  
 ہوئے اور ایک خاندان ایک قوم بن گیا اسی عرب کی زمین پر اب پھر وہی آواز ایک  
 دوسرے بکری چرانے والے (محمدؐ) کو آئی اور ایسے اثر کے ساتھ آئی جو پہلی آواز  
 سے کچھ کم یا عام طور پر دنیا کو فائدہ پہونچانے میں ہرگز اس سے کم نہ تھی یعنی  
**اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ** رسالت قبول کی گئی خدا کے پیغام

لہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کی شیع ہدایت کو بھونک کے مجھادین اور اعدا کو منظور ہو کہ اپنی روشنی پورا کرے  
 اگرچہ کافروں کو ناگوار گزے۔ اسی اعدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین اسیلے دیکھے بھیجا ہو کہ صبح  
 تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار ہو ۱۲

اعلان کیا گیا اور ایک ہی صدی کے اندر اس آواز کی گونج عدسہ انفا کی تک اور سی ویل سے سمرقند تک پھیل گئی اور اس تمام ملک نے اُسکی حقیقت کو مان لیا۔

مذہب اسلام جو اس مناسب وقت پر ظاہر ہوا تھا اُسکی اصل بنیاد قرآن پر ہے جس کا زیادہ حصہ توحید باری تعالیٰ پر مشتمل ہے اور اُس میں جو قصص امم سابقہ کے بیان کیے گئے ہیں اُن کے بیان کا مقصود بھی یہی ہے کہ مسئلہ توحید سننے والوں کے لوح دل پر مضبوطی کے ساتھ نقش ہو جائے اسلئے آیات توحید کا قرآن سے چُنا اور اس مختصر میں اُنکا حوالہ دینا دشوار ہے۔ حق کے ڈھونڈھنے والے قرآن پاک کو دیکھ لیں اُسکے ہر ایک حرف میں بہت سی آیتیں ذات اور صفات باری تعالیٰ کے متعلق پائی جائیں گی اور اگر قلب میں ماوہ قابل موجود ہے تو کچھ شک نہیں کہ خدا کے شاندار کلام معجز نظام کا اُس پر قوی اثر پڑے گا۔ بیان توحید میں اس قدر اہتمام کیوں ہوا اور ایسی فصیح و بلیغ کتاب میں تکرارِ مضمون کی کیوں پروا نہیں کی گئی اُسکا معقول اور واجب جواب یہ ہے کہ ظہور اسلام کی اہم ضرورت یہی تھی کہ وہ شرک کو مٹائے اور میدانِ توحید کو اس طرح صاف و ستھر کرے کہ خس و خاشاک ہم اُسکے گرد بھی پھسکنے نہ پائیں۔ چنانچہ اسلام نے اعتقادی ضرورتوں کو نئے اہتمام سے پورا کیا اور عملیات کی تعلیم میں بھی اُسکی جدت صحائفِ قدیمہ سے بڑھ گئی۔

خدا نے انسانی قالب میں فطرۃً بہت سے طبعی جذبات پیدا کیے ہیں اور دنیوی دنیاوی تعلیم کا بڑا نقص ہے کہ اُن جذبات کے مٹانے کی ہدایت کرے کیونکہ ایسی تعلیم اولاً عام طور پر کامیاب نہ ہوگی ثانیاً حکیم علی الاطلاق نے اُنکو کسی مصلحت سے

قالب انسانی میں جگہ دی ہو اسلئے اُن جذبات کے کھودینے کی کوشش کرنا حقیقت  
 قدرت کے مصالح پر نکتہ چینی کرنا ہو پس عمدہ تعلیم جسکی نسبت خالق جذبات کی طرف  
 ہو سکتی ہو صرف یہ ہو کہ وہ جذبات برقرار ہیں لیکن اُنکا استعمال اس شکل سے نہو کہ اخلاق  
 خراب ہوں اور دوسروں کی آسودگی میں خلل پڑے۔ مثلاً انسان فطرتاً طلب مال پر  
 جو اُسکی ضرورتوں کو رفع کرے اور اِنسانے جنس میں اُسکو ممتاز رکھے مجبور ہو اور ایسی  
 طلب کا جذبہ خلقت انسانی میں اُسی قدرت نے ودیعت رکھا ہے جسنے انسان کو پیدا کیا  
 ہو پس اگر کوئی بتانے والا ہم لوگوں سے یہ کہے کہ حُب مال کو قطعاً ترک کر دو تو اُسکے  
 موافق کاربند ہونا عام طور پر غیر ممکن ہو اور اگر ایک لمحہ کے لیے اُسکا امکان فرض کر لیا  
 جائے تو شک نہیں کہ اس قناعت کا نتیجہ پیدا ہوگا کہ نظام عالم بگڑ جائے اور حجتہ مدنی  
 ترقیات کا سد باب ہو۔ اعلیٰ درجہ کی تعلیم جو عقل و درایت کے موافق ہو یہی ہو کہ فطری جذبات  
 ساتھ جائز ذریعوں کے محدود کر دیے جائیں اور تمام ترکوشش اور پراسناد ناجائز ذرائع  
 کے صرف کیجائے چنانچہ اسلام نے بحفاظت فطری جذبات کے انسان کو سیدھے  
 راستہ پر چلایا ہو اور یہ طرز اُسکی تعلیم کا کہے دیتا ہو کہ وہ سچا مذہب ہو اور خدا کے حکم سے  
 اُسکی عالیشان اور بہت مضبوط عمارت قائم ہوئی ہو۔ انجیل متی میں جھوٹے اور سچے  
 نبیوں کی علامتیں بیان کی گئی ہیں اور اسلامی تعلیم کی آزمائش جب ہم ارشاد سچی کی کوئی  
 پر کرتے ہیں تو اُس سے عمدہ شہادت حقیقت اسلام کی حاصل ہوتی ہو۔  
 ”پر جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمھارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے

پر باطن میں بھاڑنے والے بھیڑیے ہیں + تم انھیں اُنکے پھلون سے بچاؤ گے + کیا کانٹوں سے انگور یا انگٹا رون سے انجیر توڑتے ہیں ؟ اُسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھے پھل لاتا اور بُرا درخت بُرے پھل لاتا ہے + اچھا درخت بُرے پھل نہیں لاسکتا نہ بُرا درخت اچھے پھل لاسکتا + ہر ایک درخت جو اچھے پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے + پس اُنکے پھلون سے تم انھیں بچاؤ گے (متی باب ۷ ورس ۱۵ الغایت ۲۰)

(س) پھر اگلی مقدس کتابوں میں جو ہدایتیں جذبات انسانی کی مٹانے والی خیال کی جاتی ہیں کیا وہ الہامی نہیں ہیں ؟ (ج) یا اُنکے بیان میں کچھ تحریف ہوئی یا یہ کہ ادیان سابق زمانہ خاص کے لیے وجود میں لائے گئے تھے عام مصلح پر زیادہ توجہ نہ تھی چنانچہ بنی اسرائیل میں جب ظاہر داری اور قساوت قلبی اور عیال کا ولولہ بہت بڑھ گیا تب تعالیم عیسوی نے اُنکی اصلاح مزاج کے لیے ظہور کیا اور صوفیانہ رنگ میں دنیا سے قطع کلی کی ہدایتیں کین حرفِ بحرف اُسکی تعمیل تو عام طور سے غیر ممکن تھی لیکن کچھ افراد تارک الدنیا فراہم ہو گئے اُنکی دیکھا دیکھی دوسروں کی بد اخلاقیان زیادہ نہیں تو کسی قدر کم ہوئیں لیکن اسلام کا مسلک خاتم النبیین کی ہدایت سے برپا ہوا اسیلے اُسکی تعلیم ایسی اختیار کی گئی جو آئندہ تاقیام عالم طبائع اہل عالم کے موافق ہو اور ہر زمانہ کی ضرورت پر اُسکا یکسان اثر پڑے۔ (س) مسیح نے بنی اسرائیل کو کیون ایسی تعلیم دی جسکی تقلید عام مجتہدین نہیں کر سکتی تھیں۔ (ج) بنی اسرائیل کی موجودہ سختیوں پر توجہ کر کے جناب مملوح نے اولیائون اور انبیائون کے اصول اخلاق کو ارشاد فرمایا اور غرض تھی کہ گھٹنے گھٹانے

پر بھی ایسی تعلیم کا کچھ اثر باقی ہے گا اور پھر وہ عالیفت در بنی جس کا دین ابدی ہو اور  
 جو جلد آنے والا ہو اپنی برگزیدہ تعلیم سے اہل عالم کو بہرہ مند کرنے کا چنانچہ اسلام  
 نے اعمال کی تقسیم مختلف درجوں میں کی ہو ایک درجہ عمل کا وہ ہو جس کا ترک کرنے والا  
 مستوجب عذاب ہو دوسرا درجہ یہ ہو کہ تارک عمل کو صرف چشم نائی کیجا جائے گی  
 اور تیسرا درجہ عمل کا وہ ہو جس کے ترک پر کسی قسم کا مواخذہ خدا کی طرف سے نہ ہوگا لیکن  
 جو لوگ اپنے جذبات کے ترک پر قدرت حاصل کر کے اُن اعمال کو برتیں گے وہ قرب  
 الی اللہ کے درجہ پر فائز ہوں گے اور اُن کے مراتب دوسروں سے ممتاز ہوں گے  
 یہ درجہ اولیا اور صدیقین کا ہو اور مسلکِ اسلامی صوفیان باصفا کا لیکن بغیر توفیق الہی  
 انسان کی مجال نہیں ہو کہ اس درجہ پر پہنچ سکے۔ (س) پھر سچی تعلیمِ اسلامی  
 تعلیم سے کیون اعلیٰ درجہ کی نہ سمجھی جائے۔ (ج) ایسے کہ اُس میں عام طبائع اور  
 عام ضرورتوں پر لحاظ نہیں کیا گیا ہو اور اُن کو شُن کے حوصلے پست اور ہمتیں  
 مست ہو جاتی ہیں۔ اسلام نے اعلیٰ درجے کی تعلیم کو ہر چند متروک نہیں کیا ہو  
 مگر اُسی کے ساتھ متوسط اعمال پر ایسے زیادہ زور دیا ہو کہ عامہ خلایق اُس پر  
 کار بند ہو سکیں اور کسی درجے میں نجات اخروی کا فائدہ اُن کو حاصل ہو۔ اب  
 میں چند اسلامی تعلیموں کو بطور نمونہ از خرد اسے اس لیے دکھاتا ہوں تاکہ  
 ظاہر ہو جائے کہ اس مذہب کے ہاتھوں کیسی کیسی حکیمانہ ہدایتیں اُس کے  
 معتقدین کو ملی ہیں۔



# خدا کی راہ میں جس سے مخلوق کو فائدہ ہو خرچ کرنا

خدا کی راہ میں جس سے مخلوق کو فائدہ ہو خرچ کرنا

واسطے امداد مساکین اور بعض دیگر مصارف خیر کے ایک معین رقم جس کا نام زکوٰۃ  
ہو مالدار مسلمانوں کے ذمہ کی گئی جو مویشی اور جملہ مال تجارتی و نیز سیم و طلا سے نکالی  
جاتی ہے اور اُس کے وجوب اور ادا کے ضوابط شرع اسلام میں مقرر ہیں۔ زکوٰۃ مویشی کے  
تو مختلف درجے ہیں لیکن سیم و طلا اور تجارتی مال میں وہ بقدر چالیسویں حصہ کے سالانہ  
واجب الادا ہوتی ہے۔ یہ ایک معقول اور مستقل خیراتی رقم ہے اور قرآن میں اُس کے ادا کے  
مستحق سخت تاکید میں کی گئی ہیں اور خود پیغمبر علیہ السلام نے جو تعریف اسلام کی ارشاد  
فرمائی ہے اُس کا ایک رُکن زکوٰۃ بھی ہے۔ علاوہ زکوٰۃ کے ایسے عام صدقوں کے دینے  
کی جس کو صدقہ نفل کہتے ہیں اور جس کے عدم ادا سے کوئی شخص مستوجب عقاب و عتاب  
نہیں ہوتا نہایت مؤثر طریقہ سے رغبت دلائی گئی ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی مَنْ**  
**ذَلَّلَ يَغْرِضْهُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ وَلَئِنْ أَجْرَكَ لَكُمْ** (پارہ ۲۷)  
سورۃ الحديد رکوع ۲

بندوں کے پاس جو کچھ ہو وہ دیا ہوا اسی قرض مطلق کا ہے جو یوں ارشاد کرتا اور خود قرض دینے  
کے سود و بہبود کے لیے دین کی ذمہ داری قبول فرماتا ہے۔ ایسے منفعت خیر معاملہ کی خبر  
ایسا کون ہے جو اس کو خوش حالی سے اوجھارے اور وہ اس کا دانا قرض لینے لے کر کھٹا کرے

اور مزید برآں قرض دہندہ کو عمدہ اجر بھی ہے ۱۲

پاکے کون صادق الایمان ہر جو اپنا حیب نہ ٹھوٹے اور اسکی بدولت ارباب احتیاج کی دستگیری نہو۔

انسان کو معمولاً ہمیشہ یہ رغبت ہوتی ہے کہ اچھی چیز اپنے لیے روک سکے اور کم درجہ کی چیزیں دوسروں کو دے لیکن جب المضاعف معاوضہ ملنے کی امید دلائی گئی ہے تو جو لوگ خداوند صادق الوعد کے اقرار پر اعتماد کرتے ہیں وہ ضرور ہر کہ اچھی چیزوں کا المضاعف کرنا زیادہ پسند کریں با اینہما اسلام نے دوسرے طور پر بھی کوشش واسطے رفع کرنے ایسی تنگ دلی کے کیا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَنْ نَسْأَلَكَ مَا تَتَّقُوا وَلَكِنْ تَتَّقُوا لَنَا**

**وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَبْصُرُ بِهِ عَلِيمٌ** (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۰)

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ط وَالْعَمُوْا إِنَّ اللَّهَ غَفِيْرٌ حَمِيْدٌ** (پارہ ۳ سورہ البقرہ رکوع ۳)

اس ہدایت کا اثر بہت اچھا پڑا چنانچہ ابتدائی زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی مالی حالت بہت خراب تھی وقت نزول آیہ مسبق الذکر ابطلیم الضاری نے اپنا عمدہ باغ جو انکے عزیز ترین

**۱۰** جب تک تم خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو گے جو تمکو عزیز ہیں نیکی کے درجہ تک ہرگز نہ پہنچ سکو گے اور جو چیز تم خرچ کرو اسدا اسکو جانتا ہے۔ ۱۲

**۱۱** مسلمانو خدا کی راہ میں عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو جبکو تم نے کمایا ہو یا ہمنے زمین سے اگایا ہو اور ایسے خرچ کے لینے کا کارہ چیز چھوٹے کا ارادہ تک کرو کہ اگر چشم پوشی نہ کرو تو خود ایسی ناکارہ چیز اپنے واسطے نہ لو گے اور جان لو کہ پروردگار بے نیاز و سزاوار حمد ہے۔ ۱۲

املاک سے مدینہ میں واقع تھا صدقہ کر دیا اس طرح دوسروں نے بھی تقریباً الی اللہ محبوبین  
اشیا کو صدقہ دیکے نیاز مندیان ظاہر کیں۔ بعض آدمی صرف ناموری کے لیے خیرات دیتے  
ہیں اور جنگی مدد کیجاسے اُن پر اپنا تفوق اور اپنا احسان جتاتے ہیں جسکی وجہ سے مدد حاصل  
کرنے والے کو روحانی تکلیف ہوتی ہے اس طرح کی بد اخلاقیوں کی بھی ممانعت پر زور الفاظ میں  
ہوئی ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى**  
**كَالَّذِي يُفْتِقُ مَالَهُ رِيقَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَسَاهُ كَمَثَلِ**  
**صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُ مُوْنٌ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا**  
**كَسَبُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ** (پارہ ۳ سورہ البقرہ رکوع ۳۶)

دنیا میں معمولاً ایک کو دیکھ کے دوسرے کو حوصلہ کام کا پیدا ہوتا ہے اس مصلحت اسلام نے  
اعلان صدقہ کی (بشرطیکہ وہ خالصاً لوجہ اللہ ہو) ممانعت نہیں کی ہے لیکن اس خیال  
سے کہ گریہ صدقہ امانت سے محفوظ ہے اخلاص صدقہ کو زیادہ پسندیدہ قرار دیا ہے  
**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى تَبَدَّلَ الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤَوِّعُوهَا لِلْفُقَرَاءِ**  
**فَتُخْفِوهُنَّ لَكُمْ وَكَيفَ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ**

مسلمانوں اپنی خیرات کو احسان جتانے اور اس کو ایذا دیکے اُس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو تماریش کے لیے خرچ  
کرتا ہے اور اس کا اور روز قیامت کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ ایسی خیرات کی مثال ایک چٹان کی سی ہے جسپر کچھ بٹی پڑی پھر  
اُسپر زور کا سینہ برسے اور اُس چٹان کو سپاٹ کر کے چھوڑ دیا ہو اسی طرح ریاکاروں کو اپنی خیرات کا کوئی فائدہ حاصل نہوگا  
پروردگار اُن لوگوں کو جو ناشکری کرتے ہیں سیدھی راہ نہیں دکھاتا ۱۲۱

اگر خیرات کو ظاہر میں دو تو بھی اچھی بات ہے لیکن اگر چھپا کے حاجت مند دن کو دیا کر تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ ایسا دینا  
تھامے حق میں زیادہ بہتر ہے اور تمھارے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اور تم جو کچھ کرنے ہو اسکو جانتا ہے ۱۲۲

(پارہ ۳ سورۃ البقرہ رکوع ۳)

خدا کی نیازمندی کا ولولہ کبھی انسان پر غالب آجاتا ہے اور وہ قصد کرتا ہے کہ اپنا کل سرمایہ خدا کی راہ میں دیدے ایسی فیاضانہ نیازمندی اپنے خالق کے ساتھ ضرورتاً تحسین کے لائق ہے لیکن اُسی کے ساتھ یہ خطرہ بھی موجود ہے کہ دیگر حقوق ضروری تلف ہوں اور خود ایسی فیاضی کرنے والے کو دوسروں سے سوال کرنے کی نوبت آئے۔ ان خطرات پر نظر کر کے اسلام نے اپنے گروہ کو مسرفانہ نیازمندی سے روک دیا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَجْعَلْ بَدَنَكَ مَغْلُوبَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا** (پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۳)

اس آیت میں کسی قدر اجمال ہے اور ظاہر نہیں ہوتا کہ کہاں تک ہاتھ پھیلنا چاہیے لیکن ایک دوسری آیت میں تصریح مزید کی گئی ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَيْسَ عَلَيْكُمْ مَآذَا يُفَفِقُونَ مِمَّا قَالُوا لَا يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَلَا لَيْتَ لَكُمْ لُكُوفًا لِّعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ** (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲)

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ خدا کی راہ میں کس کو دینا چاہیے۔ اس سوال کا جواب جو قرآن سے حاصل ہوتا ہے اس میں نہایت ہی محقول درجہ بندی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

**۱۔** اپنا ہاتھ تو اتنا غلیظ کر کہ گویا وہ گردن میں بندھا ہے اور نہ اس کو بالکل پھیلا ہی دو اگر سطح پھیلا دے تو ایسے بیٹھے رہ جاؤ گے کہ تم کو لوگ ملامت کریں گے اور قیدست بھی رہو گے ۱۲  
**۲۔** تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کتنا خرچ کریں ان کو بتا دو کہ جو تمہاری حاجت سے زیادہ ہو۔ اس طرح اس کو صاف احکام بتانا چاہو تاکہ معاملات دنیا و آخرت دونوں پر غور کرو ۱۲

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سَأَلُونَا مَاذَا نُنْفِقُ فَنُفِقْ مَا نَنفِقُ وَمِنْ حَيْثُ يَدْرِي اللَّهُ الْغَيْبُ لَا تَعْلَمُونَ  
وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ وَاسْأَلُوا عَنْ الْغَيْبِ لَكُمْ عَلَيْهِمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۶)

اور ایک دوسری آیت میں اسی سورہ کے بعد ابن السبیل کے سالکوں کو دینا اور  
یاد دال غلاموں کو آزاد کرنا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ سائل مسؤل الیہ کی حالت کو نہیں جانتے  
اور اکثر اوقات عطاے صدقہ کے لیے ایسا اصرار کرتے ہیں کہ حلیم آدمی کو بھی غصہ آجاتا  
ہو مگر بے سمجھ بھوکون پر غصہ کرنا انسانی رحم دلی سے بعید ہے۔ ایسے مواقع میں کیا کرنا  
چاہیے ؟ اسکی تعلیم یوں ہوئی ہے قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا تَعْرَضُونَ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ  
رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا قُلْ لَهُمْ قَوْلًا مِّسْوَدًا (پارہ ۵ سورۃ نبی اہل  
رکوع ۳)

اور اسطرح سورہ واضحی میں سالکوں سے بہ خشونت پیش آنے کی ممانعت ہوئی ہے  
وَمَا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَكْهُ یَعْنِی سائل کو جبر کی نہ دو۔

یہ سلسلہ تعلیم جسکا ذکر بحوالہ القرآن پاک کیا گیا مکمل اور حکمت و اخلاق سے مملو ہے۔ اس میں  
جذبات انسانی پر پوری توجہ رکھی گئی ہے اور ایسی کوئی بات بتائی نہیں گئی ہے جس پر شکل عام

۱۔ تیسے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کونسا خرچ کریں انکو بتا دو کہ خیرات کے طور پر جو کچھ دودہ تمھارا  
مان باپ اور رشتہ داران قریب اور محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور نیکی کا جو کام تم کر رہے  
۲۔ اسکا جانسنے والا ہے ۱۲

۳۔ اگر ہر انظار افضال الہی جتنے تم امیدوار ہو سالکوں سے منہ پھینا نا اگر یہ ہو تو بھی نرمی کے ساتھ انکو سمجھا دو

عمل کرنا دشوار ہو یا اسپر عمل کرنے سے شایستہ طرز تمدن کی رفتار رُک جائے۔ قرآن میں بہت آیتیں ایسی موجود ہیں جنہیں امداد مساکین اور انفاق فی سبیل اللہ کی تحریک و پھپھپ پیرایہ اور موثر انداز میں کی گئی ہو اور خود پیغمبر علیہ السلام اور اُنکے ساتھیوں نے تو اس معاملہ میں جو کچھ قولاً کہا اور عملاً کر دکھایا اُسکے بیان کے لیے دفتر چاہیے لیکن جس قدر لکھا گیا اُسکو دیکھ کے ہر دانشمند اندازہ کر سکتا ہو کہ اسلام نے دینی اور دنیوی مصالح پر کتنی گہری نظر ڈالی اور کیسے مستقیم راستہ پر چلنے کی ہدایت کی ہو۔

حضرت مسیح نے جو عام تعلیم اس خصوص میں دی ہو اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ خیرات کا اعلان صرف غیر مستحسن نہیں بلکہ قطعاً ناجائز ہے۔ آدمی کے پاس جو ہو وہ دوسروں کو دیدے اور خدا پر توکل کر کے مثل حیوانات و نباتات کے کھانے اور کپڑے کی فکر سے بھی بے پروا زندگی کرے۔ (دیکھیے انجیل متی کا باب ۶) یہ تعلیم کہنے کے لیے میٹھی اور سنسنے کے لیے خوشگوار ہو لیکن سوال یہ ہے کہ کیا وہ دنیا میں عملاً سرسبز ہو سکتی ہو اور اگر سرسبز ہو تو کیا اُسکے ساتھ شایستہ تمدن بھی برقرار رہ سکتا ہے؟۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر انصاف پسند ذی ہوش بچہ اب اس سوال کے یہی کہے گا کہ مسیحی تعلیم میں خیالی بلند پروازی بہت ہے لیکن اگر اُس طرح کی بے پروا زندگی اہل عالم کر سکتے ہوں اور اگرین بھی تو دنیا جو گیون کا اکھاڑ انجائے اور یہ ہر ابھرا باغ جسکو قدرت نے لگایا اور بدتون میں عقل کے ہاتھوں نے اُسکی روشنی اور پوری درست کی ہو تو راج خزانہ ہو کے چٹیل میدان یا کانٹون کا جنگل رہ جائے۔

یون تو ہر ایک مذہب اور ہر ایک ملت نے امداد مساکین کی سفارش کی اور اسکو ذریعہ حصول سعادت قرار دیا ہے تو ریت (کتاب اجبار) میں مختلف ذریعے ارباب احتیاج کی پرورش کے واسطے پیدا کیے گئے ہیں اور دھرم شاستر نے بھی اپنے توابع کو ایثار اور انفاق پر بہت کچھ مائل کیا ہے لیکن یہ فخر صرف اسلام کو حاصل ہے کہ اس کی تعلیم افراط اور تقریط سے پاک اور اس کے مواعظ سادگی کے ساتھ حکیمانہ ہیں۔

اسلام نے رقم زکوٰۃ کو مسلمان مساکین کی پرورش کے لیے علیحدہ رکھا ہے مگر نقد فضل کا دروازہ خویش و بیگانہ بلکہ تمامی جانداروں کے لیے کھول دیا ہے تو ریت میں کامیون کے لیے چند فائے اور دھرم شاستر میں برہمنوں کے واسطے بڑے بڑے فوائد مخصوص کیے گئے ہیں لیکن اسلام کی فیاضی نے کسی قسم کی نسبی ترجیح عام صدقات میں نہیں رکھی اور ارباب احتیاق کے وہی مدارج معین کر دیے جنکی سفارش حسن اخلاق کرنا ہو اور جنکی واجبیت سے کوئی اہل دل انکار نہیں کر سکتا۔ (س) اگر اسلام کی فیاضی تنگدلی سے پاک تھی تو اُس نے رقم زکوٰۃ کو ان مساکین کے واسطے کیوں خاص کر رکھا ہے جو اس کے تابع ہیں۔ (ج) زکوٰۃ ایسی رقم ہے جسکے ادا پر متمول مسلمان مجبور کیے گئے ہیں اس لیے مقتضائے انصاف تھا کہ جن لوگوں سے وہ رقم لی گئی وہ انھیں کی قومی اغراض میں صرف کی جائے اور پھر اپنے گروہ کے ارباب احتیاج پر خاص توجہ مبذول نہ کرنا ایک طرح کی بے حیثیت تھی۔ پس رقم زکوٰۃ کی تخصیص منصفانہ ہو اور برادر نوازی کا پسلو بھی لیے ہوئے ہو اس لیے بحوالہ اس معقول تخصیص کے اسلام کی فیاضی پر تنگدلی کا الزام

لگانا بیجا ہو۔ (س) شریعت موسوی میں پیداوار ارضی میں دسواں حصہ خدا کی نذر قرار پایا ہو اسلامی شریعت نے ایسی پیداوار کو بارزکوۃ سے کیون محفوظ رکھا ہو۔ (ج) اگر زمین خراجی نہ ہو تو اسکی پیداوار سے موافق شریعت اسلامیہ بھی دسواں حصہ واجب الادا ہوتا اور مصارف خیرین لایا جاتا ہو لیکن درحقیقت یہ رقم محصول ارضی کی مقصود ہو اسی لیے اُن شرائط کی باپند نہیں ہر جو دیگر اموال کی زکوۃ سے متعلق ہیں۔ اصطلاح شرع میں ایسے محصول کو عشر کہتے ہیں اور کبھی لفظ زکوۃ سے بھی اسکی تعبیر کیجاتی ہے ہر حال اس محصول کو عشر نامزد کر دیا زکوۃ کہو لیکن وہ بھی ایک ذریعہ رفاہ عام کا قرار پایا ہو اور اس خصوص میں شریعت موسوی و شریعت محمدی دونوں کے احکام ہمجنس ہیں۔ (س) معاملہ خیرات میں عیسائیت کا جو اثر پڑا ہو وہ خیالی نہیں ہے بلکہ آج تم خود دیکھ سکتے ہو کہ کتنے شفاخانے اور کتنی درسگاہیں عیسائیوں نے قائم کی ہیں یتیموں اور مسکینوں کی پرورش کس شوق کے ساتھ کر رہے ہیں لاکھوں لوے لنگرے اپاہج بندگان خدا کو اُنکے ہاتھوں سے روٹیاں ملتی ہیں ان سب کاموں کے لیے کیسے ستھرے ضوابط مقرر ہیں اور ان پر کس خوبی کے ساتھ عمل ہو رہا ہو۔ (ج) ہر قوم کو خدا نے جداگانہ دل اور جداگانہ دماغ عطا کیے ہیں وہ قوم خود اپنی امتیاز سے بہتجیت قانون عقلی بہت کچھ اخلاقی اور تمدنی کاروائیاں کرتی ہے جنکو مذہبی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً یورپ کی قوموں نے جو عیسائی کہی جاتی ہیں طرح طرح کے آتش فشانہ شرربارا لات جنگ بنائے جنگی ضوابط کی تہذیب دی اور آج اُنھیں ضوابط اور ایجادوں کی حمایت میں اُنکی حکومت کا پھر یہ اثری نشان و شکوہ



کے ساتھ تمام دنیا میں لہریں لے رہا ہے۔ اکثر ایشیائی اور افریقی حکومتوں کو ان کی جنگی تدبیروں نے پامال کر دیا اور جو باقی ہیں وہ بھی ان اقبال مندوں کے چہین چہین کو اپنی بد قسمتی سمجھ رہے ہیں پس کیا یہ ملک گیری کے اصول ان لوگوں نے اناجیل اربعہ سے سیکھے ہیں یا لوہا ڈھالنے اور بلا انگیز آلات بنانے کی ترکیبیں ان لوگوں کو کسی حواری نے بتائی ہیں ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ مسیح علیہ السلام کی تعلیم تو ایسی کارروائیوں کے بالکل خلاف تھی وہ اپنے حقوق کی حفاظت میں بھی خون کا ایک قطرہ زمین پر گرا ناپسند نہیں فرماتے تھے واسطے ضبطی حقوق غیر کے خون کا دریا بہانا انکی تعلیم کی طرف کب منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ریل ٹیلی گراف ٹیلیفون وغیرہ ہزاروں تعجب خیز صنائع کا ظہور فلسفہ یورپ کی بدولت اور اسکے فرزندوں کی قوت عقلیہ کے سبب ہوا ہے اور اسی فلسفہ اور اسی قوت عقلی نے انگو اپنے معذور سمجھنوں کی دستگیری پر آمادہ کیا اور حسن انتظام کا سلیقہ سکھایا ہے۔ یہ لوگ اگر بت پرست ہوتے یا اور کوئی مذہب رکھتے تو بھی انکی ترقیات اور اخلاق کی ایسی ہی زرقار ہوتی۔ بڑی عمدہ دلیل ہماری اس لئے کی یہ کہ یورپ کے اکثر بڑے بڑے عالم اور ہنرمند لاندہ مذہب ہیں یہاں تک کہ خدا کے وجود کا بھی عقیدہ نہیں رکھتے ہا این ہمہ دولت و اقبال انکے ہم کاب ہو اور دیگر اخلاق بھی ویسے ہی شالیستہ ہیں جیسے کہ یورپ میں عیسائیوں کے ہیں۔ ہندوستانی کر سچین دن رات ابوت اور موت کا صیغہ گردانتے بہتے ہیں مگر انکے اخلاق ہندوؤں اور مسلمانوں سے اچھے دیکھ نہیں جاتے ایسے اب کیا شک ہو کہ جن کمالات اور حسن اخلاق کو سیدھے سادے شہری عیساؑ

کی طرف کھینچتے ہیں وہ مذہبی تعلیم کے نتائج نہیں ہیں بلکہ یہ خدا کی اُس وہی تعلیم کے  
 آثار ہیں جس کا فیضان کبھی کسی قوم پر اور کبھی دوسری قوم کے دل اور دماغ پر ہوتا  
 رہتا ہے۔ کبھی ایشیا یورپ کی اُستاد تھی اب یورپ نے ایشیا کی اُستادی کا درجہ حاصل  
 کیا ہے اور کیا عجب ہے کہ کسی وقت میں وحشی افریقہ ان دونوں کا اُستاد بن بیٹھے۔  
 قدرت الہی کے نزدیک ہر ممکن الوجود کا موجود کر دینا آسان ہے۔ ابھی کتنے دن ہوئے  
 کہ لا معلوم الاسم امریکہ وحشیوں کا رہنما تھا اور اب امریکہ کے رہنے والے ترقیات کے میدان  
 میں یورپ کے دانشمندان سے اگر ٹھٹھے نہیں تو پیچھے بھی نہیں ہیں۔ جاپان کیا تھا  
 اور کتنی تیزی سے کیا ہو گیا ترقیات کے اس درجے پر بھی پہنچنے کے اُسکی رفتار ترقی  
 تیز ہوتی چلی جاتی ہے۔ چین کی قدیم سلطنت اب بھی اس قدر وسیع ہے کہ اُسکی کاٹ و چھٹ  
 سے کتنے خطے جاپان کے برابر نکل سکتے ہیں مگر ادبار اور اقبال کے کمرشمن کو  
 دیکھیے کہ یہ بوڑھا غریب ہر قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے اور کل کا بچہ صرف اُسکی آنکھیں  
 نہیں دکھاتا بلکہ یورپ کے سلاطین عظام بھی اُسکے گوارہ کی عظمت کرتے ہیں  
**قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۝**  
 (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

بیک بخلہ بیک ساعت بیک دم  
 دگرگون می شود احوال عالم

یہ اتفاقات دامن ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت سب لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں ۱۲

دنیا کی تاریخین ہموٹے بٹے فساتے انقلاب کے سناتی ہیں جن سے دولت و اقبال کی بے ثباتی ظاہر اور خداوند عالم کی بے نیازی آشکارا ہوتی ہے۔ **رومن امپائر** کیا تھی اور کیا ہو گئی اسلامی اقبال کا سیلابِ یگستان عرب سے اُٹھا اور اطرافِ عالم میں پھیل کے کہاں سوکھ گیا سیطح بے شمار قومیں اقبال کے عروج پر پہنچیں اور پھر خاکِ ادا بار پر گر کے ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ اپنے اقبال کے زمانہ میں ہر ایک قوم ہنرمندی میں طرزِ معاشرت میں طریقِ تمدن میں مسکین نوازی میں ممتاز تھی لیکن جب نئے دن آئے تو سب اچھی خصلتیں بگڑ گئیں اور فضل و کمال کا سہرہ دوسروں کے سر پر باندھا گیا۔ الغرض خیرات و مہرّت کی افزونی نظم و انتظام کی خوبی یہ سب دلو لے یورپین فطرت کے ہیں جنگو اُنکے فلسفہ نے اُبھارا اور اقبالِ مندی نے اُسکی آب و تاب کو چمکا دیا ہے۔ کبھی مسلمان بھی اقبالِ مند تھے اور دنیا میں اُنکے فضل و کمال کی نوبت بھتی تھی مگر اب تو ادبار کے دن ہیں اور تمام قوم کے دماغ قوتِ عقلیہ اور انتظامیہ سے خالی ہو گئے ہیں مگر اس حالِ زار میں بھی مذہبی تعلیم اپنا کام کیے جاتی ہے اور ہر ایک مسلمان اُسی کی تحریک سے بقدر استطاعت کچھ نہ کچھ ایثار و انفاق کرتا ہی رہتا ہے۔ کچھ شک نہیں ہے کہ اگر مسلمانوں کی خیرات اُسی طرح یک جا کی جائے جیسا کہ اس زمانہ کی اقبالِ مند قوموں کا معمول ہے تو اُنکا مشن بھی وہی سب کام کر دکھائے جو یورپین و امریکن کر رہے ہیں مگر افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ خود غرض و اعطا اور لالچی پیر اور پیر زادے مسلمانوں کی جیب سے بڑی بڑی رقمیں اینٹھ لے جاتے ہیں اور مسکینوں کے حقوق اُن بچاؤ تک

ہو پچھے نہیں پاتے بہر حال مذہبی تعلیم کا مذہبی تعلیم سے اگر مقابلہ کرتے ہو تو قومی اور فطری خصائل کو بحث سے علیحدہ رکھو کیونکہ وہ تو درحقیقت دوسری چیز ہیں اور ہر مذہب اور ملت کے ساتھ میل جول رکھ سکتی ہے۔

## بدی کے معاوضہ سے درگزر کرنا

بُڑے سلوک کے معاوضہ میں ویسا ہی سلوک کرنا تو انصاف کی معمولی کارروائی ہے لیکن بلند خیالی اور کریم النفسی کا یہ اقتضا ہے کہ اپنے ہمجنسوں کی خطائیں معاف کی جائیں بلکہ بُرائی کرنے والوں کے ساتھ کچھ اچھا سلوک بھی عمل میں آئے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من آسا

لیکن زمانہ موجودہ میں ایسے بلند خیال کہاں ہیں اور بجاظ فطرت انسانی قیاس کیا جاتا ہے کہ اگلے زمانہ میں بھی اس طرح کے کریم النفس معدوٹے چند ہے ہوں گے۔ دنیا میں نیک و بد کا قدیم الایام سے ساتھ ہے حضرت آدمؑ کے صلیبی فرزندوں میں بھی اعلیٰ درجہ کے امین پسند اور پرلے درجہ کے جنگ جو موجود تھے پس ایسے دارالفساد سے اگر پاداش عمل کا خوف جاتا ہے تو بد معاشوں کے حوصلہ بلند ہوں اور جو لوگ چھپ کے اندھیری رات میں چوری کرتے ہیں وہ روز روشن میں علانیہ غارتگری شروع کر دیں۔ عقلمندوں نے کہا ہے کہ بدون کے ساتھ نیکی کرنا درحقیقت نیکوں کے ساتھ بدی کرنا ہے۔

نکوئی با بدان کردن چنان ست کہ بد کردن بجاے نیک مردان

بدی کے معاوضہ سے درگزر کرنا

کیونکہ اندیشہ ہے کہ بدخصال فتنہ انگیز چشم پوشی سے زیادہ دلیر ہون اور نیک نفع فرشتہ سیر  
 بزرگوں کے سر سے دستارین اُتار لین اسی دور اندیشی سے یورپ کی شایستہ گونڈنوں  
 نے معافی خطا کا دائرہ تنگ کر دیا ہے۔ دنیا کی موجودہ طاقتوں میں انگریزی گونڈنٹ زیادہ  
 رحم دل اور رعایا پرور ہے لیکن وہ بھی پسند نہیں کرتی کہ لمزمان جرائم سنگین سزا سے بچ جائیں  
 اسی خیال سے اُس نے اپنے ضوابط قانونی میں ایسے جرائم کو ناقابلِ راضی نامہ لکھ دیا  
 ہے اور معافی سزا کے اختیارات صرف بڑے بڑے عالی قدر حکام کو دیے ہیں جو ان  
 اختیارات کو مصلحت کے موقع پر شاذ و نادر نافذ کرتے ہیں۔ اسلامی شریعت سلاطین عصر  
 کے قانون سے زیادہ ملأئم اور حق پسند ہے اُس نے قاضیوں اور بادشاہوں کو ایسے  
 اختیارات نہیں دیے کہ اپنی مرضی سے اُن مجرموں کی خطائیں معاف کرین جنہوں نے  
 کسی دوسرے بندہ خدا کو ناجائز ضرر پہنچایا ہو لیکن شخص متضرر یا اُس کے وارثوں کو مجاز  
 کر دیا ہے کہ باخدا و ضہ مالی یا محض خدا کی خوشنودی کے لیے بعض مجرموں کو سزائے قانونی  
 سے بچالین یعنی شرعاً اکثر جرائم سنگین بھی راضی نامہ کے لائق قرار دیے گئے ہیں۔  
 (س) جب معافی خطا جرم کا حوصلہ دلانے والی متصور ہے تو اسلام نے اُس کو  
 کیون جائز رکھا ہے۔ (ح) اسلام نے معافی کو لازم نہیں کیا ہے ایسے جو شخص از کجا  
 جرم کا ارادہ رکھتا ہو اس کو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ بالفرض کو معافی ملے گی یا صرف فدیہ  
 دیکے سزا سے بچ نکلے گا اور ہر گاہ معافی اور فدیہ لینے کا اختیار شخص متضرر کو حاصل  
 ہے ایسے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ اُس شخص کو موقع سہولت نہ دیگا جو جرائم کا عادی ہے

یا جسکی ذات سے آئندہ اعادہ جرم کا اندیشہ غالب پایا جاتا ہے۔

جو کچھ بیان کیا گیا وہ عدالتِ کارروائی کا ضابطہ تھا اور اخلاقی تعلیم یوں ہوئی ہے کہ پیروانِ اسلام ہمیشہ عفو اور رحم کو کام میں لائیں اور خطا کاروں کی خطا سے حسبہ اللہ درگزر کرتے رہیں لیکن اگر انکا نفس معافی خطا کا تحمل نہ کر سکے تو بھی پاداش میں درجہ مساوات سے آگے نہ بڑھیں چنانچہ خداوندِ عالم نبی کریم کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتا ہے۔  
 خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ۵ (پارہ ۹)

سورۃ الاعراف رکوع ۲۴

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةِ ۖ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ۵ (پارہ ۱۸)

سورۃ المؤمنون رکوع ۶

لیکن عام آدمی اُن محاسنِ اخلاق سے بہرہ مند پیدا نہیں کیے گئے جسے قدرت نے اپنے انبیاء اُن کو آراستہ و پیراستہ کیا تھا اور خداوندِ عالم کی یہ شانِ محدثت ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسا حکم جسکا تحمل انکی طاقت سے باہر ہو نہیں دیتا ایسے اُن لوگوں کو فروتر درجہ کے اصولِ اخلاق سکھائے گئے ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَمَنْ أَعْتَدَ عَلَيْكُمْ قَاتِلًا وَعَدَّ بِمِثْلِ مَا أَعْتَدَى عَلَيْكُمْ ۖ

۱۔ درگزر کرو اپنا شیوہ کرو اور نیک کام کرنے کی ہدایت کرو اور جاہلون سے کنارہ کش رہو ۱۲  
 ۲۔ اگر کوئی تمھارے ساتھ بدی کرے تو تم اسکا دفعیہ ایسے سلوک سے درجہ بہت اچھا ہو اور یہ لوگ کچھ ٹکڑے ہیں جس قسم ہیں ۱۲  
 ۳۔ جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اُسپر ویسی ہی زیادتی کرو اور ایسے معاوضہ بٹل میں خدا سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ  
 اعداؤں کو گون کا ساتھی ہو جو اُس سے ڈرتے ہیں ۱۲

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۴)  
وَلَنْ عَاقِبَتُهُمْ عَذَابٌ مِثْلُ مَا عَذَبْتُم بِهِ وَلَوْ كُنْ صَدَقْتُمْ لَهُو خَيْرٌ  
لِّلصَّادِقِينَ ۝ (پارہ ۴ سورۃ النحل رکوع ۱۶)

پھر اسی رکوع میں ارشاد ہوا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ  
مُحْسِنُونَ ۝ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ كِبْرًا لَا تَمُوتُ  
وَالْفَوَاحِشُ إِذَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ۝ (پارہ ۵ سورۃ الشوریٰ رکوع ۴)  
دو آیتوں کے بعد ارشاد ہوا ہے وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۝ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ  
فَاجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ پھر آخرین اسی رکوع کے فرمایا ہے  
وَلَنْ يَجْزِيَ صَبْرُ وَغْفَرَ لَنَا ذَٰلِكَ لَمَنْ عَزَا الْأُمُورَ ۝

دنیا کے تاریک کرہ پر قدرت نے دو قسم کے دائرے ہدایت کے بنائے ہیں جنکی روشنی  
سے تمام عالم اقتباس نور کر رہا ہے بڑا دائرہ ہدایت عقلی کا ہے اور اُسی کے اندر چھوٹا مگر

۱۱ اگر تم لوگ سختی کرو تو بھی ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی اور اگر صبر کرو تو یہ صبر ان لوگوں  
کے حق میں جو صبر کریں بہتر ہے ۱۲

۱۳ اُنہی لوگوں کا ساتھی ہو جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور دُور مردن کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں ۱۴  
اور خدا کا اجر ان لوگوں کے لیے ہو جو بڑی بڑی گناہوں سے بچتے اور بیانی کی باتوں سے کنارہ کرتے

ہیں اور جب انکو غصہ آجاتا ہو تو بھی دُوروں کی خطا سے درگزر کرتے ہیں ۱۵  
۱۶ بُرائی کا بدلہ ویسی ہی بُرائی ہو پھر جو معاف کرے اور صلح کرے تو اُسکا ثواب اس کے ذمہ ہو اور

بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۱۷  
۱۸ البتہ جو صبر کرے اور خطا کو بخشدے تو بیشک یہ بہت کے کاموں سے ایک کام ہے ۱۹

زیادہ چکیلا دائرہ ہدایت تعلیمی کا کھینچا گیا ہے جسکی تعبیر شریعت الہی کے ساتھ کی جاتی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ ہدایت تعلیمی کا دائرہ یا اسکا کوئی جزو عقلی دائرہ سے باہر ہے وہ حقیقت خلاق عقول پر ہمت لگاتے ہیں کہ اپنے بندوں کو بے عقلی کی باتیں سکھاتا ہے **تَعَالَى اللَّهُ** **عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا** ہدایت تعلیمی کے دائرہ ایک پر ایک کھینچے گئے ہیں انہیں بعض زیادہ وسیع ہیں بعض چھوٹے اور بعض متوسط اس طرح انکی تنویر کی شعاعیں رنگتیں اور اگر صاف لفظوں میں کہا جائے تو انکی برکتیں مختلف درجہ کی ہیں۔ مذہب مشہور میں سب سے پیچھے شریعت اسلامی کا دائرہ کھینچا گیا ہے اور جو تعلیم ذرا بہ عفو اور درگزر کی گئی ہے اُس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ ساتھ حفاظت و لولہ طبعی کے محاسن اخلاق کو صاف صاف الفاظ میں سکھاتی ہے اور مصالح دین و دنیا اُسکے احاطہ میں گھرے ہوئے ہیں دنیا میں قتل کا جرم بہت سنگین ہے اور اُسکی پوری پاداش یہی ہے کہ قاتل کی جان لیجاے لیکن اُسی کے ساتھ یہ خیال بھی ناگزیر ہے کہ اس طرح کی پاداش ہر چند انتظام عالم میں مؤثر ہے لیکن اُسکی وجہ سے اُتلاف نفس انسانی کی تعداد بڑھ جاتی ہے چنانچہ اسی خیال سے حال میں یورپ کی بعض گورنمنٹوں نے اپنے قانون سے ایسی سزا کو جس سے مجرموں کی جان لی جاتی تھی خارج کر دیا ہے۔ اسلام نے دونوں پہلو پر نظر کر کے جو روش اختیار کی وہ بہت عاقلانہ ہے۔

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ**

۱۲ ایسی ہیئت سے اس حدیث پاک ہے ۱۲

معاملات قتل میں ہدایت کے قواعد



فِي الْقَتْلِ أَوْ سَرَابِطٍ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأَنْثَى بِالْأَنْثَى طَمَنَ عَفِيْلَهُ  
 مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ قَاتِبًا بِمَعْرُوفٍ وَأَدْعَاؤُهُ بِأَحْسَانٍ ط ذَلِكَ تَخْفِيفٌ  
 مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ط مَنِ اعْتَدَى بِكَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ  
 أَلِيمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
 (پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ رکوع ۲۲)

چند الفاظ میں نکتہ حکمت اور شان رحمت کا ساتھ احکام کے بتا دینا حق یہ ہے کہ بلاغت قرآنی  
 کا حصہ ہے۔ قصاص بظاہر اتلاف نفس کا اثر رکھتا ہے لیکن لفظ حیات کی تعمیری سیلئے فرمائی ہے  
 کہ یہ سلسلہ قیام امن وہ مدحیات انسانی ہے۔ دشمنانہ معاوضہ جان کا جان ہے لیکن  
 امت محمدیہ پر خدا کی مہربانی تھی کہ اُس نے ورثائے مقتول کو اختیار دیا کہ خونہائے  
 قاتل کی جان بچائیں پھر دیکھیں کہ اسراف فی القتل کی روک متعدد طریقوں سے بعض  
 احکام ہوئی ہے۔

**اولاً** قصاص اُس صورت میں لیا جاسکتا ہے جبکہ قاتل اور مقتول دونوں ایک جنس  
 اور ایک ہی حیثیت مَصْرُوحٌ فِي الْقُرْآنِ کے ہوں اور بصورت دیگر صرف معاوضہ  
 مالی جسکو **دیت** کہتے ہیں شرعاً دلایا جاتا ہے۔ یہ تو موٹی بات ہے کہ عورت اور مرد آزاد

**۱۔** مسلمانوں قتل کے معاملہ میں مکہ و جان کے بدلے جان کا حکم دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد غلام کے بدلے غلام  
 اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس قاتل کو اُسکا بھائی کچھ معاف کرے تو وارث مقتول دستور کے موافق خونہا بچا ہے اور  
 قاتل خوش معاملگی کے ساتھ دیوے یہ آسانی اور مہربانی تھا ہے پروردگار کی طرف سے ہے۔ پھر اسکے بعد جو زیادتی کرے  
 اُسکے لیے عذاب دردناک ہے عقلمند و قصاص میں تمھاری زندگی ہے اور سب کا فائدہ یہ ہے کہ تم لوگ خونریزی سے باز رہو

اور غلام ہر ایک کو اپنی جان بدرجہ مساوی عزیز ہی لیکن اس شرط کے لگانے میں مصلحت یہ رکھی گئی ہے کہ کچھ تعداد اہل نفس کی گھٹ جائے اور کہنے کے لیے یہ حجت بھی موجود ہے کہ معاوضہ ادنیٰ کے اعلیٰ کا ہلاک کر دینا غیر واجب ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریق موافق خیال اُس زمانہ کے کی گئی جس میں اسلام نے ظہور کیا تھا اور قانون کی خوبی یہ بھی ہے کہ جہاں تک مقتضائے مصلحت ہو احکام میں خیالات توابع کی رعایت کرے۔ زمانہ بجاہلیت کے عرب امیرون کو یہ معاوضہ غریب اور شریفوں کو بمقابلہ ارباب ہلاک نہیں کرتے تھے اور اگر معاملہ بالعکس ہوتا تو ایک کے بدلے قاتل اور اُسکے گھرانے کے اور لوگوں کو بھی مار ڈالتے مگر اسلامی مہدلت نے ایسی بے انصافیوں کو روک دیا اور دولت مندی خواہ حالی نسبی کی کوئی تفریق باقی نہیں چھوڑی کیونکہ اگر ان مواقع میں اہل نفس کا کحظا کیا جاتا تو بزم دولت مندی امر اغریبا پر اور شرفا اُس فرقہ پر جو اُنکے خیال میں ذلیل تھا غضب ڈھاتے اور بدامنی کی بلاتین کثیر الوقوع ہو جاتیں۔ (س) شریعت کے احکام خدائی احکام ہیں زن و مرد آزاد و غلام کے حق میں خیالات مخلوق کا اُن پر کیوں اثر پڑا۔ (ج) ایسے کہ وہ احکام لائق عمل ہو جائیں اور بوجہ ناسازگار می طبائع اہل عالم بدامنی کی آفت برپا نہو چنانچہ خود مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ موسیٰ نے بوجہ سخت دلی بنی اسرائیل کے یہ حکم دیا تھا کہ طلاق نامہ لکھ کے مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہو (مرقس کی انجیل باب ۱۰ اور س ۶)۔

پس ظاہر ہے کہ اگلی شریعت میں طبائع توابع کی رعایت کی جاتی تھی اور ہم خود دیکھتے ہیں

کہ دنیاوی قانون میں جہان تک موقع ملتا ہے خیالات رعایا کا لحاظ کیا جاتا ہے اسلئے اسلام نے جو لحاظ اپنے توابع کی طبائع کا کیا ہے اُس پر اعتراض بجا ہے۔

**ثانیاً** بذریعہ خونبہا بہت سے مقدمات میں قاتل کی جان بچ جائیگی۔ خونبہا لیکے جانی دشمن کی جان اکثر وہی خاندان بچا نا پسند کریگا جو تنگ دست ہوا سیلے خونبہا کی تجویز یوں بھی عمدہ ہے کہ اُسکی بدولت ارباب احتیاج کو ایک رقم معقول ملجاتی ہے جو بحالت قصاص نہ ملتی۔ (س) شریعت اسلامی میں بعض غیر مسلم کے مسلم قاتل تارواہ اور ایسی حالت میں ورثاے مقتول اخذ دیت پر مجبور کیے گئے ہیں مگر ایسی تفریق انصاف سے بعید ہے۔ (ج) قرآن میں تو ایسی کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ اُسکے احکام ہر مذہب اور ملت کے افراد سے یکساں متعلق ہیں ہاں بعض احادیث میں ایسی تفریق کا بیان موجود ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہو تو غالباً وجہ تفسیر یہ رہی ہوگی کہ ظہور اسلام کے زمانہ میں دوسری قومیں مسلمانوں کو دین و دنیا کا دشمن خیال کر کے اُن کے ساتھ انصاف میں یک رنگی نہیں برتی تھیں اور نہ مکمل معاہدہ بین الاقوام کا رواج تھا اسلئے اسلام نے بھی عملی طور پر قومی رعایت کو مد نظر رکھا لیکن اب تو عیسائی بلکہ سب شایستہ گورنمنٹوں کے احکام تعزیری ہر مذہب اور ملت کے ساتھ یکساں تعلق رکھتے ہیں اسلئے اسلامی گورنمنٹیں بھی ان معاملات میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کرتیں اور جو ایسی تفریق اب بھی کرتی ہوں اُنکو اپنا طرز عمل بدل دینا چاہیے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ایک بڑا پر مغز مسئلہ اسلام کا ہے (س) (۱) ان کے مقدمات میں

اسلام نے کیون راضی نامہ یا فدیہ ستانی کو جائز نہیں رکھا اور قتل سے بھی زیادہ سزا  
 سنگین سمجھا ہے۔ (ج) ہاں خدا ارشاد فرماتا ہے الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ  
 وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةً وَلَا تَأْخُذْ كُفْرَهُمَا رَأْفَةً فِي دِينِ اللَّهِ  
 إِنَّكُمْ تَوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَشَهِدَ عَدَاؤُهُمَا طَائِفَةٌ  
 مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (پارہ ۸ سورۃ النور رکوع ۱)

حدیثوں کی یہ تعلیم ہے کہ بیاہے مرد اور بیاہی عورتیں جو آزاد ہوں اگر زنا کرین تو انکو  
 سنگسار کر دو۔

توریت نے یوں تعلیم دی ہے ”جو کوئی اُس عورت سے جو لونڈی اور کسی شخص  
 کی منگیتر ہو اور نہ فدیہ دی گئی ہو اور نہ آزاد کی گئی ہو ہمبستر ہو انکو کوٹے مارے  
 جائیں۔ مے مار ڈالے نہ جائیں اسلئے کہ وہ عورت آزاد نہ تھی“ (کتاب  
 اجاب باب ۱۹ ورس ۲۰)

”اور وہ شخص جو دوسرے کی جو رو کے ساتھ یا اپنے پڑوسی کی جو رو سے  
 زنا کرے وہ زنا کرنے والا اور زنا کرنے والی دونوں قتل کیے جائیں“  
 (کتاب اجاب باب ۲۰ ورس ۱۰)

”اور اگر کسی کا ہن کی بیٹی فاحشہ بن کے آپ کو بے حرمت کرے وہ اپنے باپ کو

عورت اور مرد زنا کرین تو ہر ایک کو ان دونوں میں سے دس مارے اور اگر امدا و روز آخرت کا یقین رکھتے ہو تو یقین

الحکم الہی میں اتنی اور زانیہ پر ترس مت کرو اور چاہیے کہ انکی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہے ۱۲

ذلیل کرتی ہے وہ آگ میں جلائی جائے۔ (کتاب اجابا رباب ۲۱ ورس ۹)  
 مسیح علیہ السلام نے تمام احکام توریت کو منظور فرمایا ہے اور یوں ارشاد کیا ہے۔ وہ پس چ  
 کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو  
 سکھائے آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کھلائے گا۔ (انجیل متی  
 باب ۵ ورس ۱۹)

ان اسناد سے ظاہر ہے کہ نہ صرف اسلام نے بلکہ اگلی شریعتوں نے بھی زنا کو بڑا سنگین  
 جرم خیال کیا ہے اور دنیاوی قانون جو اسکو خفیف اور لائق راضی نامہ قرار دیتے ہیں  
 وہ خداوندی تعلیم کے خلاف ہیں۔

اسلام نے زنا کے روکنے میں ایسے شدت گوارا کی ہے کہ وہ سخت مخرب اخلاق ہے اور  
 دنیا کی بد امنی میں بڑا اثر رکھتا ہے چنانچہ ان دنوں بھی زیادہ جھگڑے اسی کی بدولت  
 پیدا ہوتے ہیں اور اکثر ضرب شدید اور قتل کی نوبت آجاتی ہے باوجود سختی سزا کے  
 اسلام نے شہادت زنا کا پلہ بھاری کر دیا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ يَمُوتُونَ**  
**الْمَحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَلْحَقُوا بِأَرْبَعَةٍ شَهَدَاءَ فَاجْلِدُوا لَهُمْ مِائِينَ جَلْدَةٍ وَ**  
**لَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ**  
 (پارہ ۸ سورۃ النور رکوع ۱)

ہر دشمن سمجھ سکتا ہے کہ اسلام نے کیسی دوراندیشی کے ساتھ سزا کو سنگین اور ثبوت کو

۱۳ اور جو لوگ بی بی غیر تہمت لگائیں اور چار گواہ پیش کریں تو ان کو کوئی ثبوت نہ رہا کہ کبھی انکی گواہی مل سکے۔ یہ لوگ خود بیکار ہیں

عسیر الحصول قرار دیا ہے اور بڑی خوبی کے ساتھ شیوع فواحش کو بھی روکا اور کثرت اہل  
نفوس اور بیجا تمہتوں کا دروازہ بھی بند کیا ہے۔ اپنی عورتوں کی زنا کاری سے جو شخص  
چشم پوشی کرے وہ سخت بیچیا ہے اور جو اسکا معاوضہ لینا پسند کرے وہ بے اشتباہ  
دیوث ہے اور یہی وجہ ہے کہ باوجود اپنی رحمدلی کے غیور اسلام نے معافی کو یا اخذ فیہ کو  
معاملات زمانین جائز نہیں رکھا ہے کیونکہ اسلام کے عمدہ اصول میں ایک یہ بھی ہے۔

الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ - اور عرب کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔  
فَلَا وَابْنِكَ مَا فِي الْعَيْشِ خَيْرٌ وَلَا الدُّنْيَا إِذَا ذَهَبَ الْحَيَاءُ  
يَعِيشُ الْمَرْءُ مَا اسْتَحْيَى بِخَيْرٍ وَيَكْفِي الْعُودُ مَا بَقِيَ الْحَيَاءُ

معاوضہ اور عفو کے نسبت شریعت موسوی کے یہ احکام ہیں ”تو اپنی قوم کے  
فرزندان سے بدلہ مت لے اور نہ انکی طرف سے کینہ رکھ بلکہ تو اپنے بھائی کو  
اپنے مانند پیار کر“ (کتاب اجار باب ۱۹ اور س ۱۸)

”توڑنے کے بدلے توڑنا آنکھ کے بدلے آنکھ دانت کے بدلے دانت جیسا کوئی  
کسی کا نقصان کرے اُس سے ویسا ہی کیا جائے اور جو حیوان کو مار ڈالے  
اُسکا بدلہ دیوے۔ وہ جو انسان کو مار ڈالے جان سے مارا جائے۔ تمھاری  
ایک ہی طور کی شریعت ہو جو اجنبی کے حق میں ہو وہی تمھارے دیس والے کے

حیاء و ایمان ہے ۱۲

قسم تیرے باپ کی زندگانی اور دنیا میں کوئی لطف نہیں ہے اگر حیا جاتی ہے۔ جب تک آدمی میں حیا  
ہو اچھی زندگانی کرتا ہو اور لکڑی کی بقا اسی وقت تک ہو کہ کچھ لکھا محفوظ ہو ۱۲

حق میں ہو۔ (کتاب اجارباب ۲۴ ورس ۲۰ لغایت ۲۲)

انجیل کی تعلیم یہ ہے ”تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ جو تیرے دہسنے گال پٹا نچے مائے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی چاہے کہ تجھے زالش کر کے تیری قبا لے کرے تو بھی اُسے یہ لینے دے۔ اور جو کوئی تجھ کو ایک کوس بیگا رہیجائے اُسکے ساتھ دو کوس چلا جائے۔“ (انجیل متی باب ۵ ورس ۳۸ لغایت ۴۱)

انجیل میں فروتنی کی یہ بڑی اونچی تعلیم ہے مگر اُسکے عسیر العمل ہونے کا یہ کافی ثبوت ہے کہ **شمعون پترس** نے جو حواریوں میں بہت ممتاز تھے خود مسیح کے رد و بد اس تعلیم کے خلاف عمل کیا چنانچہ انجیل یوحنا میں تحریر ہے ”تب شمعون پترس نے تلو اور جو اُس کے پاس تھی کھینچی اور اُسکا دھنا کان اڑا دیا“ (یوحنا باب ۸ اور رس ۱۰) اور جب اتنے بڑے مقدس بزرگ اپنے غصہ کو روک نہ سکے تو پھر کسی عیسائی کسی بشپ یا لارڈ بشپ کی نسبت کیونکر قیاس کیا جائے کہ وہ اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں یا کر سکتے ہیں۔

مختصر طور پر میں نے مناسب مقام ہر سہ مقدس کتابوں کی تعلیم کا تذکرہ لکھ دیا اور میں باور کرتا ہوں کہ یہ سب چشمے ایک ہی دریا سے نکلے اور حسب ضرورت وقت اگلوں نے تشنہ لبان عالم کو سیراب کیا اور سب سے پہلے میں جو ٹھنڈک اور غدوبت ہے اُسکا اندازہ ہر اہل مذاق خود کر سکتا ہے مگر میرا ذاتی خیال تو یہ ہے۔

آقا تھا گردیدہ ام مہربان ورزیدہ ام بسیار خوبان دیدہ ام لیکن چیزے دیکری

## ازدواج اور زوجین کا باہمی سلوک

مرد و زن کے باہمی تعلقات محض عیش پسندی اور اطلاقے جوش نفسانی کے لیے نہیں ہیں بلکہ انھیں تعلقات پر مدار ترقی اور بقائے نسل انسانی کا بھی ہو کر گاہ عالم پر غور کرنے والا جب دشمنانہ نظر ڈالتا ہے تو اسکو ہر ایک نظام میں سلسلہ حکمت دکھائی دیتا ہے اور بے ساختہ اُسکی زبان سے یہ ترانہ تقدیس بلند ہو جاتا ہے رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا اے ہمارے پروردگار تو نے اسکو بیفائدہ پیدا نہیں کیا۔ چنانچہ تو والد و تناسل کے سلسلہ میں زن و مرد کی شرکت اور انہیں مختلف جذبات کی تقسیم اسیلے ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کا مددگار ہو اور اولاد کی پرورش اور پرداخت میں دقت نہ پڑے۔ توریت (باب ۲ کتاب پیدائش) سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم کی وحشت تنہائی دور کرنے کو انھیں کی ایک پسلی سے حوا کا ڈھا پنچہ خدا نے بنایا اور آدم نے کہا کہ ہر گاہ یہ عورت میری ہڈی اور گوشت سے بنی ہے اسیلے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور جوہر دے ملا رہے گا۔ انجیل میں تحریر ہے ”سوئے (زن و شو) اب دو تن نہیں ہیں بلکہ ایک تن ہیں۔ پس جسے خدا نے جوڑا ہے آدمی جدا کرے۔ اور گھر میں اُسکے شاگردوں نے اُس سے اس بات کے بابت پوچھا۔ اُس نے انھیں کہا جو کوئی جوہر کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے تو اُسکی نسبت زنا کرتا ہے۔ اور جوہر و اگر اپنے شوہر کو چھوڑے

ازدواج اور زوجین کا باہمی سلوک



اور دوسرے سے بیاہی جائے تو وہ بھی زنا کرتی ہے۔" (مرقس باب ۸ ورس ۸ لغایت ۱۲)

قرآن میں اس مناسبت سے کہ انہیں ایک دوسرے کا راز دار اور پردہ دار ہے ارشاد ہوا ہِرْهُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ طعور میں تمہاری اور تم اُنکے لباس ہو اور پھر ایک دوسرے موقع پر اسوجہ سے کہ عورتوں کے رحم میں انسانی بیج جمتا اور پرورش پاتا ہے فرمایا ہِرْهُنَّ لَّكُمْ حَرَّتُ لَّكُمْ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اولاد کو ہر انسان ثمرہ زندگی کا خیال کرتا ہے جس کھیت سے یہ خوشگوار ثمر حاصل ہوتا ہو وہ کتنا عزیز اور کیسا کچھ لائق قدر ہوگا۔ بلاغت قرآنی معجزہ محمدی ہوا سیلے جو لطف ان تشبیہات میں ہے وہ دوسری جگہ کب ملنے لگا لیکن دنیا کے تمام مذاہب اور تمام آسمانی صحائف اس تعلق کے قوام کو گارڈھا کہتے ہیں عقل بھی اُسکو ضروری بتاتی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ یہ تعلق اس قدر دلپذیر ہے کہ حضرت عشق اُسی کے بھیس میں اکثر تکلیف ظہور گوارا فرماتے ہیں۔

تولید کے نتائج اگرچہ آدابہ تعلق سے بھی حاصل ہو سکتے ہیں لیکن شرعیہ طور پر اُسکو معاہدہ اور چند مصلحت آگین شرائط سے اسلئے پابند کر دیا ہے کہ نسلیں اختلاط سے پاک رہیں۔ پرورش اولاد اور سلسلہ جانشینی میں خلل نہ پڑے۔ نظام عالم خوش اسلوبی سے قائم ہو۔ اور زن و شو ایک دوسرے کے رنج و راحت میں اُسی طرح شریک رہیں جیسا کہ باغ عدن میں آدم و حوا علیہما السلام کی باہمی موانست تھی اور دنیا کے دارالحسن میں بھی دونوں کا نیاز مندانہ ساتھ نبھ گیا۔

عام طور پر عورتوں کی وفاداری جان نثاری لائق تحسین ہی لیکن شک نہیں کہ انہیں کی بدولت مردوں کو بسا اوقات مصیبتوں کی کڑی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں یا انہیہ مردانہ فرض اخلاق یہی ہر کہ ان ملامت خصال مخلوق کے ساتھ اُنکے خاوند بلائمت پیش آئیں اور انکی خطاؤں سے بہ اتباع سنت پوری درگزر کریں کیونکہ انسان کے ابو الّا با عورت کے وسوسہ میں پڑ کے باغ عدن سے نکالے گئے۔ خود اُنکو طرح طرح کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں اور ہم لوگ جو انکی اولاد سے ہیں اُسی وسوسہ کا خمیازہ اُنکے بھگت ہے ہم ہیں لیکن جد امجد کے حلم اور اُن کی مروت کو دیکھیے کہ عورت کی طرف سے تیور پیرل نہیں آیا اور ہر کو آسمانی صحائف سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اتنے بڑے اہم معاملہ میں دوستانہ کلمات شکایت بھی زبان پر لائے ہوں۔ اب اُس خطا سے بڑھ کے دوسری کون ایسی خطا ہو سکتی ہے کہ آدم کے بیٹے اُسکی پاداش میں حوا کی بیٹیوں کو ستائیں۔ قرآنی ہدایتوں کا صاف یہی منشا ہے کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک برتا جائے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى** **وَعَاشِرُهُنَّ يَا لَمَعْرُوفَ ؕ كَانَ لَوْ هُم مِّنْ فَجَسَةٍ أَن تَكُوهُنَّ أُنثَىٰ وَتَجْعَلَ اللَّهُ** **فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝** (پارہ ۴ سورۃ النسا رکوع ۳)

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَإِن مَّرْءًا خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ غَرًا فَاصْلَحْ لَهَا عَلَيْهِمَا** **أَنْ يَصْلَحَا بَيْنَهُمَا صَلَاحًا طَوِيلًا وَالدُّخْلُ خَيْرٌ وَأَخْفَرَتْ الْأَنْفُسُ الشَّحًّا وَلَنْ تَحْسَبُوا**

۱۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو اگر تم کو بیسیان پسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرتے ہو اور اسے پسند نہیں کرتے بلکہ کہیں کہیں آنا اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی یا دنی یا یہ تو جی کا اندیشہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے کہ دونوں پسندیں صلح کریں اور صلح ہر حال بہت چھٹی ہے ہر او طبعیتوں میں بغل ہوا ہی کرتا ہے اور اگر تم لوگ پسندیں سلوک نیک کرنا اور زیادتی سے بچتے ہو تو خدا تمہارے کاموں کا گواہ ہے اور

وَتَقَوُّوا أَنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (پارہ ۵ سورۃ النسا رکوع ۱۹)

اب میں چند حدیثوں کو پیش کرتا ہوں کہ پیغمبر علیہ السلام نے مسلمانوں کو پوزو الفاظ میں رغبت دلائی ہے کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور انکی کج ادائی سے چشم پوشی کر جائیں۔

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
استوصوا بالنساء خيرا فانهم خلق  
من ضلیم وان اعوج شئ فی الضلیم  
اعلاہ فان ذہبت تقیمہ کسرتہ  
وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا  
بالنساء (رواہ البخاری وسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری  
نصیحت مانو عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو  
درحقیقت عورتیں پسلی سے بنائی گئی ہیں جکا  
بالائی حصہ یادہ کج ہوتا ہے اگر تم اسکو سیدھا کرنا  
چاہو تو ٹوٹ جائے اور اگر بحال خود چھوڑ دو تو  
ہمیشہ کج رہے پس میری نصیحت مانو عورتوں کے ساتھ نیک

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرکم  
لاہلہ۔ (رواہ ابن ماجہ)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں  
اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا سلوک کرے تاہو میں  
تم لوگوں سے بڑھ کے اچھا سلوک اپنے اہل سے لکھتا ہوں

۱۷ اسی وجہ سے اکثر عورتیں زبان دراز ہوتی ہیں ۱۲

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں  
اکمل المؤمنین إيماناً أحسنهم خلقاً | میں بکا ایمان دار وہ ہے جو خلقِ حُسن سے زیادہ  
وَحَيَاءٌ رَكْمٌ خَيْرٌ لَّكُمْ لِنِسَائِهِمْ وَالتَّزْنِي | بہرہ مند ہو اور تم لوگوں میں بہت اچھا وہ ہے جو اپنی  
(مشکوۃ المصابیح) عورتوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک رکھتا ہو۔

بعد ملاحظہ ان اسناد کے کوئی انصاف پسند نہیں کہہ سکتا کہ اسلام نے عورتوں کی نسبت  
اپنے تابعین کو ہمدردی کی تعلیم نہیں دی ہے یہاں اسلام نے عورتوں کو اپنے شوہر  
کا فرمان پذیر قرار دیا ہے اور اس فرمان پذیری کے عوض میں وہ اجر جزیل کی امیدوار  
کی گئی ہیں۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْوَجَالَ قَوْمًا مِّنْ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا قَضَى اللَّهُ بَعْضَهُمْ  
عَلَى بَعْضٍ مَّا آتَفَقُوا مِنْ أَمْرِ الْهَمِّ ط (پارہ ۵ سورۃ النساء کو ع ۶)

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت  
الْمَرْءُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسًا وَصَامَتْ شَهْرًا | نے پانچ وقت کی نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے اور  
وَاحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاطَاعَتْ بَعْلَهَا | بیکار رہی اپنے تین بچا یا اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کی تو وہ

لہ مرد و حاکم ہیں عورتوں پر ایسے کہ خدا نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور ایسے کہ عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں

قلیہ خل من ای ابواب الجنۃ شاءت مجازہ ہر کہ جس دروازہ سے چاہے جنت  
(رواہ ابو نعیم فی الحلیہ) مین چلی جائے۔

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو  
ایما اموعہ ماتت وزوجہا عنہا راضی | عورت وفات کرے اور شوہر اسکا اس سے  
دَخَلَتْ الْجَنَّةَ (رواہ ابن ماجہ) راضی ہو وہ عورت جنت مین جائیگی۔

توریت (کتاب پیدائش باب ۳ ورس ۱۶) مین بھی خداوند عالم کا یہ ارشاد موجود ہے ”تو نے  
(خداوند خدا نے) عورت سے کہا کہ مین تیرے حمل مین تیرے درد کو بہت بڑھاؤں گا  
اور درد سے تولد کے جننے گی اور اپنے خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا اور وہ تجھے حکمت  
کرے گا“ عیسائیوں کے مذہبی مجالس مین پولوس کی بڑی وقعت ہے وہ قزنتیوں کے  
پہلے خط باب ۱۱ مین تحریر فرماتے ہیں کہ مرد عورت کا سر ہوا اور بتا کید ہدایت کرتے ہیں کہ  
عورت مین اپنے سروں کو اوڑھتی سے چھپائے رکھیں اور اسی خط کے باب چودہ  
(درس ۳۲ لغایت ۳۶ مین) مندرایا ہے کہ عورت مین کلیسیا مین بھی ہر کلام منہ  
بلکہ جو کچھ پوچھنا ہو گھروں مین اپنے شوہر سے پوچھیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ فرمانبردار  
ہوں۔ اب اگر کوئی قوم عورت و مرد دونوں کو ہم رتبہ کرنا اور آزاد رکھنا چاہتی ہو تو دوسرے  
الفاظ مین ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ حکم خدا سے تجاوز کرتی ہے۔

عورت کی ذات کا تابع حکومت شوہری رکھتا ہر ایک دور اندیش سمجھ سکتا ہے  
 کہ شرمناک حوادث کے انسداد کا ذریعہ ہو اور اسلامی شریعت نے صرف اتنی ہی حکومت  
 کا فائدہ شوہرون کو عطا کیا ہے لیکن شرعاً اپنی املاک اور اپنے حقوق پر بعد نکاح کے بھی  
 عورتوں کو مثل مردوں کے آزادانہ اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ عیسائیوں کے مذہب  
 نے عورتوں کو بشارت دی ہے کہ اپنے شوہر کی جزہ بجاتی ہیں لیکن ملکی قانون نے اسی  
 بشارت کی بنیاد پر مالی آزادی چھین لی ہے کیونکہ بعد از نکاح زوجہ کے املاک کا حقیقت  
 شوہر مالک بن جاتا ہے اور مسکین عورتوں کو اتنا بھی اختیار نہیں رہتا کہ کوئی معاہدہ اپنے  
 نام سے کر سکے۔ اب انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ مسلمان عورتوں کی حالت اچھی ہے  
 یا عیسائی عورتوں کی جبکہ جوہر وجود کننے کے لیے مٹ گیا مگر ان کے مالی حقوق درحقیقت  
 طوفان ازدواج میں برباد ہو گئے

عیسائیوں کا اعتراض اسلام پر ایک یہ بھی ہے کہ اُسے طلاق کو جائز رکھا ہے اور  
 مرقس کے انھیں فقرات کو جنھیں ہم نے قبل اسکے نقل کر دیا ہے اس سند میں پیش کرتے  
 ہیں کہ مذہب عیسائی نے بہت بڑی رحمدلی عورتوں کے ساتھ برتی ہے بلکہ بعض مشنری  
 تو یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ طلاق اور تعدد ازدواج اشاعت اسلام کا ذریعہ ہوا ہے لیکن  
 اگر یہ مشنری حق پسند ہیں تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ اسی امتناع طلاق اور تعدد ازدواج نے  
 مردوں میں فحش مگر عورتوں کی سادہ دل جماعت میں عیسائیت کے ساتھ زیادہ دلچسپی پیدا کی ہے۔ بہر حال  
 اس موقع میں خاص ضرورت ہے کہ ان اعمال کی نسبت تشریح کی جائے کہ ان کو اسلام نے

طلاق کی حقیقت

کہا تک جائز رکھا ہوا اور انہیں کتنے مصلح دینی و دنیوی مضمر ہیں۔ از روئے شریعت اسلامی  
 اگر شوہر زانیہ زوجہ کو سزا دلانا چاہتا ہو تو اسکو چار گواہ چشم دید پیش کرنا چاہیے اور اگر  
 محض تفریق مقصود ہو تو اسکو ایک خاص طریقہ پر جسکو **لعان** کہتے ہیں قسم کھانے کی  
 ضرورت ہے لیکن اگر غیرت مند آدمی ایسی نصیحتہ کی شہرت ناپسند کرتا ہو تو اس کے لیے بھی  
 آخر کوئی مناسب تدبیر ہونی چاہیے۔ زمانہ حال کے مہذب جنٹلمین جب مقدمات طلاق میں  
 حاضر عدالت ہوتے ہیں تو جیسا کچھ اُنکا خاکہ اُڑایا جاتا ہے اسکو آٹے دن ہم لوگ اخباروں  
 میں دیکھتے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ شریفانہ طبیعتیں اسطرح کے اعلان توہین کو کیونکر برداشت  
 کر لیتی ہیں۔ ان معاملات میں شرفاء عرب سخت غیر متند تھے چنانچہ سعد بن عبادہ جن کا  
 سردار ان انصار اور رسول اللہ کے فرمان بردار معتقدون میں شمار کیا جاتا ہے ایک جلسہ میں  
 جوش غیرت کو ضبط نہ کر سکے اور عرض کیا کہ اگر میں اپنی زوجہ کو زنا کرتے دیکھوں تو کیا  
 اس قدر صبر کروں گا کہ اس واقعہ کے چار گواہ فراہم ہوں ؟ قسم ہے اس خدا کی جس نے  
 آپ کو سچا نبی بنایا ہے اگر میں ایسا واقعہ دیکھوں تو تلوار سے اسکا چارہ کا رکروں۔  
 خیر یہ تو اشتعال طبع کی ایک حالت ہے لیکن عاقلانہ اور اسلم طریقہ یہی ہے کہ بدنام کرنیوالی  
 حکایتوں کا تذکرہ نہ آئے اور طلاق دیکے شوہر اپنی گلو خلاصی کر لے۔ اسکے علاوہ  
 فرض کرو کہ مرد نے جہان تک انسان سے ممکن ہے جا بچ کے کسی عورت سے نکاح کر لیا  
 مگر وہ غیب کا جاننے والا تو تھا نہ میں آئندہ چل کے وہ نیک بخت دوسرا بیگ لائی  
 شوہر کو مان باپ کو اولاد کو خواہ پڑوسیوں کو اسکی کج ادائی سے ناگوار تکلیفیں

پہنچ رہی ہیں ایسی صورت میں نیک خوشوہر جو ہر طرف سے نشانہ ملامت بن گیا ہو اگر قطع تعلق نہ کرے تو کیا اس مصیبت کی آگ میں چپکا جلتا ہے۔

زن بد در سر مرد نکو ہم درین عالم ست دو رخ او

یہ سب خطرات دور اندیش اسلام کے پیش نظر تھے جسکی بنیاد پر اُسے عیسائی تعلیم کو ناپسند کیا طلاق کی اجازت دی مگر ایسی اخلاقی قیدیں لگا دیں جبکا شریعت موسوی میں موجود تھا

## حدیث

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاذُ مَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَنَاقِ وَلَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضَ مِنَ الطَّلَاقِ (رواه الدارقطني)

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے معاذ زمین پر اللہ نے جو کچھ پیدا کیا ہے ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ اُسکے نزدیک غلاموں کی آزادی اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔

## حدیث

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللَّهِ الطَّلَاقُ - (رواه ابو داود)

ابن عمر سے روایت ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حلال چیزوں میں اللہ کو ابغض طلاق زیادہ ناپسند ہے۔



## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 أَيُّهَا امْرَأَةٌ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا  
 فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَخِيَ امًّا عَلَيْهِ  
 رَايِحَةُ الْجَنَّةِ (رواه الترمذی) کی بوسے خوش حرام ہے۔  
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ جو عورت بحالت غیر ضروری اپنے شوہر  
 سے خواستگار طلاق ہو اس پر بہشت  
 پس ظاہر ہے کہ اسلام نے یہ مجبوری خاص حالتوں میں طلاق کو جائز رکھا اور اس کا  
 اختیار مصلحت حوالہ امتیاز عقلی شوہرون کے کر دیا ہے۔ عورتوں پر اس کا بہت بڑا احسان  
 ہے کہ طلاق کے پردہ میں وہ ایسی بدنامیوں سے بچ جاتی ہیں جن کی وجہ سے دوسرا  
 غیر متذلل خواستگاری نہیں کر سکتا۔ اب عورتوں کا یہ کام ہے کہ وہ اپنے تئیں ایسی برکداری  
 میں مبتلا نہ کریں کہ پابند شریعت شوہرون کو طلاق دینے کی ضرورت داعی ہو۔ جو لوگ  
 خلاف شریعت عیش پسندی کے لیے طلاق دیتے ہوں ان کی بد اخلاقی کا اسلام ذمہ دار  
 نہیں ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی کی ذمہ داری شریعت موسوی پر عائد نہیں  
 ہو سکتی اور نہ بعض عیسائیوں کی بد اخلاقیوں کی عیسوی تعلیم جواب دہ ہے۔ ہم فخر کے ساتھ  
 یہ بھی کہتے ہیں کہ شرفائے اہل اسلام میں طلاق عملاً متروک ہے۔ دور کیوں جاؤ خود  
 ہندوستان کو دیکھ لو کہ شریف خاندانوں میں طلاق کا ذکر سنا نہیں جاتا اور اگر کہیں بھی  
 گیا تو وہ ایسا شاذ و نادر ہے جو شمار کے لائق نہیں۔

مرقس نے جو روایت کی اُسکے روسے طلاق عموماً ناجائز ہو گیا لیکن متی نے اپنی روایت میں ایک شکل باقی چھوڑی ہر انکی انجیل باب ۵ درس ۳۱ و ۳۲ میں لکھا ہے۔ ”یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جو رو کو چھوڑے اُسے طلاق نامہ لکھ دے۔ پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جو رو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کر وانا ہے۔ اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے۔

ترجموں کو صحیح اور الفاظ کو تحریف مابعد سے بری مان لو مگر اسی کے ساتھ ان دونوں میں کتابوں کے مضمون میں اتحاد کیونکر پیدا کرو گے اور باوجود اُس اضافہ کے جو متی نے کیا ہو کہ سطح پر کہہ سکو گے کہ اُس نے اُن تمام ضرورتوں کو جنکا ہم تذکرہ کر آئے ہیں رفع کر دیا ہے متی کے اضافہ پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ توریت کے احکام کی مسیح علیہ السلام نے عموماً توثیق کی ہے۔ ”یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا۔ میں منسوخ کرنے کو نہیں بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ ایک شوشہ توریت کا ہرگز نہ ٹلیکا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو۔ (متی باب ۵ درس ۱۷-۱۸)

پس زنا کی صورت میں بحکم توریت شوہر و عورت ملک عدم کو بھیج دیا جائے گی۔ طلاق کس بد بخت کو دیا جائیگی۔ میرے خیال میں غالباً مقصود یہ ہے کہ اگر شوہر عدالت کی رسوائی سے بچنا چاہتا ہو تو جائز ہے کہ اندر خانہ طلاق دیدے مگر عیسائی شوہروں کے لیے

مرقس اور متی دونوں پر یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ پھر طلاق کا عام حکم جو مندرجہ توریت ہے کیوں منسوخ کر دیا گیا ۱۲

یہ سخت مسئلہ ہے کہ جب تک قانونی ثبوت موجود نہ ہو انکی عدالتین طلاق کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔

اسلام نے کبھی نہیں کہا کہ وہ کتب قدیمہ کے احکام میں دست اندازی نہیں کرتا  
اسی لئے اگر اُس نے انجیل خواہ توریت کے احکام سے اختلاف کیا ہو تو محض برہان اُس  
اختلاف کے الزام دینا بجا ہے۔ ہاں اگر اُس کے احکام عقل و انصاف یا مصلح دینی و  
دنوی کے خلاف ہوں تو البتہ اُس کے مرسل من اللہ ہونے پر شبہ کرنا معقول ہے لیکن ثبات  
تو یہ ہوا کہ اس معاملہ میں اُس کے احکام عاقلانہ اور نہایت معتدل ہیں (س) مردوں کو  
اسلام نے آزادی دی ہے کہ بلامرضی زوجہ کے طلاق دین لیکن عورتوں کو کیوں ایسا مجبور  
کیا ہے کہ بلا استرضائے شوہر نکاح کو فسخ نہیں کر سکتیں (ج) مرد نے اُس معاہدہ کا  
جو عورت کی طرف سے ہوا معاوضہ نقدی (مہر) دیا ہے اور عطاے نفقہ میں بھی برباری  
اٹھائی ہے اس لئے بلا رضامندی ایسے فریق کے عورت مستحق نہیں ہے کہ معاہدہ کو توڑ دے  
فرض کرو کہ زید نے خالد کی زمین بلا قید میعاد ایک معین رقم زردیہ کے کرایہ کی اور  
تو خود اپنے تئیں کسی شرط کا پابند نہیں رکھا ایسی صورت میں زید انصافاً اور قانوناً مجاز  
ہے کہ اپنا نقصان گوارا کرے اور زمین کو چھوڑ دے لیکن خالد کو تو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ  
بلامرضی زید کے اپنی زمین چھوڑ اے۔ یہ مثال ہر پہلو سے مسئلہ طلاق کے ساتھ چسپا  
ہو ہیں جو تفریق اس مثال میں واجبی کسی جاتی ہو وہی تفریق زن و شو کے معاملہ میں کیوں  
قرین انصاف نہ سمجھی جائے۔ (س) عیسائی زن و مرد دونوں یکساں عہد دہی

کرتے ہیں ایسے اُنہیں طلاق کی مداخلت کیون جائز ہو۔ (رج) دیگر مذاہب سے اسلام  
 فرائش نہیں کرتا کہ مسئلہ طلاق کو اپنے قانون میں داخل کریں ہماری غرض تو صرف  
 اس قدر ہے کہ اسلام نے جو اجازت طلاق کی مسلمانوں کو دی ہے وہ قرین مصلحت ہے اور عورتوں  
 کے حق میں بھی انصافی نہیں ہوتی ہے (س) مسلمان مثل عیسائیوں کے معاہدہ مثل  
 کیون نہیں کرتے یا یہ کہ عورت اس شرط کو کیون معاہدہ نکاح میں داخل نہیں کر سکتی کہ  
 وہ بلا استرخا سے شوہر ترک تعلق کی مجاز ہوگی۔ (رج) انصاف سے جب موازنہ کیا جا  
 تو بمقابلہ مرد کے عورت ضعیف العقل ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آدم جب تک تنہا تھے تو شجر  
 کھانے کی انکو رغبت نہیں ہوئی مگر حوا لیا گئیں اور اپنے تئیں اور اپنے ساتھ شوہر کو بھی  
 بلا میں پھنسا یا ایسے اسلام نے ہدایت کی ہے کہ معاہدہ نکاح میں مرد و فریق غالب ہو اور زچہ  
 اپنے خاوند کی تابع مرضی یعنی محکوم ہے۔ دنیوی قانون سے ہمکو زیادہ بحث نہیں ہے  
 لیکن انجیل متی کے جو فقرے نقل کیے گئے اُنہیں صرف شوہر کو اجازت ہے کہ زانیہ عورت  
 سے قطع تعلق کرے مگر زوجہ کی نسبت الفاظ موجودہ سے نہیں نکلتا کہ وہ بھی زانیہ شوہر کو  
 چھوڑ سکتی ہے اور یہ بھی ایک دلیل ہے اس دعویٰ کی ہے کہ خدا نے اختیارات کے عطا  
 کرنے میں مرد و عورتوں پر فوقیت دی ہے۔ از روے شریعت اسلامی مرد و عورتوں کو ایک ہی  
 وقت میں چند عورتوں سے تعلق ازدواج قائم رکھنا جائز ہے عیسائیوں کو اس کے جواز پر  
 سخت اعتراض ہے ایسے تعداد ازدواج کے حسن و قبح پر ہم ایک مختصر گفتگو کرنا ضروری  
 خیال کرتے ہیں۔ ہم نے قبل اس کے ثابت کیا ہے کہ تعلیم الہی دار عقلی سے خارج نہیں ہوتی

تعداد ازدواج کا حسن و قبح اور اس بحث کا فیصلہ

ایسے ہکوسب سے پہلے حضرت عقل سے پوچھنا چاہیے کہ تعدد ازدواج میں کتنے فائدہ  
اور کتنی مضرتیں مطلقاً ہوں اور پھر ان دونوں کا موازنہ کر کے عقلی فیصلہ بہ آسانی ہو سکے گا  
کہ کس پہلو کا اختیار کرنا قرین صواب ہے۔

## تعدد ازدواج کی مضرتیں

اولاً زن و شو کے تعلقات میں جب تک تخصیص کا رنگ پیدا نہ ہو اسوقت تک  
نہ اُن کا اخلاص حد کمال کو پہنچ سکتا اور نہ تمدن میں اعلیٰ خوبیاں نمایاں ہو سکتیں۔  
ثانیاً تجربہ شاہد ہے کہ بحالت تعدد ازدواج آئے دن خانگی جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں  
اور مرد کی آسائش بلکہ اُسکی عافیت بھی معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔  
ثالثاً زن و مرد دونوں ایک ہی طرح کے ذی روح اور صاحب اختیار ہیں اس لیے  
بے انصافی کی بات ہے کہ مرد و عورت کی آزادی پھین لے اور خود اپنی آزادی کو در بدر  
اُچھالتا پھرے۔

رابعاً اکثر ازدواجی حیوانات ایک ہی مادہ پر قناعت رکھتے ہیں ایسے ظاہر ہوتا ہے کہ قانون  
فطرت وحدت ازدواج کا سفارشی ہے اور اس مقدس قانون کی سفارش و نمین کچھ کچھ نکتہ حکمت مضمر تھا اگر

## تعدد ازدواج کے منافع

اولاً حیض و نفاس عورتوں کے خصائص سے ہیں اور ان دونوں حالتوں میں

استفادہ حق شوہری مضر صحت اور باعث کراہت طبعی ہے۔ پھر مدت حمل اور ایام رضاعت میں اگر عمل مقاربت مسلسل قائم رہے تو بچوں کی تندرستی محفوظ نہیں رہتی۔ ایک جانب معذوریوں کی یہ حالت اور دوسرے جانب مردوں کا جوش نفسانی مختلف کیفیات ہو پس اگر مرد مجبور کیسے جائیں کہ ایک ہی عورت پر قناعت کریں تو گمان غالب ہے کہ انکے اکثر یا بعض افراد ناجائز تعلقات پر مجبور ہوں۔

**ثانیاً** عورت محل اور مرد ذریعہ تولید ہوا سیلے اگر تعدد ازدواج جائز نہ رکھا جائے تو ضرور ہے کہ ترقی نسل کی رفتار دھیمی پڑ جائے حالانکہ ملکی یا قومی ضرورتیں کبھی مقتضی ہوتی ہیں کہ تداہیر ترقی کو وسعت دیجائے۔

**ثالثاً** خوش نصیبی کا حسن اتفاق ہے کہ دنیا ان دنوں ایسے امن عام کا استفادہ کر رہی ہے جو چند صدی پہلے مفقود تھا لیکن آئندہ اُسکے قیام کا کیا بھروسہ ہے۔ لڑائیوں میں مردوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ رہزن اور قزاق بھی انھیں کی جان کے دشمن ہیں۔ لونڈی بنانا اور زوجیت میں داخل کر لینا دوسری بات ہے لیکن ظلم پسند طبیعتیں بھی عورتوں کا ہلاک کرنا کمتر گوارا کرتی ہیں اسیلے اگر تعدد ازدواج قطعاً ناجائز کر دیا جائے تو ممکن ہے کہ کبھی مردوں کی تعداد گھٹ جائے اور عورتوں کی ایک جماعت بے شوہر ہو یا کسی دوسری شرمناک بدکرداری میں مبتلا ہو۔

**رابعاً** فرض کرو کہ عورت بالآخر ثابت ہوئی یا وہ کسی نفرت انگیز عارضہ میں مبتلا ہوگئی مرد اسکو یہ اقتضا ہے ہمدردی چھوڑ دینا پسند نہیں کرتا ایسی صورت میں عورت پر ستم ہے

اگر مرد مجبور کیا جائے کہ اُسکو گھر سے نکال دے اور مرد پر ظلم ہو اگر وہ دوسرے ازدواج سے قانوناً روکا جائے۔

## فیصلہ عملی

مجتہدین جو سنی گئیں اپنے اپنے موقع میں با وقعت ہین اور منصفانہ تجویز یہ ہو کہ مرد کو ایک ہی زوجہ پر قناعت کرنی چاہیے لیکن اگر مجبوری آن پڑے یا اور کوئی مصلحت متقاضی ہو تو تعدد ازدواج کا اختیار کرنا صرف قرین مصلحت نہیں بلکہ بعض مواقع میں ضروری بھی ہے۔

اب شریعتوں کو دیکھیے خرتی ایل نبی کی کتاب باب ۲۳ میں خداوند تعالیٰ شائد کو خواند اور اہولیہ سمرون اور اہولیہ یرولم کو حقیقی بہن اور خدا کی زوجہ قرار دیکے ان دونوں شہروں کی بدکاریاں بیان کی ہیں کچھ شک نہیں کہ صرف ایک تثنیلی بیان ہی لیکن اگر تعدد ازدواج مرضی خدا کے خلاف ہوتا تو عقل باور نہیں کرتی کہ خداوند خدا اُسکے پیار میں اپنے اُن تعلقات کو جو اُن دونوں شہروں کے ساتھ تھے بیان فرماتا۔ توریت میں اسرائیل (یعقوب) کو خدا کا فرزند اکبر نامزد کیا گیا ہے چنانچہ جب خدا نے موسیٰ کو سفارت پر مامور کیا تو اُنکو یون تعلیم فرمائی۔ "تب تو فرعون کو یون کہہ دے کہ خداوند نے یون فرمایا ہے کہ اسرائیل (یعقوب) میرا بیٹا بلکہ میرا پوٹھا ہے۔ سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے۔" اور اگر تو

اُسے جانے نہیں دیتا ہی تو دیکھ میں تیرے بیٹے کو بلکہ تیرے پلوٹھے کو مار ڈالو گا۔  
(کتاب خروج باب ۴ ورس ۲۲ و ۲۳)

اسرائیل کی چار زوجہ بیان کی گئی ہیں **لیاہ** - **رخل** - **بلہام** - **زلفہ**۔  
دو اول حقیقی بہنیں اور دو پچھلی اُن دونوں کی لونڈیاں تھیں (دیکھیے کتاب پیدائش  
کتاب ۳۰ و ۲۹)

پس جس فعل کو ایسے مقدس بزرگ نے کیا ہو وہ کیونکر غیر مہذب یا نیک خوئی کے  
خلاف سمجھا جائے۔

**ابراہام** اگرچہ خدا یا خدا کے فرزند نہیں کہے گئے لیکن خدا نے اُنکی شان میں  
یہ ارشاد فرمایا۔ ”اور تو ایک برکت ہوگا۔ اور اُنکو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت  
دون گا اور اُنکو جو تجھے لعنت کرتے ہیں لعنتی کر دینگا“ (کتاب پیدائش باب ۱۱ ورس ۱۳)  
ایسے عالی قدر مقدس کی زوجیت سے **سری** اور **ہاجرہ** دونوں شرف اندوز  
تھیں بلکہ **قورہ** ایک تیسری عورت سے بھی اُس طرح کا تعلق تھا۔

**سلیمان** اور **داود** عام عیسائیوں سے زیادہ لیاقت اخلاقی قانون کے  
سمجھنے کی رکھتے تھے لیکن اُن لوگوں نے جب خود اپنے لیے ازدواج کو محدود نہیں  
کیا اور انجیل شریف میں بھی کوئی حد بندی نہیں ہوئی تو ثابت ہو گیا کہ سابق انبیاء نبی اسرائیل

سلاطین کتاب اول کے باب ۱۱ ورس ۳ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلیمان کی سات سو بیگم اور تین سو عورتیں  
جنکی میزان ایک ہزار ہوئی اور سموئیل کتاب باب ۲ ورس ۳ سے پایا جاتا ہے کہ داؤد نے اپنی دس حرموں کو تیسروں میں  
کیا تھا اور تاسع کی کتاب باب ۳ میں انکی سات زوجہ کے نام لکھے ہیں جنکے سولے اور بھی زوجہ دوسری تھیں ۱۲



تعداد ازواج کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ غیر محدود بھی رکھا تھا۔ اب اسلام کو دیکھئے کہ اُسے  
 اس معاملہ میں کتنی معتدل تجویز کی ہو **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَانْ خِفْتُمْ اَلَا تَقْسِطُوا  
 فِي الْيَتَامَىٰ فَانْلِيْهِمْ مَّا طَابَ لَكُمْ مِنْ النِّسَاءِ مِمَّنْىٰ وَثَلَاثٌ وَرُبْعٌ فَلَنْ خِفْتُمْ  
 اَلَا تَعْدِلُوْا وَاَحَدَةً اَوْ مَمْلَكَتَيْنِ مَّا شَكُمُ ذٰلِكَ اَدْنٰى اِلَّا تَعْمَلُوْا**  
 (پارہ ۴ سورۃ النساء رکوع ۱)

بظاہر اس حکم سے دائرہ تعداد ازواج بہت تنگ ہو گیا بلکہ قریب بزوال پہنچ گیا تھا  
 کیونکہ فطرت انسانی کے لیے مشکل یہ کہ وہ مابین الازواج ہر طرح کی مساوات برت سکے لیکن  
 جب اس وقت کے مسلمانوں پر جو شریعت کے سپہ پابند تھے یہ حکم گراں گذر تو بہ بجالی  
 تعداد معینہ حکم عدالت میں سہولت پیدا کی گئی یا یہ کہ آیہ مذکور میں حقیقت اس قدر عدالت  
 مقصود تھی جو انسان کر سکتا ہو اور اس کی تشریح دوسری آیہ میں ہوئی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى  
 وَلَنْ تَسْتَطِيعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَقْبَلُوْا اَكْلَ الْمَيْسَلِ  
 فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَلَنْ تَصْلَحُوْا وَتَتَّقُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا**  
 (پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۹)

**۱۷** پھر اگر نکاح اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کر کے تو موافق اپنی مرضی کے دود و اور تین تین اور  
 چار چار عورتوں سے نکاح کر لو لیکن اگر اندیشہ ہو کہ برابری کا بڑا وزن نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت کے نکاح پر اپنی مرضی سے  
 یہ قناعت کرو یہ قرین مصلحت تیسرا اس بات کی ہے کہ تم حد سے تجاوز نہ کرو ۱۲

**۱۸** اور اگر تم چاہو بھی تو یہ امر تمھاری طاقت سے باہر ہے کہ مابین ازواج ہر طرح کی برابری کر سکو پس ایک کی طرف بالکل طرح  
 جھک نہ پڑو کہ دوسری گویا ادھر میں ٹک رہی ہو اور اگر موافقت کر لو اور زیادتی سے پرہیز کرو تو اسد بخشنے والا مہربان ہے ۱۳

پس یہ کارروائی اسلام کی کہ اُسے خلاف شرائع سابقہ ازدواج کو چار بیبیوں کے ساتھ  
 محدود کر دیا اور درمیان اُنکے عدالت کرنے کی شوہروں کو ہدایت کی بڑے شکریہ کے  
 لائق ہو مگر دنیا ایسی ناشکر ہے کہ وہ اُنکے اُسی پر الزام لگاتی ہے۔ (س) ازدواج کی تعداد کو  
 اگرچہ اسلام نے محدود کر دیا ہے لیکن لونڈیوں کی تعداد کو غیر محدود چھوڑ دیا ہے اسلئے  
 ایک پہلو اعتراض کا ابھی محفوظ ہے۔ (ج) دشمنی کثرت یہ تھی کہ ہر فرقہ کی حالت  
 جو زمانہ منظور اسلام میں ابتر تھی سدھاری جائے۔ کم نصیب عورتیں جنکی آزادی  
 چھن گئی تھی لائق ترحم تھیں اور بحالت ایسے تعلق کے جو حقیقت مثل تعلقات زن شو  
 کے ہو گمان غالب تھا کہ اُنکے آقا لونڈیوں کے ساتھ زیادہ اچھا سلوک کریں گے پس  
 بہ نظر ترحم نہ بغرض عیش پسندی لونڈیوں کی تعداد کو غیر محدود چھوڑ دی گئی۔ اور میں آئندہ  
 بیان کروں گا کہ لونڈی اور غلام کے مسلمان اسلام کس قدر رحم دل اور انصاف دوست  
 ہے۔ (س) بخاری اور مسلم دونوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر  
 اسلام نے وقت اپنی وفات کے نو عورتیں چھوڑی تھیں اسلئے بڑا اعتراض یہ ہے  
 کہ آپ نے اتنی عورتوں سے کیوں تعلق رکھا اور خدا نے اُنکے لیے ایسی وسعت دنیا  
 کس مصلحت سے پسند کیا تھا (ج) سورۃ الاحزاب سورۃ النساء سے پہلے نازل  
 ہوئی ہو یا پیچھے لیکن اسی سورۃ الاحزاب میں چند آیتیں ایسی موجود ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام  
 کا اختیار بھی مثل دوسروں کے نسبت چھوڑ دینے ازدواج کے محفوظ تھا با این ہمہ  
 آخر وقت تک حضور ممدوح نے اپنا تعلق نو عورتوں سے برقرار رکھا یہ وہ عورتیں تھیں

تذکرہ ازدواج نبوی

جنگے استقرار تعلق کے بعد یہ آیت نازل ہوئی تھی **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَحِلُّ لَكَ  
النِّسَاءُ مِمَّنْ بَعَلُوكَ وَأَنْ تَبَدَّلَ بَيْنَهُنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ  
إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا** (پارہ ۲۲  
سورۃ الاحزاب رکوع ۶)

پس یہ واقعہ لائق انکار نہیں ہو کہ آپ کے تعلقات بنسبت عام مسلمانوں کے زیادہ  
وسیع کیے گئے تھے مگر انہیں بہت سے مصالح تھے جنکو ہم بیان کریں گے لیکن  
پہلے ان واقعات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ پہلا نکاح آپ نے جس عورت  
(خدیجہ الکبریٰؓ) سے کیا انکی عمر شوہر کی عمر سے پندرہ سال زیادہ تھی پھر دوسرے  
سب عقدوں کی نوبت ایسے وقت میں آئی جبکہ عمر شریف پچاس سال سے تجاوز  
کر چکی تھی۔ جملہ ازواج میں ایک ہی بی بی (عائشہ صدیقہؓ) کنواری تھیں اور باقی  
سب بیوہ اور عمر رسیدہ۔ ممالک حارہ میں ولولہ شباب پندرہویں سال یا اس سے  
پہلے بھڑک اٹھتا ہے لیکن حضور نے پچیس برس و تقوے تیس برس تک مجردانہ  
زندگانی کی اور بعد از نکاح چوبیس برس چند مہینے یعنی تاحیات زوجہ اولی دوسرے  
عقد کا ارادہ بھی ظاہر نہیں فرمایا۔ بعد وفات اُن خوش نصیب بی بی کے جو سب ازواج  
نبی علیہ السلام میں افضل شمار کی گئی ہیں ایسی دوشیزہ کو عورت ازدواج حاصل ہوئی

۱۔ پیغمبر دین بعد دوسری عورتیں کرنا تھا اے یلے جائز نہیں ہو اور نہ یہ جائز ہو کہ موجودہ بیویوں کو  
بدل کے دوسری کر لو اگرچہ انکا حسن تھیں اچھا لگے مگر لونیوں کا مضائقہ نہیں ہو اور اسدہ حبیبہ کا نگران ۱۲

جب کسی عمر صرف چھ سال بیان کی گئی ہو اسلئے ظاہر ہے کہ یہ تعلق چند سال تک محض ہے نام تھا اور غالباً اس تعلق کی تعجیل میں یہ فائدہ مضر تھا کہ بنو تیم اور بنو فراس کی ہمدردی واسطے حفاظت اہل اسلام کے حاصل کی جائے۔ ان دونوں کے علاوہ بڑا نام قیام مکہ پیغمبر علیہ السلام نے صرف سوودہ بنت زمعہ سے نکاح کر لیا تھا جو ایک معمر بیوہ تھیں ہاں بعد ہجرت مکہ جبکہ پیری کا دور آگیا تھا دوسری عورتیں بھی ام المومنین کے لقب سے مشرف ہوئیں جنکے تذکرے تفصیل کے ساتھ کتب سیرین بیان کیے گئے ہیں۔ پس انصاف پسند آدمی جب ان حالات پر غور کرے تو وہ یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ ان تعلقات کا حوصلہ عیش پسندی سے پیدا نہیں ہوا بلکہ اُنسے کچھ اور مصلح مقصود بالذات تھے۔ پھر یہ واقعہ بھی لائق تسلیم ہے کہ بے احتیاط نفس پرست آدمی پابند نکاح کیوں ہونے لگا اُسکی بے احتیاطی تو یوں ہی چمنستان عیش کو اُسکے سامنے کر دیتی ہے اور صبح و شام رنگارنگ پھولوں کا تماشا دکھاتی رہتی ہے۔ مسئلہ نکاح پر تو صرف وہی آدمی توجہ رکھ سکتا ہے جو متقی و پرہیزگار ہو اور خدا کے حکم سے تجاوز کی جرأت نہ رکھتا ہو۔ کسی ولی یا نبی پر منحصر نہیں ہے جو آدمی عقد نکاح کا والد و شیدا ہو اُسکے نسبت عاقلانہ قیاس یہی قائم ہو گا کہ وہ ممنوعات شرعیہ سے نفرت کرتا اور ناجائز عیاشی سے دور بھاگتا ہے۔

۱۔ پہلا قبیلہ حنظلان پدری سے اور دوسرا خاندان مادری سے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تعلق رکھتا تھا ۱۲

## فوائد وسعت

اولاً دنیا میں بہت آدمی ایسے ہیں کہ دن میں اپنے تئیں ہندو یا کابکا زخا پرست ثابت کرتے ہیں لیکن شب میں اندرون خانہ انکی روش بالعکس ہوتی ہے۔

واعظان کین جلوہ بر محراب و منبر میندند چون بخلوت میروند آن کار دیگری کنند

عرب کے مشرک فارس کے آتش پرست یہودیون اور عیسائیون کے تمام فرقے اُس ذات پاک کی مخالفت پر جسے کفرستان عرب میں لوے توحید بلند کیا تھا اُسے ہوئے تھے اور انکی خصومت اور عناد سے اتنی توقع بھی نہ تھی کہ چھوٹھی تہمتوں سے

درگزر کریں گے بیرون خانہ زہد و تقویٰ اور پیغمبری اخلاق کا مشاہدہ تو دوست دشمن دونوں کر سکتے تھے لیکن دیوار خانہ کے اوٹ میں کون دیکھنے والا تھا کہ خواب رات کے مزے اڑاتے ہیں یا رات کی رات سوز و گداز میں گذر جاتی ہے۔ دو ایک

عورتوں کا گانٹھ لینا اور اپنا ہم خیال بنانا دشوار نہیں ہے بان مختلف اقوام کی ایک جماعت کا اسطرح ہموار کر لینا کہ وہ تادم مرگ راز کو چھپائے رکھے عادتاً غیر ممکن ہے اسیلے خاص ضرورت تھی کہ پیغمبر علیہ السلام کا تعلق مختلف قبائل کی عورتوں سے قائم کیا جاسا

تا کہ وہ سب دوسروں کو آپ کی خانگی زندگانی اور نیم شبی تضرع و زاری سے جو ہمیشہ خدا کے سامنے کرتے تھے لائق اطمینان اور قابل وثوق خبرین دین اور انکی رستی اور راستبازی کی روایتیں حد تو اترا تک پہنچ جائیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان ازواج میں

فوائد وسعت  
پیغمبر علیہ السلام کو جو وسعت بخشید ازواج دینی کی

ایک عورت فرقہ بیہودگی بھی تھی جو اسلام کے ساتھ سخت خصومتوں کا اظہار کرتا تھا مگر  
 اچھلے کہ اُس نے بھی کسی ایسے کردار قبیح کی خبر نہیں دی جو شان نبوت کے خلاف ہو۔  
**ثانیاً** عربوں کی طبیعتیں سخت اور اُن کے مزاج درشت تھے جاہلانہ تعصب کے جوش  
 میں کلمہ حق کا سن لینا بھی اُن کو ناگوار تھا ان وصلوں کا کم سے کم یہ اثر پڑا کہ وہ لوگ  
 سماعت کلمہ حق کی طرف راغب ہوئے اور رفتہ رفتہ قومی عناد کا غبار اور جہالت کی  
 کہورت ان تعلقات کی بدولت دور ہوئی۔

**ثالثاً** پیغمبر علیہ السلام صاحبِ شریعت تھے اُنکی بعثت کا یہ مقصد تھا کہ دُنِ مردودوں کو  
 فرقوں کو حسن اخلاق اور حسن تمدن کی تعلیم دیں۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ بعض  
 باتیں عورتوں کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں جنکا اظہار تجسس کی زبان سے زیادہ  
 مناسب ہوا۔ اسلئے خاص ضرورت موجود تھی کہ ازواجِ پیغمبر کی تعداد کچھ زیادہ ہو تاکہ  
 اسطرح کی تعلیم سے عورتوں کی جماعت محروم نہ رہجائے۔

**رابعاً** مردوں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ **خاتم النبیین** اُنکی جماعت سے منتخب  
 ہوئے خداوند عالم عورتوں کا بھی خالق ہوا اُس نے اپنے فضل سے صرف ایک دو کو  
 نہیں بلکہ عورتوں کی ایک جماعت کو اُمّ المؤمنین کے خطاب سے شرف اندوز سعادت  
 کر دینا پسند کیا۔ یعنی باقضاء رحمت پیغمبر علیہ السلام کو چند زائد ازواج سے تعلق  
 رکھنے کی اجازت دی۔

**خامساً** مسلمانوں کو انتہا درجہ چار عورتوں کے ساتھ عدالتانہ برتاؤ کا حکم ہوا

اور اُن کو یہ عملی مثال دکھائی گئی کہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ اگر کوئی قصد کرے تو عدالتانہ برتاؤ رکھ سکتا ہے۔

**سادسا** انجیلوں میں یہ حکایت موجود ہے کہ ایک عورت آدھ سیر عطر جٹا ماسی جسکی قیمت تین سودینا ریخاں کیجاتی تھی حاضر لائی مرقس کہتے ہیں کہ اُس عطر کو مسیح کے سر پر ڈالا اور یوحنا فرماتے ہیں کہ پانٹوں پر ملا شاگردوں کو یہ اسراف ناگوار گذرا کیونکہ انکی رے میں تین سودینا سے بہت محتاجوں کی امداد بل معقول ہو سکتی تھی لیکن مسیح نے ارشاد کیا کہ عورت کو کیون تکلیف دیتے ہو اُسے میرے ساتھ نیک سلوک کیا ہے محتاج تو تمھارے ساتھ ہمیشہ رہیں گے مگر میں تمھارے ساتھ ہمیشہ نہ رہوں گا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں جہاں انجیل کی منادی ہوگی وہاں اس عورت کی نیاز مندی کا تذکرہ بھی بطور اُسکے یادگار کے ہوتا ہے گا۔

اس حکایت سے تین نتیجے پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) عورتوں میں جوش نیاز مندی مردوں سے معمولاً زیادہ ہوتا ہے۔ (۲) برگزیدگان خدا نیاز مند یوں کو خوشدلی کے ساتھ قبول فرماتے ہیں۔ (۳) دنیا میں ذکر خیر کا باقی رہنا آدمی کے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ مسلمان عورت و مرد ہمارے پیغمبر کے جان نثار تھے۔ اکثر عورتوں کی نیاز مندانہ آرزو تھی کہ اپنے ہادی کی زوجیت کا شرف حاصل کریں اور مقرب ام المومنین قیامت تک اُنکا نام اعزاز کے ساتھ لیا جائے۔ خداوند عالم اُن کی تمناؤں اور نیاز مند یوں کا علیم و دانائے اُسے بہ اقتضائے رحمت اگر اپنے پیغمبر کو

اجازت دی کہ عام مسلمانوں سے ازواجِ مطہرات کی تعداد بڑھالین تو کارخانہ قدرت میں کیا خلل واقع ہوا اور پیغمبر علیہ السلام نے اگر چند زائد عورتوں سے جائز تعلق رکھا تو دنیا کی تہذیب پر کونسا کواہلم ٹوٹ پڑا۔

سیح علیہ السلام پر یہ دگمانی نہیں کی جاتی کہ انھوں نے اپنی تفریح طبع کے لیے بہت سے محتاجوں کی حق تلفی روا رکھی پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انجیل کے پڑھنے والے کیونکہ تممت لگاتے ہیں کہ انھوں نے نفسانی سرور کے لیے کثرت ازواج کو گوارا فرمایا تھا۔

## خمر کی حرمت

ی عقل کی حریت تقوے کی دشمن مقدس بزرگوں کی بھی مدقون ہمنشین رہی خود اسمین ان صحبتوں کی برکت سے کوئی خوبی پیدا نہیں ہوئی مگر وہ ہمیشہ دوسروں کے دامن تہذیب پر دست درازی کرتی آئی اور کبھی کبھی تو اُسے شیوہ انسانیت کا بھی گلا گھونٹ دیا۔ مین کیونکر کہوں کہ اُسکی شوخیان دانشمندوں کی نگاہ سے چھپی تھیں لیکن مخلوق خدا کچھ اسطرح اُسکی دلدادہ اور شنیدار بن گئی تھی کہ اُنکے ہاتھوں سے ساغر کا چھین لینا آسان نہ تھا ایسے تحریم خمر کے احکام کو حکیمانہ قدرت نے اُس عالیقہ ربی کے لیے ودیعت رکھا تھا جسکی نسبت موسیٰ کو خبر دی گئی تھی کہ مین اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا۔ (کتاب آشتی باب ۱۸ اور رس ۱۸)

خمر کی حرمت



عہد عتیق میں جب کچھ جرأت پیدا ہوئی تب ہاویان ملت کو حکماً اور شاہان عصر کو اخلاقاً قازانہ  
 محدود و خواہ غیر محدود کے لیے ہدایت ہوئی کہ اس ہوش ربا کو منہ نہ لگائیں۔ ”پھر خداوند  
 نے خطاب کر کے ہارون کو فرمایا کہ جب تم جماعت کے خیمے میں داخل ہو تو تم میرا کوئی  
 چیز جو نشہ کرنے والی ہو نہ پیچو نہ تو اور نہ تیرے بیٹے تاہو کہ تم مر جاؤ۔ اور یہ تمھارے لیے  
 تمھارے قرون میں ہمیشہ تک قانون ہو۔ تاکہ تم حلال اور حرام اور پاک اور ناپاک میں تمیز  
 کرو۔ اور تاکہ تم سارے احکام جب کو خدا نے موسیٰ کے وسیلے سے تم کو فرمایا ہو بتی اسرائیل  
 کو سکھلاؤ۔“ (کتاب اجار باب ۱۰ اور ص ۸ لغایت ۱۱)

پھر لموایل بادشاہ کو اسکی مان نے جو الہامی باتیں بنائیں انہیں ایک یہ بھی تھی۔ ”اے  
 لموایل بادشاہ ہون کو منجھوری دیا نہیں۔ اور نشے والی چیزیں شاہزادوں کے لائق  
 نہیں۔ تاکہ نہ ہوئے کہ مے پیوین اور شریعت کو بھلائیں اور مظلوموں میں کسی کا  
 انصاف کرتے ہوئے بھٹک جائیں۔“ (امثال سلیمان باب ۳۱ و ص ۴ و ۵)  
 ہننے سن لیا کہ ہمارے شفیق اسلام کو عیش دوست کہتے ہیں لیکن نشہ تعصب سے پاک  
 ہو کے مہربانی کریں اور ذرا دیکھ تو لیں کہ اسلام نے اس مخرب اخلاق زہریلے درخت  
 کو سطح جڑ سے کھود کے گرا دیا ہے اور پھر انصاف کا پہلو لیے ہوئے فرمائیں کہ کیا  
 عیش پرست مذہب بھی ایسا گرم گرام جام سرور توڑ کے مجلس کا رنگ بھیکا اور  
 اپنے یاران جلسہ کو بے کیف کر سکتا ہے؟ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَيْسَ كُنُوتُكَ**  
**عَنِ الْخَيْرِ وَالْيُسْرَى قُلْ فِيهِمَا لَكُمْ يُدْرِكُ مَنَافِعُ النَّاسِ مِنْ دُونِهِمَا**

اَلْكَذِبِ مَنْ نَفَعَهُ سَاطِطُ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۷)  
**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَ**  
**الْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ**  
**الشَّيْطَانُ أَن يُوَفِّرَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن**  
**ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝** (پارہ ۷ سورۃ المائدہ رکوع ۱۲)

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ  
 خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ  
 فِي الدُّنْيَا فَاتَّخَذَ بِكَ مِنْهَا لَمْ يَتَبَلَّمْ يَشْرَبْهَا  
 فِي الْآخِرَةِ -  
 فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چیز نشہ لائے  
 وہ خمر ہے اور ہر نشہ لانیوالی چیز حرام ہے ہر چہ جو کوئی کھنپا  
 میں اُسکو پیے اور بغیر توبہ الی حال میں مر جائے کتر  
 خمر پر ملامت کرتا تھا تو اُس شخص کو آخرت میں  
 شراب (طہور) کا پینا نصیب ہوگا۔ (رواہ مسلم)

## حدیث

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنِ عُمَرَ سَمِعَ رَوَايَتَهُ كَيْفَ فَرَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 لَمْ يَسْمَعْ بَعْدَ لَوْ كَمْ سَمِعَ دَرَارَةَ شَرَابٍ وَرَجُوسَ كَيْفَ دَرَا فِتْنَتُهُ كَيْفَ تَمَّ كَوْنُهَا دُونَ دُونَ بَيْنَ بَرَاكَةِ هُوَ دَرَارَةُ كَوْنِهَا  
 لَمْ يَسْمَعْ بَعْدَ لَوْ كَمْ سَمِعَ دَرَارَةَ شَرَابٍ وَرَجُوسَ كَيْفَ دَرَا فِتْنَتُهُ كَيْفَ تَمَّ كَوْنُهَا دُونَ دُونَ بَيْنَ بَرَاكَةِ هُوَ دَرَارَةُ كَوْنِهَا  
 شَيْطَانٌ يَحْتَاسِرُ بِكَ بِرَبِّهِ شَرَابٍ وَرَجُوسَ كَيْفَ دَرَا فِتْنَتُهُ كَيْفَ تَمَّ كَوْنُهَا دُونَ دُونَ بَيْنَ بَرَاكَةِ هُوَ دَرَارَةُ كَوْنِهَا  
 رَوَى عَنْ لَيْسَ كَيْفَ تَمَّ كَوْنُهَا دُونَ دُونَ بَيْنَ بَرَاكَةِ هُوَ دَرَارَةُ كَوْنِهَا ۱۲

قال ثلثة قد حرم الله عليهم الجنة  
 صد من النحر والعاق والدِّيوث  
 الذي يقرّ في اهل الخبث  
 (رواه النسائي)

کہ تین طرح کے آدمیوں پر پروردگار نے جنت کو حرام  
 کر دیا ہے ایک وہ شخص جسے شراب خمر پر دامت کبرا ہو  
 جو ان باپ کو آزار دیتا تو میلر دلویش چھپانے اہل و  
 عیال میں پلیدی (ذنا) کو رو رکھے۔

## حدیث

عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم قال ما اسكر كثيرا فقليلة حرام  
 (رواه الترمذی)

جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکا کثیر نشہ لاتا ہو  
 اُسکا قلیل بھی حرام ہے۔

## حدیث

عن وائل الحضرمی أنّ طارق بن سويد  
 سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النحر  
 فنهاه فقال انما اصنعها للذواء  
 فقال نه ليس بدواء لكنه داء  
 (رواه مسلم)

وائل حضرمی سے روایت ہے کہ طارق بن سويدؓ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حال نحر کا دریافت کیا  
 آپ نے اسے استعمال کی ممانعت کی طارق نے عرض کیا  
 کہ ہم سُکھ صرف بطوہ دو کے تیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا  
 کہ نحر دوا نہیں ہے بلکہ بیماری ہے۔

قرآن پاک میں شراب خواری اور قمار بازی دونوں کے مشترک نتائج بیان ہوئے ہیں

لیکن بالخصوص شراب خواری بہت سی بد اخلاقیوں کی جڑ ہے۔ کالبد انسانی میں صرف عقل کا ایک جوہر لطیف ایسا ہے جسے بنی آدم کو دیگر حیوانات سے ممتاز کیا ہے۔ خانہ خراب شراب اپنے دوران عمل میں اس جوہر لطیف کو کاسۂ دماغ سے باہر کر دیتی ہے پھر تو انسان حیوانوں کا ہم خیال بن کے وہ وہ حرکتیں کر گزرتا ہے جو مسک انسانیت سے کوسوں دور اور مرحلہ عقل سے منزوں ہے ہوتی ہیں۔ ابتدا میں ضرور کچھ فائے محسوس ہوتے ہیں لیکن آخر کار تندرستی پر بڑا اثر پڑتا ہے اور نکشیر شراب کو تو چشم دید واقعات ثابت کرتے ہیں کہ عموماً مہلک یا موزرث امراض مہلکہ ہے۔ یورپ کے مذہبی قانون نے (جس میں حواریوں کی تعلیم کو بھی شامل کر لیجیے) شراب خواری کی عام ممانعت نہیں کی ہے لیکن وہ ان کی آب و ہوا قدرۃ قانون عقلی کے موافق مزاج ہے اور اب باقتضائے قانون عقلی یا مسلمانوں کے میل جمل سے ان ممالک کے دوران دیش دانشمند بیدار ہوئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی قوم کو جو شوق شراب میں ڈوبی ہوئی ہے ورنہ بلا سے نکال لیں۔ اب تک ان کوششوں میں کامیابی نہیں ہوئی اور آئندہ کے لیے بھی میدان امید اسیلے تیرہ و تار یک نظر آتا ہے کہ شراب کو جو از مذہبی کے دائرہ میں پناہ مل گئی ہے اور اخلاقی دست و بازو کی اتنی قوت کا اظہار کر سکتے ہیں کہ اُسکو دائرہ مذکور سے باہر کھینچ لائیں۔ بہر حال تمام مذاہب مشہور میں صرف اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُسے بادہ خواران عرب کی جو ذلت لعنہ کے شیدائی تھے کچھ پروانہ کی اور بلا کسی استثناء کے اپنے تابعین کو اُسکے استعمال سے روک دیا۔ (س) قلیل شراب عقل کو ذائل نہیں کرتی اور نہ اُس سے وہ مفسد جو علت مست

بیان کیے گئے پیدا ہوتے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ اس کی مقدار قلیل بھی جائز نہیں رکھی گئی (ج) شراب کی چاٹ جیسا کہ سب جانتے ہیں بہت بُری ہے اس لیے استعمال قلیل سے گمان قوی تھا کہ کثیر کی نوبت آئے اور دفعہ نہ سہی رفتہ رفتہ وہی مفاسد پیدا ہوں جنکا انسداد مقصود تھا (س) بطور دوا بھی استعمال شراب کی اجازت نہ دینا اصول حکمت کے خلاف ہے (ج) علمائے اسلام میں ایک فریق اگرچہ بطور دوا کے بھی استعمال شراب کو ناجائز کہتا ہے مگر دوسرے فریق نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر طبیب حادثہ کی سائے ہو کہ سولے شراب کے دوسرا علاج نہیں ہے تو ایسی حالت میں اسکا استعمال جائز ہو جاتا ہے اور یہ اُسی قسم کا اجتہاد ہے فتویٰ ہے جیسا کہ پولوس مقدس نے مسئلہ اطلاق میں دیا ہے کہ اگر بے دین عورت یا مرد اپنے دیندار شوہر یا زوجہ سے جدائی اختیار کرے تو دیندار فریق بھی معاہدہ نکاح کا پابند نہیں رہتا (قرنیتون کا پہلا خط باب ۷ ورس ۱۵)

## کبر اور نخوت کی ممانعت

جس صفت سے آدمی عاری ہو اور جھوٹ موٹ اُس صفت کے تھا اپنے تئیں متصف ظاہر کرتا ہو وہ صرف متکبر نہیں بلکہ دغا باز بھی ہے چنانچہ حدیث شریف معلوم ہوتا ہے کہ عامل مُسْتَكْبِرٍ یعنی مفلس مغرور کو خداوند عالم ایسا ناپسند کرتا ہے کہ قیامت کے دن اُس پر رحمت کی نظر نہ کریگا اور ایسے متکبر حذاب دردناک میں مبتلا ہو

ہاں جبکہ خدا نے کسی نعمت سے بہرہ مند کیا ہو وہ اگر اُس نعمت کا اظہار بغرض اراے  
 شکر کریں تو کوئی مضائقہ کی بات نہیں ہے بلکہ ایسا بیان حسنات میں داخل ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**  
**وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہو۔  
 لیکن اپنی بہرہ مندی پر نازش کرنے والے خدا کی بے نیازی سے غافل ہیں اور حیرت  
 تو یہ ہے کہ دنیا کے تغیرات کو دیکھتے ہیں اور پھر بھی یہ حکیمانہ خیال اُنکے ذہن میں نہیں آتا۔  
**إِنَّ الْفَقْرَ يُوجِبُ لَهُ مِنَ الْغِنَا** **وَلَا الْغِنَا يُخْشِي عَلَيْهِ مِنَ الْفَقْرِ**  
 سلسلہ نظام عالم کی ضرورتیں مقتضی ہیں کہ بنی نوع انسان پر بدرجہ مختلف لغائے الہی  
 کی تقسیم ہوتی رہی لیکن یہ تو ضروری نہیں ہے کہ کوئی خاص آدمی یا خاص جماعت کسی  
 دولت سے بہرہ مند ہوا اور دوسرے افراد یا انکی جماعت محروم رکھی جائے۔ بہرہ مند کو  
 شکر گزار ہونا چاہیے کہ خداوند عالم نے محض اپنے فضل سے اُنکو دوسروں پر  
 ترجیح دی ہے اور اُسی کے ساتھ اگر دشمن ہوں تو یہ بھی باور کریں کہ فریق محروم بھی  
 خدا ہی کے بندے ہیں اور اُنکا دست التجا اُسی کے دردِ ولت پر پھیلا ہوا ہے ممکن ہے  
 کہ شطرنج کے تھرے الٹ جائیں اور کامیابی کی مسند پر دوسرا بٹھا دیا جائے۔ الغرض  
 جب حالت موجودہ کائنات انسان کے اختیار میں نہیں ہے تو موجودہ کامیابی پر  
 نازش کرنا دور اندیشی کے خلاف ہے اور خدا کی برکات سے بہرہ مند ہونے کے بندہ گانِ خدا  
 کا دل دکھانا و حقیقت کفرانِ نعمت ہے۔

۱۷ امید کی جاتی ہے کہ فرد و قومندی سے بدل جائے لیکن قومندی کے لیے یہ اندیشہ موجود ہے کہ فقر کے ساتھ کمین کی قلبیابیت ہوگا

غور صرف مذہباً و اخلاقاً خیر محمود نہیں ہے بلکہ اسکی بنیاد پر مغرورون کے تمدن میں بھی یہ خرابیاں دیکھی جاتی ہیں۔ (۱) نشہ غور میں احتیاط ضروری سے غفلت کیجاتی ہے اور ایسی غفلت کبھی زوال نعمت کا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔ (۲) محرومون کی جماعت کا شعلہ حسد زیادہ بھڑک جاتا ہے اور کبھی کبھی انکی معاندانہ تدبیریں کامیاب ہو کے چشم مغرور کو روز بد کے عبرت انگیز تماشے دکھا دیتی ہیں (۳) مغرور سے عامہ خلاق کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسلئے اُسکو بہرہ مندی کی عزت خاطر خواہ اپنے اپنا سے جنس میں حاصل نہیں ہوتی۔

## حدیث

عَنْ عُمَرَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمَنْبَرِ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ نَفْسُهُ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَوَافٍ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَوْ هُوَ مِنْ كَلْبٍ خَيْرٌ (رواه البيهقي في شعب الإيمان) وخنوک سے بھی نئی یادہ حقیر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح آداب کے تذکرہ میں مسیح علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے دیکھو کہ جو کوئی آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے چھوٹا کیا جائے گا اور جو اپنے تئیں چھوٹا ٹھہراتا ہے بڑا کیا جائے گا (لوقا باب ۱۴)

تمام مذاہب غرور اور نخوت کو ناپسندیدہ کہتے ہیں مگر ہر ایک کا طرز بیان جدا گانہ ہے۔ مسیح نے یون فرمایا ہے ”شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں نہ نوکر اپنے خاوند سے بس یہ کہ شاگرد اپنے استاد کے اور نوکر اپنے خاوند کے مانند ہو“ (متی باب ۱۰ اور ص ۲۴)

اب اُس پر زور تقریر کو بھی سینے حبکو اسلام نے دنیا کو سنایا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**  
**وَلَا تَقْسِ فِي الْأَرْضِ مَرْحَلًا إِنَّكَ لَن تُخْرُقَ الْأَرْضَ وَلَكِنْ تَبْلُغُ الْجِبَالَ طُولًا**  
**كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا** (پارہ ۱۵)

سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا** (پارہ ۱۹ سورہ الفرقان رکوع ۶)

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ لَن تَجْعَلَ لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا**  
**فِي الْأَرْضِ وَلَا فُسَادًا طِقَ الْعَاقِبَةِ لِلْمُتَّقِينَ** (پارہ ۲۰ سورہ لقصص رکوع ۹)

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْخَرُوا قَوْمًا مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ**

۱۷ اور زمین میں اکڑ کے نہ چلا کر کیونکہ ایسی روش سے تو زمین کو بھاڑنے کیلئے گا اور نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکے گا ان سب باتوں کی برائیاں پروردگار کے نزدیک ناپسند ہیں ۱۲

۱۸ خدا کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب اُن سے جاہل لوگ باتیں کرتے ہیں تو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں ۱۲

۱۹ یہ آخرت کا گھر ہے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو دنیا میں طبع کا کبر فساد کرتے ہیں جیسے اور انجام خیر پر ہرگز کارون کے لیے ہے ۱۲



أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْكُمْ وَلَا نِسَاءً مِنْ نِسَاءِ عَسَى أَنْ يَكُنَ خَيْرًا مِنْكُمْ وَلَا تَلْمِزُوا  
 أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمَاءُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ  
 وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ٥ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲)

اس سنجیدہ تعلیم اور برگزیدہ ہدایت میں ترغیب بھی ہو اور ترہیب بھی۔ طرز بیان اور  
 انداز ادب ایسا دلچسپ ہے کہ اسکی خوبون کا اندازہ بمشکل ہو سکتا ہو اور کون انصاف  
 پسند کہہ سکتا ہو کہ فروتنی کی تعلیم اسلام سے بہتر کسی دوسرے مذہب نے دی ہو۔

## غلامی اور غلاموں کے ساتھ سلوک

بادشاہ وقت ہو یا گدے بے نوا سب بنی آدم ایک دوسرے کے نسبیتہ دار  
 اور بوجہ اس گہرے تعلق کے مراعات باہمی کے مستحق ہیں۔ دنیا میں حاکم و محکوم خادم  
 اور مخدوم کا سلسلہ قدرت نے باقتضائے ضرورت تمدن برپا کیا ہے جسکا توڑ دینا  
 انسانی شایستگی کی طاقت سے باہر ہے لیکن بحوالہ اس کے یہ حجت پیدا کرنا بیجا ہے کہ بعض  
 افراد کا آقا ہونا بھی حسن تمدن کا ذریعہ ہے کیونکہ اب تو معقول مدت گزر گئی کہ دنیاوی قانون  
 نے غلامی کو روک دیا اور حسن تمدن یا دنیوی رفتار میں کسی قسم کا خلل نہیں پڑا بلکہ یہ چلی  
 خدا کو پسند آئی اور اس مدت کے اندر حسن معاشرت کی رفتار زیادہ تیز رہی پس جب

مسلمان مرد و دون پر نہ نہیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستہ ہیں وہ ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں  
 عورتوں پر نہیں عجب نہیں کہ جن پر ہنستہ ہیں وہ ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور کہ عین ایک دوسرے کو طعنے نہ دے اور دوسرے  
 نام دھرو ایمان لانے کے بعد ہندوئی کا نام برا ہو اور جو لوگ ان حرکتوں سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں ۱۲

تجربہ نے ثابت کر دکھایا کہ ضرورت تمدن سے غلامی کو کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر آدمیت اور اخلاق سے بعید ہو کہ ایک انسان دوسرے کی آزادی چھین لے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ وہ سلوک کرے جو لایق حیوانات کے ساتھ کیا جاتا ہے (س) اگر ایک انسان دوسرے کا شریک فی النوع ہے تو آخر دیگر حیوانات بھی انسان کے شریک فی جنس ہیں پس جو سلوک فردندان آدم ان حیوانوں سے کرتے ہیں جنہی ہمدردی کے خلاف کیوں نہیں سمجھا جاتا (ج) اسلام نے جہاں تک گنجائش تھی حیوانات کے ساتھ بھی سلوک نیک کی ہدایت کی ہے لیکن اسلام نے بلکہ قریب قریب تمام دنیا نے ان حیوانات کی ذات اور اُنکے گوشت و پوست سے بھی فائدہ اٹھانا جائز رکھا ہے جسکی معقول علت یہ ہے کہ یہ حیوانات دولت ادراک سے محروم ہیں اور نیکی کے معاوضہ میں اُنسے بھلائی کی توقع نہیں ہو سکتی۔ موذی حیوانات کو ہم ہلاک نہ کریں لیکن وہ اس رعایت کی قدر نہ کریں گے بلکہ زیادہ لیرہو کے مکانون میں سانپ صحن خانہ میں بھیر پیے اور میدانوں میں مختلف قسم کے درندے ہمارے متاع حیات کو بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ غارت کرنا شروع کریں گے۔ ان موذیوں کے سوا سب جتنے حیوانات دنیا میں موجود ہیں سب کے سب انسانی عافیت کے رقیب اور انسان کے سامان اِرداق کے دشمن ہیں بھیرٹون اور بکریوں کی جماعت بظاہر شایستہ اور نیک مزاج دیکھی جاتی ہے مگر یہ اُنکی نیک خصالی صرف اسوجہ سے ہے کہ قدرت نے گزند و ن کے سے دانت اور دزد و ن کے ایسے ناخن عطا نہیں کیے ہیں با این ہمہ اگر اُنکی جماعت بڑھ چلے تو کھیتیاں برباد ہوں اور

جماعت انسانی اپنی محنت کے ثمرہ سے محروم ہو کے بھوکوں مرٹے اسیلے جو سلوک ان حیوانات کے ساتھ جائز رکھا گیا ہو اور جس کی بدولت انکی تعداد بڑھنے نہیں پاتی و حقیقت عاقلانہ اور عادلانہ ہی اور بصورت تمدن انسان ایسے سلوک کرنے پر مجبور ہو۔

اگلے زمانہ میں رسم غلامی کو ہر ایک قوم نے جائز رکھا تھا اور کسی مذہب نے اسے مٹانے کی جرات نہیں کی بلکہ سوائے پیغمبر علیہ السلام کے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی قاری نے بد نصیب غلاموں اور لونڈیوں کی مصیبت کسی معقول حد تک کم کرادی ہو لیکن رفتہ رفتہ دنیاوی شائستگی نے ترقی کی قانون عقلی نے انگلش قوم کے جوش ہمدردی کو ابھارا اور عیسوی میں انداد غلامی کی تحریک شروع ہوئی۔ اتنے پڑنے رواج کا لوٹ دینا آسان نہ تھا مگر بات معقول تھی اور نیک نیتی سے کہی گئی تھی اس لیے اس کے اثر کو تمام مذہب دینا نے قبول کر لیا اور آزادی کا سلب کرنا آخر کار قانونی جرم قرار دیا گیا مگر افسوس ہو کہ اب بھی بعض قومیں جنگو جہالت نے گھیر رکھا ہے اس رسم کی حمایت کرتی جاتی ہیں با اینہم دشمن ضمیری کی روز افزون ترقیان امید دلا رہی ہیں کہ اب وہ زمانہ دور نہیں ہو کہ یہ بد اخلاقی دنیا سے قطعاً اٹھ جائے۔

اس موقع میں یہ سوال پیدا ہوتا ہو کہ دنیا میں موافق روایت غالب کے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہیں جن میں تین سو پندرہ درجہ رسالت پر بھی فائز ہوئے تھے پس اگر غلامی اصول اخلاق کے خلاف تھی تو خدا کے ان برگزیدہ بندوں نے اسے

دور کرنے کی کیوں کوشش نہیں کی جواب اس سوال کا یہ ہے کہ زمانہ کی حالت مختلف رہی  
 ہو اور دنیا میں بہت باتیں جو ان دنوں آسان معلوم ہوتی ہیں اگلے زمانہ میں اس قدر  
 دشوار تھیں کہ عملاً غیر ممکن سمجھی جاتی تھیں۔ انبیاءِ مرسل کا یہ فرض ضرور تھا کہ دنیا کو  
 محاسن اخلاق کی تعلیم دین لیکن بعض اخلاق حسن پر زور دینا اسلئے ناپسندیدہ تھا کہ  
 اُس سے نظر بحالت موجودہ دوسری سنگین خرابیوں کے پیدا ہونے کا صریح خطہ  
 تھا۔ یہ تو ممکن نہیں ہے کہ ان روشن ضمیر قدسی صفات بزرگوں نے غلاموں اور لونڈیوں  
 کی مصیبت کا اندازہ نہ کیا ہو اور ایسا اندازہ کر کے اُنکا دل درد مند نہوا ہو لیکن یا تو  
 دوسرے ضروری اشغال نے اس طرف کوشش کی فرصت نہ دی یا یہ کہ حالت زمانہ  
 نے اجازت نہ دی ہو کہ اس خصوص میں زور دیکر دوسری خرابیوں کا پیدا کرنا گوارا  
 فرمائیں۔ بعد بیان اس معقول معذرت کے میں اُس بنیاد کو بیان کرتا ہوں جس نے  
 دنیا میں رسم غلامی کی ایجاد کی اور جسکی بدولت اتنے دنوں تک بغیر کسی مزاحمت  
 کے وہ برقرار رہی۔

اخلاقاً جائز ہو یا ناجائز لیکن قدیم الایام سے بنی نوع انسان میں یہ فطرتی ولولہ موجود چلا  
 آیا ہے کہ اپنے تئیں بالادست اور دوسروں کو اپنا زیر دست رکھے۔ یہ زمانہ تہذیب اور اعظم  
 کا کہا جاتا ہے لیکن بلند حوصلہ اقوام میں جسکے قولے طبعی کوشعار اطاعت کے مضحک نہیں  
 کیا ہے اب بھی اسطرح کا جوش موجود ہے ان تہذیب کی بدولت یہ فرق پیدا ہو گیا ہے کہ زمانہ  
 موجودہ میں کوئی الزام لگا کے یا اخلاقی حیلہ نکال کے میدانِ رزم آراستہ کیا جاتا ہے

اور اگلے زمانہ کے سادہ دل صاحب اقتدار بغیر کسی تمہید کے اس اکھاڑے میں کود پڑے اور اس طرح آتش جنگ کو مشتعل کر دیتے کہ پھر وہ پیشکل بچھ سکتی اُن نو نفعیوں جنگ سے جنگی ایجاد یورپ کے ہنرمندوں نے کی ہو دنیا محض لاعلم تھی اور عموماً کثرت جماعت پر فتح و ظفر کے لیے بھروسہ کیا جاتا تھا۔ سامان جنگ ایسا سادہ اور سہل الحصول تھا کہ اسکی فراہمی میں زیادہ دقت نہیں پڑتی اور جنگ کی لکڑیاں اور پہاڑوں کے سنگ ریزے بھی کچھ نہ کچھ کام دے ہی دیتے تھے۔ تاریخوں میں ایسی بہت مثالیں موجود ہیں کہ چند صدی پہلے کوئی مفلس اور گننام جماعت جسمیں جنگ جمہ افراد کی تعداد معقول تھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور ایسی جماعتوں کو چھین دولت مندی پر ناز اور نام آوری پر فخر تھا دم کی دم میں لوٹ کے برباد کر دیا۔ بڑی بڑی گورنمنٹوں کی حالت بھی اس طرح کے ناگہانی حملوں سے محفوظ نہ تھی اور حاکم کا محکوم اور محکوم کا حاکم سبجانا آئے دن کا معمولی تماشہ تھا ایسے ایسے پیر آشوب زمانہ میں ہر قوم کی یہی خواہش تھی کہ اپنی جماعت کو بڑھائے اور جہان تک ممکن ہو سرحدی قوموں کے افراد کو جس سے اندیشہ فساد تھا گھٹاتی ہے۔ غالباً اسی خواہش نے غلامی کی بنیاد ڈالی جسکی بدولت دوسری قوم کی جماعت میں کمی اور خود اپنی جماعت میں نمایاں ترقی ہونی ممکن تھی۔ یہ تو اصل بنیاد تھی اور پھر ارباب اقتدار نے اُسکے بعد اوڑھے بھی سلب آزادی کے کھائے جنکا مقصود قومی یا ذاتی عجات کا بڑھانا تھا۔ یہ لونڈیاں اور غلام اور زیادہ تر اُنکے بچے اس طرح سدھائے جاتے کہ سلب آزادی کی بدسلوکی کو فراموش کر دیتے اور اپنے آقا کی حمایت میں وہی جوہر

وفادار کی دکھاتے جسکی توقع رشتہ داروں سے ہو سکتی تھی۔ ہر دانشمند دور اندیش  
 سمجھ سکتا ہو کہ ایسے زمانہ میں مشکل تھا کہ کوئی قوم رسم غلامی کے ترک کرنے کا حوصلہ کرتی  
 جسکی بدولت خود اسکی عافیت کا خطرہ نہیں پڑ جانا متوقع تھا ہاں اگر سب قومیں متفق  
 ہو کے اس رسم کو اٹھا دیتیں تو خطرہ کا پہلو بالضرور کمزور ہو جاتا لیکن اُن دنوں دُنیا بھر  
 کا مادہ عام قلوب میں نایاب تھا اور آپس میں ملنے ملانے کے سامان بھی جو اتفاق پیدا  
 کریں کمیاب تھے ایسے اسطرح کا اتفاق خولیش بیگانہ بین کرادینا رفا ر مرون اور دیگر  
 ارباب اقتدار کی طاقت سے باہر تھا۔ اگر کسی قوم کی رحم دلی کم و بیش متحرک ہوتی تو بھی  
 وہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ اسطور پر ترقی جماعت کا دروازہ بند کر کے اپنے دشمنوں کا  
 شکار بن جائے۔ انصاف کی بات یہ ہو کہ اگر زمانہ حال انھیں بندشوں میں مبتلا ہوتا جنہیں  
 اگلا زمانہ ابجھا تھا تو اب بھی کوئی قوم ابطال غلامی کا فتویٰ نہ دے سکتی لیکن خوش نصیبی سے  
 زمانہ نے دوسری روش اختیار کی اور لحاظ اُس روش کے رسم غلامی کا برقرار رکھنا  
 غیر ضروری اور حقیقت داخل سخت بد اخلاقی کے ہے۔ ارباب شرائع رحم دل تھے  
 اور رحم دلی کی تعلیم اُن بزرگوں نے عموماً اپنے تواب کو دی ہو اور جیسا کہ میں نے قبل  
 اسکے بیان کیا اور آئندہ بیان کروں گا اسلام کا درجہ رحم دلی کی تعلیم میں بہت اونچا ہے ایسے  
 جب وہ ضرورت جس نے گروہ انسانی کو اس رسم کے قیام پر مجبور کر رکھا تھا باقی نہ رہی  
 تو اب اصول رحم دلی کا جسکی تعلیم ہو چکی ہے یہی اقتضا ہو کہ ہلوگ غلامی کو محض ایک کالہ روائی  
 بے دردی کی سمجھیں اور اسکو نہ صرف قانوناً بلکہ اخلاقاً بھی ممنوع باور کریں۔ دنیا میں

کیا انقلاب ہوا اور رسم غلامی بلحاظ حالت موجودہ کیوں لائق ابطال ہو گئی اُسکی توضیح یہ ہے۔ دو تین صدی کا عرصہ گزرا کہ طریقہ جنگ بدل گیا آتش بار ہتھیاروں کی ایجاد ہوئی اور ضوابط جنگ علمی طریقہ سے مرتب کیے گئے۔ اب ایک قلیل قاعدہ دان فوج جو ایسے ہتھیاروں سے مسلح ہوا اپنے سے پچاس گونہ زیادہ دشمنوں پر آسانی غلبہ حاصل کر سکتی ہے۔ کبھی جنگیہ مخانی ترکوں کی جماعت نے اپنے نیزوں کی جنبش سے کرہ ارض کو ہلادیا تھا لیکن اب اگر ایسی ہی جماعت پُرانے ہتھیاروں سے مسلح ہو کے میدان جنگ میں کھڑی ہو تو یورپ کی چھوٹی سے چھوٹی سلطنت دم کو دم میں اُسکو شکست دے۔ الغرض کثرت افراد پر زمانہ حال میں فتح و شکست کا مدار نہ رہا بلکہ اُسکے لیے ایسا قیمتی سامان درکار ہو جسکو سواے با اقتدار اور دشمن گورنمنٹوں کے دوسرا ہیا نہیں کر سکتا ہے۔ اسلئے اب افراد کے بڑھانے اور گھٹانے کی ایسی ضرورت باقی نہ رہی کہ غلام بنائیکی بیدردی مصلحتہ گو ارا کیجائے۔ جمہورِ علما کی یہ رائے ہو کہ اسلام نے مثل دیگر مذاہب کے رسم غلامی کو برقرار رکھا تھا اور اگر اُنھیں یہ رائے صحیح تسلیم کیجائے تو بھی اس معاملہ میں اسلام نے بنی نوع انسان کے ساتھ ایسی رحم دلی برتی ہے جسکا موقع کسی مذہب کو یا کسی رفاہ مرکو اس سے پہلے حاصل نہیں ہوا تھا۔

اولاً۔ قدیم الایام میں متعدد طریقے سلب آزادی کے مابین الاقوام رائج تھے کبھی تو بھوکے مفلس یا اُنکے بچے خریدے جاتے اور کبھی چوری و رہزنی سے بالغ و نابالغ زن و مرد دوسرے ملکوں سے پکڑ آتے دشمنوں کے گروہ کا آدمی جو

اپنے ملک میں گرفتار کیا جاتا یا لڑائی میں پکڑا جاتا اسکا لونڈی اور غلام بنالینا تو ایک عام و زنا قابل اعتراض دستور تھا اسلام نے بہت سے طریقوں کو ناجائز ٹھہرا دیا اور صرف اسی ایک دستور کو قائم رکھا کہ حربی کافرون کے افراد لڑائی میں یا کسی اور طور پر بذریعہ غلبہ و استیلا مسلمانوں کے قبضے میں پڑنے کے لونڈی اور غلام بنائے جائیں۔ ذرائع غلامی کا محدود کر دینا اسلامی رحم دلی کا عمدہ ثبوت ہے اور یہ ایک طریقہ جو نظر بحالت ضرورت قائم رکھا گیا اس کے قائم رکھنے کی معقول وجہ ہم نے قبل اسکے بیان کر دی ہے۔

**ثانیاً۔** اسلام نے ہر چند ایک گروہ کی آزادی کا سلب کر لینا ضرورۃً گوارا کیا لیکن ان مصیبت زدوں کے لیے تمدن میں وہی آسانیاں پیدا کر دین جو ان کو اپنے گھر میں نصیب تھیں۔

## حدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمھارے بھائیوں کو خدائے تمھاری ملکیت کر دیا ہے پس اللہ نے جس کے قبضے میں اس کے بھائی کو کر دیا ہے چاہیے کہ اس کو وہی کھلائے جو خود کھاتا ہو ورنہ یہ پتلا جو خود پیتا ہو اور ایسے عمل کی تکلیف کہ جو سب سے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اخوانکم جعلاہم اللہ تحت ایدیکم فسن  
جعل اللہ اخاک تحت ید یہ فلیطعمہ  
مما یاکل ویلبسہ مما یلبس ولا یکلفہ  
من عمل ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ



فَلْيَعْنَهُ عَلَيْهِ (رواہ البخاری و مسلم)

قالب جائے اگر ایسے کام کی تکلیف تو خود کسی عانت کے

## حدیث

عن ابی ایوب قال سمعت رسول الله  
صلی الله علیہ وسلم یقول من فرقَ بین  
والدّ وولدها فرقَ الله بینہ و  
بین احبّته یوم القیامۃ (رواہ الترمذی)  
ابو ایوب سے روایت ہو کہ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہو کہ جو شخص درمیان  
مان اور اُس کے بچہ کے جدائی ڈالے اُس کو قیامت کے  
دن خدا اُس کے دوستوں سے جدا کرے گا۔

مثلاً۔ آزادی کے لیے اپنے توابع کو ایسی رغبت دلائی ہو کہ اگر اُس پر عمل کیا جائے  
تو سلب آزادی کی برائے نام مصیبت بھی کسی بے ضیاع کو بہت دنوں تک جھیلنی نہ پڑے  
چنانچہ قبل اسکے ایک حدیث تذکرہ طلاق میں نشان دی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ  
جو چیزیں اللہ نے دنیا میں پیدا کی ہیں ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ اُس کے نزدیک  
لوٹنڈی اور غلاموں کا آزاد کرنا ہے۔ حدیث مندرجہ ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ آزاد کرنا  
ایک طرف سفارش آزادی بھی اعلیٰ درجہ کی نیکیوں میں شمار کی گئی ہے۔

## حدیث

قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم  
افضل الصدقة الشفاعة بها تفلک  
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
کہ صدقہ سے بڑھکے وہ مفارش ہے جس کی بدولت

الْوَقْفَةُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) کوئی گردن آزاد کیجاسے۔

اسناد متذکرہ بالا سے ظاہر ہو کہ ہر چند اسلام نے رسم غلامی کو ایک حد تک جائز رکھا لیکن منشا اُس کا یہی تھا کہ سلب آزادی کا اثر صرف چند روز اور وہ بھی ایسے ہلکے رنگ میں قائم رہے کہ کم کردگان آزادی اپنے تئیں آقا کے عزیزوں میں شمار کریں اور تکلیف نہ سلوک اُنکو صد مہ نہ پہونچائے۔

جمہور علماء کے خلاف سرسید احمد خان دہلوی نے ایک سالہ نامزد تہذیبیۃ الاسلام عن شین الامۃ والغلادہ تحریر فرمایا ہوا اور خلاصہ اُنھی تقریر کا یہ ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے عرب میں غلامی کا رواج موجود تھا اور اسلام نے بھی اُس رواج سے چند عرصہ تک مزاحمت نہیں کی مگر فتح مکہ کے بعد یہ آئہ کریمہ نازل ہوئی قال اللہ تعالیٰ فاذا القیتہم الذین کفروا فاصرب الرقاب عتہ اذا شئت منکم فسدوا و التواقی لا فاما مائتا بعد واما فدا عتہ تضرع الخوب او زارھا (پارہ ۲۶ سورہ محمد رکوع ۱)

اور اسوقت سے کارروائی سلب کرنے کی آزادی کی از روے نص صریح قطعاً ناجائز قرار پائی ہو چنانچہ پیغمبر علیہ السلام نے بعد نزول اس آیت کے کسی شخص کی آزادی کو

۱۷ امام سلمہ اور انس سے روایت کی گئی کہ عالم سکرات میں زبان سے صاف بات نہیں کہتی تھی بھی چنانچہ اس بات پر بارہ نماز اور ملک کو کچھ وصیت فرماتے تھے ایسے قیاس کیا جاسکتا ہو کہ حضور کی کشتہ توجہ تیسریں سال غلامی کی طرف مبذول تھی ۱۸ پھر جب کافروں سے مقابلہ ہوتا گئی گروہین مار دیا تاکہ کرباں کھا کر اور توڑ چکو تو انکی مشکلیں کسلو بعد ازاں یا امیر احسان کو دیکھ دیتا تو انکے لڑائی اپنے ہتیار رکھ سے یعنی ختم ہو ۱۹

اپنے عہد مبارک میں سلب نہیں کیا ہاں جو لوگ قبل نزول اس حکم کے نقد آزادی کھوپچے  
تھے اپنی حالت پر رہ گئے اور معاملہ رقیّت کے متعلق جتنے تذکرے قرآن اور حدیث  
میں موجود ہیں وہ سب انھیں لوگوں اور انکی اولاد سے متعلق ہیں۔ روشن ضمیر  
سید نے معقول دلیلوں سے اپنے دعویٰ کو ثابت کر دکھایا ہے لیکن باوجود اقرار قوت  
استدلالیہ کے یہ شبہ و لمین کھٹکتا ہو کہ اگر انکی تعمیر صحیح ہو تو اس آیه پر بحیات پیغمبر علیہ السلام  
اور اُنکے خلف راشدین کا استدلال کی کیوں نوبت نہیں آئی اور اگر کبھی ایسی نوبت  
آئی ہو تو اُسکی روایت کو جملہ فرق اسلامیہ کے راویوں نے کس طرح کفایت لم متروک کر یا  
باوجود تمامی ادب کے جسکا استحقاق علمائے سلف کو حاصل ہو یہ خیال بھی نا واجب  
نہیں ہو کہ کبھی اُن پر باقتضائے فطرت انسانی معاملات اقوام غیر میں تعصب ہبھی لب  
آجاتا تھا یا اقوام مذکور کے سلوک انکی طبیعتوں میں اشتغال پیدا کرتے تھے اور اُس قوت  
اُنکے اجتہادی مسائل اس قرآنی تعلیم کے دائرے سے باہر نکل جاتے وہ لایحکم متکم  
شَنَا نُ قَوْمٍ اَنْ صَلَّوْا عَلَی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ  
وَالنَّفَقَیْ ۚ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ  
الْعِقَابِ ۝ (پارہ ۶ سورہ مائدہ رکوع ۱)

لہذا اس زمانے میں کہ ہر قوم کے مذہبی تعصبات پر پانی پڑ گیا ہو وہ مسائل فقہی جنگا

اور دشمنی اُس قوم کی جس نے تلمذ سجد حرام سے روکا تھا آئادہ نہ کرے کہ تم لوگ زیادتی کرو ایک دوسرے کی مدد کی اور

پر ہیزگاری میں نہ کرو گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۱۲

تعلق دوسری قوموں سے ہر بالخصوص لائق اسکے ہیں کہ عاقلانہ طور پر جانچے جائیں اور قرآن اور حدیث صحیح سے انکی سند ہونڈھی جائے اور پھر شریعت اسلامی کا واقعی مسئلہ وہی سمجھا جائے جسکے لیے ایسی سند موجود ہو اور جسکا اقتباس ان کے تعبیر صحیح اُن اسناد کے بغیر تحریکِ تعالٰیٰ طبع ہوتا ہو۔ اب میں تنویرِ الابصار اور اُسکی شرح درختار سے دو مسئلے نقل کرتا ہوں جن سے ثابت ہوگا کہ وہ بیمار کج جو اس خصوص میں کیا گیا بیجا نہیں ہے۔

## مسئلہ

حربی دشمنوں کے گھر میں اگر سانپا اور بچھو ملین تو ان کے دانت اور ڈنک توڑ دیے جائیں اور ہلاک نہ کیے جائیں تاکہ مخالفوں کی ایذا رسانی کو اُمحی نسل کا سلسلہ جاری ہے۔

## مسئلہ

حربی دشمنوں کی عورتیں اور بچوں کا پکڑ لانا اگر دشوار ہو تو وہ لوگ مین میں پیرا مین چھوڑ دیے جائیں کہ بھوک اور پیاس سے ہلاک ہوں لیکن چونکہ اس گروہ کے قتل کی مانعت ہو اسیلئے مسلمانوں کو انکا مار ڈالنا جائز نہیں ہے۔

پہلے مسئلہ کی معکوس دوراندیشی لائق مضحکہ اور دوسرے مسئلہ کے نادری خیالات

حیرت انگیز ہیں۔ تعجب ہے کہ جس بزرگ نے ان خیالات کو ظاہر کیا وہ یہ نہ سمجھے کہ  
ساہنوں کے دانت اٹھیڑ نے میں خود مسلمانوں کی جان کا کس قدر خطرہ ہوا اور عورتوں  
اور بچوں کا دیران مقام میں چھوڑنا تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

پیغمبر علیہ السلام نے حیوانوں کا بھوکا اور پیاسا مارنا ناجائز فرمایا ہے انسان کا اس طور  
پر ہلاک کرنا انکی مقدس شریعت کب روارکھ سکتی ہے۔

## حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
عَنْ ابْنِ الْمَوَازِ فِي هِرَاقَةِ امْسَكْتَهَا حَتَّى  
مَاتَتْ مِنَ الْجُوعِ فَلَمْ تَكُنْ طَعْمَهَا وَلَا تَسْلَاهَا  
فَتَاكَلِي مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ (رواه مسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت ایک  
بلی کے معاملہ میں مبتلا عذاب ہوئی جسکو اُس عورت  
نے روک رکھا تھا یہاں تک کہ وہ بلی مر گئی عورت کو  
خود کھلاتی تھی اور نہ کسوچھتی تھی کہ حشرات الارض کھا  
بے سمجھ مقلد اس طرح کے اجتہاد کی جو کچھ تناخوانی کرین وہ انکی خوش اعتقادی ہو لیکن  
مقدس اسلام خویش و بگیانہ کی دشمنانہ مجالس میں کان پر ہاتھ دھرتا ہے کہ میری  
ذات پاک ایسی بیدردیوں سے بری ہے۔ (س) پیغمبر اسلام کے عہد میں جدید  
اسلحہ کی ایجاد نہیں ہوئی تھی ایسے موجد کی اس ضرورت کے جواب پر بیان کی گئی ہے  
بقول سرسید ابطال غلامی کے احکام کیوں صادر ہوئے۔ (ج) قاموس میں تحریر ہے  
حَتَّارٌ اِذَا اَتَّخَذْتُمْوَهُمْ اَنَى غَلَبْتُمْوَهُمْ وَكَذَرْتُمْوَهُمْ اَلْحِمَا حُرٌّ يَنْفَعُ اَتَّخَذْتُمْوَهُمْ

مغنیہ بن کہ تم لوگ اُن پر غالب ہو اور اُنکی جماعت میں جبراحت کی کثرت ہو۔ امام  
 فخر الدین رازی ارشاد فرماتے ہیں کہ انخان سے اس طرح کا اکثر قتل مراد ہو کہ  
 کافروں کے دلمین رعب بیٹھ جائے اور مسلمانوں سے لڑنے کی جرأت کر سکیں  
 پس جب دشمن کی ایسی حالت کر دی گئی تو پھر ظاہر ہو کہ لونڈی اور غلام بنانے  
 کی پالیسی غیر ضروری رہ گئی۔ پھر خدائے پیروان اسلام کے دلمین اس طرح کا جوش  
 غیر معمولی پیدا کر دیا تھا کہ لڑائیوں میں اُنکو دشمنوں کی کثرت کی پرواہ نہ تھی اور یہ  
 جوش اُن کا لڑائیوں میں لمحہ جدیدہ اور آجکل کے فنون حرب سے زیادہ کارآمد  
 تھا اس لیے ضرورت نہ تھی کہ بامید فتح و ظفر جماعت اسلامی بیدردی کی تیسروں سے  
 فائدہ اٹھائے۔ (س) اگر سلب آزادی ایک کارروائی بیدردی کی سمجھی گئی تھی  
 تو پھر وہ سب لونڈی اور غلام جنکی گردن میں پہلے سے طوق رقیت پڑ گیا تھا کیون  
 آزاد نہیں کیے گئے۔ (ج) اُن آقاؤں پر جنہوں نے بہ ادائے زرخشن خریداریاں  
 کی تھیں یا اپنے مملوکوں کی پرورش میں بار مصارف کو برداشت کیا تھا ایسا حکم بہت  
 گران ہوتا اس لیے اُن لوگوں کے لیے صرف یہی شوق دلانا مناسب خیال کیا گیا کہ  
 کہ اُنکے آقا بہ امید حصول ثواب خود اپنی رضا و رغبت سے اعتاق کی کارروائی عمل میں لائیں۔

## زبان کا بُری باتوں سے روکنا

انجیل شریف میں کیا خوب ارشاد ہوا ہے در عیب نہ لگاؤ کہ تم پر بھی عیب

نہ لگایا جائے کیونکہ جس طرح تم عیب لگاتے ہو اسی طرح تم پر بھی عیب لگایا جائے گا اور جس  
پیمانے سے تم ناپتے ہو اسی سے تمھارے واسطے ناپا جائیگا، (ستی باب ۱۵ و ۱۶)  
پھر ارشاد ہوا ہے ”جو چیز منھ میں جاتی ہو آدمی کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ جو منھ سے  
نکلتی ہو وہ آدمی کو ناپاک کرتی ہے“ (ستی باب ۱۵ اور ۱۱)

اس ہدایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا کی پاک و ناپاک چیز بے امتیازی کے تھا  
کھا لینا روا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بہت بڑی ناپاکی جو دل تک سرایت کر جاتی ہے کلمات  
کفر اور غیبت اور نیز ان باتوں سے جو فساد پھیلائیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام نے اس  
مضمون کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا اجْزَبُوا کَلِمًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمَرُ الْجَحْدِ وَلَا تَحْسَبُوا  
وَلَا يَغْتَبَ بَعْضُكُم بَعْضًا يٰۤأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُنْ لِّحَدِّثٍ أَخِيًّا وَلَا تَكُنْ لِّمُؤْمِنٍ  
وَأَقُولُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ سَاحِلِمُ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع ۲)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دلیں وہ بات جاگزین نہیں ہوتی مگر زبان سے موافق  
رضاے آئی نکل جاتی ہے جسکی وجہ سے مرتبے بلند ہوتے ہیں اسی طرح جو بات خدا  
کو ناپسند ہے اگرچہ وہ دل نشین نہ ہو زبان سے نکلتی ہو اور آدمی کو دوزخ میں لیجاتی ہے  
دوسری حدیث میں وارد ہے کہ صبح کے وقت تمام اعضا عجز کے ساتھ زبان سے

مسلمانوں بہت شک کرنے سے باز رہو کیونکہ بعض شک گناہ ہے اور کھوج نہ لگاؤ ورنہ غیبت ایک دوسرے  
کی کرو کیا تم میں کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے سرے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو کھوگوارا نہیں ہے۔ اللہ سے ڈرو بیشک  
اللہ بڑا قبول کرنے والا تو بہ کا اور مہربان ہے ۱۲

گزارش کرتے ہیں کہ خدا سے ڈر ہم سب تجھ سے وابستہ ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے ہیں اور اگر کج روی اختیار کی تو ہم سب کج ہو گئے۔ ابو ذر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو کچھ نصیحت کیجیے فرمایا خدا سے ڈرو تاکہ تمھارے سب کام اچھی طرح سے سدھ جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا قرآن پڑھو اور اللہ کا ذکر کرتے رہو تاکہ آسمان پر تمھارا ذکر ہو اور زمین پر تمھارے لیے نور ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد دیجیے فرمایا دیر تک چپ رہو کیونکہ سکوت کے سبب سے شیطان بھاگتا ہو اور یہ سکوت تمھارے دینیہ امور کا معین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا زیادہ نہ ہنسو کیونکہ ہنسب اسکے دل مردہ ہوتا ہو اور منہ کی روشنی زائل ہو جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا کہ سچی بات کہو اگرچہ کڑی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور فرمائیے ارشاد ہوا کہ خدا کے کام میں ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور ارشاد ہو فرمایا کہ جو عیب خود تم میں موجود ہو دوسروں کی نسبت نہ کرنا تذکرہ کرنے سے باز رہو۔ بہیقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے حضور نے جواب دیا کہ نہیں۔

## حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم | فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے



اتدرون ما الغيبة قالوا الله و  
رسوله اعلم قال ذكر  
اخاك بما يكره قيل افرأيت ان  
كان في اخي ما اقول قال ان كان فيه  
ما نقول فقد اغتبنا وان لم يكن فيه ما نقول  
بهتته (رواه مسلم)

تم لو گجانتے ہو کہ غیب کس کو کہتے ہیں لوگوں نے عرض کیا  
کہ اللہ اور رسول اس کو زیادہ جانتے ہیں یا اپنے بھائی کا  
تذکرہ سطح پر کرنا کہ اس کو ناپسند ہو کبھی عرض کیا کہ اگر میرے  
بھائی میں بات موجود ہو جو میں کہتا ہوں فرمایا کہ اگر کھانا  
بھائی میں تمھاری کسی ہوئی بات موجود ہو تو غیبت  
ہوئی اور اگر نہیں وہ بات نہ تو تینے بہتان لگایا۔

## یتیموں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی حفاظت

یتیم کے معنی لغت میں انفراد کے ہیں اور یتیم کا لفظ اُسی سے نکلا ہوا اس سے  
مراد وہ شخص لیا جاتا ہے جس کے سر سے موت نے باپ کے دستِ شفقت کو ہٹا دیا ہو لغت  
میں تو کوئی تخصیص عمر کے واسطے صادق آنے اس لفظ کے نہیں کی گئی ہے لیکن عرف میں  
وہ صرف اُن نابالغوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جن کے باپ مر گئے ہوں۔ پرورش  
اطفال میں ہر چند بان بہترین شفیق ہو لیکن دنیا کی عام حالت یہی ہے کہ تربیت میں مبالغہ  
مالی میں باپ کی مدد اسکے لڑکوں کے حق میں زیادہ تر مفید اور کارآمد خیال کیجاتی ہے  
اس لیے ایسے کم نصیبوں کی حالت پر جو فطرتی ذریعہ امداد سے محروم ہو گئے ہوں اسلام  
نے توجہ خاص مبذول کی ہے چنانچہ (سورۃ النساء پارہ ۴) میں نگہداشت اموال یتیمی  
اور انکی خیر طلبی کے متعلق کافی ہدایتیں موجود ہیں۔ چونکہ نابالغوں کے ولی اُن کے

یتیموں کی سرپرستی اور ان کے حقوق کی حفاظت

اموال کے محافظ اور کارپرداز بھی ہوتے ہیں اس لیے مشکل ہو کہ بعد اپنے بلوغ کے نابالغان اُنکی ناجائز کارروائیوں کا پتہ لگائیں اور دارالقضائیں شرعی ثبوت پیش کر سکیں لہذا پروردگار عالم نے جو انسان کے دلی خیالات کا جاننے والا ہے بعد ہمتِ خیر طلبی یتامی کے یہ مختصر مگر بڑی جامع تنبیہ اُنکے اولیاء کو فرمائی ہو رکھی ہے یا اللہ حَسْبُنَا اللّٰہُ یعنی مال یتیم میں جو کچھ کارروائی دنیا میں کرنا چاہو کر لو مگر اللہ خسہ کار تمہاری کارروائیوں کی جانچ کر لے گا اور دوسرے عالم میں نیک نیتی کی جزا اور بد نیتی کی سزا مل جائے گی۔

## حدیث

قال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَنْ سَخَّرَ دَأْسَ يَتِيمٍ لِمَسْكَةٍ لَا لِلَّهِ  
كَأَنَّهُ يَكُلُّ شَعْرَةَ يَمْرُ  
عَلَيْهَا يَدُهُ حَسَنَاتٌ وَ  
مَنْ أَحْسَنَ أَلْفَ يَتِيمَةٍ  
أَوْ يَتِيمَةٍ عِنْدَهُ كُنْتُ  
أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا ہی کے لیے جو شخص یتیم کے سر پر (شفقت) ہاتھ پھیرے تو ہر ایک مال کے مقابلہ میں جس پر سکا ہاتھ پہنچا ہوگی ملینگی اور جو شخص یتیم لڑکی یا لڑکے کے ساتھ جو اس کے پاس ہوں نیک کرے گا وہ زمین و آسمان میں جنت میں ہوگا اور اپنی دو انگلیوں کو ملا لیا دیئے انگلیوں کو ملا کے یا اشارہ فرمایا کہ ایسا نیک کا بخت میں میرے ساتھ

کھائیں و قرن بین اصبعیه  
(رواہ احمد و الترمذی)  
اسطرح رہیگا جیسا کہ ان انگلیوں میں  
ایک کو دوسرے کے ساتھ قربت ہی

## حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه و  
سَلِّحْ خَيْرَ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ  
بَيْتٌ فَيُرِيْتُمْ يَحْسَنُ إِلَيْهِ وَتُشْرِي بَيْتٌ  
فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ  
(رواہ ابن ماجہ)  
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمانوں  
کے مکانوں میں وہ مکان اچھا ہے جس میں اُس یتیم کے تھا  
جو مکان مذکور میں ہوتا ہو نیک سلوک کیا جاتا ہو  
اور بُرا اگر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ جو اُس گھر  
میں ہے سلوک بد برتا جاتا ہو۔

## پڑوسیوں کے ساتھ محبت

عیسائیوں میں پولوس کے تقدس کی بڑی عظمت کی جاتی ہے وہ اپنے ایک  
خط (گلٹیون کے نام باب ۵ ورس ۱۴) میں تحریر فرماتے ہیں ” اسیلے کہ ساری  
شرعیات اسی ایک بات میں ختم ہے کہ تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا کہ آپ کو،،  
اسلام افراط و تفریط دونوں سے پاک ہے اُس نے تمام شریعت کا تو ایسا خلاصہ اخذ  
نہیں کیا لیکن پڑوسیوں کے ساتھ محبت رکھنے کی ہدایت معقول تاکیدوں کے  
ساتھ کی ہے۔ قال الله تعالى (وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ  
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ  
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۚ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ  
النَّاسَ بِالْبَخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ  
عَذَابًا مُّهِينًا ۚ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ  
وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۚ (پارہ ۵  
سورۃ النسا رکوع ۶)

دوستو تعصب کو چھوڑو انصاف سے منہ نہ موڑو اور دیکھو کہ اس خدا ساز  
ہدایت کا پردہ کتنے محاسن اخلاق پر محیط ہے اور اُس میں ارباب تحقیق کی درجہ بندی  
کیسے موزون طریقے پر ہوئی ہے۔

۱۔ اللہ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ان باپ اور قرابت والوں اور یتیموں  
اور محتاجوں اور صاحب قرابت پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے دشمنوں والوں اور مسافروں اور ان  
لوگوں کے ساتھ جو تمھارے قبضے میں ہوں احسان کرو کچھ شک نہیں کہ انسان لوگوں کو دوست  
نہیں رکھتا جو اتراتے اور اپنی بڑائی کرتے ہیں ایسے لوگ کہ خود بخوبی کرتے ہیں اور دوسروں  
کو بخوبی کی صلاح دیتے ہیں اور اپنے فضل سے امداد دیتے ہیں جو کچھ اُن کو دیا ہی چھپاتے ہیں۔ جو  
لوگ ہماری ناشکری کریں اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہمارے ہمارے ہوا ہے (اور یہی حال اُن لوگوں  
کا ہے) جو خرچ اموال لوگوں کے دکھانے کے لیے کرتے ہیں اور اللہ پر اور آخرت پر یقین نہیں  
کرتے۔ جسکا شیطان ساتھی ہو وہ بُرا ساتھی رکھتا ہے ۱۲

## حدیث

عبدالرحمن بن ابی قراد روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی علیہ السلام وضو کرتے تھے صحابہ نے آوضو کو اپنے بدن پر ملنا شروع کیا حضرت نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں ایسا کرتے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت تب فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اللہ رسول کا دوست رکھنا یا اس کا محبوب بننا خوش معلوم ہوا اسکو چاہیے کہ جب بات کرے سچ بولے اور جب اس میں بنایا جائے تو امانت کو ادا کرے اور ہمسایہ کے ساتھ نیکی برتے۔

عز عبد الرحمن بن ابی قراد أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّكُونَ بِوَضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَجْعَلُكُمْ عَلَى هَذَا قَالُوا حُبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَجَّاهُ أَنْ يُحِبَّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَوْ يُحِبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولَهُ فَلْيَصِدْقَ حَقًّا إِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَامِنَهُ إِذَا أَمَّنَ لِيُحْسِنَ إِدَارَ مِنْ جَادِرَا (رواه البيهقي في شعب الایمان)

## حدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریلؑ ہمیشہ مجھکو ہمسایہ کے حقوق کی بابت نصیحت کرتے رہے تا آنکہ مجھکو گمان ہوا کہ عنقریب ہمسایہ کو وارث ہمسایہ قرار دیں گے۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورَثُهُ (رواه البخاری وسلم)

## حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم | فرما یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ  
لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارَهُ | وہ شخص جنت میں نہ جائیگا جسکی بدیون  
بوائفہ (رواہ مسلم) سے اُسکا ہمسایہ بخیر نہ ہو۔

## محاسن اخلاق کی تعلیم

سب آسمانی صحائف کی اصلی غایت اور بالذات غرض صرف یہی ہو کہ دنیا کو خدا شناسی کی راہ دکھائیں اور انسان کو محاسن اخلاق سے بہرہ مند کر دیں۔ عبادات اور معاملات کے پیچیدہ مسائل کو جب حقیقت شناس دیکھنے والے نظر تعمق سے دیکھتے ہیں تو اُسکے اندر انھیں اغراض کو اس طرح مضمر پاتے ہیں جیسے کہ ہمارے قالب میں روح یا کاسۂ دماغ میں قوت اور اکیہ۔ بعض آسمانی صحائف میں عبادات اور معاملات پر زیادہ توجہ اس امید سے رکھی گئی کہ انھیں ضمن میں مقصود بالذات نتائج حاصل ہو جائیں۔ لیکن رفتہ رفتہ انسانی فطرت رنگ لائی پیروان ملت مغربوں تک پہنچ نہ سکے اور اعمال شرعیہ کو ناشی تماشا بنا لیا۔ بعض صحائف آسمانی میں بنی نوع انسان کو غایت اصلی صاف اور پُر زور الفاظ میں بتائی گئی اور شک نہیں کہ ایسی تعلیم کے نتیجے کچھ زیادہ اچھے نکلے لیکن عبادات اور معاملات کے متعلق طبیعتوں میں اتنی آزادی سمائی کہ احکام الہی

محاسن اخلاق کی تعلیم

جو مصالح پر مبنی تھے معطل ہو گئے اُنکے تعطل کا عام اخلاق پر بُرا اثر پڑا اور خدا شناسی کی شاخ بالکل سُوکھ گئی یا سوکھ کے ٹوٹ بھی پڑی۔ اسلام نے خدا شناسی، محاسنِ خلاق، عبادات اور معاملات ہر ایک پر پورا زور دیا ہے اور اُسکے مقدس قانون (مشرکین) میں ان چاروں میں جو زیادہ ضروری ہیں اُنکے متعلق زیادہ اور جو کم ضروری ہیں اُنکے متعلق حسب مراتب کچھ کم ہدایتیں موجود ہیں اور یہ ایک ایسی حکیمانہ ترتیب ہے کہ اُسکے رموز کو اگر انسان سمجھ لے اور خود غرضی کا پہلو چھوڑ کے مقاصد کا استفادہ کرے تو دینی اور دنیوی فائدوں میں ایک بھی ہاتھ سے نہ جائے۔ دنیاوی زندگی آسائش سے کٹے اور ابدی زندگی میں حسرت و حیران نصیب نہ ہو۔ حکام شرعی کو چھوڑ کے خدا شناسی یا محاسنِ اخلاق کا نیاراستہ نکالنا درحقیقت گمراہی ہے لیکن اُس سے زیادہ عقل کی تیرگی اور اک کی سخافت یہ ہے کہ محض تعمیل احکام کے ولولہ میں مقصود اصلی فوت ہوا اور آخر کار سرپیٹ پیٹ کے یہ نوحہ پڑھنا پڑے۔

نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ ادھر کے ہوئے  
عیسائی فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ مسیح نے دنیا میں صرف نیکی کا بیج بو دیا اُسکے پورے  
جسمے اور آخر کار خوشگوار ٹمر لائے۔ شائستگی یورپ کی جڑ ڈھکی تھم ہی وحدتِ انوہج  
انسداد غلامی، خویش و بیگانہ کے ساتھ یک نگی فیاضی کا جوش، قومی ہمدردی کا خروش  
وغیرہ وغیرہ یہ سب شاخیں امنین چھوٹے چھوٹے دانوں سے نکلی ہیں جن کو  
ایک مقدس ہاتھ زمین پر چھوڑ گیا تھا۔ لفظی اختلاط معنوی تحریف کی بجٹ دوسری

بات ہے لیکن عیسوی تعلیم کی غفلت کرنا اور اُس کے معلم قدسی صفات کی خاک قدم کو سر  
 ویدہ بصیرت بنانا مسلمانوں کے ایمان کا جزو ہو گیا مگر ہم ادب کے ساتھ عرض کرتے  
 ہیں کہ ہمارے ہادی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وحیِ فداہ نے  
 اُن نیکیوں کے بیج بھی ڈالے پودے بھی جمائے اور حیرت تو یہ ہے کہ اُنھیں کے  
 عہد سعادت مہدیین پودے کا شجر بنا اور پھل آنے شروع ہو گئے اور ہم بہت کام  
 دعویٰ کرتے ہیں کہ اگر ہماری سو تدبیری تصرف بیجا سے باز ہے تو ان پھلوں  
 کی حلاوت دنیا میں جان فزا اور عالم ارواح میں روح افزا ہے۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ  
 ثابت ہو جائے تو تسلیم کرنا چاہیے کہ روحانی فنِ فلاح نے رفتہ رفتہ دنیا میں  
 بہت بڑی ترقی کی اور اب وہ اُس حد تک میل پر پہنچ گیا ہے کہ آگے بڑھ نہیں سکتا۔  
 انجیل متی کے باب ۵ میں مندرجہ ذیل اخلاق کا تذکرہ ہوا ہے جو محاسن تمدن کے  
 اصل اصول ہیں۔ دل کی عنکبندی وغیرہی علمِ راست بازی۔ رحم دلی۔ دل کی پکی صلہ جوئی  
 مظلومی بوجہ راست بازی۔ اسلامی ذخیرہ میں اس طرح کے بیج پودے۔ درخت  
 بکثرت موجود ہیں اور اُن کے علاوہ تروتازہ خوش رنگ خوشگوار ٹر بھی ہیں  
 جسکو دیکھنا ہو مسترآن اور حدیث میں دیکھ۔ جس سعادت مند کو خدا توفیق دے  
 وہ پھلوں کو چکھ لے اور ذائقہ نجات سے بہرہ مند ہو جائے۔ اتنے بڑے ذخیرہ  
 سے انتخابِ کل ہی کیونکہ۔

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جای نجات

رزق تا بدم ہر کجا کہ می نگرم



با این ہمہ واسطے آسانی ناظرین کے مین اسطرح کے کچھ نمونے دکھاتا ہوں مُباسدہ التوفیق

## دل کی غمگینی اور غریبی

اس غمگینی سے مراد وہ اندوہ نہیں ہے جو دنیا کے معاملات میں عارضی حال ہوا کرتا ہے بلکہ اس سے وہ غمگینی مراد ہے جو طالبانِ نجاتِ اخروی کو خدا کے خوف اور اُس کے مواخذہ کی خشیت سے لاحق ہوتی ہے۔

غم دین خور کہ غم غم دین ست | ہمہ غمہا فرو ترا ز این ست  
قرآن میں سیکڑوں جگہ خداوندِ عالم نے اپنی جلالت اور عذابِ اخروی کی حالت کو ایسے سنگین طور پر بیان فرمایا ہے کہ معتقدینِ معاد کا دل اُنگو سُن کے قابو میں نہیں رہتا لیکن خیریت یہ ہے کہ رحمت کی آیتیں بھی اُسی کے ساتھ ہیں پھر سنتے سنتے طبیعتیں عادی ہو گئی ہیں ورنہ غیر ممکن تھا کہ عفتِ ادا اور خلوص کے ساتھ ایک پارہ پڑھ لیا جاتا اور سخت دل آدمیوں کی بھی پچکیاں بند نہ جاتیں۔ عرب کے بدویوں کی قساوتِ قلبی مشہور ہے لیکن ابتدائی زمانے میں قرآن کو سُن کے اُنہی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑتے۔

نقل ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہٗ اول نے جب اعراب کی گریہ و زاری دیکھی تو فرمایا کہ کبھی ہماری بھی حالت ایسی ہی تھی لیکن اب ہمارے دل سخت ہو گئے یعنی سنتے سنتے طبیعتوں نے عادت پکڑ لی ہے۔ عمر فاروق خلیفہٗ دوم نے

کسی شخص کو یہ آیر پڑھتے سنی **إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۚ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ** (پارہ ۲ سورہ لہور رکوع ۱) بیہوش ہو کے گڑھے اور ایک مہینہ تک اس صدمہ سے بیمار رہے۔ مشہور صوفی ابراہیم ادہم جب سورہ **الْاِنْشَاقِ** کو جو تیسویں پارہ میں واقع ہے اور جس میں قیامت کے حالات کا تذکرہ ہر کیس کو پڑھتے سنتے تو ان کے بدن کے جو جوڑگان اٹھتے اور رعشہ کی کیفیت پیدا ہوتی۔ اگلے بزرگوں کی ایسی حکایتیں بہت بیان کی گئی ہیں اور اب بھی خدا کے بندے ایسے موجود ہیں جو آیات عذاب کو سن کے زرد پڑ جاتے ہیں اور ان کی گریہ و زاری سے سننے والوں کا دل کھ جاتا ہے اور کیونکر ایسا نہ ہو قال اللہ تعالیٰ **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ** (پارہ ۹ سورہ الانفال رکوع ۱)

ایک جگہ اچھے بندوں کو شمار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے **وَالَّذِينَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُونَ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَا يُنَظَرُونَ** (پارہ ۲۹ سورہ المعارج رکوع ۱)

**۱۷** تھا ہے پروردگار کا عذاب ضرور نازل ہو کر رہیگا کیسی مجال نہیں ہو کہ اس کو ٹال دے **۱۸** اصل مسلمان وہ ہیں کہ جب اس کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دھڑک جاتے ہیں اور جب آیات الہی ان کے روبرو پیش جاتی ہیں تو ان کے یقین میں ترقی ہوتی ہے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں **۱۹** اور وہ لوگ جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے پہنچتے ہیں بیشک پروردگار کا عذاب ایسا نہیں ہو کہ کوئی اس سے نڈر رہے **۲۰**

پھر یوں فرمایا ہر وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَاۓ ۝  
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰی ۝ (پارہ ۳۰ سورۃ النازعات رکوع ۲)

یہ پچھلا مضمون ٹھیک انجیل کی تقریر سے مطابق ہے۔

”مبارک وہ جو غمگین ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے،“ (متی باب ۵ ورس ۴)

## حدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں  
دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں جو تم نہیں  
سنتے آسمان نے نالا و زاری کیا اور اسکو ایسا ہی  
کرنا چاہیے تھا۔ قسم ہر اسکی جسکے قبضہ قدرت میں  
میری جان ہے کہ آسمان میں ایسی جگہ چار انگلی نہیں  
ہے جسپر کوئی فرشتہ خدا کے سجدہ میں اپنی پیشانی  
رکھے ہوئے ہو۔ قسم ہر خدا کی اگر تم وہ باتیں جانتے  
جتنکو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور بہت ہنستے  
بستر پر چور توں سے لذت حاصل کرے تو صحر کھڑکھڑ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَاسْمَعُوا مَا لَا تَسْمَعُونَ  
أَطَّيْتُ السَّمَاءَ وَخَفَيْتُ لَهَا أَنْ تَأْطُوا وَالَّذِي  
نَفْسِي بِيَدِهِ مَا فِيهَا مَوْضِعٌ أَرْبَعَةَ أَصَابِعٍ إِلَّا  
وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَهَنَّمَ سَاجِدًا لِلَّهِ وَاللَّهُ  
لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمَ لَضَحَكْتُمْ قَلِيلًا  
وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَمَا تَلِدُ ذَنَابَكُمْ  
بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفَرَشَاتِ وَلَنُحْجِمَنَّ  
إِلَى الصُّعَدَاتِ تَجَازُونَ إِلَى اللَّهِ قَالَ

۱۷ لیکن جو شخص پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو ہر اسکی خواہشوں سے

روکتا رہا اس شخص کا ٹھکانا جنت میں ہے ۱۲

فربادوزاری کرتے ہوئے نکل

ابو ذریا یسینے کنت شجرۃ تعصد

پڑتے۔ ابو ذریا نے وقت

(رواہ احمد والترمذی)

روایت اس حدیث کے کہا کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹا جاتا  
ہو۔ (یعنی شدت خوف سے راوی نے یہ تمنا ظاہر کی کہ کاش میں بنی آدم اور  
لائق مواخذہ کے نہوتا۔)

## حدیث

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں  
تم لوگوں کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ اہل جنت  
ہر ضعیف نیک دل ہے کہ اگر خدا کے بھروسہ پر قسم  
کھا بیٹھے تو اللہ کی قسم کو پوری کرے۔ کیا میں  
تم لوگوں کو دوزخیوں کی خبر نہ دوں؟  
دوزخی وہ شخص ہے جو جھگڑا لودشت گو  
اور مغرور ہو۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَّا أَخْبَرَكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلِّ ضَعِيفٍ  
مَتَّصِعٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى  
اللَّهِ لَا بَرَّةَ إِلَّا أَخْبَرَكُمْ  
بَأَهْلِ النَّارِ كُلِّ  
عُتْلٍ جَوَّاذٍ مُسْتَكْبِرٍ  
(رواہ البخاری)

اس حدیث کا مضمون اُس تعلیم پر بڑی قوت کے ساتھ حاوی ہے جو انجیل میں اس  
طور پر ہوئی ہے کہ مبارک ہے جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت  
انہیں کی ہے۔ (متی باب ۵ درس ۳)

# حلم

انجیل میں ارشاد ہوا ہے ”مبارک ہے جو حلیم ہیں کیونکہ زمین کے وارث ہوں گے،“

(متی باب ۵ درس ۵)

یہاں حلم کی رغبت بوعده فلاح دنیوی و دلائی گئی ہے اور شک نہیں کہ تحمل آدمی کچھ نہ کچھ دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔ اب قرآن کو دیکھیے کہ اس خصوص میں کی تعلیم کس پایہ بلند پر پہنچی ہوئی ہے ایک تو اباب حلم کو جنت کی بشارت دی گئی ہے جسکی وسعت کرہ ارض سے بہت زیادہ ہے اور اُس سے زیادہ دوسری بشارت رضاے اسی کی ہے جسکے مقابلہ میں دنیا کی بادشاہی جنت کے مزے سب ہیچ اور پوچھ ہیں قال اللہ تعالیٰ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۴)

## حدیث

۱۔ اور اپنے پروردگار کی بخشائش اور جنت کی طراوت لکھو جسکی وصحت زمین اور آسمانوں کے برابر ہے اور پرہیزگاروں کے لیے مہیا کی گئی ہے ایسے پرہیزگار جو خوش حالی اور تنگ دستی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو روکتے ہیں اور آدمیوں کے قصور کو معاف کر دیتے ہیں۔ اور اندر نیک کاروں کو دوست رکھتا ہو۔

عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
قال من خزن لسانه ستر الله عورته ومن  
كف غصته كف الله عنه عنا به  
يوم القيامة ومن اعتد رآلى الله  
قبل الله عذره۔

(رواہ ابی ہشیم فی شعبان)

انسؓ سے روایت ہو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے جو شخص دوسروں کی بدگوئی سے باز رہے  
اللہ اُسکے عیب کو چھپایگا اور جو اپنے غصہ کو روکے  
اُسکو اسی قیامت کے دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں  
اور جو شخص خدا سے عذر خواہی کرے خدا اُسکے  
عذر کو قبول فرمائے گا۔

## حدیث

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم قال لا شیخ عبد القیس ان  
فیک ان خصلتین یجمعہما اللہ  
ورسوله المحمود والاناۃ۔  
(رواہ مسلم)

ابن عباس سے روایت ہو کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے اشج سے جو قبیلہ عبد القیس کی جماعت کے  
ساتھ آیا کہ تجھ میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنکو اللہ اور  
اُسکا رسول دوست رکھتا ہو ایک حلم اور دوسری  
یہ خصلت کہ توجلد باز نہ بنیں۔

## استبازی اور دل کی پاکی

انجیل میں ارشاد ہوا ہو در مبارک مے جو استبازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں  
کیونکہ مے آسودہ ہوں گے۔ ”مبارک مے جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔“

استبازی اور دل کی پاکی

(متی باب ۵ درس ۶ و ۷)

یون تو قرآن میں نیک کاری اور پرہیزگاری کی رغبت بہت جگہ دلائی گئی اور نیکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے بڑی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں لیکن بالخصوص سچائی اور اخلاص کی نسبت جو پیرایہ اختیار کیا گیا ہے وہ بلاغت کے رنگ میں سامعین کے قلب پر گہرا اثر ڈالنے والا ہے۔

بارگاہ کبریائی کے بہت بڑے مقرب جماعت انسانی میں وہی بزرگوار ہیں جنہی یا رسول کے لقب سے ملقب ہیں خداوند عالم نے ایسے چند بزرگوں کے تذکرہ میں مرتبہ نبوت و رسالت کے پہلے انکی صداقت کو بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تاج نبوت و رسالت میں صدق گراں ہماوتی ہے اور پروردگار کی سرکار میں انکی بڑی قدر اور بڑی قیمت ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَادْكُرْنِي الْكِتَابِ اِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا وَادْكُرْنِي الْكِتَابِ اِنَّكَ كَانَ صَادِقًا وَوَعْدًا رَسُوْلًا نَبِيًّا وَادْكُرْنِي الْكِتَابِ اِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا** (پارہ ۱۶ سورہ مریم رکوع ۳ و ۴)

موسیٰ کی جلالت قدر ان تین قدسی صفات بزرگوں سے زیادہ تھی اسی لیے اُن کو اسی سورہ میں مخلص کا لقب عطا ہوا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَادْكُرْنِي الْكِتَابِ**

قرآن میں ابراہیم کا تذکرہ لوگوں سے کرو کہ وہ بڑے سچے نبی تھے ۱۲  
قرآن میں لوگوں سے اسمعیل کا تذکرہ کرو کہ وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے ۱۱  
قرآن میں ادریس کا تذکرہ لوگوں سے کرو کہ وہ سچے پیغمبر تھے ۱۲

مُوسَىٰ زَيْدٌ كَانَ مُخْلِصًا كَانَ رَسُولًا نَبِيًّا ۝ صداقت کے ذخیرہ میں  
 اخلاص کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے اور ہر گاہ خدا نے محمد بن کلیم اللہ کے اس صفت کا انتخاب  
 فرمایا ہے تو کیا شک ہو کہ جو لوگ اس برگزیدہ صفت سے بہرہ مند ہوں وہ دوسرے عالم  
 میں خدا کے دیدار یا سعادت تقرب سے شرف اندوز ہوں گے۔ سورۃ الحجرتین خبر دی ہے  
 کہ شیطان نے اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ بنی آدم کو جادۂ اطاعت سے منحرف کرے گا لیکن  
 اس نجات کو بھی اپنے گستاخ ارادہ کے ساتھ اقرار کرنا پڑا کہ با اخلاص بندوں پر  
 شیطانی چمک نہ چلیگا۔ پس ظاہر ہے کہ عمدہ عنوان سے جو ہر صدق و اخلاص کی  
 وقعت ارباب بصیرت کے ذہن نشین کی گئی ہے اور بہت ہی خوب سیرایہ میں سمجھایا گیا  
 ہے کہ اگر بندگان خدا اس جوہر لطیف کی حفاظت کریں تو ایسے قوی باز و دشمن سے  
 جسے حضرت آدم کو باغ عدن سے نکلوا ہی کے چھوڑا محفوظ رہ سکتے ہیں۔

## حدیث

<p>فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سچ          بولنا اپنے اوپر لازم کر لو سچائی نیکی کی راہ          دکھاتی ہے اور نیکی جنت کو لیجاتی ہے۔ آدمی          سچ بولتے بولتے خدا کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے</p>	<p>قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ          بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ          الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَأَمَّا زَلَّ الرَّجُلُ صِدْقًا          وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يَكْتَبَ عَنْهُ اللَّهُ صِدْقًا</p>
--	--

۱۲ قرآن میں موسیٰ کا تذکرہ لوگوں سے کرو کہ وہ با اخلاص اور ہمارے پیچھے ہوئے بنی تھے



وَلَا يَأْكُمُ وَالْكَذِبَ فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّرُ  
الْكَذِبَ حَتَّى يَكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَابًا (رواہ مسلم)

جھوٹ سے پرہیز کرو جھوٹ بدی کی آٹھ کھانا  
ہے۔ اور بدی و فحش کی طرف لیجاتی ہے آدمی  
جھوٹ بولتے بولتے خدا کے یہاں کذاب  
لکھا جاتا ہے۔

## رحمِ دلی

انجیل میں ارشاد ہوا ہے "مبارک ہے جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائیگا۔" (متی باب ۵ ورس ۷)

اسلامی مدرسہ میں رحم کی شان ایسی بلند ہے کہ خداوند عالم نے قرآن کی پہلی آیت میں خود اپنی ذات پاک کو اُس کے ساتھ متصف ظاہر کیا ہے اور اُس سے زیادہ کون سا گرانمایہ خلعت خیال میں آسکتا ہے جو باظہار عظمت اس صفت کے زریعہ بن گیا جاتا پھر اپنے رسول کو خطاب کر کے فرمایا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہتھے مکنونِ رحمت خلائق کے بھیجا ہے۔ پارہ ۳۰ سورۃ البلد میں شیخی مارنے والے آدمی کی نسبت بطور ملامت کہا گیا کہ اُس کو مبعوضۃ انعام پروردگار کے اس طرح کی نیک کاریاں کرنی لازم تھیں اور پھر ارشاد ہوا ہے تَرَكَانَ الدِّينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝

پھر ان لوگوں میں ہوتا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر پر رحم کی ہدایت کرتے رہے

رسول خدا نے فرمایا ہر کہ رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہر تم لوگ زمین کے پہنے والوں پر رحم کرو تاکہ وہ ذات پاک جو آسمان پر ہر تم پر رحم کرے۔ ایک دوسری حدیث کا یہ مضمون ہر کہ مخلوقات خدا کے عیال ہیں پس جو شخص ساتھ عیال خدا کے نیکی کرے وہی خدا کو زیادہ پیارا ہو۔ اس حدیث میں جو ہدایت کی گئی اُس کے احاطہ میں انسان اور حیوان جملہ مخلوقات آہی داخل ہیں اور پھر دیگر مواقع میں فرمایا ہر کہ کوئی جان دار نشانہ بازی کے لیے ہفت نہ بنایا جائے کوئی جانور بھوکا پیاسا نہ مارا جائے کسی کو منٹھ پر نہ مارو نہ اُس کے منٹھ پر داغ دو۔

## حدیث

ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ درحالیکہ ایک راستہ چلا جاتا تھا اس تشنگی غالب آئی اُسکو ایک کنواں ملا جس میں اُتر اُڑا پانی پایا جب اس پر نکلا تو دیکھا کہ ایک گٹا بوجہ پیاس کے اپنی زبان نکالے ہوئے ہوا اور تر مٹی کھا رہا ہے پس اُس مرد نے کہا کہ بوجہ پیاس کے اس بکتے کی حالت میری ہی ہو رہی ہے اور کنوئیں میں اُتر اُڑا ہے موزہ کو پانی سے بھرا اور اُس موزہ کو منٹھ سے پکڑ لیا

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بلینا ہر جلیمیشے بطریق اشتد حکیمہ العطش فوجد بیڑا فنزل فیہا فشرب ثم خرّج فاذا الکلب یلہث یا کل الثری من العطش فقال الرجل لقد بلغ هذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ لی فنزل البیڑ فملا خفۃ ثم امسکہ بقیہ۔

فَسَقَمَ الْكَلْبُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَ  
لَهُ قَالَ وَايَا رَسُولَ اللَّهِ وَانْ لَنَدَفِ  
الْبَهَائِمِ اجْرًا فَقَالَ فِي كُلِّ  
ذَاتِ كَيْدٍ رَاطِبَةٌ  
اجْرٌ - (رواه البخاری)

احصائے کتے کو پانی بلایا۔ خدا کو یہ کام پسند آیا اور  
اُس مرد کی مغفرت فرمائی۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا  
اے خدا کے رسول ہم لوگوں کے لیے چارباہین  
کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ  
ہر مخلوق کے ساتھ جو کج تر رکھتی ہو سلوک کرنے میں اجر ہے۔

## حدیث

عن سهل بن الحنظلية قال مر رسول الله صلى  
الله عليه وسلم ببغداد فوجد الحق ظهيرة بطنه  
فقال اتقوا الله في هذا البهائم  
المجمعة فاركبوها صالحة  
وانركوها صالحة (رواه ابو داود)

سهل بن الحنظلیہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ایک شتر کے پاس گزرے جسکی پیٹھ  
پیشے لگ گئی تھی پس فرمایا کہ ان بے زبان چارباہین  
کے معاملہ میں بہیزگاری کرو اچھی حالت میں انہیں  
سوار ہو اور اچھی حالت میں اترو۔

## صلح جوئی

انجیل شریف کی یہ تعلیم ہے، مبارک ہے جو صلح کرنے والے ہیں کیونکہ وہ  
خدا کے فرزند کہلائیں گے، (متی باب ۵ ورس ۹)  
قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہو ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوا

خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْحَسَنِينَ ۝ (پارہ ۸ سورۃ الاعراف رکوع ۷)  
 وَقُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا لِلّٰهِ حَسَنٌ ۖ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزِعُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ  
 كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ۝ (پارہ ۵ سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۶)  
 وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ  
 الظَّالِمِينَ ۝ (پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ رکوع ۴)

## حدیث

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی علیہ  
 وسلم لا أخبرکم بأفضل من ذکر الصیام  
 والصدقة والصلوة قال قلنا بلی  
 قال اصلاح ذات البین  
 وفساد ذات البین  
 ھ الحاقفۃ - (رواہ ابو داؤد)  
 ابودرداء نے کہا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم لوگوں کو ایسی بات بتاؤں  
 جس کا ذکر روزہ اور صدقہ اور نماز سے بڑھا ہوا ہو؟  
 ہم لوگوں نے عرض کیا کہ ارشاد کیجیے فرمایا کہ ہم  
 صلح کرانا۔ اور آپس میں جھگڑ کرانا تو زائل  
 کرنے والا (حسنات کا) ہے۔

۱۰ دین پر بعد اُسکی اصلاح کے فساد نہ پھیلاؤ اور امید وہیم کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگتے رہو  
 حقیقت میں خدا کی رحمت نیک کاروں کے قریب ہے ۱۲  
 ۱۱ ہمارے بندوں کو سمجھا دو کہ مات کہ میں جو بہتر ہو شک نہیں کہ شیطان اُن لوگوں میں فساد ڈالتا ہے اور  
 اس میں بھی شک نہیں ہے کہ شیطان آدمی کا لٹکا دشمن ہے ۱۲  
 ۱۲ بدی کا واجب بدلا سادی درجہ کی بدی ہے پھر جو معاف کرے اور صلح کرے تو اس کے اجر کا ذمہ اور  
 شک نہیں کہ اللہ ظالم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے ۱۲

## حدیث

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَّخِذَ خَاةَ فَوَاقٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فِيْ عَرْضِ هَذَا وَيَعْرِضُ هَذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ (رواه البخاری و مسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں جائز ہے کسی کو کہ تین شبے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دے کہ جب دونوں ملین یہ منہ پھیرے اور وہ منہ پھیرے اُن دونوں میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے۔

## مظلومی بوجہ راستبازی

انجیل میں ارشاد ہوا ہے ”مبارک ہے جو راستبازی کے سبب ستائے جاتے ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہت انھیں کی ہے“ (متی باب ۵ ورس ۱۰)

یہ درحقیقت ترغیب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ہے یا یہ کہ سچے ایمان داروں کو امید دلائی گئی ہے کہ مخالفوں کے ہاتھ سے جو مصیبتیں اُنکو جھیلنی پڑیں اُنکا اجر معقول دوسرے عالم میں حاصل ہوگا۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے وَلَتَكُنَّ مَنَّاتٍ لِّكُلِّ نَفْسٍ عَدُوٍّ إِلَى الْآخِرِ وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ فَتَفْسَدُوا دِينَكُمْ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

لقمان نے اپنے بیٹے کو جو پسند دیا اُسکا تذکرہ بغرض ترغیب اہل اسلام یوں فرمایا ہے

۱۲ تم لوگوں میں ایک گروہ ہونی چاہیے جو اچھے کاموں کی ہدایت کرے اور اعمال برے سے روکے

يُنَبِّئُ أَقِيمِ الصَّلَاةَ وَامْرَأِ الْمَعْرُوفِ إِنَّهُ عَنِ الْمُتَكِبِرِ وَصِدْرُكَ عَلَى مَا أَصَابَكَ  
 إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (پارہ ۲۱ سورہ لقمن رکوع ۲)

## حدیث

عن حذیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 قال والذی نفسی بیدہ لثاموت بالمعروف  
 وکتہ ہون عن المنکر اولیو شکن اللہ  
 ان یبعث علیکم عذابا من عندہ لا تملکون عندہ  
 ولا یتجارکم (رواہ الترمذی)

حذیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں  
 میری جان ہے۔ تم لوگ اچھے کاموں کا مرکز بنو  
 کاموں سے منع کرو (اگر ایسا نہ کرو گے) تو قریب ہے کہ اللہ تم پر  
 کسیر کا عذاب بھیجے پھر تم التجا کرو اور وہ قبول نہ ہو۔

مخالفوں کے ہاتھ سے جو کچھ ایمان پونچھیں اور مصیبتیں جھیلیں پڑیں انکی دشت پر خدا نے  
 اپنے فرمان بردار بندوں کو اجر جزیل کا اسیدوار کیا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا الْمَيِّتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ طَبَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ  
 لَا تَشْعُرُونَ ۚ وَلَبِئْسَ لَكُمْ بَشِيرٌ مِّنَ الْخَوْفِ وَالتَّجَمُّعِ وَنَقِصٌ مِّنَ الْأَمْوَالِ أَكَلَا نَفْسٍ  
 وَالْمَمَاتِ وَبَشِيرُ الصَّابِرِينَ ۚ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا  
 إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۚ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ

اے میرے عزیزان! مذہب پر لوگوں کو اچھے کام بتا اور بُرے کاموں سے منع کرو اور تجھ پر  
 جیسی بڑے اسکو برداشت کر بیشک یہ ہمت کے کام ہیں ۱۱

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَكَلِّفُونَ ۝ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۱۹)  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَىٰ تَعْلَمَ كَيْفَ تَقْلَعُونَ ۝  
 (پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۲۰)

ہر چند میں نے بیان کو وسعت دی مگر سچ یہ ہے کہ اس مختصر رسالے میں اخلاقی تعلیم کے نمونے جو ذخیرہ اسلامیہ میں موجود ہیں بقدر کافی دکھانے کا بہر حال جو کچھ معرض تحریر میں آیا اسکو دیکھنے کے ڈھونڈنے والے اندازہ کر سکیں گے کہ بلحاظ اپنی خوبیوں کے اسلامی تعلیم کا کیا درجہ ہے اور اُسے دینی اور دنیوی دونوں پہلو کو کس دور اندیشی کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔ اکثر غیر مذہب کے آدمی اور بالخصوص عیسوی المشرب اپنا جس جو کچھ بدگمانی اسلامی تعلیم پر رکھتے ہیں اُسکی عام وجہ یہ ہے کہ خود انکو قرآن اور حدیث سے واقفیت نہیں ہے اور اُنکے عالموں نے جنھیں کم و بیش سمجھنے کی لیاقت حاصل تھی بوجہ تعصب مذہبی تعبیر الفاظ غلط کی باغیظ و ایوٹ کا حوالہ دیکے اپنے معتقدوں کو ایسا بھڑکا دیا کہ وہ لوگ تفتیش حق میں اسلام کی حرمت منصفانہ نگاہ نہ کر سکے اور آزادانہ جانچ سے محروم رہ گئے۔

۱۷ جو لوگ اسکی راہ میں آئے جائیں انکو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم لوگ سمجھتے نہیں۔ البتہ ہم تم لوگوں کو تھوڑے سے خوف اور بھوک اور کچھ جان دال دیکھوں گے نقصان سے آزاد ہیں گے اور بے پیغمبر ایسے صبر کرنے والوں کو جو وقت مصیبت کے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ جاتے ہیں انھیں لوگوں پر اسکی مہربانی اور عنایت ہے اور یہی لوگ راہ راست پر ہیں ۱۲  
 ۱۸ مسلمانو مصیبتوں پر خود صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تعلیم دو اور آپس میں مل کر رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ اپنی مراد کو پہنچو ۱۲

اسلام یہ نہیں کہتا کہ بے دلیل اس کے مسئلے مان لیے جائیں بلکہ بنی نوع انسان سے  
 اُسکی یہ درخواست ہے کہ تعصب کو چھوڑو احقاق حق کی آزادانہ کوشش میں اُس  
 روش کو اختیار کرو جو پسندیدہ ہو قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ  
 اَنْ يَعْبُدُوهَا وَاَنَا بِنُورِ اللّٰهِ لَهْجَا الْبَشَرِ مَعَهُ فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ  
 الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ احْسَنَهُ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدٰى اللّٰهُ وَاُولَٰئِكَ هُمُ  
 اُولُو الْاَلْبَابِ ۝ (پارہ ۲۳ سورۃ الزمر رکوع ۲)

ماننا نہ ماننا دوسری بات ہے جو شخص جیسا عمل کرے گا ویسا ہی اُسکا پھل پائے گا۔  
 گندم از گندم بر وید جو زبو از مکافات عمل منجمل مشو

لیکن افسوس ہے تو یہ ہے کہ ایسی واجب منادی سے کان بند کر لیے جاتے ہیں اور  
 یہ دنیا تحمل اور سکون کے ساتھ سن بھی نہیں لیتی کہ نہ اگر نوا لایا کہتا ہے کس آنے والی  
 آفت سے ڈرنا ہے اور اُس کے نجات کی کیا تدبیریں بتا رہا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب  
 کم و بیش تعصب کا طوفان دور ہو چلا ہے اور چند بلند خیال انصاف پسند عیسائیوں  
 نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جنہیں اکثر تہمتوں کی تردید ہوئی ہے اور عجب نہیں کہ وہ زمانہ  
 جلد آجائے کہ ہمارے برادران نوعی تقلید کی اندھیری کوٹھڑی سے نکل پڑیں اور  
 تحقیق کے میدان میں عقل کی روشنی میں جا پھنیں کہ وصول الی اللہ کا کوئی راستہ

اور جو لوگ بتوں کو نہیں پوجتے اور خدا کی طرت رجوع لائے ہیں اُنکے لیے خوش خبری ہے پس  
 اے پیغمبر تھا اے اے بندوں کو خوش خبری سناؤ جو باتوں کو سنتے ہیں اور جو اچھی بات ہو اُس پر عمل کرتے ہیں  
 یہ وہی لوگ ہیں جنکو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ دانشمند ہیں ۱۲



بیخطر ہو۔ (س) مذہب اسلام کی اشاعت بزرگ شمشیرِ عمل میں آئی مگر پہے عقیدوں کی یہ شان نہیں ہو کہ جابرانہ دباؤ سے تسلیم کر لے جائیں (رج) دنیا میں ہر ذی عقل صاحب شعور انجام کار پر دور اندیشی کے ساتھ نظر دوڑاتا ہو اگر سب ہمتی یاد رکھو موانع خارج نہوں تو بقدر اپنی طاقت کے وہ ایسی تدبیروں پر عمل کرتا ہو جن سے سود کی امید بے سود کی توقع ہو۔ جو کچھ تجربہ رنج و راحت کا دنیاوی زندگی میں ہو چکا ہو وہ اس تفتیش پر اسے مائل کرتا ہو کہ بعد از مرگ اسکے اہلے جنس کی رو میں نہ وجود سے بہرہ مند رہتی ہیں یا یہ کہ جسم کے ساتھ اُلکھی شمع حیات بھی بجھ جاتی ہو اور پھر ایسی حالت میں کہ جسمانی موت کے بعد زندگانی کا کوئی دوسرا سلسلہ برپا ہوتا ہو کس طرح کی راحتیں نصیب ہوتی ہیں اور کسی کسی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اس طرح کی تفتیش کو ہمارے مکرم جامع کمالات مولوی سید علی المتخلص بہ کامل ابن قائل اہل مولانا احمد علی محمد آبادی اعلیٰ السد مقامہ فی اعلیٰ علیین نے کیسے خوب پیرایہ میں منظوم فرمایا ہے۔

## نظم

اس جہت سے مثل ابر کھین مغمی بنا رہیں  
ہم گریبان چاک ماتم میں سے لے یا رہیں  
شمع روشن ہو گلون کے قبر پر اپنا رہیں

شب کو جائگلا تھا میں کامل مزار پر  
خاتجہ پرٹھ کر یہ قبر دوست پر میں نے کہا  
شاد ہو کچھ تو بھی زیر خاک لے رنگین ادا

لوگ کیسے ہیں؟ ہاں کے اوکیا اطوار ہیں  
 راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں  
 کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں  
 تخت کیسے ہیں منبت یا مصع کا رہیں  
 باغ ہے سبزہ ہے کچھ اشجار ہیں انما رہیں  
 مرغ زرین بال ہیں یا عنبرین منقار ہیں  
 خوش بیان خوش طبع یا کج فہم و بد گفتار ہیں  
 اپنے اپنے شغل میں رہتے ہیں یا بیکار ہیں  
 کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں  
 ہم اکیلے ہیں نہ یاں احباب فی اغیار ہیں  
 کنج تنہائی ہے اور ارفعی گلے کے ہار ہیں  
 آج خاک قبر سے اُسپنوں کے بار ہیں  
 دلمین آزر وہ تہو نا کیا کرین لاجار ہیں

کیا ہو اُمرنے کے بعد اے راہی ملک عدم  
 منزلین نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے  
 جس محل میں جا کے تو اُترا ہے اے نازک بین  
 چھت منقش ہے کہ سادی فرش نگین یا سفید  
 سبز جلتے ہیں کنول یا سرخ روشن ہیں گلاس  
 پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے  
 اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا ہر طریق  
 دعوتیں بھیجیں فقط یا آپ بھی آئے کبھی  
 بات کرنے کی صدا اصلاً نہیں آتی کبھی  
 قبر سے آئی ندا اے دوست بس خاموش رہ  
 باغ کیسا پھول کیسے عقل ہے تیری کمان  
 وہ ہمارا پیکر نازک جو تجھ کو یاد ہو  
 اب زیادہ بات کر سکتے نہیں اے گھر گجا

محض عقل نے لائق اطمینان جواب نہیں دیا اسیلے معتقدین معاد کو رغبت پیدا ہوئی  
 کہ مذہبی رہنماؤں سے مشورہ کریں اور کم و بیش دنیا میں ایسے سامان تو جمیا کر لیں کہ  
 دوسرے عالم کی دار و گیر سے نجات ملے۔ یہودیوں نے زردشتیوں نے اور ہندوؤں  
 نے تو کھل کے کہہ دیا کہ اُنکا فرقہ خدا کا منتخب گروہ ہے جسکے حلقہ میں دوسروں کو

آنے کی اجازت نہیں مل سکتی مگر بودھ عیسائی اور مسلمان ان جو یاے حقیقت کے  
 خیر مقدم کو دوڑ پڑے اور اپنی اپنی متاع ہدایت کا دکھانا شروع کر دیا۔ بودھ ازم  
 ہکمزیاہ تعلق نہیں ہے لیکن عیسائیت اور اسلام مذہب سے دراز سے ایک دوسرے  
 کے حریف مقابل چلے آئے ہیں۔ ان دونوں نے نیک دل خریداروں کی آغوشیت  
 جانی اور جو کچھ ذخیرہ تحقیق پاس تھا اسکی پیشی میں حد درجہ کی دلچسپی ظاہر کی۔ چند  
 سنجیدہ مشنری آگے بڑھے اور نہری جلد کی ایک کتاب پیش کی جس میں اس دور اندیشی  
 کے ساتھ کہ عہد جدید میں شرعی احکام کا وجود کیا ہے ہر عہد عتیق کے صحائف بھی  
 شامل کیے گئے تھے اور پولوس مقدس کے خطوط جن میں اخلاقی رنگ آمیزیاں  
 زیادہ تھیں جلی قلم سے لکھے ہوئے تھے۔ دیکھنے والے آزاد طبع دانشمند تھے  
 کتابی تذکروں سے عبرت حاصل کی اخلاقی مضامین نے انکے دل پر اثر ڈالا لیکن  
 پولوس مقدس کی منطق سے سخت اُکھن پیدا ہوئی اور سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ گناہ  
 عیسائی کرین اور مسیح گناہ کا ٹھہرائے جائیں یا یہ کہ اُنکا قتل دوسروں کے سینات کا  
 کفارہ سمجھا جائے۔

یہ لوگ موسیٰ کی کتاب میں خدا کے احکام دیکھ چکے تھے انجیل میں پڑھ لیا تھا  
 کہ مسیح نے پُر زور الفاظ میں اُن احکام کی توثیق فرمائی ہے اور پھر کلیتیوں کے موسومہ  
 خط (باب ۳ ورس ۲۳ لغایت ۲۵) میں پولوس کا یہ فرمانا کہ ایمان کے بعد شریعت  
 بیکار ہو گئی ایک عجیب بیان معلوم ہوا اور اُسی بیان سے یہ بدگمانی پیدا ہوئی کہ

سہولت پسند ناصح بساط شرع کو کوٹ رہا ہو اور خدا کے حکم سے نہیں بلکہ اپنے خیال کی مقراض سے اُس قانون کی دھجیان اڑا رہا ہو جبکہ حضرت موسیٰ لائے اور جسکی تکمیل کے لیے مسیح علیہ السلام دنیا میں آئے تھے (متی باب ۵ ورس ۱۷ الغایت ۲۰) ان بحثوں کی نسبت امید تھی کہ کسی نہج سے حل ہو سکیں مگر مسئلہ تشلیث نے جلسہ کارنگ بگاڑ دیا کیونکہ جستجو کرنے والے خدا کی وحدت کو خاطر نشین کر کے گھر سے نکلے تھے اور یہاں دو نہیں بلکہ تین خداؤں کے اعتقاد کا مشورہ دیا گیا اور اُسی کے ساتھ ایک مین مین اور تین مین ایک کا فلسفہ یا تو بے معنی تھا یا کچھ ایسا دقیق جبکہ فلاطون بھی سمجھ نہیں سکتا تھا مشنری بزرگوار اُسکو خود کیا سمجھتے اور دوسروں کو کیونکر سمجھا دیتے با اینہم بے ربط جھٹین کین بیٹے کی ناخوشی سے ڈرایا باپ کی ناراضی کا خوف دلایا لیکن یہ جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور اسلام کے نو تعمیر قصر میں جا پہنچی۔ یہ قصر سادہ وضع مستحکم بنیاد تھا درود دیوار پر آیات تو حید جلی قلم سے تحریر تھیں۔

ایک مقدس بزرگ نے جو سجادہ شیخت پر جلوہ افروز تھے پُروردہ لہجہ میں قرآن کی تلاوت شروع کی الفاظ کی شوکت فقروں کی روانی ترغیب و ترہیب کے طرز بیان نے وہی اثر ڈالا جو قرآن کے سمجھنے والوں پر اب تک ڈالتا ہے۔ سننے والوں پر قوت طاری ہوئی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں جب طبیعت نبھلی تو کلمہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ پڑھ کے اُس گروہ میں مل گئے جس میں کالے گوشتے چھوٹے بڑے سب کے سب ایک دوسرے کے بھائی سمجھے جاتے تھے پھر شیخ طرقت نے

احکام شرعی سے آگاہ کیا اور قریب لفہم وجوہ عقلی بھی بتائے۔ توریت کتاب الاحبار  
 احکام اور انجیل شریف سے اخلاقی تعلیم کا مقابلہ کر کے شریعت محمدی کی موزونی  
 دل نشین کردی رخصت کے وقت آیہ کریمہ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى  
 الْحَيٰثِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ أُولَٰئِكَ هُمُ  
 الْمُفْلِحُونَ (پارہ ۴ سورہ آل عمران رکوع ۱۱) کا وعظ قابلیت کے ساتھ کیا اور  
 متقدمین اہل اسلام کے مساعی جمیلہ کے تذکرے سنائے۔ یہ جماعت تعلیم پاک  
 وطن کو پھری اور فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں اُسے وہی روش اختیار کی جو خود  
 اُسکے اُستاد کی تھی اور جسکے محاسن کا اس جماعت کو پورا اعتقاد ہو گیا تھا۔ دوستو  
 جو کچھ میں نے تحریر کیا وہ محض خیال بندی نہیں ہر دایان اسلام کے تذکرون کو  
 پڑھو و حقیقت اس مذہب کی اشاعت اُن لوگوں نے اسی طرح کی ہو اور اب ہر چند  
 اگلے بلند خیالیوں کا نشان پایا نہیں جاتا لیکن اسلام کی محبتیں ایسی قوی ہیں کہ کسی  
 نہ کسی سپر ایہ میں اپنا اثر دکھاتی ہی رہتی ہیں۔

زمانہ عشرت میں جو لوگ ایمان لائے اُن کو کسی دنیوی فائدون کے ظاہری سامان  
 دکھائی نہیں دیتے تھے مگر اتباع اسلام میں اُن لوگوں نے مال کی جان کی عزت آبرو کی  
 پرواہ نہیں کی۔ ترک وطن کی مصیبت عمریدون کی مفارقت کو برداشت کیا مگر

۱ اور تم میں ایسا ایک گروہ ہونا چاہیے جو لوگوں کو نیک کاری کی طرف بلاے اچھے کاموں کی ہدایت کرے

اور مجزی باتوں سے منع کرے۔ جو لوگ ایسا کریں وہی منسلح پانے والے ہیں ۱۲

اپنے عقیدے سے نہیں پھرے۔ یہ تو ہاجرون کی حالت تھی مدینہ کے پہنچنے والے  
 جنگو انصار کہتے ہیں غور تو کرو ان پر کیا دباؤ تھا کہ ہاجرون کو اپنا بھائی بنا لیا اور  
 با انہما کہ خود کم بضاعت تھے مگر خوشدلی کے ساتھ تارکان وطن کو شریک فی البضاعت  
 کر کے اور بھی کم مایہ بن گئے۔ قدیم الایام سے قبیلہ قریش تمام عرب میں باعزاز  
 سمجھا جاتا تھا اور جس گھر (کعبہ) کے وہ لوگ متولی تھے اُسکی زیارت کو قریب قریب  
 جملہ قبائل عرب ذریعہ ہبہ و سبھت تھے پس مدینہ کے رہنے والوں نے صرف پیغمبر  
 علیہ السلام اور اُنکے ساتھیوں کو پناہ نہیں دی بلکہ ایک نامور با اثر قبیلہ اور اُسکے معتقد  
 دوستوں کے ساتھ جھگڑا مول لیا جسکا نتیجہ سخت خطرناک معلوم ہوتا تھا اسلئے کیا  
 شک ہو کہ اُن لوگوں نے خالصاً وجہ اللہ اسلام کو قبول کیا اور جان مال کو بمقت بلکہ  
 رضاے الہی ہی چکارہ سمجھا تھا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مدینہ میں بھی چند افراد منافقانہ  
 مسلمان بن گئے تھے اور حوالی مدینہ کے پہنچنے والے کچھ بدویوں نے بھی زبانی اقرار  
 حقیقت اسلام کا کیا تھا لیکن ایسے کم نصیب تھوڑے تھے اور قرآن میں اُن لوگوں  
 کو سخت ملامتیں کی گئی ہیں۔

مسیح علیہ السلام نے بڑی عرق ریزی سے صرف بارہ منتخب شاگرد مہیا کیے تھے  
 جن کے نام یہ ہیں۔ شمعون پطرس اندریاس یعقوب

پسر زبدی یوحنا فیلبوس برتھولما تھوما متی

# یہوداہ اسقرویوئی شمعون قناتی لئی

ان بارھوں کو خود حضور مدوح نے دعاۃ دین مقرر کر کے قبائل بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا کہ معجزہ دکھائیں اور دین متین مسیحی کی تلقین کریں (متی باب ۱) لیکن یہوداہ اسقرویوئی ایسا نالائق ثابت ہوا کہ اُس نے صرف تیس روپیہ معاوضہ لیکے جناب مسیح کو دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کرادیا (متی باب ۲۶ ورس ۱۵ و ۱۶)

مسیح نے اپنے شاگردوں کو اسطرح جان بازی کی ترغیب دلائی تھی ”کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچا یا چاہے اُسے کھوئیگا پر جو کوئی میرے لیے جان کھوئے گا اُسے پائیگا“ (متی باب ۱۶ ورس ۲۵)

شمعون پترس نے اس نصیحت کو خود سنا تھا اور ایک مرتبہ جب مسیح نے اپنے مائے جانے کی خبر سنائی تو جوش میں آکر کہنے لگے کہ ایسا کبھی نہوگا لیکن جب وقت امتحان آیا تو تین مرتبہ اُس تعلق کا انکار کیا جو حقیقت ساتھ مسیح کے رکھتے تھے اور صرف سادہ انکار نہیں کیا بلکہ قسمیں کھائیں اور لعنت بھی بھیجی (متی باب ۲۶ ورس ۶۹ لغایت ۷۴)

پھر بھی شاگردوں میں پترس بہت غنیمت تھے کہ کسیدطرح عدالت تک مسیح کی ہمراہی اختیار کی تھی لیکن باقی دس شاگردوں نے تو بعد از گرفتاری خبر بھی نہیں لی

لے لوقا نے ایک شاگرد کا نشان ان الفاظ سے دیا ہے یعقوب کا بھائی یہوداہ (باب ۶ لوقا) ۱۲

کہ اُنکے رہنما پر کیا گزری تہمیت لکھن کی بھی کفالت ان شاگردوں میں کسی نے نہیں کی بلکہ یوسف نے ایک اور سعادتمند نے اُسکا اہتمام کیا۔ تاریخ کے دیکھنے والے قیاس کر سکتے ہیں کہ اگر ایسا وقت پیغمبر علیہ السلام کے پیش نظر آجانا تو مہاجر و انصار مردوں کا کیا ذکر ہو عورتیں گھر سے نکل پڑتیں اور جب تک مرد وزن سب کے سب شہادت کا ذائقہ چکھ نہ لیتے دشمنوں کو یہ موقع نہ ملتا کہ دامن نبوت کی طرف اپنے دست ستم کو دراز کریں چنانچہ میں چند حکایتیں اصحاب رسول الصلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداریوں کی تحریر کرتا ہوں۔

## حکایت

مظالم اہل وطن سے جب پیغمبر علیہ السلام نے عوم مدینہ فرمایا تو انھارے سفر کی جو کچھ تدبیریں ضروری تھیں عمل میں آئیں یہ سفر رات میں شروع کیا گیا اور اس خیال سے کہ بستر کو خالی پا کے دشمن فی الفور در پر تعاقب ہوں گے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ دوسرا شخص اُس بستر پر حضور کی رڈے مبارک اوڑھ کے سوئے۔ سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس خطرناک خدمت کو وہی سعادتمند انجام دے سکتا تھا جس کو اپنی عزیز جان کے فدا کرنے میں مطلق دریغ نہ تھا چنانچہ ہمارے مولاے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کو خوشدلی کے ساتھ قبول کیا۔ مشرکوں نے کسی مصلحت سے تمام شب صرف محاصرہ پر قناعت کی اور اس تصور میں جا گئے تھے کہ طلوع



آفتاب سے پہلے شمع رسالت کو گل کرین گے لیکن بیاض صبح نے اُن کو رباظنون کو سمجھا دیا کہ جس بیگیناہ کا قتل مقصود ہے وہ بستر پر نہیں ہیں بلکہ انگلی جگہ دوسرا خدا کا شیر رونق افروز ہے۔ اس پر خطر سفر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمراہی کے لیے منتخب ہوئے اور بڑی مسرت کے ساتھ تمامی خطرات کا جو ہر طرف سے ہجوم کیے ہوئے تھے برداشت کرنا گوارا کر لیا اور جبل ثور کے غار میں تو وہ جوہر صداقت دکھائے جسکی نظیر مشکل مل سکتی ہے۔ اس غار کی نسبت مشہور تھا کہ درندوں کا مانن گوشت دون کا سکن ہے لیکن بضرورت وقت ہر گاہ اُس میں چھپ رہنا ناگزیر تھا اسیلئے جانباز ہمراہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غار میں داخل ہونے سے باز رکھا اور خود پہلے اُسکے منہ میں کود پڑے تاریکی زیادہ تھی اسیلئے اطراف غار کو ہاتھوں سے ٹٹولا خدا کی مہربانی سے غار میں کوئی موزی نہیں ملا لیکن تین سوراخ موجود پائے گئے اور اندیشہ پیدا ہوا کہ شاید اُن میں افعی یا دوسرا کوئی گزندہ موجود ہوا اسیلئے ایک کو تو اپنے کپڑوں سے بند کر دیا دباقتی ہے جھکے منہ پر اپنے پائوں لگائے۔ ان احتیاطی کارروائیوں کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لائے اور اپنے ثابت قدم خادم کی گود میں سر رکھ کے سوئے آخر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کف پا کو زہریلے سانپ نے کاٹا پائوں تو کیا ہٹتا آپ نے اس خوف سے حرکت بھی نہیں کی کہ پیغمبر علیہ السلام کو بیداری کی تکلیف پہنچگی لیکن شدت الم سے بے اختیار چہرہ پر آفتاب رسالت کے آنسو ٹپک پڑے اور حضور نے بیدار ہو کے بقوت اُچیٹ

تمام آثاراتِ درم و الم کے جو عارض ہو گئے تھے دم کی دم میں مٹا دیا۔

## حکایت

اُحد کی لڑائی بگڑ گئی اور لشکرِ اسلام کو بہت کچھ صدمے اٹھانے پڑے  
ابنِ قتیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ راست پرتلواری چلائی طلحہ نے  
اُسکو اپنے ہاتھ پر روکا جسکی بدولت اُنکا ہاتھ ہمیشہ کے لیے بیکار ہو گیا پھر مالک بن  
نہیر نے جو مشہورِ قدر انداز تھا حضرت پر تیر چلایا اور اُسکو بھی انھین طلحہ نے اپنے  
ہاتھ پر لیا۔ اُس لڑائی میں اسی زخم سے کچھ زیادہ اس جانبار کے جسم کو پہنچے  
تھے جنکی خلش سے غشی کی حالت طاری ہوئی لیکن جب ہوش آیا تو جنابِ رسالت  
کی خیریت پوچھی اور سلامتی کی خبر سننے لگے کہ خدا کا شکر ہے اور اب سب مصیبتیں  
بعد دریافت اس خیریت کے آسان ہیں۔

## حکایت

بلال ابنِ رباح حبشی امیہ بن خلف کے غلام تھے اُن پر اسلامی تعلیم کا اثر پڑا  
اور مسلمان ہو گئے بیدرد آقائے اُنکو ستانا شروع کیا۔ عرب میں آفتاب کی تمازت  
جیسی کچھ ہوتی ہے اُسکا حال مشہور ہے امیہ دوپہر کے وقت جبکہ آفتاب گرم ہوتا بلال  
کو جلتی ہوئی کنکریوں پر لٹاتا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ دیتا اور کہتا کہ اگر تو دینِ اسلام

نہ پھر گیا تو ایسی ہی تکلیف میں اپنی نقد جان کا ستھکے کھونا پڑ گیا لیکن اس پر گزیدہ خدا نے توحید سے زبانیں انکار کر دینا بھی گوارا نہیں کیا آخر کار مسلمانوں کے شفیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کے خالصاً لوجہ اللہ انگوار کیا۔ زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بلال مؤذن اور خازن بیت المال کے رہے بعد وفات آنحضرتؐ کے شام کو چلے گئے مدینہ کے بعد شوق زیارت قبر شریف مدینہ کو آئے اور مسلمانوں کے اصرار سے مسجد نبوی میں اذان کی جسوقت کلمہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا رَسُوْلَ اللّٰهِ زبان سے نکلا تمامی اہل مدینہ درد مفارقت سے رونے لگے اور عورتیں چختی ہوئیں پردون سے نکل پڑیں۔

## حکایت

جب رسول اللہؐ نے معرکہ اُحد سے مدینہ کو معاودت فرمائی تو ایک انصاریہ عورت جس کا باپ۔ بھائی۔ شوہر اور بیٹا لڑائی میں مارا گیا تھا سانسے آئی اور عرض کیا کہ جب آپ سلامت ہیں تو میں اُن مصیبتوں کی جو مجھ کو پہنچی ہیں کچھ پروا نہیں کرتی اور اسی طرح دوسری عورتوں نے بھی جنکے عزیز رشتہ دار شہید ہوئے تھے جناب رسالت مآب کی سلامتی پر خدا کا شکر کیا اور اپنے ملاں کو بمقابلہ اُس مسرت کے حقیقت سمجھا پس ان سب واقعات پر نظر کر کے یہ کہنا ہرگز داخل مبالغہ نہیں ہے کہ اپنی وصاتی قوتوں سے جیسے صادق الایمان توابع اسلام نے فراہم کیے تھے ویسے کسی اور

مذہب کو جنکے تذکرے موجود ہیں ہرگز نصیب نہیں ہوئے۔ دنیا کا دستور ہر کب  
 کسی عقیدہ کی بنیاد پر جاتی ہے تو زمانہ مابعد میں سرگرم معتقد پیدا ہو جاتے ہیں اور وقتاً  
 میں مبالغہ کے ساتھ رنگ آمیزیاں کرتے ہیں اسلئے جانچنا چاہیے کہ جن لوگوں نے  
 بزمانہ حیات پیغمبر علیہ السلام اقرار رسالت کیا تھا خود انکی قوت ادراکیہ کی کیا حالت  
 اور طاقت فکر کی کیا کیفیت تھی تاکہ اطمینان حاصل ہو کہ انھوں نے واقعات نگاری  
 کو دہشتندی کے ساتھ دیکھا اور اسکی سچائی کی نسبت مستحکم بنیاد پر اسے قائم کی تھی۔ ہم  
 سابقین کی فہرست کو نام نامی سے **علی مرتضیٰ**۔ **ابوبکر صدیق**۔ **عمر فاروق**  
**ابوعبیدہ امین اللاتہ**۔ **خالد سیف اللہ** کے مزین پاتے ہیں جنکے تذکروں  
 سے صفحات تاریخ بھرے پڑے ہیں۔ تدبیر مملکت نظام مہام میں ان بزرگوں  
 نے اپنی وہ دماغی قوت ظاہر کی ہے جو مشہور و ذراے سلطنت میں کمتر نشان دیجاتی  
 ہے۔ جن لوگوں نے غیر قوموں کے قانون ملک داری کو کتابوں میں پڑھکے کسی طرح  
 کے جوہر قابلیت دکھائے ہوں انکے نسبت قیاس کیا جاتا ہے کہ اثر تعلیم نے طبعی  
 دہشتندی کو ابھارا اور اگرچہ مراتب پر فائز کیا ہے لیکن ان قرشی صحابیوں میں اسکول  
 تھانہ کالج نہ کتب خانہ تھانہ یونیورسٹی انکی بضاعت وہی قوت دماغی تھی جو ان کے  
 پیٹ سے ساتھ لائے تھے یا وہ تعلیم اسی تھی جسکا فیضان انکے دل و دماغ پر عالم بالا  
 سے ہوتا رہا۔ ایک محقق عالم نے علی مرتضیٰ کے خطبوں و مکتوبوں کو بشکل کتاب  
 جمع کیا اور اس کتاب کا نام نبج البلاغہ رکھا ہے اسکے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ

صاحب کلام کیسا حکیمانہ دماغ اور کیسی دقیقہ سنج طبیعت رکھتے تھے۔ حواریوں کے محققہ  
انکے خطوط کی بڑی طرح سرائی کرتے ہیں اور شک نہیں کہ وہ سب اخلاقی رنگ میں دودھ  
ہوئے ہیں اور ڈھونڈھنے والوں کو ان کے صفحات میں بیش بہا جواہر مل سکتے ہیں  
لیکن نہج البلاغہ تو گنجینہ حکمت خزانہ بلاغت ہر بالخصوص پروردگار کی عظمت کا  
جلال قادر توانا کی صنعت اور اسکی صنعتوں کا کمال ایسے پیرایہ میں بیان فرمایا ہے کہ سننے والوں  
پر ہیبت اور مبیت کے ساتھ حیرت چھا جاتی ہے اور سمجھنے والوں کو یہی مبیت اور  
حیرت درجہ عرفان پر پہنچاتی اور موحّد مسلمان بنا دیتی ہے۔ بعد وفات پیغمبر علیہ السلام  
کے لیے سامان مہیا ہو گئے تھے کہ دولت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر جائے اور سلسلہ نظام  
جو عرب میں مشکوکوں سے قائم ہوا تھا ٹوٹ کے درہم و برہم ہو لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ  
کی دانشمندی عین وقت پر نئے کام آئی اور اُس نے گرتے گرتے اس قصراقبال کو  
سنبھال لیا۔ بات کا کہ دنیا آسان اور اُسکا کردکھانا مشکل ہے کسی مدبر سے جس نے  
دنیا کے فراز و نشیب کا تجربہ کیا ہو پوچھ دیکھو کہ موجودگی اُن واقعات کے جو پیش تھے  
اور جنکی تفصیل ارباب تاریخ نے کی ہے کیسے جو ہر لیاقت دکھانے کی ضرورت تھی  
اور ایسی آنے والی بلا کا ہٹا دینا کتنے بڑے عالی دماغ کا کام تھا۔ سچ یہ ہے کہ اسطرح کے  
طوفان میں کشتی کا بچا لینا انھیں مقدس مؤید من اللہ کا حصہ تھا اور قدرت نے اسی  
دن کے لیے اُنکو پیدا کیا اور زندہ رکھا تھا۔ **عمر فاروق** رضی اللہ عنہ کی کارگزاریوں کے  
ڈھونڈھنے والے مسلمانوں کی مصنفہ اور غیر قوموں کی مولفہ کتب تاریخ کو دیکھیں

اور انصاف کریں کہ ایسے دانشمند دور اندیش عالی دماغ اور باوجود اسے اقتدار کے  
 زائدانہ زندگی کنی کر نیوالے دنیا میں کتنے گزرے ہیں میرا تو یہ خیال ہو کہ انبیاءوں کے علاوہ نظر  
 بحالت مجموعی شاید ہی دنیا میں انکا مثل پیدا ہوا ہو۔ باقی دو بزرگوں کے تذکرے  
 بعضہن حالات اُن معرکوں کے درج تاریخ ہیں جو قیصر روم یا شاہ فارس کے مقابلہ میں  
 پیش آئے تھے جنکو دیکھ کے ہر ذی عقل انکی مدبرانہ عالی دماغی اور دانشندانہ بلند خیالی  
 کا ضرور ہو کہ اعتراف کرے۔ **دوستو** سچ بتاؤ کیا یہ بات قیاس میں آتی ہو کہ  
 ایسے ایسے دانشمند دام فریب میں پڑ گئے اور بغیر اطمینان صداقت کلمہ توحید پڑھ کے  
 حضرت اسلام کے فدائی بن گئے تھے۔ مذاہب مشہورہ میں ہر ایک رحم اور فرحتی کی  
 سفارش کرتا ہوا اور کچھ عرصہ تک بعد اپنے ظہور کے ان سب نے دیانت اور نیک  
 نیتی کے ساتھ اس سفارش کی منادی کی اور قلوب پر سامعین کے عمدہ عمدہ اثر ڈالے  
 لیکن جب دنیا دار ارباب حکومت بھی اُسکے ہم آواز ہوئے تو پھر وہ مذہب ملکی پاسی  
 کے آغوش میں آگیا اور درحکم کی جگہ جو رستم نے اور فروتنی کی جگہ کبر و نخوت نے زبردستی  
 چھین لی۔ ان مذاہب میں سب سے زیادہ مذہب عیسوی اپنی مسکینی کا اظہار کرتا ہوا  
 اور ابتدائین وہ حقیقت مریخ و مریخان تھا۔ قبائل بنی اسرائیل میں جبکو مسیح علیہ السلام  
 سامیون کے بچے فرمایا کرتے تھے بہت کم اور زیادہ تربت پرستان یورپ میں ادیان  
 دین کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ تین صدی کے عرصہ میں رفتہ رفتہ شجرہ تعلیم اتنا  
 بڑھا کہ شاہنشاہ قسطنطنین نے باقتضائے مصلحہ ملکی یا دینی دین مسیحی کی

اشاعت مذہب میں شاہی اقتدار کی شرکت

پیروی اختیار کی پھر تو وہی بزرگوار جو دوسروں کو ترک و تجزیہ رحم و عفو کی تعلیم دیتے  
 تھے خود اپنا سبق بھول گئے اور امن کی خانقاہوں میں کشت و خون کا بازار گرم مچا  
 ۱۳۲۷ء میں ایک کونسل جو بیس کے نام سے مشہور تھی قائم ہوئی اور حامی دین شلہ  
 قسطنطنین اُسکے پریسیڈنٹ بنے۔ پر جوش علمائے مسیحی کو اس کونسل سے بڑے بڑے  
 اختیارات ملے اور اُن لوگوں نے اپنے مقدمات کی اشاعت میں کوئی دقیقہ جبر و  
 ستم کا اٹھا نہیں رکھا۔ **جان ڈون پورٹ** اپنی لائق تعظیم تصنیف میں تحریر  
 فرماتے ہیں کہ اس کونسل کی بدولت بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوئیں اور تعصب کے  
 دست و بازو عرصہ تک بنی آدم کے خون سے کرۂ ارض کو لالہ زار بنا لئے۔  
**شاہ شارلمین** نے بہت پرستان قوم سکسن کو جبر اُعیانی بنایا اور **بادشاہٹ**  
 کی جہادی پالیسی نے بہتوں کو خلافت اُنکی مرضی کے آسمانی بادشاہت میں جگہ دی  
**می ڈبلوارنالد** اپنی کتاب **پریچنگ آف اسلام** میں ارشاد کرتے ہیں  
 کہ ۱۶۶۹ء میں عجیب حکم نامہ راجگان جزیرہ **امبون** صادر ہوا تھا کہ بہت پرستون  
 کی ایک تعداد صطباغ پانے کے لیے اُسوقت موجود رہا کرے جبکہ باسٹر تقریباً وہ  
 اُنکے پاس پہنچے، بہت پرستون کے ساتھ جو براؤسیسی مجاہد برتتے تھے اُس سے  
 قطع نظر **ناظرین تاریخ اسپین** کو ملاحظہ فرمائیں کہ مسلمانوں نے وہاں کے قدیم  
 باشندوں کو کیسی مذہبی آزادی دے رکھی تھی اور جب تغیرات زمانہ نے زمام حکومت  
 عیسائیوں کے ہاتھ میں دیدی تو اُنکے دست ستم نے کس طرح اسلام کا نام اُس خطہ سے

مثایا اور کیسی بیداریوں کے ساتھ اُنکے حالیشان معاہدہ بر باد کیے۔ باوجود ان کے تو ان کے تعجب ہو کہ مشنری مقرر شاہان اسلام پر الزام لگاتے ہیں اور انجیل متی باب ورس کو نہیں پڑھتے۔ اور کیوں اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہو دیکھتا ہو پر اُس کا نرٹے پر جو تیری آنکھ میں ہو نظر نہیں کرتا،، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہوں کے اعمال کا اگرچہ اُن سے اشاعت میں بہت بڑی مدد ملی مذہب عیسوی ذمہ دار نہیں ہے پھر اسلام بھی اُن جبر و ستم کا جس کا مرتکب کوئی مسلمان بادشاہ ہوا ہو کیونکہ مذہب کیا جائے۔

**داراشکوہ** ہندو اہ عقائد کی طرف میلان خاطر ایسے ظاہر کرتا تھا کہ بڑے بڑے ذی اقتدار راجگان ہند تخت نشینی کی نزاع میں اُسکی حمایت کریں گے۔  
**اوزنگ نیب** دوسرا دعویٰ سلطنت زدہ فہم تھا اُسے بھائی کی چالاکی کو سمجھ لیا اور اُسکے مقابلہ کے لیے مسلمانوں کے جوش کو ابھارا۔ الغرض اپنے اپنے سواگ میں شاہجہان کے دونوں صاحبزادے معرکہ آرا ہوئے۔ اقبال **اوزنگ نیب** کے ساتھ تھا اور اُسے لشکر مقابل کو باہیمہ کہ وہ تعداد میں زیادہ اور شاہانہ سامان سے آراستہ تھا شکست دیدی۔ پھر فاتح نے دشمنوں کی دل شکنی کے لیے کچھ مندر توڑے مسجدیں بنائیں لیکن یہ سب تو خانگی جھگڑوں کے شعبہ سے تھے مذہب کو اُن سے کیا تعلق تھا۔

درحقیقت مذہب کا گہرا تعلق دنیاوی حکومت سے صرف تیس سال بعد وفات



پیغمبر علیہ السلام کے رہا کیونکہ خود آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا اَلْخِلَافَةُ بَعْدِي سَتَكُنُ  
 ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ يَصِيرُ لَكُمْ هَامِلًا غَضُوضًا یعنی خلافت بعد میرے تیس  
 سال تک ہی پھر اُس کے بعد بادشاہ سخت ہوں گے اس تیس سال کے زمانہ کو  
 اہل اسلام زمانہ خلافت راشدہ کہتے ہیں جو قبل حکومت معاویہ بن ابی سفیان کے  
 ختم ہو گیا۔ بعد انقرض زمانہ خلافت کے نیک بد و نون طرح کے فرمان و اجسے  
 اور اقوام میں گزے ہیں ہوتے رہے لیکن انہیں باشتناے عمر بن عبدالعزیز جنگی  
 حکومت صرف دو سال پانچ مہینہ رہی ایک بھی ایسا نہیں گذرا جسکے قول و فعل  
 مذہبی معاملات میں بطور سند مانے جاتے ہوں بلکہ بعضوں کی نسبت شرمناک محرمات  
 شرعیہ کا الزام لگایا گیا ہے اور بعضوں کی نسبت شبہ ہے کہ دائرہ اسلام سے بھی خارج  
 تھے۔ دنیا کی حکومت بڑی فریب دینے والی ہے و نیز بن معاویہ کو نہ صرف اسلامیت کا  
 بلکہ خلافت رسول اللہ کا بھی دعویٰ تھا لیکن ایسی تحریک سے رسول اللہ کے بیٹے  
 نواسہ کو نہ ہر دیا گیا اور چھوٹے بیدردی کے ساتھ وشت کر بلا میں شہید کیے گئے۔  
 نیز یہی پر منحصر نہیں ہے فرمان روا یا بن مردانیہ و عباسیہ میں ایسے ایسے کور باطن  
 گزے ہیں کہ اولاد رسول کے قتل کرنے میں نہ انکو قرابت کا پاس تھا نہ خدا کا ڈر  
 ایسے ہٹ و ہرمی کی بات ہے کہ بادشاہان دنیا کے اعمال کی اگرچہ وہ مسلمان کہے جاتے  
 تھے اسلام سے محاسبہ فہمی کیجاٹے۔

اب بھی ممبران مذاہب تبلیغی کو طبعاً یہ شوق ہے کہ ممبران مذاہب دیگر کو اپنے معتقدات کا

سیروبائین پس اگلے زمانہ میں جبکہ دنیا کو مذہب کے ساتھ خاص و بحسپی تھی اور کبھی کبھی ملکی معاملات میں بھی وہ مددگار بن جاتا تھا ہم قیاس کر سکتے ہیں کہ اس شوق کا کیسا دلولہ رہا ہوگا۔ آج کل علوم و فنون کے مدرسے محتاج خانے یتیم خانے عیسائیوں کے روپیہ سے مشنری لوگ بلا غرض محض انسانی ہمدردی سے نہیں بناتے بلکہ بہت بڑی غرض ان فیاضیوں کی یہ ہے کہ اپنا کم و بیش انٹر ڈالین اور اپنے خیال کے موافق دوسروں کو آسمانی بادشاہت میں داخل کرائیں۔ یہ خواہش ان لوگوں کی اگرچہ دوسروں کو ناگوار ہو لیکن انصافاً یہ کارروائی بڑی نیک نیتی کی ہے یہاں جو لوگ محض دنیاوی اغراض سے تبدیل مذہب کرتے ہیں وہ البتہ لائق نفرین ہیں۔

سبا و دل آن فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا و ہر دین بباد

دشمنند مشنری خود غرض ہما نون کو خوب پہچانتے ہیں لیکن وہ کیوں جانچ کرین کہ انیوالا اپنے دلمین کن خیالات کو چھپا کر لایا ہے وہ سمجھے ہوئے ہیں اور جو کچھ سمجھے ہوئے ہیں بہت ٹھیک ہے کہ یہ تازہ وارد کچھ دنوں میں خلوص کا رنگ پکڑ لیں گے اور اگر ان پر صحبت کا رنگ نہ چڑھتا تو بھی انکی اولاد سمجھے یا نہ سمجھے مگر نکتہ تشلیث کو خدا کی راز باور کر گئی۔ دنیاوی اغراض سے اپنے کو ایماندار ظاہر کرنے والے قدیم الایام ہوتے آئے ہیں چنانچہ پولوس مقدس فرماتے ہیں در کیونکہ بہتیرے چلنے والے ہیں جکاؤ کر میں نے تم سے بارہا کیا اور اب رو رو کے کہتا ہوں کہ وہ مسیح کی صلیب کے دشمن ہیں انکا انجام ہلاکت ہے انکا خدا پیٹ انکا تنگ انکی بڑائی ہونے دنیا کی

چیزوں پر خیال رکھتے ہیں“ (فلیپین کا موسومہ خطاب ۳ ورس ۱۸۱۹)

ذی اقتدار مسلمانوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جسکی پیروی اُن سے پہلے عیسائیوں نے کی تھی اور آج کل کے مشنری کر رہے ہیں۔ نتیجہ اس تحریک کے شک نہیں کہ کچھ لاطینی دین فروش افراد نے اوپری دل سے اپنا نام دفتر اسلام میں لکھا دیا اور اگر آخر کار ایسے تازہ وارد صادق الایمان نہ بن گئے ہوں تو بھی اُنکی اولاد کی مسلمان بننا ہوئی لیکن اسطرح کی کارروائیوں کو جبریہ سمجھنا یا کہنا انصاف سے بعید ہے ان گونہوں کو عام ازمین کہ وہ عیسائی رہی ہوں یا محمدی اسطرح کی ترغیبوں میں شریک ہونا ایک حد تک ضرور معیوب تھا لیکن سچ یہ ہے کہ اگلے زمانہ میں حکومت کا طرز و سرائتھا اور کئی ضرورتیں زمانہ حال کی ضرورتوں سے مختلف تھیں اب جو لوگ زمانہ حال کی حکومتوں کو دیکھتے اور انھیں کی کسوٹی پر اگلی حکومتوں کو کسنا چاہتے ہیں اُنکی سخن سنجی کا خلاصہ یہ ہے کہ ہزاروں برس کی کوشش اور تجربہ کے بعد جو انتظامی سلسلہ دنیا میں قائم ہوا ہے وہ اگلے زمانہ میں کیون قائم نہیں ہوا لیکن ایسے سخن و حقیقت تجربہ کی قوت اور زمانہ کی قدرتی ترقیات کو نہیں سمجھتے ایسے کہتے ہیں کہ بچپن میں بھی دنیا کو وہی بلندی خالی ظاہر کرنا لازم تھا جسکو وہ سن کمولت میں ظاہر کر رہی ہے۔

اسلام پر اُسکے مخالفوں نے اگلے زمانہ میں بھی الزام لگایا کہ اُسکی اشاعت بزرگ شمیر ہوئی ہے یا یہ کہ اُس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ آزاد آئے والوں کو بمقابلہ بودھ لازم اور عیسائیت کے اپنے حلقہ میں کھینچ لے اس الزام کا جواب پیروان اسلام استدلالاً

دیتے آئے لیکن قدرت کا یہ ارادہ ہوا کہ خویش و بیگانہ پر اسلام کی روحانی قوت کو نیکو شمس  
فی نصف النهار ظاہر کرے اور اس ارادے کی تکمیل میں جو درد انگیز واقعات چرخ  
نیلی فام کے سایہ تلے گزے اُنکا بیان علی سبیل الاجمال یہ ہے۔

مشرقی حدود چین میں ایک سلسلہ پہاڑوں کا واقع ہے جسکو عربی تاریخوں کے مصنف  
طہفاج کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کو ہستانی ملک میں مغلوں کی قوم  
سکونت پذیر تھی آفتاب پرستی اور شرک فی اللہ وہمیت اُنکا مذہبی شعار تھا۔ خورش میں  
حلال و حرام مردہ و زندہ کا امتیاز نہ تھا۔ جانوروں کی کھال پوشش کے لیے کافی  
تھی اور موٹے کپڑوں کا استعمال نمود کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ آب و ہوائے ملک عام  
مواشی بالخصوص گھوڑوں کے موافق مزاج تھی۔ یہ گھوڑے عموماً نباتات ارضی پر  
خوشدلی کے ساتھ زندگی گانی کرتے تھے اور ضرورت کے وقت اپنی ہی ٹاپوں سے  
نباتات کی جڑ کھود کے شکم پروری کر لینے میں اُنکو عذر نہ تھا۔ اس ساوگی تمدن کے  
ساتھ تمام قوم جفاکش بیباک اور ہر ایک مصیبت پر جو پیش آجائے صبر کرنے والی  
تھی۔ مغلوں کی سرحد مالک اسلامیہ سے بہت دور تھی اور درمیان میں ختانی لڑکی  
حکومتیں ایک کو دوسرے سے اسطور پر جدا کیے ہوئے تھیں کہ مدتوں مغلوں اور  
مسلمانوں میں معرکہ آرائی کی نوبت نہیں آئی۔ بد قسمتی سے علاء الدین محمد بن مکش

شرح نہج البلاغہ مصنف شیخ عزالدین عبدالحمید المدائنی ۱۲

قوم مغل ایک شاخ قوم ترک کی ہے جو خطہ تارین سکونت گیرین ہوئی تھی ۱۲

ہرگز کاروائی نہ کرے

جسکو خوارزم شاہ بھی کہتے ہیں بلاد اور اراک نہر پر مستولی ہوا امرائے ختائی اُسکے دلیرانہ حملوں کو روک نہ سکے اور اپنے موروثی مقبوضات کو کھو بیٹھے لیکن اس حجاب کے اٹھتے ہی سرداران ترک نے ممالک مفتوحہ پر تاخت شروع کی آخر خوارزم شاہ نے دیکھے صلح کر لی اور ایک حصہ ولایت ماوراء النہر کا اُگودیدیا۔ اسلامی سرحدیں یہ وسعت پیدا ہو رہی تھی کہ خدا کے قہرینی نوع انسان کی شامت نے مغلوں میں اوار لیا یعنی چنگیز خان نے ظہور کیا اور اُس نے اپنی تدبیروں سے مغلوں کی متفرق جماعت کے تابع فرمان بنانے دیگر ممالک پر تاخت شروع کر دی چنانچہ اُسکی فتنہ دیوں نے آسانی کے ساتھ سرداران ترک کے ہاتھ سے بھی متروکہ امرائے ختائی چھین لیا پھر تو قوی باز و سلطنت مغول کاؤٹا اسلامی مقبوضات سے مل گیا اور وہ بنیاد فساد قائم ہوئی جس نے صرف خوارزم شاہ کو نہیں بلکہ اکثر دول اسلامیہ اور دولت عباسیہ کو بھی صفحہ روزگار سے مٹا دیا۔ <sup>۱۱</sup> تیسری سہری میں قبائل مغول نے ماوراء النہر کی طرف پیش قدمی شروع کی اور <sup>۱۲</sup> سالہ ہجری میں خوارزم شاہ کی کوتاہ نظری سے ایسے واقعات پیش آئے کہ چنگیز خان کی جنگ جو طبیعت میں شہتال پیدا ہوا اور وہ اپنی خونخوار فوجوں کو جنگی تشبیہ ریگ بیابان سے ویجاتی تھی ساتھ لے کے اسلامی ممالک پر ٹوٹ پڑا۔ خوارزم شاہ مرد میدان تھا لیکن ادا بار نے اسکو ایسا مغموم کر دیا کہ ہاتھ پیر کھوپل گئے اور ایسا کوئی مقابلہ نہ کر سکا جسکی امید اُسکی پُر دلی سے کیجاتی تھی۔

شکستہ دل آمد میدان سراز      دل باز شکست زبان جرعه باز

بخارا۔ سمرقند۔ نیشاپور۔ ہمدان اور بڑے بڑے آباد مردم خیز شہر حملہ آوروں کے جوہر  
ستم سے برباد ہوئے بیشمار مسلمان مارے گئے مسجدیں توڑی گئیں عمدہ عمدہ کتب خانے  
ضائع کیے گئے۔ ظالموں نے صغیر و کبیر زن و کسی پر ترس نہیں کھایا اسن دی اور  
خونریزیان کین معاہدے کیے بدعہدیان کین غرض ہر ہلو سے سرسبز ممالک کو  
مثل اپنے نکبت آگین وطن کے وحشیوں کا مسکن بنا دیا۔ اس طوفان بلا کے جو طوفان  
نوح کی طرح آفت جان تھا اصل جھوٹے مالک اسلامیہ پر پڑتے رہے با این ہمہ آئے  
ترکان قچاق اور دیگر قوموں کو بھی بے درغ نہیں چھوڑا اور جان پہنچا وہاں  
قبض ارواح کا کام اتنا بڑھا کہ موت کا فرشتہ بھی اپنی ذمہ داریوں سے گھبرا اٹھا  
پولنڈ اور ہنگری میں قتل عام عمل میں آیا اور ایک لڑائی کے بعد مغلوں نے صرف  
دو ہفتے کان روسی مقتولوں کے کاٹے اور ان سے نو تھیلے بھرے جنین ہر ایک  
بیس من سے کچھ زیادہ تھا۔ وہ آگ جو ماورا النہر میں سلگی تھی تر و خشک کو جلاتی ہوئی  
بغداد تک پہنچی مستصم باند خلیفہ اور کورنک ابن علقمی کا وزیر تھا حکومت عباسیہ  
پہلے ہی سے نیم جان تھی لیکن مسلمانوں میں کچھ ولولہ قومی شجاعت کا باقی تھا جو کام آیا  
اور ۱۲۱۷ء ہجری میں بمقام یعقوب مغلوں کو شکست فاش ملی پھر دوسرا حملہ ۱۲۱۸ء ہجری  
میں بغداد پر ہلا کو بن تولی بن چنگیز خان نے کیا اسوقت بھی اسلامی لشکر جانا بازی  
کے ساتھ برسر مقابلہ آیا لیکن کم نخت وزیر نے جو حملہ آوروں سے ملا تھا رات کو

دجلہ کا بند توڑ دیا اور اکثر بہادران اسلام عالم خواب میں غریقِ رحمت الہی ہوئے۔ اس  
 صدمہ کے بعد کسی میں قوتِ مقابلہ باقی نہ رہی۔ بید روی کے ساتھ خلیفہ کا خرمِ حیات  
 پامال ہوا بغداد کا آباد شہر چھوٹکا گیا اور تخریب گہ کیا جاتا ہوا کہ بیس لاکھ تیس ہزار بغدادی اس  
 فتنہ میں مر گئے۔ اسی تعداد پر قیاس کرنا چاہیے کہ مغلوں کے شروع حملہ سے اسوقت  
 تک کہ انھوں نے دارا خلافت کو یوں برباد کیا کتنے مسلمان مارے گئے ہوں گے۔  
 مسلمانوں کی تعداد بہت گھٹ گئی دنیاوی دولت اُنکے ہاتھوں سے چھین گئی اور  
 ہر طرح کی مصیبتوں سے تمام قوم کو گھیر لیا لیکن اسلام کی روحانی قوت کو صر صر حوادثِ جنبش  
 نہ دلیکی اور ہم تاریخوں میں ایسا کوئی تذکرہ موجود نہیں پاتے کہ اپنی بد نصیبی کے دور  
 کرنے کو کسی مسلمان نے اتنے بڑے فتنہ تار میں اسلام سے انکار کیا ہو بلکہ اُن لڑائیوں  
 میں جو ترکوں کے ساتھ ہوئیں مسلمانوں کے عقیدے دربارہ تصدیقِ نبوت اور  
 بھی زیادہ مستحکم ہو گئے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے ظہورِ اتراک کی خبر پہلے ہی سے  
 دیدی تھی اور ایسی حدیثیں تیسری صدی ہجری میں درج کتاب بھی ہو چکی تھیں۔

## حدیث

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ قِیامت نہ قائم ہوگی تا آنکہ لڑائی کریں مسلمان  
 التَّارِكُ قَوْمًا وَجَوْهَرًا ترکوں کی ایک قوم سے جتنے منہ مثلِ شہرہ نہ ہوں

کالمجان المطرقۃ تلبسون الشعر  
 جو پہنتے ہونگے بال اور چلتے ہوں گے بال میں یعنی  
 ومیشون فی الشعر (رواہ مسلم)  
 انکی پوشاک اور جوتیان بال کی ہونگی۔  
 ایک حدیث میں یہ سلسلہ بیان حلیہ اس قوم کے حمل الوجہ صغار الاعین  
 (سرخ رنگ چھوٹی آنکھیں) اور دوسری میں ذلف لاف (چپٹی اور گندہ ناک)  
 بھی واقع ہوا نام نوی شایح صحیح مسلم جو بزبانہ جنگ اتراک بقید حیات تھے لکھتے ہیں  
 کہ یہ قوم ترک انھیں صفات کے ساتھ متصف ہر حسب کا بیان بطور اعجاز ہمارے  
 پیغمبر نے فرمایا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ ایشیائی ممالک میں محل سرا کا بہت بڑا اثر مرد و زن پر پڑتا ہوا دیر  
 تو یہ خیال ہے کہ مذہبی معاملات میں ہر جگہ تعلقات زن و شو خاص کر قوی اثر ڈالتے  
 ہیں چنانچہ یو یوس مقدس نے اپنے ایک خط میں ہدایت کی ہے کہ ایمان دار زوجہ  
 بے ایمان شوہر کو اور ایمان دار شوہر بے ایمان زوجہ کو خود نہ چھوٹے کیونکہ یہ جو دگی  
 ایسے تعلق کے بے ایمان کو پاک بنانے کا موقع ملا ہے۔ معتد روایتوں سے پتہ  
 چلتا ہے کہ جب مغلوں کے اقبال کا آفتاب بہت بلند تھا اسوقت عیسائی  
 فرقے اسطرح کے سلسلہ قرابت کو ان لوگوں کے ساتھ مستحکم کیے ہوئے تھے خود  
 چنگیز خان نے پریسٹر تیحی کی دختر سے جو قوم کا ریت کا سردار تھا اپنا عقد کر لیا تھا  
 اور اگائی خان اُسکا بیٹا بھی انھیں پریسٹر کے خاندان میں یا با گیا۔ منگو خان اور



اور ہلاکو نبیرگان چنگیز کی بیگمیں عیسوی المذہب تھیں اور ایاقا خان سپر ہلاکو کے ساتھ تو شاہنشاہ قسطنطنیہ نے اپنی بیٹی بیاہ دی تھی ایسے طاہرہ کی مغلی دربار میں عیسائیوں کا کیسا رسوخ تھا اور وہ اپنا اثر ڈالنے کا کتنا عمدہ موقع رکھتے تھے۔ ۵۳ھ ۱۱۳۷ء میں **ہینٹن شاہ ارمن** جو لطافت طبع اور جادو بیانی کے ساتھ موصوف تھا **منگو خان** کے دربار میں حاضر ہوا اور **بل جل** کے **قاآن** کو براہِ نیکختہ کیا اور اقرار بھی لے لیا کہ وہ اپنے زور بازو سے اسلام کو نابود کر گیا۔ طفیل میں ایک عیسائی وزیر کے جوگیوک خان کا بااقتدار مشیر تھا مغلی دربار میں اُس کے ہم مذہبوں کی آہٹ بہت کچھ ہوتی تھی اور یہ لوگ اپنے رسوخ کو اسلام کی بیخ کنی میں استعمال کرتے تھے ان پر ایوٹ سازشوں کے بعد مگر انھیں کے بنیاد پر شاہان ممالک یورپ بھی زہریلی پالسی اُگلنے لگے سینٹ لوئی بادشاہ **فرانس** اور چارلس بادشاہ **صقلیہ** نے **ارغون خان** کی خدمت میں سفارتیں بھیجیں کہ وہ اسلام کی بربادی کے لیے سلاطین عیسائی کے ساتھ اتفاق کرے خود ارغون خان مسلمانوں سے طبعی نفرت رکھتا تھا اُس نے دفتر ملازمت سے مسلمانوں کے نام اک ظلم کاٹ دیے تھے اور دربار میں اُنکے آنے کی قطعی ممانعت کر دی تھی۔ بدبختی کی گھٹا مطلع امید کو سطح تیرہ واکر تھی اور حضرت اسلام اطمینان کے ساتھ اُسکا تماشہ دیکھتے اور کبھی کبھی مسکرا کر فرماتے تھے **يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَوْاْهِمْ وَيَاٰيِ اللّٰهِ اَلَا اَنْ يُّسْتَمَرَّ**

نُكْرًا وَاَكْفُرُونَ ۝ (بارہ ۱۰ سورۃ التوبہ رکوع ۴)

آخر اسلام نے اپنے حریفوں کو مات دی مگر کہ خان کے دلمین خدا کی ہدایت سما گئی اور اسلام لایا پھر نکودار سر پر آراے دولت الیخانی جو عیسائی تھا اور جب کو ایام طفولیت سے مذہب عیسوی کی تعلیم ملی تھی اپنا مذہب ترک کر کے مسلمان ہو گیا لیکن ابھی بنیاد اسلام مغلوں میں مستحکم نہیں پڑی تھی اسلئے ارغون خان کو موقع ملا اور نکودار کو مار کے خود مالک تخت تاج بن بیٹھا اور جہانگیر بن سلطان کی ایذا رسانی میں کوتاہی نہیں کی جب وہ مراتب اُسکا جانشین فرزند غازان خان ۶۹۱ ہجری میں پہچے دل سے اسلام کا حلقہ بگوش بن گیا اور تاتاری قوم میں جو دیار اسلام میں پھیلی ہوئی تھیں یکے بعد دیگرے اسلامی حلقہ میں داخل ہو کر شرف اندوز سعادت ہوئیں۔

مسلمانوں نے قریب ایک صدی کے مغلوں کے ہاتھ سے دلتیں اٹھائیں مصیبتیں سہیں لیکن انھیں کے ضمن میں ثابت ہو گیا کہ اسلام میں ایسی روحانی قوت موجود ہے کہ وہ فاتحانہ بلاد اسلام پر بھی فتح حاصل کر سکتا ہے۔ ملکی پالسی سے اُسکی پالسی جدا ہے اور اُسکی منادی مغلوں کی سی آزاد اور خود سر قوموں کو روشن محبتوں کی تاثیر سے اپنے حلقہ اثر میں لاسکتی ہے۔

۱۰ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو تم سے چھونکے بھائیوں اور خلائق کو معلوم ہو کہ اپنے نور کو پورا کر کے ہمارے چہرے کا نور کو پورا

بعض عیسائیوں کا یہ خیال ہو کہ اُن دنوں جبکہ اسلام بمقابلہ عیسائیت کے فیر درمند  
 ہوا عیسائی فرقوں کے باہمی اختلاف نے تااریوں کو انکی تعلیم سے بے اعتقاد کر دیا  
 تھا اور اسی وجہ سے اسلامی تعلیم غالب آگئی لیکن تاریخوں سے ثابت ہو کہ باہمی جھگڑوں  
 میں مسلمانوں کی حالت عیسائیوں سے اگر بُری نہیں تو اچھی بھی نہ تھی۔ خواجہ نصیر الدین  
 طوسی جو بہت بڑے عالم مذہب شیعہ کے تھے کہا جاتا ہو کہ اُنھیں نے ہلاکو کو تسخیر  
 بغداد پر آمادہ کیا تھا۔ اور ابن علقمی شیعہ بھی جیسا کہ پہلے تحریر کیا گیا دشمنوں سے  
 ساز رکھتا تھا۔ ان دونوں کو یہ امید تھی کہ بعد زوال دولت عباسیہ سرِ خلافت  
 بنی فاطمہ کے قدموں سے مقدس ہوگا۔ لیکن مغلوں کو تو حکومت اسلامیہ کا مٹانا  
 مقصود تھا وہ کب ایک کو اٹھاتے اور دوسرے کو اسکی جگہ بٹھا دیتے الغرض باہمی  
 رشک و حسد سے حکومت موجودہ جاتی رہی اور اسطرح آئے دن کی نزاع خلافت  
 ہمیشہ کے لیے طر ہو گئی۔ **اصفہان** ایک محفوظ جگہ مسلمانوں کے پناہ کی تھی  
 اُسے باوجود متواتر حملوں کے اپنے تئیں ۸۳۰ھ ہجری تک مغلوں کے دست بُرے  
 سے بچا یا تھا لیکن شافعیہ و حنفیہ میں جو متحد الاعتقاد اسلامی فرتے ہیں مخالفت  
 بڑھ گئی۔ شافعیہ نے مغلوں کو حوصلہ دلایا وہ خوشی کے ساتھ چڑھ دوڑے  
 زمانہ محاصرہ میں شافعیوں نے حنفیوں کی اور حنفیوں نے شافعیوں کی گردنیں  
 کاٹنی شروع کیں۔ آخر شافعیہ نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے اور مغلوں نے

ذخیل ہو کے بلا تفرقہ دوست دشمن دونوں فرقے کے خون سے سطح زمین کو لالہ زار بنا دیا۔ دربارین علمائے شیعہ و اہل سنت اپنے اپنے عقائد کی تائید سرگرمی کے ساتھ کرتے تھے چنانچہ **غازان خان** نے مذہب اہل تسنن اختیار کیا۔ اُس کے بھائی **خرنبدہ** نے مذہب شیعہ قبول کیا۔ پھر خرنبدہ کے بیٹے **ابوسعید** نے اہلسنت کی روش اختیار کی اور آخر کار مغلوں کا وہی شاہی مذہب قرار پایا پس ان تذکروں سے ثابت ہو کہ عیسائیوں سے دو ایک قدم خانگی جھگڑوں کے میدان میں مسلمان بڑھے ہوئے تھے۔ ایسے جو وجہ معذرت منجانب مذہب عیسوی بیان کی گئی ہو وہ درحقیقت ناکافی ہو۔

ضوابط اسلام میں بحیر مسلمان بنانے کا کوئی حکم نہیں ہوا و متعصب فقیہوں نے بھی اپنے تصانیف میں کوئی ایسی رائے ظاہر نہیں کی ہو وہ کیونکر ایسی کوئی رائے ظاہر کر سکتے تھے جبکہ قرآن پاک میں صاف و صریح یہ ہدایتیں موجود ہیں۔ **وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ** (سورہ بقرہ ۱۷۷) **لَا مَنَ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُم جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُشْكِرُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا**

**مُؤْمِنِينَ** (پارہ ۱۱- سورہ یونس - رکوع ۹)

**لَا أَرَا فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا**

تاریخ الحنفیہ ۱۲

اسے بغیر اگر گھٹا پروردگار چاہتا تو سب زمین کے پہلے والے ایمان لاتے تو کیا تم لوگوں پر جبر کر سکتے ہو کہ سب ایمان لائیں ۱۲

بحیر اسلام کا قبول کرنا ممنوع ہے

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ رکوع ۳۳)  
 اِنْ حَاجَّكَ فَقُلْ اَسَلَّمْتُ فَحِیْ لِلّٰهِ وَمِنْ اَتَّبَعْنِ مَوْتُ قَتْلِ لِّلَّذِیْنَ  
 اَوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاٰمِیْنَ عَاَسَلَّمْتُمْ فَاَنْ اَسَلَّمُوْا فَقَدْ اِهْتَدَوْا  
 وَاَنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ لَبَیْغٌ مِّنَ اللّٰهِ بِصِیْرٍ بِالْعِبَادِ (پارہ ۳۔  
 سورہ آل عمران رکوع ۱)

تعجب ہی تعجب نہیں ستم ہر کہموجودگی ایسے مخصوص صریح کے تمت لگائی جائے  
 کہ اسلام نے اپنے عقائد کو جبریہ تسلیم کرایا اور اس طور پر وہ جماعت کھڑی ہوئی  
 جسکے زہد و تقویٰ کی حکایتوں سے تاریخ کی کتابیں بھری ہیں انکے اخلاق ہر چند  
 اپنے بزرگوں کے صفات کمالیہ سے بہرہ مند نہیں ہیں لیکن حقیقت اسلام کی نسبت  
 انکے عقیدے اب بھی ویسے ہی راسخ ہیں۔ (س) پیغمبر اسلام نے روحانی  
 و اخلاقی دائرہ سے قدم باہر نکالا شاہانہ حکومت عرب میں قائم کی اور زمانہ خلافت راشدہ میں بھی  
 انکے خلفاء حلقہ حکومت کو بڑھاتے گئے غرض دونوں زمانہ میں خون ریزیوں ہوئیں

۱۰ دین میں زبردستی کا کام نہیں ہو گا مگر اسی سے ہدایت ظاہر ہو چکی پس جو جھوٹے معبودوں سے  
 انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط رستی پر چڑھی جو ٹوٹنے والی نہیں ہو اور اللہ سنتا  
 اور سب کچھ جانتا ہے ۱۲

۱۱ پیغمبر اگر تم سے لوگ حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور جو لوگ میرے پیرو ہیں خدا کے  
 آگے سر جھکا دیا اور اہل کتاب اور جاہلان عرب سے کہو کہ کیا تم اسلام لاتے ہو اگر تم سے لوگ اسلام  
 لائیں تو بیشک راہ راست اختیار کریں اور اگر وہ گمراہی کریں تو تمہارا کام صرف منادی کا ہو اور اللہ  
 بندوں کا حال دیکھتا ہے ۱۲

دوسروں کے مال لوٹے گئے۔ لیکن ایسی کارروائیاں منصب نبوت و خلافت نبوت کے شایان نہ تھیں۔ دیکھو مسیح علیہ السلام اور اُنکے حواریوں نے کس سطح اپنی تعلیم کو دنیاوی تعلقات سے علیحدہ رکھا صبر و سکوت کے ساتھ خود مصیبتیں اٹھائیں مگر دوسروں کا دل دکھانا گوارا نہیں کیا۔ (ج) جتنے پہلے تحریر کیا ہے کہ ہر زمانہ کی روش جداگانہ ہوتی ہے اور نیک نیت بلند خیال دانشمند مجبور ہوتے ہیں کہ زمانہ موجودہ کی حالت کو ملحوظ رکھ کے شایستہ تدبیروں پر کاربند ہوں۔ ظل عافیت میں انگلش گورنمنٹ کے ہملوگ مدتوں سے استفادہ امن وامان کر رہے ہیں اسلئے ہمارے دماغ میں یہ قوت نہیں رہی کہ پورا اندازہ اُس طوفان بے اسنی کا کریں جو اگلے زمانہ میں جلد جلد اُٹھتے اور حضرت آدم کی کھیتی کو برباد کر کے بہت دنوں میں فرو ہوتے تھے۔

یہ امن کا دور آزادی کا زمانہ اگر پہلے موجود ہوتا تو پیغمبر اسلام پر منحصر نہیں ہے شاید کسی سجادہ نشین نبوت کو ضرورت نہ پڑتی کہ میدان جنگ کی زحمتوں کو اٹھائے۔ ہمارا پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں نے مدتوں دشمنوں کے ہاتھ سے طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں ذلتیں اُٹھائیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسری جگہ جا بے لیکن دشمنوں نے پھر بھی پیچھا نہیں چھوڑا اور ہر گاہ فرض تبلیغ کا ادا کرنا ضرور تھا اسلئے خدا کا قہر جوش میں آیا اور بضرورت وقت خونریزی کی اجازت دی گئی۔

# حکایات مظالم شرکین

نبوت کے بعد تین سال تک اعلان دعوت اسلام کی جرات نہیں ہوئی چوتھے سال اعلان کی نوبت آئی۔ پیغمبر علیہ السلام بلند آواز سے منادی کرتے تھے کہ لا الہ الا اللہ۔ کہوتا کہ تمھاری بھلائی ہو اور پیچھے پیچھے عبدالعزیٰ انھین کا پیچھا چلاتا جاتا تھا کہ یہ جھوٹا ہی اسکی بات نہ مانو۔ پس ہر گاہ اپنے پیچھا کی یہ حالت تھی تو دوسروں کی ماحلت ناجائز کو قیاس کرو کہ کس حد تک پہنچی ہوگی۔ جب مسلمان جو رستم کو ستے ستے تھے ان کے اس وقت تک ایک جماعت نے ترک وطن کیا اور صحمہ بن بحر بن حبش کے ملک میں پناہ لی دشمنوں کو پھر بھی چین نہیں آیا سفارت بھیجی بہت کچھ جو رطوڑ لگائے کہ بادشاہ ان مظلوموں کو ظالموں کے حوالہ کر دے۔ لیکن وہ نیک دل سچا عیسائی تھا اُس نے سفارت کو ناکام واپس کر دیا اور عرصہ تک غریب الوطن جماعت اُس کے سایہ مرحمت میں آسودہ اور مطمئن رہی۔ عقبہ ابن ابی معیط نے خانہ کعبہ کے پاس رسول اللہ کی گردن میں کپڑے کی پھانسی لگائی اور ایسا کھینچا کہ دم گھٹنے لگا مگر خیریت گذری کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آگے اور ہر چند انکو بھی سخت جسمانی تکلیف پہنچائی گئی لیکن سیطرچ اُنھوں نے اپنے رہنما کی گلو خلاصی کرائی۔ ایک دن سواض نماز میں مصروف تھے اسی عقبہ بد عاقبت نے شتر کی اُو بھر طری پشت مبارک پر رکھ دی جب جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تشریف لائیں اور اُس بار کو دور کیا

حکایات مظالم شرکین

اُس وقت آپ سجدہ سے سر اٹھا سکے۔ رسول خدا کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دعوت اسلام کے متعلق کچھ تقریر کی مشرکین نے اُنکو ایذا میں پہنچائیں اور بالخصوص عتبہ بن ربیعہ نے اُس مقدس منہ پر جس نے خدا کی توحید بیان کی تھی اس قدر ضربیں لگائیں کہ تمام چہرہ سوچ گیا اور اندیشہ پیدا ہوا کہ اس صدمہ سے جان برباد ہو سکیں گے۔

نبوت کے ساتویں سال رسول خدا مع اپنے رشتہ داروں کے ایک درہ کوہ میں محصور ہوئے قریش نے اُنکے ساتھ رابطہ برادرانہ ترک کر دیا کھانے پینے کی چیزیں بھی جماعت محصور کے پاس علانیہ پہنچنے نہیں پاتی تھیں الحاصل تین سال کا زمانہ سخت مصیبتوں میں گُٹا اُسکے بعد گوشہ تنہائی سے نکلنا نصیب ہوا۔ لیکن پھر بھی قریش نے ایذا رسانی نہیں چھوڑی۔ آخر پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے معتقد جو طاقت سفر رکھتے تھے گھربار مال و متاع چھوڑ کے مدینہ چلے گئے مگر جن لوگوں نے بغرض گرفتاری اہل اسلام حبشہ تک ایشہ دوانی کی تھی وہ دیار عرب میں شیعہ اسلام کا فروغ کن آنکھوں سے دیکھتے ایسے بعد ہجرت بھی مزاحمت اور مخالفت کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر گاہ قدرت کو وہ سلوک جو مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیے گئے یا د تھے اُسے زیادہ تحمل نامناسب جانا اور حکم دیدیا کہ اُسکے برگزیدہ بندے جسمانی قوتوں کو دفع شر میں استعمال کریں۔

دنیا کے پادشاہ اپنے سفیروں کی اہانت کو خود اپنی اہانت جانتے اور حسبِ طرح مناسب



سمجھتے ہیں اہانت کرنے والوں سے مواخذہ کرتے ہیں۔ خداوند عالم ان بادشاہوں سے زیادہ غیرت مند ہے یہ پادشاہ اہانت انبیاءوں کے ممکن تھا کہ آسمان سے پتھر گراتا آگ برساتا حضرت نوح کا سا طوفان برپا کر دیتا لیکن اُس نے یہ کچھ نہیں کیا بلکہ منکروں کو ہاتھ سے اُنھیں کے ہمجسوں کے گوشمالی دلا دینا کافی خیال کیا۔ ایسے حقیقت وہ لڑائی ان جبکی شکایت ہو رحمت الہی کا پہلو لیے ہوئے تھیں اور عقلاً اور انصافاً اُن کوئی وجہ معقول اعتراض کی نہیں ہے۔

خدا کسی کو ایسے کام کی تکلیف نہیں دیتا جو اسکی طاقت سے باہر ہوں ایسے جب تک مسلمانوں کو ایک درجہ کی قوت حاصل نہیں ہوتی اُنکو قتال کا حکم نہیں ہوا اور غالباً مسیح علیہ السلام کو بھی لڑائی کا حکم اسی وجہ سے نہیں دیا گیا کہ اُنکے تابعین کو انائی کی قوت نہیں رکھتے تھے۔ اُن لوگوں کے استقلال مزاج کا تو تذکرہ ہم پہلے کر آئے ہیں اب یہ فقرات انجیل کے ملاحظہ کیجیے۔

اُس نے اُنھیں کہا پر اب جسکے پاس بٹوا ہو لیوے اور اسطرح جھولی بھی اور جس پاس نہیں اپنے کپڑے بیچ کے تلوار خریدے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ نوشتہ کہ وہ بدون میں گنا گیا ضرور ہے کہ میرے حق میں پورا ہوا ایسے کہ یہ باتیں جو میری بات ہیں انجام تک پہنچیں۔ اُنھوں نے کہا کہ دیکھ لے خداوند یہاں دو تلوار ہیں اُس نے اُن سے کہا بہت ہے۔ (لوقا۔ باب ۲۲۔ ورس ۳۶ لغایت ۳۸)

پس ظاہر ہے کہ جانچ کی گئی مگر جو سامان موجود پایا گیا وہ محض ناکافی تھا۔ پھر انجیل

یوحنا کا باب ۸ اور ص ۱۰ دیکھیے۔ تب شمعون پترس نے تلوار جو اُس پاس تھی کھینچی اور سردار کا ہن کے نوکر پر چلائی اور اُسکا دامن کاٹا اور اُڑا دیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہر کہ جنکے پاس تلوار تھی وہ بھی مرد میدان نہ تھے ورنہ پترس کی تلوار جو بحالت سخت اشتعال طبع کے چلی تھی ملکھوس کے کان پر قناعت نہ کرتی بلکہ کندھے پر برق کے مانند پڑتی اور کمر تک تیر جاتی۔ علاوہ اُن امور کے جنکا تذکرہ کیا گیا رومیوں کی گورنمنٹ بہت مضبوط تھی اُسے یہودیوں کی تحریک سے ہر چند ظالمانہ کارروائی کی لیکن وہ بھی ضابطہ کے اوٹ میں تھی اور جرم کے بابت فی الجملہ قانونی تحقیقات بھی عمل میں آئی تھی۔ اجمال ممالک شام میں ایسا اندھیر نہ تھا جو حجاز کے خود سر قبائل چائے ہوئے تھے۔ پس مسیح کی حالت پیغمبر اسلام کی حالت سے مختلف تھی اور اُن دونوں بزرگواروں نے اپنے اپنے عہد میں وہی عمل کیا جیسے منجانب اسد امور تھے اور جو نظریات موجودہ قرن عقل بھی تھا۔

اب تحقیق طلب یہ واقعہ ہر کہ کیا خداوند عالم بھی اپنے انبیاء کو یا اُن لوگوں کو جو اُس کے مقبول بارگاہ ہون قتال کا حکم دے سکتا ہو اور اُسے قبل ظہور اسلام کے ایسے احکام نافذ فرمائے ہیں؟ ہر گاہ انجیل اور قرآن کی تعلیم میں اختلاف ہو ایسے ہر کو عہد عتیق کی مقدس کتابوں سے شہادت حاصل کرنا چاہیے جنکی عظمت وہ سب نہ ہی فرتے کرتے ہیں جو خرمین ابراہیمی کے خوشہ چین ہیں۔

**شہادت (۱)**

باب ۳ کتاب استثنائین تاکید کے ساتھ موسیٰ کو حکم دیا گیا کہ اگر تیرا عزیز قریب یا دوست جانی تجھ کو واسطے عبادت غیر خدا کے پھسلانے تو وہ اس طرح قتل کیا جائے کہ پہلے اُس پر تیرا ہاتھ اور اُس کے بعد دوسروں کے ہاتھ پڑیں اب سمجھنے کی بات ہو کہ جب پھسلانے والوں کے لیے یہ تعزیر تجویز کی گئی تو جو لوگ بحیرہ بنوں کا بیچو انا چاہتے تھے اگر ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا تو اُس پر ہمارے بھائیوں کو کیوں حیرت ہی

## شہادت (۲)

اسی کتاب استثنائے باب ایک سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو بنی عناق سے لڑنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن جب ان لوگوں نے جی چڑایا تو خدا ناخوش ہوا اور موسیٰ سے کہا کہ تم لوگ ارض موعود میں داخل نہ ہو گے لیکن کالب کے کو دیکھے گا اور نون کا بیٹا یسوع اسمین داخل ہوگا۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ خدا اپنے پیارے بندوں کو لڑائی کا حکم دیتا ہے اور جو لوگ ایسے حکم کی تعمیل نہیں کرتے اُن پر عتاب فرماتا ہے۔

## شہادت (۳)

یسوع بن نون کی کتاب پڑھو اُس سے ظاہر ہوگا کہ اس نبی نے خدا کے حکم سے کس قدر خونریزی کی۔ بنی نوع انسان پر تو یہ الزام تھا کہ وہ غیر خدا کی پرستش

کرتے ہیں لیکن حیوانات بھی اُن لوگوں کی شامتِ اعمال سے ورطہِ بلامین پڑ کے ہلاک کیے گئے۔ یہ کچھ کا شہر سب شہروں سے پہلے مسخر کیا گیا اور سولے ایک فاحشہ عورت اور اُسکے خاندان کے کسی ذمی روح کی جان بخشی نہیں ہوئی۔ یہ شہر مع جبلہ اشیلے موجودہ کے پھونکا گیا لیکن روپا اور سونا اور بتیل اور لوہے کے ظروفِ خدائی خزانے میں داخل کر لیے گئے۔ اُسکے بعد شہر عی میں قتل عام ہوا بارہ ہزار جانینِ بے گناہ کے شہر میں آگ لگا دی گئی مگر وہاں کے مولیشی زندہ چھوڑے گئے اور اُن پر اور تمام اسباب پر فوجِ فاتح نے بطور مالِ غنیمت قبضہ کر لیا۔ وہاں کے بادشاہ نے پھانسی پائی اور شام تک اُسکی نعش دار پر چھبھولتی رہی اسی طرح دیگر مقامات پر قتل و غارت کی کارروائیاں تاحیاتِ لیشوع بن نون زور و شور کے ساتھ جاری رہیں۔

## شہادت (۴)

اسموئیل نبی کی پہلی کتاب باب ۵ اور ص ۳ میں تحریر ہے کہ اُنھوں نے ساؤل بادشاہ کو خدا کا یہ حکم سنایا۔ ”سو اب توجا اور عمالِیق کو مار اور بھجھ کر کہ اُنکا ہوا ایک سختِ حرم کر اور اُن پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیرخوار اور بیل بھیڑ اور اونٹ و گدھے تک سب کو قتل کر“ ساؤل نے سب کچھ کرکھا گیا تھا کہ دکھایا۔ لیکن حکمِ خدا کے خلاف کچھ موٹے تارے مولیشی

واسطے قربانی کے بچالایا۔ اُسکی برین یا زندگی پسند نہیں آئی اور مجرم نافرمانی اُسکی بادشاہت جاتی رہی۔

عہد عتیق کی آسمانی کتابوں میں جب اسطرح کے واقعات موجود ہیں تو مجکو حیرت ہو کہ اہل کتاب اُنکو تو جائز سمجھتے اور مسلمانوں کے پیشواؤں پر تشکیک کرتے ہیں حالانکہ پیغمبر علیہ السلام اور اُنکے خلفائے راشدین اپنی حفاظت کے لیے لڑائیاں لڑے یا ایسے دشمنوں کے دبانے کے واسطے جن سے آئندہ خطرہ نقصان کا تھا اور اگر خدا کے حکم سے اُنھوں نے بالفرض محض تو سب سے حکومت کی غرض سے بھی جنگ کی ہوتا ہم اہل کتاب کا اعتراض اُن لوگوں پر اُسوقت تک وارد نہ ہوگا جب تک موسیٰ اور دیگر انبیاء مرسلین بنی اسرائیل کی کارروائیوں کو اعتراض کرنے والے ناجائز نہ کہلین۔ مسلمانوں کا پہلا پیام یہ ہوتا تھا کہ اسلام لاؤ یا جہنم دو جب ان دونوں سے انکار کیا جاتا تو اُسوقت لڑائی شروع کرتے۔ مگر کبھی تو ان لوگوں نے بڑھون اور اپاہجوں کو نہیں مارتے اور راہبوں اور اہل کنائس کے قتل کی تو خاص ممانعت تھی۔ بیگناہ جانوروں کو ہلاک کر کے یا آبادیوں کو بھونک کے یہ لوگ کبھی باعث بربادی عالم نہیں ہوئے۔ ایسے تسلیم کرنا چاہیے کہ زمانہ جنگ میں بھی اسلامی رحمہالی اور انسانی ہمدردی مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی۔

الجزیرہ

جزیہ کے بابت بہت کچھ شور و غوغا مخالفین اسلام نے کیا ہے لیکن وہ حقیقت ایک ملکی ٹیکس تھا جو غیر مسلم رعایا سے لیا جاتا اور اُسکے ادا کرنے والے جنگی خدمات سے بری رہتے عقلاً اور انصافاً اُسکا مطالبہ لائق اعتراض نہ تھا ورمیون اور پارسیوں کی گورنمنٹیں بھی اپنے عہد میں اسطرح کا ٹیکس لیتی تھیں اور خود مسیح علیہ السلام نے اُسکے نسبت جو رائے ظاہر کی ہے اُسکا تذکرہ اس موقع میں دلچسپ ہے۔ **فریسیوں** نے بعد ایک تہید کے سوال کیا کہ قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں۔ درپیشوع نے انکی شرارت سمجھکے کہا اے ریاکارو مجھے کیوں آزماتے ہو؟ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ مے ایک دینار اُس پاس لائے تب اُسنے اُسے کہا یہ صورت اور سکہ کسکا ہے اُنھوں نے کہا قیصر کا پھر اُسنے کہا پس جو چیزین قیصر کی ہین قیصر کو اور جو خدا کی ہین خدا کو دو۔ متی باب ۲۲ ورس ۱۸ الفاٹ (۲۱) اب یہ کہنا کہ بخوف قیصر وہ جواب جو دینا چاہیے نہیں دیا گیا درحقیقت مسیح کی صاف گوئی پر تمت لگانا ہے اور صحیح تعبیر ان فقرات کی یہ ہے کہ حضور نے فریسیوں کے سوال کا مدلل جواب یوں دیا کہ دینار تمھارے ہاتھ میں بطفیل اُس نظام کے آیا ہے جسکو قیصر نے قائم کیا ہے۔ ایسے بعاوضہ اپنے نظام کے شاہی گورنمنٹ کو استحقاقاً جزیہ کی رقم ملنی چاہیے۔

کتاب استثنا کے باب ۲۰ میں خدا نے حضرت موسیٰ کو وہ سلوک بتائے ہین جسکو ساتھ قوم مفتوح کے برتنا چاہیے تھا۔ اور ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۲۵۷ء میں ایک فقرہ ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ **يَكُونُوا لَكَ عَيْنِدْ وَيُعْطُوا لَكَ الْجَزِيَّةَ** یعنی جو لوگ

صلح اپنا شہر تیرے حوالہ کریں گے وہ غلام بنکے تجھ کو جزیہ دین گے پس نہ صرف عہد جدید بلکہ عہد قدیم کے صحیفوں میں بھی واجبیت جزیہ کی سند موجود ہے۔

یہ ملکی ٹیکس لائق شکایت نہ تھا لیکن غالباً اسکی صورت غیروں کو دو وجہوں سے بھیانک نظر آنے لگیں۔

**اولاً۔** وہ غیر مسلم رعایا سے لیا جاتا اور مسلمان اسکی ذمہ داری سے کلیۃً محفوظ تھے۔ لیکن بات یہ ہے کہ غیر مذہب کے آدمیوں کو انھیں کے تہجنسون سے لڑنا مسلمان فرمان و داخل باخلاقی سمجھتے تھے یا یہ کہ ان کو غیر مسلم رعایا کی طرف سے اندیشہ تھا کہ مخالفوں سے عین وقت جنگ کے سازش کر کے باعث کلات ہوں گے بہر حال غیر مسلم رعایا سے نقدی امداد کو مقتضائے مصلحت سمجھ لیا گیا اور ملکی حفاظت اور جنگی خدمات کا بار مسلمانوں پر آن پڑا۔ پس یہ بے انصافی کی کارروائی تھی کہ مسلمانوں سے جنگی خدمتیں لیجاتیں اور پھر نقدی امداد دینے پر بھی وہ لوگ مجبور کیے جاتے۔

**ثانیاً۔** فقہائے اسلام کی تصانیف میں نوعیت جزیہ اور طریقہ وصول کی تکلیف ناموزون بیان کی گئی ہیں ایک مصنف نے لکھا ہے کہ جزیہ دینے والا اصالتاً حاضر ہو اور خود اپنے ہاتھ سے کھڑا ہو کے رقم جزیہ کو حوالہ محصل کرے محصل اسوقت بیٹھا ہو اور دینے والے کو دشمن خدا کے لقب سے خطاب کرے اور اسکی گردن پر ایک صہپ بھی لگائے۔ اور بعض دیگر مصنفین نے کچھ اور بھی اس خصوص میں یہودہ مباغے کیے ہیں۔ لیکن یہ سب متعصبانہ ضوابط ہیں جنکو تنگ دل مولوی بنایا کرتے مگر دانشمند

ناظمان ملک کا اُن پر عمل نہ تھا اور نہ وہ ضوابط اس قابل تھے کہ اُن پر عمل کیا جاتا قیاس  
 کیا جاتا کہ فتنہ تاتار میں مسلمانوں کی حکومت جاتی رہی محکوم قوموں نے نئے فاتحان  
 کا خیر مقدم کیا اور پُرانی فرمان روائوں کی بدخواہی میں دل کے بخار نکالے جب پھر  
 زمانہ نے پٹا کھایا اور تاتاری حکومتیں اسلامی بنگلیں اُس وقت کینہ کش مولویوں نے  
 نیزہ قلم کو سنبھالا اور حالتِ تعالٰی میں جو کچھ جی چاہا لکھ گئے لیکن جیسا کہ میں نے قبل  
 اسکے تحریر کیا ہے اسلام ایسے طبعی اور بے بنیاد ضوابط کا جواب دہ نہیں ہے۔

علامہ **سید محمد امین** مصنف رد المحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جب جزیرہ کے  
 ادا کرنے والے کو کافر کہنا شرعاً ناروا ہو تو اسکا مفادیہ ہوا کہ اسکو دشمن خدا بھی کہا جائے  
 نہ اسکا گریبان پکڑا جائے نہ جنبش دی جائے اور نہ دھپ لگائی جائے۔ کیونکہ یہ سب  
 کار روایات تکلیف دہ ہیں اور اسی لیے ان امور کی تردید محقق علمائے اس بیان سے  
 کی ہو کہ اسطرح کی ایذا رسانہوں کی سند رسول اللہ کے قول و فعل میں پائی نہیں جاتی  
 اور نہ خلفائے راشدین میں کسی نے اسکا ارتکاب کیا ہے۔

جزیرہ کا حکم قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ ہوا **هَاتُوا الْجَنَبِيَّةَ عَنْ يَدَيْكُمْ**  
**قُلْ هُمْ صَدَائِقُكُمْ** (پارہ ۱۰۔ سورۃ التوبہ رکوع ۳) یعنی قتال سے اُس وقت  
 باز آؤ کہ وہ لوگ خوار ہو کے اپنے ہاتھ سے جزیرہ دین۔ چونکہ لفظ صدائِقہ کا بعد  
 تذکرہ قتال کے آیا ہے اسلئے ظاہر ہے کہ اُس سے اطاعت کی خواری مراد ہے جو مفتوح  
 کو بمقابلہ فاتح عموماً حاصل ہوتی ہے۔ اور مقصود بیان صرف یہ ہے کہ جب وہ لوگ مطیع



ہو کے جزیرہ دنیا قبول کریں تو لڑائی موقوف کر دو۔ امام فخر الدین ازی  
 اپنی تفسیر میں تحریر کرتے ہیں یَقَالُ اَعْطَايْدُهُ اِذَا انْقَادَ وَاطَاعَ یعنی دینا  
 ہاتھ کا اسوقت کہا جاتا ہے جبکہ فرمان برداری کی جائے۔ اسیلے مراد عیسیٰ سے  
 دینا جزیرہ کا بلا انکار کے مراد ہے اور اسے سطح محقق مفسرین نے کہا ہے کہ صفار سے مراد وہی  
 جزیرہ کا دینا ہے۔ عرب میں ایسی حکومت بالادست جو امن کو قائم کرے اور کسی بدو  
 باہمی کشت و خون کا انداد ہو موجود نہ تھی اسبوجہ سے بنی اسمعیل کی نسبت وہ خدا  
 کا وعدہ کہ اُنکو بڑی قوم کر لیا پورا نہیں ہوا تھا۔ پیغمبر علیہ السلام بنی اسمعیل میں اُسی  
 رتبہ کے بنی تھے جس رتبہ کے بنی اسرائیل میں موسیٰ علیہ السلام گذرے ہیں۔  
 جناب مؤخر الذکر اپنی قوم کو قبطیوں کی غلامی سے چھوڑا لائے اور اُنکو عزت اور  
 وقار کے درجے پر صعود کرنے کے لائق بنایا۔ حضرت مقدم الذکر نے اپنی قوم کو  
 جہل کی تاریکی نفاق کے بند بخانہ سے نکالا اور تربیت اخلاق سے لنگے دل و دماغ  
 کو ایسا کچھ معمور کر دیا کہ وہ دنیا کی نامور قوم قرار پائی اور آج تک اُسکے سرداروں کے  
 نام صفحات تاریخ کے زیب و زینت سمجھے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کے خلیفہ یوشع  
 بن نون نے ملک شام کے ایک حصہ میں بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی اور ہمارے  
 پیغمبر کے خلفائے تمامی ارض شام اور بڑے بڑے مشہور اقطار دنیا کو بادیشتیان عز  
 کے زیر نگین کر دیا۔ اُسی حکومت کی بدولت جو عرب میں قائم ہوئی تھی دنیاوی ترقیات  
 کی ابتدا ہوئی۔ یونان کا مردہ فلسفہ جلا گیا وہ اچھا تھا یا بُرا لیکن اُسکی نسل سے فلسفہ

وجود میں آیا جسکی چمک دمک دیکھ کے آج عقل کی آنکھ میں چمکا چوند پر جاتی ہر غرض جو حکومت دنیا کی سدھارنے والی ہمارے رہنما سے قدسی صفات نے قائم کی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ خدا کی برکت تھی اور دینی و دنیوی رفاه عام کو قدرت نے اُسکے دامن دولت سے وابستہ کیا تھا۔ (س) مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کثرت سے پھیلے ہیں اور کسی نو وارد کے لیے بہت دشوار ہے کہ وہ سمجھ لے کہ اسلام کے اصلی معتقدات اور واقعی احکام کیا ہیں۔ غیر مشہور فرقوں سے قطع نظر کیجائے تو بھی سنی شیعہ خوارج اور معتزلہ کے جھگڑوں میں طبیعت الجھ جاتی ہر ان مذاہب اربعہ کے پیرو بڑے بڑے عالم متقی اور پرہیزگار گزرتے ہیں اور ہر ایک اپنے اعتقاد کی تائید میں لمبی چوڑی دلیلیں پیش کرتا ہے اور دوسروں کی تردید میں اُسکے پاس الزامی حجتوں کا طومار موجود ہے۔ الغرض زود فہم تیز نظر آنے والے کے لیے بھی مشکل ہے کہ وہ ان اختلافات کے گرد و غبار میں اسلام کے چہرے کو بے حجاب دیکھ سکے۔ (ج) اسلام پر منحصر نہیں جملہ مذاہب مشہورہ اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور حقیقت حال یہ ہے کہ پہلے معتقدات مذہب میں سادگی موجود تھی اعمال میں سہولت کے ساتھ مصالح کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ تابعین مذہب نے رنگ آمیزیاں کیں اسلئے قدرتی سادگی جاتی رہی

۱۔ صرف سات دینا قریب ماند و نات حضرت کے قبضہ میں تھے جبکہ قبل از نزاع روح فریخت خدا کی راہ میں لو ادا حالانکہ عسرت کی یہ حالت تھی کہ ام المؤمنین عائشہؓ کے گھر میں جو ان آپ جلوسہ فرزند تھے معمولی روشنی کا بھی سامان موجود نہ تھا اور انکو اپنا چراغ بھیج کے دوسرے کے یہاں سے چند قطرے تیل کے منگوانے پڑے ۱۲

پیچیدگیان پیدا ہوئیں اغراض اعمال کو پھیلون نے فراموش کیا پھر تو ان کا وجود گراں سنگ ہو کے بشکل ورزش جسمانی باقی رہ گیا۔

انجیل شریف میں عری احکام سے نام تھے شریعت موسوی کی بندش کو پولوس کی تعلیم نے شروع ہی میں ڈھیلا کر دیا ایسے بمقابلہ مذاہب دیگر عیسائیوں میں عملی آزادی زیادہ ہے لیکن اعتقادی پیچیدگی کی حالت وہی ہے جو اوروں کی۔ ہم اس موقع میں صرف ان اختلافات کی بنیاد دکھانی ہے جو اسلام سے تعلق رکھتے ہیں ایسے ہم بالاختصار مگر آزادی کے ساتھ اپنے خیالات انکی نسبت ظاہر کرتے ہیں بعد رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلا اختلاف انکی جانشینی کے متعلق پیدا ہوا اشاروں سے سمجھنے والوں نے اپنے مذاق کے موافق جو کچھ سمجھ لیا ہو لیکن حق یہ ہے کہ حضور نے اس بحث کی نسبت کوئی فیصلہ صریح نہیں فرمایا تھا اور غالباً ایسی بحث کے طے کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ مسلمانوں کی جماعت آزادی کے ساتھ جس سرگروہ کو خود منتخب کرے اسکا اثر ماتحتوں پر معقول پڑے گا اور پھر ایسا سرگروہ اپنی معزولی کو بھی تابع رہے عام سمجھ کے حایا کی ایذا رسانی یا دلشکنی کی جرات نہ کر سکے گا۔ بہر حال اسوقت دو امیدواروں کی نسبت خیالات کو رغبت انتخاب پیدا ہوئی بنی ہاشم اور انکے متوسل علی بن ابی طالب کو اور عام مسلمان جن میں زیادہ با اثر قرشی مہاجروں کی جماعت تھی ابو بکر صدیق رض کو جانشینی کے لیے پسند کرتے تھے۔ حضرت مقدم الد کو بغیر کے اس چچا کے

بیٹے تھے جس نے اپنے بھتیجے کو مثل فرزند کے پالا اور ہر ایک موقع میں انکی پر راز  
 حمایت کی وہ خود رسول اللہ کی دختر فاطمہ الزہرا سے بیاہے تھے جو وقت وفات  
 باپ کے زندہ تھیں اور آج تک دنیا میں انھیں کی بطنی اولاد نسل رسول کی یادگار  
 ہو۔ آپ نے ایام طفولیت سے زیر سایہ عاطفت پیغمبر علیہ السلام تربیت پائی  
 تھی اور خطرناک معرکوں میں وفاداری اور شجاعت کے گرانمایہ جوہر دکھائے تھے  
 ان وجوہ سے ان کو اور ان کے حامیوں کو امید تھی کہ وہی خلیفہ مقرر ہوں گے  
 جناب مؤخر الذکر اگرچہ دوسرے قبیلہ کے آدمی تھے لیکن انھوں نے خالصاً و  
 ایسے نازک وقت میں کہ سارا زمانہ دشمن ہو گیا تھا رسول اللہ کا ساتھ دیا اور تائید  
 اسلام کے لیے جان و مال کے فدا کرنے میں انکو کبھی دریغ نہیں تھا یہ تائید  
 معمولی یا خیالی نہ تھی بلکہ اسکی بدولت و حقیقت اسلام کو بڑی بڑی مدد ملی اور  
 ضرورت کے وقت انھیں کی تحریک سے چند با اثر سعادت مند اسلام کے حلقہ ارادت  
 میں داخل ہوئے۔ وہ عمر آدمی تھے زمانہ کے سرد و گرم کا تجربہ حاصل تھا حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی محبوب ترین ازواج پیغمبر علیہ السلام کی تھیں زمانہ جاہلیت  
 میں خود ذی وقار تھے اور اسلامی دور میں بھی تمام مہاجر و انصار انکی دانشمندی کے  
 معترف اور اخلاق کے گرویدہ تھے الغرض عام رائیں انکے انتخاب کی طرف مائل  
 ہوئیں اور وہی رسول اللہ کے جانشین مقرر کیے گئے انھوں نے خدمات خلافت  
 کو اسی حسن و خوبی سے انجام دیا جسکی امید انتخاب کرنے والوں نے ان کی

ذات سے کی تھی۔ بہت بڑا ثبوت اُنکی دانشمندانہ دوراندیشی اور مدبرانہ اثر کا یہ ہے کہ صرف اپنی تجویز سے **عمر بن الخطاب**ؓ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا گیا جسکو جبرأت انکار کی نہیں ہوئی۔ تاریخ کے پڑھنے والے اقرار کرتے ہیں کہ خلیفہ دوم کا عہد حکومت دولت اسلامیہ کا چمکیلا دور تھا خویش و بیگانہ اُنکی بے لوث خدمت سے بہرہ مند تھے اور اُنکی ملکی تدبیروں نے قیصر و کسریٰ کے پُر غرور سرین چکر ڈال دیا تھا۔ باہمی رشک و حسد کی آگ کا بھڑکانا عربوں کے خصائص طبعی میں داخل تھا لیکن باسطوت امیر نے ہر چند اس قوم کو دولت مند بنایا مگر سطح قابو میں رکھا کہ کسی قسم کا فتنہ و فساد برپا نہ کر سکی۔ اتنے بڑے با اقتدار فرمان روا کا جسکے نقش قدم پر فتح و ظفر جبین نیاز گر گزرتی تھی فقیرانہ زندگانی کرنا اور معاملات اہم کے علاوہ چھوٹی چھوٹی خدمتوں کا بھی بذات خود انجام دینا حقیقت ایسے دل و دماغ کا کام تھا جسکی نظیر دنیا نے شاید کبھی نہیں دیکھی۔ عالم کائنات کے اتفاقات سخت عبرت انگیز ہیں اتنا بڑا فیروز مند سردار ایک بے وقعت غلام کے ہاتھ سے زخمی ہوا اور یہ سمجھ کے کہ شمع حیات جو جھللا رہی ہے جلد گل ہونے والی ہے انھوں نے چند نامور بزرگوں کی کمیٹی ایسے مقرر کی کہ اپنے میں ایک کو واسطے خلافت کے منتخب کر لیوں چنانچہ کثرت رائے سے **عثمان بن عفان** تیسرے خلیفہ قرار دیے گئے یہ بزرگ عمر بن الخطاب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ اپنے دونوں پیش رو سے زیادہ قرب قرابت رسول اللہ کی عزت ان کو حاصل تھی اور

پیغمبر علیہ السلام کی دولت رکیان بھی یکے بعد دیگرے اُنکے عقد نکاح میں آئی تھیں وہ مسلمانوں میں بڑے دولت مند سمجھے جاتے تھے اور ہر زمانہ عشرت اپنے مال و متاع کو اسلامی ضرورتوں میں دریا دلی کے ساتھ صرف کیا تھا مگر افسوس ہو کہ زمانہ خلافت میں مثل خلفائے سابق جو ہر قابلیت دکھانے سکے اُنکا دور خلافت بارہ سال رہا کچھ عرصہ تک تو نظام مملکت فاروقی طرز پر چلا گیا لیکن رفتہ رفتہ اسکی صورت بگڑی شکایت کی آوازیں ہر طرف سے بلند ہوئیں بلوایان مصر نے آخر کار دار الخلافہ کا محاصرہ کر لیا اور بیدردی کے ساتھ قتل خلیفہ کے قریب ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ خود خلیفہ کو مسلمانوں کی خونریزی گوارا نہ تھی لیکن غالباً اہل مدینہ بھی رضامند نہ تھے کہ ایسے خلیفہ کی حمایت میں جسکو پسند نہیں کرتے تھے جنگ کریں بہر حال خلیفہ کی قسمت میں جو لکھا تھا وہ ہو یا لیکن یہ کسی معمولی آدمی کا خون تھا جو رنگ نہ لانا اور جیسا کہ اُنکے دشمن سمجھے ہوئے تھے دب و بجا آنا چنانچہ اس ایک خون کے مواخذہ میں نوے ہزار مسلمان مارے گئے اور آپس کے اختلاف نے دائرہ اسلام میں اس طرح جڑ پکڑ لی کہ وزیر بڑھتا ہی گیا۔

خلیفہ ثالث وفات رسول کے پچیسویں سال شہید ہوئے اعتراض کرنے والے اُنکے نظام خلافت پر بہت نکتہ چینی کرتے ہیں اسلئے میں چند واقعات کے بیان پر مجبور ہوں جو ناظرین کو سمجھا سکتے ہیں کہ اُسوقت کن مشکلات کا سامنا ہو گیا تھا۔

اولاً زہدانہ زندگانی کرنے والے صحابہؓ کی جماعت کو دست موت نے گھٹا دیا تھا اور جو باقی رہ گئے تھے انکی ہمتیں بڑھا پے نے پست اور اثر کو کم کر دیا تھا نئے پودہ کے نوجوان نکتہ چینی پرتل گئے اور دنیا کی دولت نے اکثر ان کو ہبکایا کہ سیدھی راہ چھوڑ کے اُس راستہ پر چلین جو انکی ذاتی نمود کا ذریعہ ہو مسیح علیہ السلام نے بہت ٹھیک فرمایا ہے ”داؤنٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ ایک دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو“ (متی)۔ باب ۱۹۔

(درس ۲۲)

ثانیاً وسعت حکومت بہت بڑھ گئی اُسکے سنبھالنے کو مشاہیر و یاب فوج اور پابند ضابطہ سرشتہ کی ضرورت تھی لیکن اُسوقت تک بارگاہ خلافت میں یہ شاہانہ سامان موجود نہ تھے۔ اسی لیے سات سو آدمیوں کو حوصلہ ہوا کہ دار الخلافہ پر یون چڑھ آئیں اور دھمکیاں دے کے خواستگار اضااف ہوں۔

ثالثاً زمانہ کارنگ دیکھ کے بامید قیام امن خلیفہ نے نیک نیتی کے ساتھ اپنے رشتہ داروں پر بھروسہ کیا اور کسی قدر خود انکی نیک مزاجی بھی قریب مندن کی پرورش پر مائل تھی۔

غرض بنی امیہ کا رسوخ قدیم الاسلام مہاجر و انصار اور زیادہ تر انکی اولاد کو ناگوار

۱۔ حضرت عثمان کے عہد میں ایک گھوٹے کی قیمت مروجہ لاکھ ۵۰۰ اور خاص مینہ میں ایک غ کی قیمت مروجہ

چار لاکھ درہم سمجھی جاتی تھی اور اس گرائی کی وجہ سے عربوں کی دولت مندی تھی ۱۲

گذرا اور تمام قوم میں ناراضی پھیل گئی۔

بعد شہادت خلیفہ ثالث **علی مرتضیٰ** کے قدموں سے منصب خلافت نے عزت و شرف حاصل کیا ایسے عالی دماغ عالی قدر خلیفہ کی جانشینی سے مسلمانوں کو امید تھی کہ فاروقی خلافت کی برکتیں عود کرینگی لیکن نفاق اپنا کام پہلے ہی کر چکا تھا ادا بار کی گھٹائیں مطلع اقبال کو تار یک کیے ہوئے تھیں اسلئے ابجھا ہوا معاملہ سلجھ نہ سکا اور خلافت رابعہ کا تمام وقت باغیوں کی جنگ میں کٹ گیا۔ ان لڑائیوں کی زیادہ تصریح موجب تطویل اور اس رسالہ کی اغراض سے باہر ہے لیکن انھیں کے ضمن میں نفاق نے خونریزی کے ساتھ مذہب کے مقدس دامن پر دست درازی شروع کی مختلف فرقوں نے اپنے مذاق کے موافق اعتقاد کے دائرے کھینچنے اور زمانہ مابعد میں طرح طرح کی رنگ آمیزی انھیں دوائے اندر ہوا کین۔

خیالات کی تیرگی لائق حیرت ہو کہ ایسے مقدس پیشوا پر عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے بامید ثواب اخروی تیغ آزمائی کی جسکے اثر سے سنگہ ہجری میں شمع ولایت گل ہو گئی۔ بعد اس جاگز او قعہ کے چند مہینے **حسن مجتبیٰ**ؑ نے رسول اللہؐ اپنے جد امجد کے جانشین ہے اور پھر آپؐ نے بغرض رفع فساد حکومت سے دست برداری کی اور اسی دست برداری کے ساتھ خلافت راشدہ کا دور بھی ختم ہو گیا **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** بعد انقراض خلافت راشدہ عرصہ تک خاندان بنی ہاشم فرمان روا رہا اور اُسکے بعد بنی عباس کا دور حکومت ۱۳۲ھ ہجری میں شروع ہوا



اُس دور نے بڑی عمر پائی اور ملک امراض میں بھی مبتلا ہے مگر ایسی زندگی  
 کرتا چلا گیا جو حقیقت مرنے سے بھی بدتر تھی۔ عباسیوں کے عہد میں عربی  
 حکومت کی سادگی جاتی رہی دربار خلافت نے عجیبی شان و شوکت کا رنگ ڈھنگ  
 اختیار کر لیا لیکن علمی ترقیات کے دروازے بھی انھیں نے کھولے اور یونانی فلسفہ  
 کو اسلامی حلقہ میں جگہ دی۔

پہلے سولے قرآن پاک کے کوئی اخلاقی یا علمی کتاب عربی زبان میں مدون نہ تھی  
 روایت حدیث کا بھی مدار حافظہ پر تھا اور صرف بعضوں نے متفرق اوراق پر  
 یادداشتیں لکھ لی تھیں لیکن شکالہ ہجری میں کتب حدیث اور مغازی اور فقہ کی  
 تالیف علماء اسلام نے شروع کی اور تھوڑے ہی دنوں میں طبع کی  
 تصنیفوں سے کتب خانے بھر دیے۔

کچھ دنوں کے بعد فلسفہ یونان کے ترجمے عربی زبان میں کیے گئے جس نے  
 مذہبی عقائد پر اثر ڈالا اور اُسکی بدولت صرف مناظرہ کی مجلسیں گرم نہیں ہوئیں  
 بلکہ کشت و خون کی بھی نوبت آئی۔

خلاصہ بیان یہ ہے کہ بنیاد اختلاف خلافت کے جھگڑوں نے ڈالا اور فلسفہ کے  
 توغل نے اُسکی دیواریں بلند کیں باقی ہے اور سامان اُنکی کفالت کبھی نیک نتیجہ  
 کبھی بد نتیجہ کبھی دنیوی غرض کبھی دینی حمیت کرتی رہی اور آخر کار باہمی اختلافات  
 کی وہ صورت پیدا ہوئی جسکی شکایت سائل نے واجبی طور پر کی ہے۔

مسلمانوں میں فرقہ اہلسنت و جماعت کی تعداد دوسرے فرقوں سے بہت زیادہ ہے لیکن دنیا میں پیروان مذہب شیعہ کی بھی معقول تعداد موجود ہے۔ ان دونوں کے اعتقاد میں بہت کچھ اختلاف ہے مگر اصل جھگڑا جو کبھی کبھی بشرناک حوادث کا ذریعہ ہوا یہی ہے کہ فرقہ مقدم الذکر جملہ خلفائے راشدین کی عظمت کرتا ہے اور فرقہ مؤخر الذکر تین پہلے خلیفوں کو صرف منصب خلافت کا غاصب نہیں کہتا بلکہ اسکو ان لوگوں کے باایمان مرنے میں بھی کلام ہے۔ میں بلا ارادہ تائید یا تردید کسی فریق کے قرآن پاک کی ایک آیہ لکھتا ہوں اُسکے اصول پر اگر نظر کریں تو انصاف پسند دور اندیش جو نفاق کے زہریلے اثر کا بہت کچھ تماشا دیکھ چکے ہیں بساط غنا و کوتاہ کر کے برادرانہ اتفاق سہولت کے ساتھ پیدا کر سکتے ہیں۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُنتُحُونَ  
عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (پارہ ۱۰ سورۃ البقرہ رکوع ۱۶)

ماخذ تفسیر۔ فقہ۔ اصول فقہ اور علم کلام وغیرہ علوم کے جنگو مذہب سے تعلق ہے قرآن اور احادیث ہیں لیکن عقل نے بھی ان کے اخذ میں نمایاں مدد دی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اگر عقل صحیح نیک نیتی سے کام میں لائی گئی ہو تو قانون انہی اور قانون عقلی نے مل جل کے جو نتیجے پیدا کیے ہوں وہ قدر کے لائق اور

۱۰ یہ لوگ گزر گئے انکا کیا اُسکے لیے اور تمہارا کیا تمہارے لیے ہے اور جو کچھ وہ لوگ  
اگر گزرتے ہیں انکی پوچھ کچھ تھے نہوگی۔ ۱۲

ذریعہ فلاح دینی اور دنیوی ہوں گے۔ قانون عقلی ہر ذی عقل کے نقش دل ہر قرآن اور کتب احادیث کو بھی قدرت نے واسطے اتمام حجت کے ارزان کر دیا ہے اور ان کے ترجیح بھی ضرورت کے موافق ہو چکے ہیں۔ ایسے جو یاے حق نتائج کو خود جانچ سکتا ہے کہ انہیں کون بادقت لائق قبول ہے اور کس میں احتیاط کا پہلو زیادہ محفوظ رہ سکتا ہے۔ یعنی اصلی عقائد اور واقعی احکام قرآن و حدیث میں یا ان کی مدد سے مل سکتے ہیں بشرطیکہ عقل کی روشنی میں آزادی کے ساتھ انکا مطالعہ کیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ اس طرح کی کارروائی دقت سے خالی نہیں ہے لیکن جب دنیا کی دقت معمولاً بڑی بڑی محنتوں سے حاصل ہوتی ہے تو دینی دولت اگر اتنی محنت کی طلب ہے تو شکایت کی کیا وجہ۔ (س) عقل و ادراک کا بسیط قانون پورا پورا اسکے دل میں منقوش نہیں ہے ایسے وہ جو یاے حق جو نامکمل قانون عقلی اپنے پاس رکھتا ہو کیونکر بڑے بڑے دانشمندان کے نقد تحقیق کو پرکھ سکتا ہے۔ (ج) قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ وہ جاہلون اور کم عقلوں کو بھی بہ پیمانہ انکے ادراک کے سعادت ہدایت بہرہ مند کرتا ہے اور بڑے بڑے ذی علم دانشمند جب اسکے معانی بلند پر غور کرتے ہیں تو انکو سادگی کی نہ مین نکات حکمیہ کا گراں بہا ذخیرہ موجود ملتا ہے سادہ مزاج قوم عرب نے جسکو فلسفہ جدیدہ و قدیمہ سے واقفیت نہ تھی قرآنی ہدایتوں اور قرآنی احکام کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا اچھا اگر کوئی دقت پیش آئی تو پیغمبر علیہ السلام کے بیان فیض ترجمان سے حل ہو گئی اب ہر خندہ بادی برحق سے ہمکلامی کی عزت

اصل عقائد اسلامی کا ہر ذی عقل امتیاز کرنا

دنیا کو حاصل نہیں ہو سکتی لیکن مجموعہ احادیث نبوی بڑی خوبیوں سے مرتب ہوا و قدر  
 نے اس دور میں بنی نوع انسان کی قوت ادراکیہ کو زیادہ تیز کر دیا ہے اسلئے ہر درجہ کے  
 طالبان حق کے لیے آسان ہے کہ ضروری عقائد و شرائع کی تیقح کرین اور اس چند ذر  
 زندگانی میں اتنا سامان تو مہیا کر لیں جو عذاب اخروی سے نجات دلا سکے۔ دنیا کے  
 کام میں جیسا کہ انسان اپنے تجسسون کی اعانت کا محتاج ہے اسی طرح اسکو بسا اوقات  
 یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ دینی معاملات میں دوسروں سے استمداد کرے اور کچھ  
 شک نہیں کہ ایسی استمداد بھی دانشمندی کی ایک معقول کارروائی ہے لیکن اسکے  
 لیے شرط ہے کہ متقی پرہیزگار روشن ضمیروں کی زنجیر درگھر دکھائی جائے اور پھر سُننے  
 اور سمجھ کے اُنکا نقد سخن اپنی معیار عقل پر بھی جانچ لیا جائے۔ خدا اپنے بند و کمو سی  
 خدمتون کی تکلیف نہیں دیتا جو اُنکی طاقتوں سے باہر ہوں اور ظاہر ہے کہ خدا شای  
 کے لیے انسان کو یہی قوت عقلی عطا کی گئی ہے جسکی بدولت وہ مابین الحق و الباطل  
 امتیاز کر سکتا ہے پس بعد مساعی عقلیہ اگر بندگان خدا نیک نیتی کے ساتھ کسی باطل  
 عقیدہ یا حکم کی پیروی کرین تو اُنکو انصافاً عند الناس معذور اور عقلاً عند اللہ ماجور  
 ہونے کی گنجائش ہے لیکن جو سہل انکار خدا کی دی ہوئی عقل کو کام میں نہیں لاتے  
 اور شعار باطل میں دوسروں کی تقلید کرتے ہیں اُنکے لیے مشکل ہے کہ قاضی محشر کے  
 روبرو اپنی بے راہ روی کا معقول عذر پیش کر سکیں کیونکہ یہ تقلید تو اُسی نہج کی  
 ہے جسکی رکاکت کو پروردگار عالم نے یوں ظاہر فرمایا ہے۔

اِذَا قِيلَ لَهُمْ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَفِينَا عَلَيْهِ  
 أَبَائُنَا أَوْ لَوْ كَانَ أَبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ط  
 (پارہ ۲ سورۃ البقرہ رکوع ۲۰)

اکثر آیات قرآنی کے معانی صاف ہیں یا یہ کہ واضح دلائل عقلی نے اُن کے دوسرے  
 پہلو کی تردید کر دی ہے ایسی آیتوں کو لسانِ شرع میں محکم کہتے ہیں لیکن اُن کے علاوہ  
 چند آیتیں ایسی بھی ہیں جنکے الفاظ سے معانی کے مختلف پہلو پیدا ہوتے ہیں  
 یا کچھ اشارے ظاہر ہوتے ہیں اور عقل کا فی شہادت نہیں دیتی کہ ان معانی مختلف  
 کا کون پہلو مقصود یا حروفِ مقطعات سے کیا مراد لگی ہو چنانچہ ایسی ہی پہلو دار  
 آیتیں اور نیز وہ آیتیں جن میں متذکرہ بالا اشارات موجود ہوں متشابہ کہی جاتی ہیں  
**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ**  
**أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ**  
**مُتَشَابِهَهُ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ**

**۱۱** جب اُسے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے اُن کو اُس پر چلنے کو کہتے ہیں کہ ہم اُس راستہ پر چلیں گے جس پر اپنے باپ اور ن  
 چلتے پایا ہے۔ کیا وہ ایسا کریں گے اگرچہ اُنکے باپ دانش بے سمجھ اور بے راہ ہوں ۱۲  
**۱۲** اُسے پیغمبر اُسی پر وردگار نے پیغمبر کے کتاب آسمانی جہیں بعض آیتیں مضبوط ہیں اور وہی اصل  
 کتاب ہیں اور بعض آیتیں ہم ہیں پس جن لوگوں کے دلیں کجی ہو وہ مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے ہستہ ہیں  
 تا کہ فساد برپا کریں اور اُنکے اصل مطلب کو معلوم کر لیں حالانکہ اصل مطلب سولے اسد کے اور کسی کو معلوم  
 نہیں ہے اور جو لوگ بڑے ذی علم ہیں کہتے ہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائے یہ سب کچھ پروردگار کی طرف  
 سے ہے اور سولے عقل مندوں کے یہ نکتہ اور کوئی نہیں سمجھتا ۱۲

وَالَّذِينَ هُمْ فِي الْعِلْمِ يُقُولُونَ آمَنَّا بِكُلِّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ لَهُ

أُولَٰئِكَ كِتَابٌ ۝

(پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۱)

جیسا کہ خود خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے متشابہ آیتوں کے ٹھیک معانی اُسیکو معلوم ہیں لیکن بلا ارادہ فساد ہر ایک پہلو پر غور کرنا بندگانِ نیاز مندی ہر اور صلی مقصود پر اجمالی ایمان لانا اظہارِ عبودیت کی بے خطر کارروائی غالباً بالقصد والا اختیار کتاب الہی میں متشابہ آیتوں کو اسی لیے جگہ دی گئی ہے کہ بندگان باخلاص کو اس طرح اظہارِ عبودیت اور نیاز مندی کا موقع ملے یا بعض حقائق ایسے دقائق پر مشتمل تھے جو بمشکل احاطہ عقل میں سما سکتے ایسے انکی مزید تصریح میں زیادہ تر اندیشہ گمراہی کا تھا بہر حال مدارِ حکم و متشابہ کا اوپر اتنا زار باب عقولِ کاملہ کے ہر اور معمولی سمجھ کے آدمیوں کے لیے تو ممکن ہے کہ بعض محکم آیتیں بھی بہ شکل متشابہ دکھائی دیں۔ سیدھا راستہ متوسط الفہم مسلمانوں کے لیے یہی ہے کہ متشابہ آیتوں پر اجمالاً ایمان لائیں اور حل معانی کے شوق میں پڑنے کے لیے خیالات کو زیادہ تاریک نہ بنائیں اعلیٰ درجہ کے دانشمندان کی حالت دوسری ہے وہ اگر بصورتِ حل معانی کی طرف توجہ کرتے ہیں تو بھی ان کے پاؤں جادہ مستقیم سے نہیں ڈگمگاتے انکی دقیقہ سنجی و پچسپ مضمون پرستی ہے مگر کبھی بھی متشابہ اور محکم آیتوں کا تفرقہ ان کے پیش نظر رہتا ہے اگلے زمانے کے بڑے بڑے محتاط عقلمند بھی باوجود استعدادِ تاویل ایمانِ اجمالی پر قناعت کرتے اور پُرخطر راستہ پر چلنے کی جرأت نہیں دکھاتے تھے چنانچہ مالک بن انس سے کسی نے فقرہ اَلْوَحْمَنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کے

مطلب پوچھے آپ نے فرمایا اَلَا سَتَوْا مَعْلُومًا وَالْكَيْفِيَّةُ مَحْصُولَةٌ وَلَا يَمَانُ بِهِ  
 واجب والسؤال عنه بدلالة استواء کے معنی لغت میں استقرار کے ہیں اور استقرار کو  
 بظاہر جسمیت لازم ہے حالانکہ خدا کی ذات کہ ورت جسمانی سے منزہ اور پاک ہے سوال کا  
 جواب آسان تھا کہ محاورہ عرب میں لفظ استواء بمعنی غلبہ کے بھی آیا ہے اور وہی معنی  
 اس موقع میں چسپان ہیں لیکن ایسے تعین کی سند ہر گاہ حدیثوں میں پائی نہیں گئی  
 اسلئے اس محتاط عالم نے اپنی طرف سے تعین معنی کی جرأت نہیں کی بلکہ سوال  
 کو بھی جدت طبعی کا غیر محمود شرہ قرار دیا۔ یہ بزرگ علم حدیث اور فقہ و دین کے امام ہیں۔  
 امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ مالک بن نجیم العلماء ہیں اور بعد قرآن کے انکی کتاب موطا سے  
 زیادہ صحیح دوسری کتاب نہیں ہے لیکن باوجود جلالت قدر اتنے بلا و ب تھے کہ میرے شریعت  
 میں کبھی کسی جانور پر سوار نہیں ہوئے اور ایک مرتبہ وقت روایت حدیث کے بچھونے  
 متواتر ڈنک مائے لیکن آپ نے نہ روایت حدیث کو قطع کیا اور نہ اس عرصہ میں کسی  
 قسم کی لغزش بیان میں ظاہر ہونے پائی۔

غیر ضروری مباحث میں پھیلون نے دائرہ نفاق کو کیونکر بڑھالیا اسکی ایک جرسبتہ  
 مثال یہ ہے کہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ قرآن مخلوق ہے یا قدیم  
 بعضوں نے اسکو مخلوق کہا بعضوں نے سکوت کیا اور اکثروں نے قدیم سمجھا۔ سو اتفاق  
 سے امامون الرشید نے یہ رائے قائم کر لی کہ قرآن مخلوق ہے اور جو لوگ اسکے حدوث کا

استواء کے معنی معلوم ہیں اسکی کیفیت غیر معلوم ہے ایمان لانا اسپر واجب ہے اور اسکے معنی سے سوال کرنا بدعت ہے

اعتقاد نہیں رکھتے دائرہ اسلام سے خارج ہیں چنانچہ اُس نے بڑے بڑے نامور عالموں پر ارتداد کی تہمت لگائی اور انکی جان و آبرو کا دشمن بن بیٹھا اب میں بالاختصار اس بحث کی حقیقت کو تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ ناظرین سمجھ لیں کہ تھوڑی سی بات کا بڑھالینا اور مذہب کے اوٹ میں طبعی جدت کا تماشا دکھانا اگلے مسلمانوں نے اپنی تفریح کا ایک بیہودہ شغل بنا لیا تھا جسکا اثر رفتہ رفتہ یہ پیدا ہوا کہ جماعت کا اتفاق ٹوٹ گیا اور وہ مذہب جو دوسروں کو حُسن اخلاق کے ضوابط سکھا رہا تھا خود بد اخلاقیوں میں اُبھج گیا۔

## خلاصہ بحث

قرآن اور حدیث میں اسطرح کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے کہ قرآن مخلوق ہے یا قدیم لیکن حسب طرہ دیگر حقائق اشیا کی تفتیش دنیا میں کیجاتی ہے اگر حقیقت قرآنی کی بھی جستجو کیجاتی ہے تو اسکا عقلی نتیجہ یہ ہے کہ اگر قرآن کے لفظ سے خدا کا کلام جو اسکی صفت کمالیہ میں شمار کیا جاتا ہے مراد ہو تو وہ ضرور قدیم بلکہ عین ذات پاک ہے اور اگر اس لفظ سے وہ جزو الفاظ مراد ہیں جنکو ہم لوگ لکھتے اور پڑھتے ہیں اور جنکے اوٹ میں خدا کی صفت تکلم نے اپنا جلوہ دکھایا تھا تو وہ بلا کسی اشتباہ کے حادث اور مخلوق ہے اگر اگلے مقدس ہزرگوں کا علم قرآن اور حدیث پر محدود تھا اور وہ اس حد سے خود بھی کلنا گوارا نہیں کرتے تھے اسلئے اگر ان کے ذہن نے اس تفرقہ تک رسائی نہیں کی تو کیا تعجب ہے لیکن ادھورے



فلسفی مامون الرشید کو بھی غالباً اس تفرقہ کا امتیاز نہیں ہوا تھا ورنہ اگر وہ سنجیدہ طرز پر اس تفریق کو پسلبک کے سامنے پیش کرتا تو شاید زیادہ اختلاف نہوتا اور یہ نزاع لفظی باسانی طے ہو جاتی ہاں بعض محتاط پھر بھی یہی کہتے کہ جس عقدہ کو قرآن اور حدیث نے نہیں کھولا اُسکا حل عقل کی انگلیوں سے کرنا داخل بدعت ہے۔ بہ لحاظ اپنی احتیاط کے ایسے بزرگوار لائق عظمت تھے لیکن عظمت درکنار یہ ضدی خلیفہ ان غریبوں سے اُچھ پڑا کسیکو فرشتی کہا کسی کو خائن کسی کو مشرک بتایا کسی کو جاہل غرض جو کچھ مُنہ میں آیا کہتا گیا اُنھیں مظلوموں میں بھیجی بن عبد الرحمن العمری ایک فاروقی النسب زاہد تھے جنگی شان میں سرست بادہ سُخت نے یہ نہر ملا فقہر اُگلا اما الیچی العمری فان کان من ولدا عمر بن الخطاب فجوابہ معروف اس ریمارک میں صرف یحییٰ کے نسب پر شبہ ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ اُنکے اُس جد بزرگوار پر عہد اُتاریض کی گئی جسکی اُلو العزى کے صفہ میں بے ادب قائل کو قصور و کسری کے مالک پر عزت حکومت حاصل ہوئی تھی اور وہ قصر بغداد میں فلسفہ یونان کا دفتر کھول سکا تھا۔ امام احمد بن حنبل بہ جرم انکار عقیدہ مامونی پابند سلاسل دربار خلافت کو روانہ کیے گئے لیکن اُنکے پہونچنے کے پہلے مامون کی گرفتاری کا حکمنامہ عالم بالا سے پہونچ گیا اور وہ داعی اجل کو لبیک کہتا دنیا سے چل بسا مامون الرشید کو خلق قرآن پر ایسا اصرار شاید اسوجہ سے ہوا ہو کہ امین الرشید اُسکا حریف حدوث قرآن کا منکر تھا لیکن زیادہ قویٰ قیاس یہ وجہ ہو کہ اس خلیفہ کی طبیعت خود پسند

۱۲ لیکن یحییٰ عمری اگر اُلا دجین خطاب سے ہو تو اُسکا جواب معروف ہے ۱۲

واقع ہوئی تھی دنیاوی حکومت تو اس نے بھائی کو مار کے حاصل کر لی لیکن تمام عمر اس  
 شوق میں مبتلا رہا کہ معاملات مذہب میں بھی اُسکا تفوق اسلامی دنیا تسلیم کر لے چنانچہ  
 ایک مرتبہ کسی محدث نے کوئی حدیث اُس سے سُن کے روایت کی خلیفہ نے  
 حوصلہ افزائی کی غرض سے دس ہزار درہم اُسکے حوالہ کیے تاکہ عام اہل اسلام اور بالخصوص  
 بنی ہاشم حق پسندی کے معتقد بن جائیں اُس نے امام علی الرضا کو اپنا ولیعہد متار دیا  
 لیکن علوی جماعت اس کارروائی پر بدین حجت معترض رہی۔

خیرہ سرزمین کہ درجائیتِ عہد بادشہ را بد ولایتِ عہد

بنی عباس اُسکو پہلے ہی سے ناپسند کرتے تھے اب کچھ اور زیادہ بگڑ گئے اور آخر کار  
 جیسا کہ کہا جاتا ہے (واللہ اعلم بالصواب) مضطرب الخیال خلیفہ نے برگزیدہ  
 دو دہان مرتضوی کو زہر دیکے ہلاک کیا چنانچہ غالبؒ بھلوی فرماتے ہیں۔

در خلافتِ خلافت از رہ کین بود چون کشتنِ امام ضرور

عاقبت میزبانِ همان کش خواجم از ہر داد درانگور

اگر یہ موت طبعی رہی ہو تو اتفاق وقت پر سخت تعجب ہوتا ہو کہ امام علیہ السلام نے سفر  
 میں بمقام طوس پہنچ کے انتقال فرمایا اور جدت پسند خلیفہ کو یہ موقع ہاتھ آگیا کہ  
 ہارون الرشید کے لحین اُس مقدس جسد کو بدین امید لٹا دی کہ باپ کی روح بیٹے  
 کی حُسن تدبیر سے استفادہ برکات اخروی کر سکے چنانچہ اُس مضحک تدبیر کی سفاکی  
 کو ایک عربی شاعر نے کیا خوب ظاہر کیا ہے۔

مَا يَنْفَعُ الرَّجْسَ مِنْ قُرْبٍ لَكَ وَلَا عَمَلُكَ يَلْقَىٰ الْقُرْبَ الرَّجْسِ مِنْ حَمَلٍ  
 بعد اس کر توت کے بقیر اطمینت نے ایک اکر روٹ لی اور تب حکم اس عقیدہ کو تسلیم کرنا  
 چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فضل تھے اور یہ حکم بھی صادر کیا کہ معاویہ بن  
 سفیان کو جو کوئی اچھا کہے وہ واجب القتل ہے ہر حال یہ اسلامی حکومت جو درحقیقت  
 مذہب اور اہل مذہب کے لیے بلائے جان تھی ایسی ہی مشاغل میں کٹ گئی پیشوا  
 مذہب تسلیم کرنا تو بڑی بات ہے آج تک شیعہ اور سنی دونوں اسلامی فرقے مامون الرشید  
 کے ان چھچھوٹے خیالات پر نفرت کرتے ہیں۔

مامون الرشید کے بعد خلق قرآن کے مسئلہ پر معصم بالمد نے اور بھی زور دیا  
 امام احمد بن حنبل پر بار پڑی اور بہت سے علمائے اسلام بیدریغ طعمہ دھنگ اجل کر دیے  
 گئے معصم کے بعد واثق بالمد بھی بدری روش پر چلا اسکے روبرو ایک مقدس شیخ الحدیث  
 زنجیرون میں جکڑے حاضر کیے گئے جن پر یہی الزام تھا کہ قرآن کو مخلوق نہیں کہتے  
 اس بزرگ نے دلیری کے ساتھ سوال کیا کہ کیا رسول اللہ اس عقیدے سے وقت  
 تھے اور مسلمانوں کو اسکی تعلیم نہیں دی یا یہ کہ ان کو خود اس عقیدے سے واقفیت حاصل  
 نہیں تھی؟ جواب دیا گیا کہ واقف ضرور تھے لیکن دوسروں کو تعلیم نہیں تھی اس  
 جواب کو سن کے شیخ نے خلیفہ کو سمجھایا کہ جب پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو تعلیم نہیں  
 دی تو کیا تمکو اتنی گنجائش نہیں ہے کہ سکوت کرو اور مہندگان خدا کو یوں نہ ستاؤ۔

لے ناپاک کو پاک کی نزدیکی سے کچھ نفع نہیں پہونچتا اور نہ۔ پاک کو ناپاک کی نزدیکی سے کچھ ضرر پہونچتا ہے ۱۲

بات مقول تھی اور اثنی مامون کا ایسا جتنی نہ تھا اس لیے کلمہ حق نے اپنا اثر دکھایا اور خلق خدا اُس مصیبت سے چھوٹی جس میں برسوں مبتلا رکھی گئی تھی۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ زوالِ دولِ اسلامیہ کا اگر اثر مذہبِ اسلام پر بھی پڑ گیا لیکن یہ خیال حقیقت سے بنیاد ہی بعد خلافت راشدہ اکثر اسلامی حکومتیں جو دنیا میں قائم ہوئیں انکی بدولت مسلمانوں کو قومی اعزاز ضرور حاصل تھا لیکن مذہب نے بمقابلہ نقصان کے اُن سے بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ دنیا دار فرمان روا جو شرفِ نفسانی میں عموماً بد اخلاقیوں کا ارتکاب کرتے رہے اور اُن میں بعضوں کو یہ شوق بھی دامگیر رہا کہ دنیاوی اغراض کو مذہبی پیرایہ میں پکڑ کے روبرو پیش کریں اس سہیودہ پالیسی نے اُن لوگوں کو تو نیک نام نہیں کیا لیکن غیروں کی نگاہ میں مذہبِ اسلام کی بہت کچھ تحقیر ہوئی۔ اربابِ حکومت کی بد اخلاقیوں بوجہ اتحادِ مذہبِ عام مسلمانوں میں پھیل گئیں رفتہ رفتہ تمام قوم مذہبی روشن ضمیری کو چھوڑ بیٹھی اور اب اسلامی دنیا اُس رنگ میں ڈوبی نظر آ رہی ہے جس کو دوست و دشمن دونوں ناپسند کرتے ہیں۔ دولتِ عباسیہ کا عہد مسلمانوں کے اقبال کا زمانہ کہا جاتا ہے لیکن جو تاریخی تذکرہ تحریر کیا گیا اس کو دیکھ کے ہر دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ خلفاء وقت مذہب پر کیسے ستم توڑ رہے تھے اور حق یہ ہے کہ علمائے باعمل کی جیسی پروریزی مامون کے زمانہ میں ہوئی اس کا نشان بھی انگریزی حکومت میں دیکھا نہیں گیا اور نہ معصوم کی سی ایذا رسانیوں کا تذکرہ کسی شایستہ گورنمنٹ کی نسبت اس دور میں سنا جاتا ہے۔ خاص وجہ ان خرابیوں کی یہ تھی کہ اگلے فرمانِ واؤن کی شخصی حکومت

اپنی کارروائیوں میں آزاد تھی اکثروں کو خدا کا ڈر مذہب کا پاس نہ تھا اگر اسی کے ساتھ  
 اپنے تئیں مستحق جانتے تھے کہ مذہب پر بھی فرمان روائی کریں اور اپنے خیال کے ساتھ  
 کرہ شریعت کو گردشِ شیتے رہیں۔ حال کی شائستہ گورنمنٹ ہند فرمان روائی میں  
 قانون عدالت کی پابند ہوا درہت بڑی خوبی یہ ہو کہ وہ دنیاوی معاملات سے سروکار  
 رکھتی ہو اور مذہب پر کسی قسم کی حکومت نہیں جتانی۔ مغلی حکومت کا شمار اسلامی حکومتوں  
 میں تھا جسکو مٹے ہوئے ایک صدی سے زیادہ زمانہ گزر گیا یہ سچ ہو کہ اُس کے ساتھ  
 مسلمانوں کی دولت مند ہی بھی ہندوستان سے رخصت ہوئی لیکن خدا کا شکر ہو کہ مذہب  
 پر اُسکا کچھ بھی خراب اثر نہیں پڑا بلکہ اُسکے حق میں آزادی کی معتدل ہو اور زیادہ سازگار  
 ثابت ہوئی۔ آجکل دیہ بدیہ مسائل شرعی کی اشاعت ہو رہی ہو و دینیات کا علم بہرط  
 پھیل رہا ہو پہلے اسلام کی خوبیوں کا اعتقاد زیادہ تر تقلیدی تھا اور اب وہ قلوب پر  
 استدلالاً قبضہ کرتا جاتا ہو ذاتی طور پر انگریزی گورنمنٹ عیسائیوں کے فرقہ پرست  
 میں شامل ہو لیکن بصیغہ ملک داری وہ جملہ مذاہب کی حمایت یکساں طور پر کرتی ہو یہ کی  
 بلند خیالی کی برکتیں ہیں کہ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کی تائید میں آزادانہ تقریر و تحریر کا اُس حد  
 تک مجاز ہو کہ دوسرے فرقوں کی ناجائز دل شکنی نہ ہو اور نظام امن میں فتور نہ پڑے  
 بے تعصبی کی اس سے زیادہ کونسی دچمپ نظیر ہو سکتی ہو کہ خاص خطہ انگلستان میں  
 لیورپول کے چند موروثی عیسائیوں نے اپنی روشن ضمیری سے اسلام قبول کیا  
 لیکن حکومت کو اُنکے خیالات میں بھی دست اندازی کی رغبت پیدا نہیں ہوئی چنانچہ

انگلش گورنمنٹ کی بے تعصبی

ان سعادت مندوں کی جماعت روز بروز ترقی کر رہی ہو اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ اسلام کی خوبیاں حق پسند انگلش قوم کے دلنشین ہوں اور انگلستان کی سرزمین حبیط دنیاوی اقبال سے بہرہ مند ہو اسید طرح بہ توفیق الہی دینی دولت سے بھی مالا مال ہو جائے اسلام کے بدخواہ سرسام خداد سے متاثر ہو کے طرح طرح کی پیشین گوئیاں اُسکے سخطاط کی متعلق کر رہے ہیں اور غالباً انکے دماغ میں یہ خبط سا گیا ہو کہ دنیاوی تنزل کی خبریں مسلمانوں کو دینی ترقیات سے بھی روک دین گی۔ لیکن ایسے دوران نشیون کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسلامی جماعت کسی دنیاوی فائدہ کی امید میں مذہب اسلام کی پیروی نہیں ہو بلکہ وہ دنیا کی بے ثباتی و عبرت کی نگاہوں سے دیکھتی ہو اور محض اعتقاد معاد نے منافع آخرت کے لیے اُسکو حضرت اسلام کا والد و شیدائنا دیا ہو اسلامی حکومتیں مٹ جائیں قومی اعزاز یا مال حوادث ہو افلاس کی نکتبت نان شبینہ کا محتاج کرنے لیکن جب تک دنیا میں بعد الموت بقائے روح کا عقیدہ موجود ہو اُسوقت تک صلی اسلام کو لغزش نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر یہ عقیدہ فراموش ہو تو اسلام پر منحصر نہیں کرے ارض سے تمام مذاہب مشہورہ کے پائون اُکھڑ جائیں گے ایسا ایک زمانہ ضرور آنے والا ہو لیکن اُس دورہ فکلی میں خود عالم حوادث بھی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کے بستر موت پر سکیان لیتا اور لمبی لمبی سانس بھر کے دم توڑتا ہو گا۔

فائدہ

مدتوں کے بعد تجربہ نے آئینہ عقل پر پالش کی امن کی خوبیاں ارباب حکومت کے ذہن نشین ہوئیں جس نے ذرائع سفر آسان کر دیے جسکی بدولت بنی نوع انسان کو یہ عمدہ موقع مل گیا کہ ہجمنسون سے تبادلات خیالات کریں اور ایک دوسرے کے حقائق اعتقادی اور روش علمی پر مطلع ہو کے خود اپنے اعمال اور اعتقادات کا اُن سے مقابلہ کر سکیں۔ ان دنوں مذہبی مجالس میں یہ عام شکایت پھیلی ہوئی ہے کہ کلجک کے اثر سے اگلی بندشیں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں لیکن درحقیقت کلجک بے تصور ہے عقلی جودت آہستہ آہستہ اوہام و تعصب کو مٹاتی جاتی ہے اور اسی جودت کی حمایت میں قانون عقلی اپنی عملداری بڑھا رہا ہے۔ یہ قانون بہت پُرانا ہے اور فطرت کے ساتھ عالم وجود میں آیا لیکن جہالت و تعصب دنیا میں اُسکے حریف بن گئے اور ان دنوں نے اُسکے نفاذ میں سخت مزاحمتیں پیدا کیں کبھی کبھی تو اُسکو اتنا حقیر کر دیا تھا کہ مسی درباروں میں آنے جانے کی بھی اجازت نہ تھی لیکن اب دول یورپ کی طرح اُس کا ستارہ اقبال بھی عروج پر ہے اپنے دشمنوں کو ہر قدم پر شکست دے رہا ہے وہ باوجود ایسی کامیابیوں کے خود بھی قانون الہی کا معتقد ہے لیکن انسانی دستکاریوں نے جو کچھ اضافہ کیا ہے اُسکا سخت دشمن ہے سادہ طبیعت پیروان ملت جننا چاہیں سر مٹھیں گردش فلکی کو گالیان دین مگر قانون عقلی کی فیروزمندی مصنوعی ضمیموں کو قانون الہی سے جدا کر دیگی اور اُسی کے ساتھ جب تک خود بے راہ نہ ہو سچے اور اصلی قانون الہی کے ساتھ ملے گی نیا دنیا کا قائم رہیں گی۔ اسلامی قانون حلقہ عقلی کا ایک چمکیلا دائرہ ہے قانون عقلی

عقل کی آویزش ساتھ اہم و نصیب

مصنوعی ضوابط کے مٹانے میں کامیاب ہوا کرے لیکن قانون اسلام اُسکی دست برد سے محفوظ ہے بلکہ سچ پوچھو تو اس عقلی دور میں اُسکا خدا دُجسُن اور بھی زیادہ پیارا نظر آتا ہے اور اُسکے جمال باکمال کے نئے نئے شیدائی پیدا ہوتے جاتے ہیں۔  
 نہ کچھ شوخی چلی باد صبا کی      بگڑنے میں بھی نہ لٹ کی بنا کی

## تنبیہ

برگزیدہ مسلمانوں کی التجا اپنے پروردگار سے یہ تھی۔ رَبَّنَا اِنَّا فِی الدُّنْیَا  
 حَسَنَةٌ وَّا فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقَدْ اَلَمْنَاكَ النَّارُ (پارہ ۲ سورۃ البقرہ کوع ۲۵)  
 اور راہ سے بھٹکی ہوئی جماعت کا تذکرہ قرآن پاک میں ان الفاظ کے ساتھ ہوا ہے۔  
 ضَلُّبْتُمْ عَلٰی سُبُلِ الدِّیَالَةِ وَالْمَسْكَنَةِ وَاَبَیْ الْعُصْبِیِّ مِّنَ اللّٰهِ — (پارہ ۱)  
 سورۃ البقرہ کوع ۷)

ہر دشمن اندازہ کر سکتا ہے کہ افلاس کا دن کیسا تاریک اور محتاجی کی بات کتنی بھاری  
 ہوتی ہے چنانچہ بغرض تشکین ایسے کم نصیبوں کے جو بلاے افلاس میں مجبوراً پھنس  
 گئے ہوں پیغمبر علیہ السلام نے بار بار ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگوں کو حالت موجودہ پر صبر  
 کرنا چاہیے عادل بعدیل محرومی دنیا کے معاوضہ میں اُنکو عالم علوی کی برکات سے

۱۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں برکت دے اور آخرت میں برکت دے اور ہم کو خدا پر خیر سے بچا دے

۲۔ اُن پر دولت اور محتاجی چھا گئی اور خدا کے غضب کو کمال دے

حسنت دنیوی کی طلب



بہرہ مند کر گیا۔ افسوس ہے کہ بہت خیال مسلمانوں نے اُس پاکیزہ دل ہی کی تعبیر غلط کی اور بہت کمزور نے یہ معنی لگائے کہ خود اپنے ہاتھوں سے سامانِ افلاس کا میا کر لینا بھی ذریعہ حصولِ سعادتِ اخروی ہے۔ تاریخین شاہد ہیں کہ اگلے مسلمان تحصیلِ مال میں مساعی جلیلہ کو صرف کرتے تھے لیکن انکی دو ملتندی نفس پروری کے لیے نہ تھی بلکہ مسکینوں کی پرورش اور رفاہ عام کے کاموں میں دینی و مکتوبات کو یہ لوگ بیدریغ لگا دیتے تھے بے سمجھ دیکھنے والوں نے سمجھ لیا ہو کہ بھولے بھالے دو ملتند گارھی کمائی کا ثمرہ برباد کر رہے ہیں لیکن درحقیقت وہ دورانِ لیش کفایت شعائے اپنا مال خدا کے خزانہ میں جمع کر گئے اور آج اُس دولت دنیا کی بدولت آسمانی بادشاہت میں چین کر رہے ہیں۔ عزیزو۔ سفیان ثوری کا نام اور اُنکے علم و کمال اور زہد و تقویٰ کی حکایتیں سننے سنی ہیں اُنکے مواظ و لیدیر کے یہ چند فقرے دیکھ لو اور اُن سے سبق حاصل کرو۔

## حدیث

سفیان ثوری نے فرمایا کہ اگلے زمانہ میں مال کمزور سمجھا جاتا تھا مگر اب وہ مومنوں کی سپر ہے اگر دینار نہوں تو اُمراہم لوگوں کو حقیر سمجھیں پس جسکے پاس کچھ زہد ہو چاہیے کماسکی

عَنْ سَفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ قِيَمًا مَضْرُوبَةً فَلَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تَرَسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْلَا هَذِهِ الدَّنَانِيرُ لَقُنْدَلُ بَنَّا مُؤَلَّاءِ الْمُلُوكِ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِي يَدِهِ

اصلاح کرے (یعنی بڑھائے اور حفاظت کرے)  
 کیونکہ ایسا زمانہ ہے کہ ارباب احتیاج پہلے دین فرموشی  
 کرتے ہیں۔ حلال مال کی یہ شان نہیں کہ بیہودہ  
 خرچ کیا جائے۔

مِنْ هَذَا شَيْءٌ فَلْيَصِلْهُ فَإِنَّهُ زَمَانٌ لِّإِنْ  
 اخْتَابَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ يَبْدُلُ دِينَهُ  
 وَقَالَ الْكَلَالُ لَا يَخْتَلُ السَّدَفُ  
 (مرواۃ فی شرح المسدہ)

ناظرین رسالہ ہذا کو اگر مجالس عظیمین شرکت کی عزت حاصل ہوئی ہو تو سوچ بتائیں کہ سولے  
 معمولی احکام شرعی اور اکثر کرم فقہروں کے جن سے اختلاف کی آگ زیادہ بھڑک جائے  
 کسی بزرگ نے مالی حالت کے متعلق بھی کوئی تقریر کی تھی غالباً اس سوال کا جواب  
 یہی ہو گا کہ کبھی نہیں یا شاید و نادور۔ اس خصوص میں اگر مولانا سے نیاز مندانہ شکایت  
 کی جائے تو شکایت کرنے والے سے ایسے اُبھڑ پڑیں کہ اُس غریب کو اپنی جان چھوڑنا  
 دشوار ہو۔ اگر عرض کرو حضور کو یہ غیظ و غضب کیوں ہو تو ارشاد ہو گا کہ ہم خدا والوں کی  
 شان نہیں ہے کہ دنیاوی مصلح پر اپنی مقدس توجہ مبذول کریں۔ اب اُن سے کون  
 پوچھے کہ آپ نیپال کی ترائی میں دورہ کرنے کیوں نہیں جاتے اور انھیں آباد اور  
 زرخیز ممالک کو اپنے قدم سے ہر سال کیوں پامال کر رہے ہیں۔ غریب مسلمانوں نے  
 جو کچھ نذر کیا اُس کا حساب تو دیجیے کہ کس قدر اشاعت دین میں صرف ہوا اور کس قدر  
 جناب کے راحت پسند عیال چٹ کر گئے۔ **سفیان ثوری** زیادہ نہیں تو  
 غالباً آپ کے برابر پرہیزگار رہے ہوں گے انکی شان میں ایسی ہدایت کیا بٹہ  
 لگا جو آپ کے نقد تقویٰ کو لگ جاتا۔ بالفرض اگر کوئی ثوری دل یہ لگتے ہوئے فقرے

اگر زارش کرے تو جواب سوال نادر و شدت غضب میں کوئی دقیقہ گزارش کرنے والے  
 کی ذاتی تحقیر کا فرو گذاشت نہیں کیا جائے گا۔ الحاصل اکثر اسلامی و اعظون کی یہی  
 حالت زار ہے۔ حق پرست عالم جو اسلامی روشن ضمیری سے بہرہ مند ہوں بہت  
 تھوڑے سگئے ہیں اور خود غرضوں کے غوغاے بے معنی میں انکی آواز تک سنائی  
 نہیں دیتی۔ آپس کے جھگڑوں نے مسلمانوں کو تھکا دیا حکومت کا نشہ بھی کچھ رنگ  
 لایا بغرض کچھ ایسے سوئے کہ تن میں کی سُدھ بدھ نہ رہی خدا سید احمد خان دہلوی کی  
 قبر کو اپنی رحمتوں سے بھر دے وہ کسی طرح جاگ اٹھے روکے ڈپٹ کے چنچ کے چلا  
 اور وں کو بھی جگانا چاہا سوئے والوں کو خیر خواہ اور بد خواہ کا امتیاز کب تھا دہلوی  
 کی حالت میں اُسی بیچاے سے اُبھجھ گئے عرصہ تک یہی تماشا ہوا کیا آخر سید مرحوم  
 نے اگر بہتوں کو جگایا نہیں تو ہندوستانی مسلمانوں کو چونکا ضرور دیا لیکن ستم بالا ستم  
 یہ ہو کہ ہمارے واعظ اب بھی کوشش کر رہے ہیں کہ جاگنے والوں کو سلا میں در سمنے  
 والوں کو قیامت تک اٹھنے نہ دیں در حقیقت یہی طوفان بے امتیازی سخت دُناک  
 ہو اور اگر اُسکی بدولت تمام قوم غبارِ ادا بار میں اٹ جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔  
 دینی عقائد میں مسلمان انگریزوں کے خلاف ہیں اور بالیقین ہمارے عقائد  
 مذہبی ایسے مستحکم اصول پر مبنی ہیں کہ ہم انکی کھچی ہوئی طناب کو ایک انچھ بھی ڈھیلی نہیں  
 کر سکتے لیکن دنیاوی تدبیروں میں اس دشمنند قوم کی تقلید نہ کرنا صرف حماقت نہیں  
 بلکہ ایک طرح کی دیوانگی بھی ہے ایسے یہودہ خیالات کے نتائج ہم لوگ دیکھ رہے ہیں

انکشت گوشت اور زنت اور مسلمان رعیت

اور اگر کاہلی اور ہٹ دھرمی کے یہی لیل و نہار رہے تو کوئی کیا کہے اُسکے کھٹے پھل  
آئندہ نسلیں خود چکھ لیں گی۔ قوم کے لیے شرم کی بات ہے کہ اُسکے مورث کمالات  
دنوی میں اُستاد زمانہ تھے اور اب اُنکو کسی دوسرے سے سبق لینے کی ضرورت  
حاضر ہے لیکن اس بدبختی میں بھی وہ خوش نصیب ہے کہ اُسکو انگلش نیشن کے روبرو  
دست احتیاج دراز کرنا پڑا ہے۔

می شنیدم ز مردم دانا      گر تر بار زمانہ فستکار  
ہمت از مردم کریم طلب      خاک از تودہ کلان بردار

یہ ہنرمند قوم عیسائی مذہب رکھتی ہے اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہیں لکھا ہے اُس زمانہ میں  
جبکہ جان کے لالے پڑ گئے تھے قدیم الاسلام مسلمانوں کو اُسی بادشاہ کے ظل طفت  
میں پناہ ملی جو عیسوی المذہب تھا قرآن پاک میں عیسائیوں کا تعلق مسلمانوں کے  
ساتھ ان خوشگوار لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ وَلَقَدْ نَاكَرُكُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ  
آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا اِنَّا نَصْرِيْكَ ذَلِكَ يَانَ فِينَهُمْ قِيَسِيْنَ وَرُهْبَانَا  
وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (پارہ ۶ سورۃ المائدہ رکوع ۱۱)

دلشمندا صحاب رسول کے جیسے خیالات عیسائیوں کی نسبت تھے وہ  
حدیث ذیل سے ظاہر ہوتے ہیں۔

۱۔ پیغمبر لوگوں میں مودت اہل اسلام سے اُن لوگوں کو قریب پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں  
یہ قریب مودت ایسے ہے کہ اُمین علماء و مشائخ ہیں اور یہ لوگ غور نہیں کرتے ۱۲

## حدیث

عن المستورد القرشي انه قال عند عمرو بن العاص رضي الله تعالى عنه سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول تقوم الساعة و الروم اكثر الناس فقال له عمرو ابصر ما تقول قال اقول ما سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لئن قلت ذاك ان فيهم لخصالا اربعا هم لاحكم الناس عند فتنة واسرعهم افاقة بعد مصيبة و او شكهم كربة بعد فرة و و خيرهم لمسكين و تبيدو ضعيف و خامسة حسنة جميلة و امنعهم من ظلم الملوكة۔ (رواه مسلم)

مستورد قرشی کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن العاص کے روبرو بیان کیا کہ رسول اللہ سے میں نے سنا ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی کہ نصاریٰ سب لوگوں سے زیادہ ہونگے عمر و نے کہا دیکھو کیا کہتے ہو میں نے کہا کہ وہی رسول اللہ سے سنا ہے تب عمر و نے کہا کہ اگر تم یہ کہتے ہو تو درحقیقت نصاریٰ چار صفتوں سے متصف ہیں (۱) مصیبت کے وقت بڑے بردبار ہیں۔ (۲) مصیبت کے بعد سب زیادہ جلد ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ (۳) بھاگنے کے بعد سب پہلے پھر چلے کرتے ہیں۔ (۴) مسکین و یتیم و ضعیف کے لیے دوسرے بہتر ہیں اور پانچویں بڑی عمدہ صفت یہ ہے کہ سب زیادہ بادشاہوں کے ظلم کو دیکھتے ہیں۔

جس قوم کے یہ صفات ہیں اور جسکی شقیقتیں پہلے بھی ہم پر مبذول ہو چکی ہیں انکے بہتر دنیا میں کون قوم ہے جسکو ہم اپنا استاد بنائیں اور اس کے ساتھ نیاز مندانه روا بط بڑھائیں۔ ہمارے یہ پُرانے دوست قبل اسکے بزرگان اسلام کی تربیت میں علی اور اخلاقی فائزے اٹھا چکے ہیں

اسیلے اُنکا فرض ہے کہ مصیبت کے دنوں میں ہماری دستگیری کریں اور حسبِ طرح کچھ مسلمانوں کی تعلیم سے خود بہرہ مند ہوئے تھے اب اپنی تعلیم سے مسلمانوں کو بہرہ مند کریں۔  
 مدین گزیرین کہ نیک خیال انگریزوں نے اپنا دامن تربیت بگڑے ہوئے خاندان کے لیے دراز کر دیا لیکن خود مسلمان اُنکی تربیت سے بھڑکتے رہے اور مانوس اُسوقت ہوئے جبکہ دوڑ چلنے کی ضرورت لاحق ہوئی لیکن دوڑ ناکیسا وہ تو دھیمی چال بھی ٹھیلنے اور ڈھکیلنے سے چلتے ہیں۔ **دوستو** غیرت کو کام میں لاؤ ہمت کا پٹو کا باندھ لو اور دنیا کو دکھا دو کہ ہماری رگوں میں اپنے بزرگوں کا مقدس خون اتنا بڑا ہے اور ہم اپنی کھوئی ہوئی دولت علم و ہنر کو اپنی کوششوں سے پھر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

## تنبیہ

خدیثوں سے پتا چلتا ہے کہ ایک دن آنے والا ہے کہ اسلامی جماعتیں ٹوٹ جائیں اُنکی حکومتیں پامال حوادث ہوں اور اسلام کی برکتیں جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں سمٹ کے طرفِ حرمین کے عود کر جائیں۔

## حدیث

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام شروع ہوا غریب اور جلد پھر غریب

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا اسلام بدع غریبا و سيعود غریبا

اسلام کا آخر انجام دنیا میں

کما بدء وهو یارزین  
المسجدین کما تارر الحیة  
فی حجرها۔ (رواہ مسلم)

ہو جائیگا جیسا کہ شرع میں تھا اور ستم کے درمیان دو  
مسجدوں (مدینہ و مکہ) کے آجائیں گے جیسا کہ سانپ  
ستم کے اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

خبر ہے کہ عراق و شام و مصر سے جو نقد و جنس حجازیوں کو ملتی ہو اُسکا سد باب ہو جائے گا۔  
اور آخر مومنین صادقین کو وہی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں گی جبکہ تحمل ابدی کے زمانہ میں  
بیرون اسلام کر چکے ہوں۔

## حدیث

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم منعت العراق درہم ہا و قفیز  
ومنعت الشام دینار ہا و دینار ہا و منعت  
المصر ادرہم ہا و دینار ہا و عدت  
من حیث بد اتم و عدت من  
حیث بد اتم و عدت من حیث  
بد اتم شہد علی ذلک لحم ابی ہریرۃ  
ودمہ۔ (رواہ مسلم)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے کہ عراق کا لک اپنے درم قفیز روکیگا اور شام  
کا لک اپنے مدی اور دینار کو روکیگا اور مصر کا لک اپنے  
ادب اور دینار کو روکیگا (قفیز اور مدی غلہ کے پیمانے  
بین و راد بھی ۶۴ سیر کا ایک تہائی ہے) اور ہر دو گے  
جیسے آگے تھے اور ہر دو گے تم جیسے آگے تھے اور  
ہو جاؤ گے تم جیسے آگے تھے گواہی دیتا ہوں کہ  
گوشت منخون ابی ہریرہ کا۔

ہر ذی عقل انسان جانتا ہے کہ ایک دن اُسکو مرنا اور حسرت و افسوس کے ساتھ اس سرے فانی کا

چھوڑنا ضرور ہو لیکن مرتے مرتے یہ متبادل سے نہیں جاتی کہ اندک کے مہلت مزید ملے اور  
 جہنستان حیات میں کچھ اور سیر و تماشہ دیکھ لیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ مریض سخت خطرہ میں پڑ گیا  
 عزیزوں نے اُسکی زندگانی سے امید قطع کر لی لیکن ایسی ناامیدی کی حالت میں بتائیں کہ  
 کوئی تدبیر کارگر ہوئی اور بیمار بستر مرگ سے اٹھ کھڑا ہوا پس مقتضائے عقل نہیں ہے کہ ہلک  
 مایوس ہو کے پہلے ہی سے تسلیم کر لیں کہ وقت موعود آگیا اور مسلمانوں کے لیے ایسی شغل  
 بے شغلی بس ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے فناے عالم کا انتظار کریں۔ (س) قرآن کو تو  
 مشہور و قہمائے اسلام بالاتفاق کتاب الہی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ہر فرقہ مجموعہ احادیث کو  
 جو اُسکے پاس ہے خالص ذخیرہ ہدایات نبوی کا بیان کرتا ہے۔ پس آزاد طالب حق متحیر ہو  
 کہ کس مجموعہ کو اپنے اعتقادی و عملی رہنمائی کے لیے منتخب کرے۔ (ج) بعد انقض  
 عہد خلافت راشدہ اور دولت بنی امیہ کے جبکہ اختلاف نے دائرہ اسلام میں چند مضبوط  
 قلعے بنا لیے تھے کتب حدیث کی تالیف شروع ہوئی اور ظاہر ہے کہ اس عرصہ امت میں  
 کتنی جھوٹی حدیثیں اپنے خیال کی تائید میں بنائی گئیں اور کتنی سچی حدیثیں صفحہ خاطر سے  
 محو ہو گئی ہوں گی بہر حال بلند خیال مسلمانوں نے (خدا انکو جرمے خیرے) کوششیں کیں  
 سچی حدیثوں کو چھانٹ کے الگ کیا اور بلحاظ ضعف اور قوت روایت کے اُنکے مدارج  
 بھی لکھ دیے اس چھان بین کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ دنیا کی روایتوں میں حدیث کی روایتیں  
 اعتبار کے پایہ بلند پر پہنچ گئیں اور آئندہ کے لیے دروازہ وضع احادیث کا بند ہو گیا  
 یہ سب کچھ ہوا مگر پھر بھی کہنا مشکل ہے کہ یہ چین کانٹوں سے پاک اور بیباغ کھٹے پھلوں سے



خالی ہو۔ انتخاب کرنے والی جماعتیں مختلف خیال اور جداگانہ مذاق کے ساتھ میدانِ لیفٹ میں آئی تھیں انکے ممبروں نے بے پروائی سے یا بالقصد والا اختیار جو کچھ اچھی یا بُری کارروائیاں کی ہوں انکو خداوندِ عالم الاسرار جانتا ہے لیکن اُن لوگوں نے اپنے معتقدوں کے لیے ایسے مضبوط احاطے جو سد سکندر سے ٹکرا کر اُٹھیں بنا دیے کہ توڑے نہیں ٹوٹتے اور نہ اُنکے خلاف رفا ریشیشن کی کوئی کوشش بچھڑے ہوئے بھائیوں کو بھر ملا سکتی۔

پیشوایانِ ملت جو ان احاطوں کے پاسان ہیں کسی بندہ خدا کو اپنے محدود دائرہ سے نکلنے کی کب صلاح دینے لگے لیکن آزاد طالبِ حق عقل و انصاف کی رہنمائی سے پھر بھی ایک استہ جسکی تصریح ذیل میں کی جاتی ہے اختیار کر سکتا ہے۔ یہ راستہ تعصب و عناد کے فرازد نشیبِ پاک ہے اور جہانِ شک غور کیا جاتا ہے رہروانِ حقیقت کو بے خطر منزلِ مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

قرآن پاک کی بسید کتابِ گنجینہ نصائحِ ہر اُس میں صرف نصیحتیں نہیں ہیں بلکہ نصیحتوں کی توثیق بھی اہم سابقہ کی حکایات سے کی گئی ہے۔ ان حکایات کو دیکھیے تو وہ بار بار معرضِ بیان میں آئی ہیں پس اس وصعتِ بیان پر نظر کر کے عقل سلیم جو تعلیمِ الٰہی کی عظمت کرتی ہو کبھی باور نہیں کر سکتی کہ خدا کی کتاب میں تکرارِ قصص کو تو گنجائش مل گئی مگر ضروری سلسلہ اعتقادات جن پر مدارِ نجات تھا نامکمل رہ گیا الغرض اسلامی معتقدات جن پر نجاتِ اخروی کا مدار ہے صرف اُسی قدر ہیں جو قرآن پاک میں بیان کر دیے گئے اور حق یہ ہے کہ بیاناتِ مجمل کی تفصیل اور بیاناتِ مبہم کی توضیح بھی امرِ زائد ہے جو لوگ تفصیل و توضیح کی جبرأت نہیں کرتے

وہ باادب فرزندِ اسلام ہیں اور جو لوگ بضرورت اسکی جرأت کرتے ہیں انکی سعادتمندان  
 کسی لائقِ تحسین ہیں لیکن دوست اور دشمن دونوں کو باور کرنا چاہیے کہ ایسی جستجو کی محرک  
 حقیقت مسلمانوں کی عقلی جدوت ہو اور مذہب اسلام تاملِ متحصلہ کے خطا و ضواب کا زہر دار  
 نہیں ہر اعتقادی مرحلہ جب اس طرح محدود کر لیا جائے تو اب ضوابطِ عبادات و معاملات کا احتکام  
 پیش نظر آجاتا ہے لیکن مشہور مجاہدِ عجمی احادیث میں جو ضابطہ نشان دیا گیا ہے جو دشمنان  
 اسلام نے اپنے قبائیس و مستنبط کیا ہر اُن کا ما حاصل یہی ہے کہ بندگانِ خدا اپنے خالق کے حضور  
 میں وہ نیاز مندیان پیش کریں جنکی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہو اور ان کا تمدنِ محاسنِ اخلاق  
 سے بہرہ مند اور شرورِ نفسانی سے پاک ہے۔ پس طالبانِ حق نیک نیتی کے ساتھ بہ تحریک  
 اپنے کائنات کے جس ضابطہ پر منجملہ ان اسلامی ضوابط کے کار بند ہوں منزل مقصود  
 ایک پہنچ کے خدا نے چاہا تو سب کے سب نفعِ جنت کا استفادہ کریں گے۔ (س)  
 تیرہ صدیوں کے عرصہ میں دینا نے اپنا رنگ بدل دیا اور بعض شرعی احکام حالتِ موجودہ  
 کے مناسب پائے نہیں جاتے اور یہ بھی ایک وجہ مسلمانوں کے منزلِ قومی کی ہے۔ (ج)  
 اعتقادات اور عبادات کے احکام و نیز وہ مسائل جو حلتِ حرمتِ آداب و اخلاق کے  
 ساتھ تعلق رکھتے ہیں ہرگز حسنِ تمدن کے خلاف نہیں ہیں باقی ہے وہ احکام جو محض  
 دنیاوی معاملات سے متعلق ہیں اُن میں اکثر و نثر کی بنیاد اوپر کے فقہاء اور فیصلہ جات  
 قضات اسلام کے ہو۔ اُن بزرگوں نے نیک نیتی کے ساتھ موافقِ حالتِ زمانے کے  
 اپنی ریلے ظاہر کی تھی اب اگر ذی علم و راست بارِ عقلا سے اہل اسلام موافقِ حالت اپنے

معاملاتِ دنیا اور بعض احکام شرعی

زمانہ کے سابقین کی رسلے میں ترمیم کرین تو بوجہ اس دست اندازی کے اُن پر لازم خلاف ورزی احکام اُسی عائد نہیں ہو سکتا۔ ہاں جن دنیاوی معاملات کے متعلق کوئی صحیح حدیث مروی ہو اُسکا ادب ہر صادق الایمان پر واجب اور لازم ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہادی علیہ السلام کی حکیمانہ رسلے نے اپنے تابعین کو ایک موقع وسعت خود دیدیا ہے۔

## حدیث

عَنْ طَلْحَةَ قَالَ مَرَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْمٍ عَلَى رُؤُسِ النَّخْلِ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءُ فَقَالُوا يَلْقَحُونَهُ يَجْمَعُونَ الذَّكَرَ فِي الْأُنْثَى فَنَلَقَحُهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَظُنُّ عُنِيَ ذَلِكَ شَيْئًا قَالَ فَاحْذَرُوا بِذَلِكَ فَتَرَكُوهُ فَاحْذَرُوا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَنْفَعُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَصْنَعُوا قُلَيْنِي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظُلَامًا سَلَا سَوَاحِدًا وَيَنِي بِالظَّنِّ وَلَكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ اللَّهِ

طلحہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ لوگوں پر گذرنا جو کھجور کے درختوں کے اوپر تھے آپؐ فرمایا یہ لوگ کیا کرتے ہیں لوگوں نے عرض کیا بیوند لگاتے ہیں یعنی نر کو مادہ میں رکھتے ہیں گا بیہ ہو جاتی ہے آپؐ فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ اس کا دوائی میں کوئی فائدہ نہیں ہے یہ خیر ان لوگوں کو پہنچی اور اُنھوں نے بیوند کرنا چھوڑ دیا بعد ازاں حضور کو یہ بات معلوم ہوئی اور آپؐ فرمایا کہ اگر اس کا رروائی میں اُن لوگوں کو فائدہ ہے تو اُسکو عمل میں لائیں میں نے تو ایک خیال ظاہر کیا تھا پس میرے خیال پر مجھے مواخذہ نہ کرو لیکن جب میں اللہ کی طرف سے کوئی

شیئا فکنا وایہ فانی لن الکذب علی اللہ  
عزوجل (رواہ مسلم)

کوئی حکم بیان کروں تو اُس پر عمل کرو کیونکہ میں  
اس پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔

(س) اعتقاد مسئلہ تقدیر نے مسلمانوں کو کابل بنا دیا ہے اور وہ سمجھے ہوئے ہیں کہ جو کچھ ہونی والا  
ہو اُس کا تعین ہمارے وجود سے پہلے ہو چکا ہے اور اب اُس کے خلاف کوئی کوشش کامیاب  
نہیں ہو سکتی۔ (ج) پولوس مقدس نے رومیوں کے موسومہ خطاب میں مسئلہ  
تقدیر کی تشریح کی ہے جس کے چند فقرے اس موقع میں نقل کیے جاتے ہیں۔ اے آدمی تو کون  
ہے کہ خدا سے تکرار کرتا ہے کہ کیا کارگیری کا رگیر سے کہہ سکتی ہے کہ تو نے مجھے ایسا کیوں بنایا کیا

کھار کا مٹی پر اختیار نہیں ہے کہ ایک ہی لونے میں سے ایک برتن عزت کا اور دوسرا  
بے عزتی کا بنائے؟ عیسائیوں کی روز افزون ترقیاں تمام دنیا مشاہدہ کر رہی ہیں  
اگر اعتقادی مسئلہ تقدیر ہارج دنیاوی ترقیات کا ہوتا تو پولوس مقدس کے معتقدوں کو یہ  
اچھے دن کیوں نصیب ہوتے۔ یہ تقریر الزامی ہے اور مسئلہ تقدیر ایسا اہم ہے کہ اُس کے نسبت تحقیقی  
رے ظاہر کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے چنانچہ میں اُس کی تشریح اپنے خیال کے موافق کروں گا  
لیکن قبل ازیں کہ نفس مسئلہ پر اظہار رے کی نوبت آئے چند مقدمات کا ذہن نشین  
کر لینا ضروری ہے۔

## مقدمہ (۱)

یہ تو مسلمانوں میں اختلاف کی بنیاد پر روز وفات پیغمبر علیہ السلام پڑ گئی لیکن ابھی

ان اختلافات نے تبلیغی شکل اختیار نہیں کی تھی کہ واصل ابن عطاء نے ایک اعتقادی سلسلہ میں  
حسن بصری سے اختلاف کیا اور انکی مجلس سے اعتزال (کنارہ) کر کے اپنی جماعت بٹھائی  
شروع کر دی۔ واصل آزاد طبیعت رکھتا تھا عقائد اسلامی میں اسکی مشکوگات یاں پبلک کو  
دبچپ نظر آئیں ایسے اُسکے معتقدوں کا گروہ جسے اُسکے مخالف معتزلہ کہتے ہیں روز بروز  
بڑھتا گیا۔ اس فرقہ کے معتقدات میں فلسفہ کا رنگ لیے ہوئے عقلی جودت موجود تھی  
اُسنے بڑے بڑے متبحر عالم صاحب تصنیف پیدا کیے لیکن معلوم نہیں کہ بعد فروغ اس فرقہ کو  
ایسا انحطاط کیوں ہو گیا کہ اب اُسکے پیرو اسلامی دنیا میں شاذ و نادر پائے جاتے ہیں فرقہ معتزلہ  
کی دیکھا دیکھی دوسروں نے بھی عقل کی خردہ بین سے اعتقادات کی جانچ شروع کی کچھ  
دُنوں کے بعد طبع آزمائی کے لیے یونانی فلسفہ آبیات اور طبیعیات کا پستارہ لیے بغداد  
میں پہونچ گیا پھر تو مسلمانوں نے اُسکی دھجیان اُسکی مقرض سے اُڑا دیں مگر اپنی قبائِل  
میں بھی اُسکے خوشنما لکڑوں کے حاشیے اور گوٹ لگالیے۔ الغرض اس شکل سے موجود  
علم کلام وجود میں آیا جو مقولات کا پہلو لیے ہوئے درحقیقت ایک طرح کا عقلی فلسفہ ہے۔  
ہر گاہ زمانہ کی حالت مقتضی تھی کہ علم کلام کی ایجاد بغرض تائید اسلام کی جائے ایسے  
دانشمند مسلمانوں نے اُسکی تالیف میں عرق ریزیاں کیں اور دنیا کو دکھا دیا کہ عقلی جانچ  
میں بھی اُنکے معتقدات کامل العیار ہیں مگر اس پسندیدہ کاروائی کے ساتھ یہ خرابی بھی پیدا  
ہو گئی کہ مسلمانوں نے تائیدی محبتوں کے نتائج کو نہ ہی معتقدات میں شامل کر دیا جسکی  
بنیاد پر گروہ بندیان ہوئیں اور اب ہر گروہ اُس نتیجہ سے تجاویز کرنا گوارا نہیں کرتا جسکو

اُسکے علمائے سلف نے اخذ کیا تھا لیکن حق یہ ہے کہ عقلی میدان اب تک کھلا ہوا ہر دانشمند کو یہ حق حاصل ہے کہ بقوت استدلال کوئی دوسرا نتیجہ اخذ کرے اور مکتوباتیہ عقائد قرآنی کام میں لائے۔

## مقدمہ (۲)

عقل کی بلند پروازیان ہر چند لائق حیرت ہیں لیکن خدا کی ذات صفات اور اُسکے رموز قدرت کا ٹھیک ٹھیک معلوم کر لینا ادراکی طاقت سے باہر ہے دنیا میں نگہ تون کا فرق اہل بصر پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن کور باد رزاد سمجھانے سے بھی اُس فرق کو ذہن نشین نہیں کر سکتا۔ سیطرح جس باد یہ نشین نے فوٹو گراف کا آلہ نہیں دیکھا اور نہ اُس کے دلکش ترانے سُنے ہیں وہ کبھی باور نہ کر گیا کہ انسانی صوت و صدا اس طور محفوظ کیا جاسکتی ہے کہ جب چاہوں لو۔ پس جب انسانی صنعتوں کے سمجھنے میں یہ دقیقین پیش آتی ہیں تو واجب الوجود کی ذات و صفات اور اُسکے کارخانہ قدرت کے اسرار تک اگر انسان ضعیف البیان کی عقل نہیں پہنچتی تو اُس پر کسی شہمند کو کیوں تعجب ہو خدا کی ہدایت اور عقل کی رہنمائی سے جس قدر پتہ چل گیا وہ انسان کے لیے مایہ نگر ہے لیکن اُس سے زیادہ ترقی کی تمنا ایک ایسی ہوس ہے جو شاید پوری نہیں ہو سکتی۔ الغرض میدان تنگ ہے اور قوت طبعی کے دکھانے والے صرف حلقہ محمد و کے اندر دوڑ دھوپ کر سکتے ہیں۔

## مقدمہ (۳)

مسئلہ تقدیر ایسا پیچیدہ ہو کہ فہم انسانی اُسکے بار دقائے کو بشکل اٹھا سکتی تھی  
ایسی پیغمبر علیہ السلام نے مسلمانوں کو اُس کی بحث کرنے کی ممانعت فرمائی کون نہیں  
جانتا کہ دائرہ حکم سے باہر جانا خلاف شان اطاعت ہو لیکن مخالفوں کے حملے نے  
ہم مسلمانوں کو مجبور کر دیا ہو کہ میدان بحث میں اگر دفاعی کارروائی عمل میں لائیں۔

## مقدمہ (۴)

کارگاہ عالم میں جو نیک بے اعمال ہو رہے ہیں اُنکے ساتھ علم حق۔ ارادہ آتی  
ارادہ انسانی۔ فعل۔ خلق مراد۔ فضل خدا کے تعلقات ہیں اور انھیں تعلقات کے سمجھ لینے  
سے معلوم ہوگا کہ مسئلہ مجزا و سزا کی عا دلانہ اصول پر مبنی ہو اور اپنے افعال کے برتنے  
میں انسان مجبور ہی یا مختار۔

## علم حق

عالم کائنات میں جو کچھ ہوا یا ہو رہا ہو یا آئندہ ہونے والا ہو ان سب پر خدا کا  
علم ازلی حاوی ہو کیونکہ عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسا قادر تو انا جو دوسروں کو دولتِ علم سے  
بہرہ مند کرتا ہو اپنے ملک کے گز سے اور اپنے مالے واقعات سے لاعلم ہو اور کمال

کَمُوبِشٍ مَّأْتَبٍ جَهْلٍ سَآكُودَہٗ یَا یَا جَاءَ قَالِ اللّٰہُ تَعَالٰی وَحِندَہٗ مَفَاتِیْمَ الْغِیْبِ  
 لَا یَعْلَمُہَا اِلَّا اَھْوَاہُ وَیَعْلَمُ مَا فِی الدَّرِیِّ الْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ رَّزْقٍ اِلَّا یَعْلَمُہَا  
 وَلَا حَاجَۃٌ فِی ظُلُمَتِ الْاَرْضِ وَلَا رَظٍ وَلَا یَا یَسِ اِلَّا فِی  
 کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۝ (پارہ ۷ سورہ انفام رکوع ۶)

امام رازی فرماتے ہیں کہ اقرب بالصواب یہ ہے کہ کتاب مبین سے خدا کا علم مراد ہے  
 لیکن بعضوں کا خیال ہے کہ اس لفظ سے لوح محفوظ مقصود ہے جسکی تعبیر ام الکتاب سے  
 بھی ہوئی ہے اور جسکو پروردگار نے قبل تخلیق عالم ایسے مرتب کیا ہے کہ نفاذ علم الہی پر  
 ملائکہ آسمان مطلع ہوں اور جو ش عقیدت کے ساتھ اسکی تقدیس کیا کریں۔ باوجود ایسی  
 وسعت کے یہ علم اُن افعال کی علت تامہ یا ناقصہ نہیں ہے جو ٹھیک علمی علم ازلی کو موافق عالم  
 ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ کتاب طبقات معترکہ بین ابن عمر سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

## حدیث

حدثنی ابی عمر بن الخطاب انہ سمع	مجھ سے کہا میرے باپ نے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے
---------------------------------	---

خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جسکو سوائے اسکے اور کوئی نہیں جانتا وہ جانتا ہے اُن چیزوں کو جو  
 خشکی اور تری میں ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر اسکو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں کا دانہ اور تر و خشک



علم الله فيكم كمثل السماء اظلمتكم  
والارض الذي اظلمتكم فكم لا  
تستطيعون الخروج من السماء  
والارض فكن ذلك لا تستطيعون  
الخروج من علم الله تعالى وكم لا تخجلون السماء والارض  
على الذنوب فكن ذلك لا يخجلون علم الله تعالى اجله  
(نفس كبر تحت آياتك الذين كفروا سواهم عليهم  
سلاسلهم ام لا تحزن ربه لا يؤمنون)

یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے یہ معقول نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ علم الہی ہر چند ممکنات پر حاوی ہے  
لیکن وہ علت افعال قبیحہ نہیں کہا جاسکتا۔ مجھ کو حیرت ہے کہ امام رازی نے اس تفرقہ کو نظر انداز  
کیا اور حدیث کے مضمون پر بقاؤں کی تہمت لگا دی لیکن الحمد للہ کہ دوسرے اسلامی فلسفی  
خواجہ نصیر الدین طوسی عمر خیام کے جواب میں اس تفرقہ کی طرف ایمان کرتے ہیں۔

علم ادلی علت عصیان کردن پیش عقل از غایت جہل بود

دلیل اس لئے کی یہ ہے کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ خدا کا علم اس طور پر حاوی نہیں ہے تو بھی  
افعال کا سلسلہ وقوعی جیسا کہ جاری ہے عفت لاجاری رہیگا اور اگر علت کا تعلق درمیان  
میں ہو تو غیر ممکن ہے کہ بقرض تصور علم کے بقاے سلسلہ افعال کو کوئی دشمنندہ دور کر سکے۔  
مثال اسکی دنیا میں یہ ہے کہ تنہ کسی شخص کے قیافہ یا اسکے گذشتہ کردار خواہ طرز عمل سے

قیاس کر لیا کہ وہ آئندہ ارتکاب سرقر کر لگا پھر جیسا کہ تمہارا قیاس تھا اُسے جرم مذکور کا ارتکاب کیا ایسی حالت میں ہر کس و ناکس تمہاری فطانت اور دور اندیشی کی داد دیگا لیکن کیا دنیا میں ایسے بیوقوف بھی موجود ہیں جو تم کو الزام دین کہ اس جرم کا ارتکاب تمہارے علم اور قیاس کی تحریک سے ہوا ہے۔ (س) علم باری علت نہو لیکن جب خدا جانتا تھا کہ کون شخص ارتکاب افعال قبیحہ کر لگا تو اس نے ایسے کمبخت کو پیدا ہی کیوں کیا۔ (ج) جو مالک الملک اپنے نفاذ قدرت میں آزاد ہوا اُس پر اعتراض جانا کہ اُسے ہمارے خیال کے موافق کارروائی تخلیق کیوں نہیں کی داخل حماقت ہے لیکن یہ پتہ لگانا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے دائرہ الضاف سے باہر ہے یا نہیں ایک عاقلانہ تفتیش ہے اور بندگان خدا کو حق ہے کہ قاضی محشر کی صفت معدلت کو قبل اسکے جان لین کہ خود انکا مقدمہ اُس کے دربار عظمت میں پیش ہو۔ چنانچہ میری بحث کا مقصد صرف اسی قدر ہے کہ اپنے پروردگار کی شان معدلت کو ظاہر کروں جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلِيَ سَاءَ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ

(پارہ ۲۲۴ - سورہ حم السجدہ رکوع ۶)

لِّلْعَبِيدِ

۱۔ جو نیک عمل کرتا ہے اس کا فائدہ خود کے لیے ہے اور جو برا کرتا ہے اس کا وبال اُسی پر ہے اور تمہارا پروردگار نہ دین پر ظلم نہیں کرتا ۲۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ نیک غیر میں نصرت کرنا ظلم ہے اور ہر گاہ عالم کائنات سب خدا ہی کا ہے تو وہ اُس کے ساتھ جو عمل کرے اُس کو ظلم قرار نہیں دے سکتے لیکن میں کہتا ہوں کہ ظلم کے معنی جو کچھ ٹھہراؤ مگر خدا کی شان نہیں ہے کہ وہ مقرر کرنے والوں کو اس ہیبت ناک تقریر سے ساکت کر دے کہ تمہاری قوت کا کوئی مقابل نہیں ہے اور ہمیں خالق کل ہیں اس لیے جس کو چاہتے ہیں بے قصور جہنم میں جلاتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں جہنمستان جنت میں بساتے ہیں اور اگر یہی جواب کافی ہو تو مفسر آن پاک میں کیوں عمل پر مدد عذاب و ثواب بیان کیا جاتا ہے ۱۲

# ارادہ الہی

ارادہ کے معنی خواہش کے ہیں اب اس لفظ سے اگر خدا کی رضا مقصود ہو تو کون ذمی ہویش کہہ سکتا ہو کہ اس کی پاک خواہش اور مقدس رضایسے رذیل (رجہ پر نازل کر سکتی ہو کہ وہ اپنے بندوں کے افعالِ قبیحہ یا اس کے ارتکاب پر ایک منٹ کے لیے بھی رضا مند ہو۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ** (یابرہ ۲۳۔ سورۃ الزمر رکوع ۱)۔

**وَمَا خَلَقْتُ الْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُنِي** (یابرہ ۲۷۔ سورۃ الذین رکوع ۳) اور اگر اس لفظ سے قصد تکوین مراد ہو تو عقلاً صرف یہی ایک خیال قرین صواب ہو کہ وہ ذاتِ پاک باوجود وسعتِ اقتدار اپنے قصد کو افعالِ عباد کے ساتھ خلط ملط ہونے نہیں دیتی کیونکہ وہ جس فعل کا ارادہ کرے غیر ممکن ہو کہ اس کے خلاف جلوہ ظہور میں آئے اور اگر وہ ایسے ارادے کو کام میں لائے تو پھر کوئی عزتِ ثواب کیونچلے یا ذلتِ عقاب کیونچلے۔ بے خدمتِ انعام سے بہرہ مند کر دینا شک نہیں کہ فیاضی کا کام ہو لیکن خود اپنے ارادے سے بے کام لینا اور کسی بے اختیار پر الزام لگا دینا محاسنِ اخلاق سے بعید اور شانِ معدلت سے منزوں دور ہو حالانکہ خداوند عالم خود

خدا اپنے بندوں کا کفر پسند نہیں کرتا ۱۲

ہم نے آدمیوں کو اور جنوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں ۱۲

ارشاد فرماتا ہے۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ تَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ طَوْمًا اللَّهُ يُرِيدُ  
ظُلْمَ الْعَالَمِينَ (پارہ ۴۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

اقسام ظلم میں ایک یہ ہو کہ خود پروردگار اپنے بندوں کو ستائے دوسرا وہ ظلم ہو جسے  
بندے بوجہ ارتکاب معاصی بخوبی اوپر اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ تیسرا وہ ظلم ہو  
جو ایک مخلوق دوسرے مجنس یا غیر مجنس پر کرتا ہو۔ اس آیت کریمہ میں لفظ ظلم  
بشکل نکرہ تحت نفی واقع ہے اس لیے صاف و صریح اُسکے یہ معنی پیدا ہوئے کہ خداوند خدا  
ان اقسامِ ثلثہ میں کسی قسم کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا ہے جو بزرگوار اس واسطے کے  
خلاف صدور افعال نیک بدکارادہ کرنے والا خدا ہی کو سمجھتے ہیں اُنکی نیک نیتی  
پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہو کہ دیگر آیات قرآنی کے معنی لگانے  
میں اُنکو دھوکا ہوا اسلئے اُنکے پانوں اعتقاد جبر کے دل میں پھنس گئے چنانچہ ہم  
تین آیتوں کی تشریح کرتے ہیں جو زیادہ تر اہم خیال کی گئی ہیں **قُلْ اللَّهُ تَعَالَى**  
**خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ**  
**عَظِيمٌ** (پارہ ۱۔ سورہ البقرہ رکوع ۱)

(۱)

خداوند عالم نے اپنے مقاصد کو اُنھیں الفاظ میں ادا کیا ہے جنکے ذریعہ سے انسان اپنے  
مافی الضمیر کا اظہار کیا کرتا ہے۔ اب دیکھیے کہ کبھی ہم ہر اسلئے لگاتے ہیں کہ جس ظرف پر

۱۔ پیغمبرِ ہدایت کی نشان دہی میں جو ہم پر طبع کے کمون سے ہیں اور پروردگار اہل عالم پر کی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا ۱۲

۲۔ اُنکے دلوں پر اور کانوں پر نہ ملنے مگر گدی ہوا اُنکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے اور اُنکے لیے بڑا عذاب ہے ۱۲

وہ لگائی گئی اُس مین سے کوئی چیز نکالی نہ جائے اور نہ دوسری چیز اُس مین شامل ہو سکے  
اگر کافروں کے قلب اور کان پر اس غرض سے مہر لگائی نہیں گئی ہو کیونکہ ایمان نہ مہی  
مگر اُن کے قلب مین تو سیکڑوں باتیں خلور کرتی ہیں اور ہزاروں طرح کی آوازیں اُن کے  
کانوں مین پہنچتی رہتی ہیں پس اگر مہر حفاظت لگائی گئی ہوتی تو ایسے داخل کو بھی گنجائش  
نہ ملتی ہاں کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ یہ مہر صرف واسطے روک ایمان کے لگائی گئی ہو۔

لیکن مین کہوں گا کہ الفاظ مین تو کوئی ایسی تخصیص نہیں ہو اور جب بتائید قرآن دیگر تفسیر  
کرنا ہو تو قرینہ عقلی کیون کام مین نہ لایا جائے جو خدا کی برات اس طرح کے جو رستم سے کرتا  
ہو۔ پھر کبھی باغراض شہادت صفحہ قرطاس پر اور بطور علامت شناخت دوسری چیزوں لگانا  
مہر کا معمولات سے ہو۔ پس یہ قرینہ عقلی و تائید دوسری آیتوں کی کیون ہم نہ کہیں کہ یہ مہر نہایت  
کی ہو اور خود قاضی محشر گواہ ہو کہ کفار اپنے قلب مین بالقصد ایمان کو گھسنے نہیں دیتے اور  
نہ اپنے کانوں مین کلمہ حق کو جگہ دیتے ہیں یا یہ کہ یہ مہر ایسے بطور علامت لگائی گئی ہو کہ  
ملا لگے متعینہ اُن لوگوں کو جو مستوجب عذاب عظیم بوجہ اپنے کردار کے قرار پائے ہیں ایسی علامت

(۲)

سے بچان لین اور اُن کے ساتھ وہ سلوک کریں جسکے وہ مستحق ہیں۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**  
**لَا يَخْشَوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّمَا يَخْشَوْنَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَفْقَهُونَ لَأَنَّمَا عَلَىٰ أَرْسَالِهِمْ لِيُذَادُقُوا**  
**لَأَنَّمَا أَوْكُم عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝**  
(پارہ ۴۔ سورہ آل عمران رکوع ۱۸)

**لہ** جو لوگ اسلام سے انکار کرتے ہیں یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو اُن کو ڈھیلے سے ہے ہیں وہ اُن کے حق مین تہتر جو

ہماری ڈھیلے سے حاصل یہ ہو کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور اُن کے لیے ذلت کا عذاب ہو ۱۲

جو لوگ خدا پر ہمت لگاتے ہیں کہ اُسی کے ارادہ سے افعال قبیحہ کا بھی صدور ہوتا رہتا ہی  
وہ اس آیہ سے اپنے خیال کی سند اُسی وقت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ لام لیذا د و کا واسطے  
علت کے ہو لیکن جب عقلی و نقلی شہادتین معنی علت کی تردید کرتی ہیں تو ہم کو کسی دوسری معنی  
کی تلاش کرنی چاہیے جو بسند محاورہ عرب صحیح ہو لام بغرض اظہار نتیجہ کا عربی محاورہ میں  
کثیر الاستعمال ہے ایسے کیا ضرورت ہے کہ یہ لام لام علت سمجھا جائے اور عاقبت کا لام نہ کہا  
جائے۔ کسی کو دوسری سندوں پر ممکن ہے کہ اطمینان حاصل نہ ہو ایسے میں خود قرآن پاک  
کی آیت ذیل کو بطور سند پیش کرتا ہوں۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَتْ قُطَةُ أُلْ فَوْعُونَ**  
**لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَخَزَنًا** (پارہ ۲۰۔ سورۃ القصص رکوع ۱)

(۳)

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ**  
**يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا** (پارہ ۷۔ سورۃ الانعام رکوع ۳)

اس آیہ کو پڑھ کے خیال کرنا کہ خدا نے بعضوں کو انکار امر حق پر مجبور کر رکھا تھا ایسا خیال  
ہر جسکی تردید عقلاً اور نقلاً دونوں طرح سے ہوتی ہے لہذا صحیح تعبیر یہ ہے کہ ایک طرف پیغمبر خدا  
باغراض حفاظت اپنے ساتھیوں سے گفتگو فرماتے اور دوسری طرف مشرکین مشوہوں  
کی کھوج میں لگے تھے تاکہ تہسیر یوں کو بگاڑ دیں ایسے جہان تک ان مشوہوں کا تعلق تھا

۱۔ مریخی کو فزحون کے گھر والوں نے اٹھایا جسکا نتیجہ یہ تھا کہ وہ اُنکے لیے دشمن اور ذریعہ غم ہو ۱۲

۲۔ بعض مشرک تمھاری طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے اُن کے دلوں پر پڑے ڈال دیے ہیں

اور کاذب میں گرائی پیدا کر دی ہے ۱۲

حافظ حقیقی نے اُنکے قلوب پر پردے ڈال دیے اور کانون میں نقل سماعت پیدا کر دیا تاکہ باتوں کو کم سنہین اور جو کچھ سن لیں اُنکے تہ کو نہ پہنچیں۔ جو رے ظاہر کی گئی اُسکی تردید اور تائید میں بکثرت منقولی اسناد پیش ہو سکتی ہیں لیکن ہر گاہ علاوہ نقل کے عقل بھی اس رے کی مؤید ہو یا سبیلے کچھ شک نہیں کہ تردیدیں سندوں کے کچھ اور مطلب ہیں جبکہ بیان محقق مفسرون نے کر بھی دیا ہے۔

آیات مذکورہ بالا اور اُنکی ہمشکل آیتوں کے اگر وہی معنی لیے جائیں جنکو ہم نے مخالف لگاتے ہیں تو بھی سب اعتراضوں کا معقول اور اسلم جواب یہ ہے کہ جب انسان عناداً طرق حق سے روگردانی کرتا ہے تو کبھی بطور سزا کے اسی دنیا میں اُسکے اختیارات کی قوت گھٹا دی جاتی ہے اور وہ خدا شناسی کی دولت کو حاصل نہیں کر سکتا پس جس طرح عذاب اخروی ناقابل اعتراض ہے اُسی طرح یہ دنیا کی محرومی جو حقیقت اعمال قبیحہ کی سزا ہے کیوں لائق اعتراض ہو۔

## ارادۃ انسانی

مرتعش کا ہاتھ اُسکے خلاف مراد جنبش کرتا ہے اور صحیح الاعضاء موصوہ کی انگلیاں سر مو اُسکے ارادہ سے تجاوز نہ کریں کہ تین نسیم صبح چل رہی ہے سُرخ پھولوں کی پنکھڑیاں سبز درختوں کی ٹہنیاں ہل رہی ہیں عابد سحر خیز بھی بستر خواب سے اٹھا ضابطہ شرعی کے موافق ہاتھ مٹھ دھوئے اور بربل جو مصلیٰ اچھا کے اولے نماز میں نیاز مند نہ

حکمتیں شروع کیں دشمنوں کے ڈھونڈنے میں اگر دقت ہو تو کسی صحرائی سے پوچھ دیکھو وہ بھی ان مختلف حرکات میں جو کچھ مابہ الامتیاز ہے کہ چلے گا اور تم سمجھ لو گے کہ وہ بعض حرکتوں کو اضطراری اور بعضوں کو ارادی قرار دیتا ہے۔ اپنے اعمال روزمرہ پر غور کر کے ہر انسان باور کرتا ہے کہ اُس کے کالبدِ خاکی سے ایک مولہ اٹھتا ہے اور اپنے ہی ارادے سے جو کچھ پسند خاطر ہو کر گذرتا ہے۔

افعال صاحبانِ شعور کی کچھ نہ کچھ غایت ضرور ہوتی ہیں لیکن دورانِ نبشِ سعادتمند اُس فائدہ کی طرف رغبت کرتے ہیں جو مستقل اور اندیشہ مضرت سے پاک ہو اور کوتاہیِ تنگ خیال نفع عاجل کے پھیر میں پڑ کے ایسے ناشایستہ افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جسکے نتیجہ میں اکثر ذمات اٹھانی پڑتی ہے۔ یوں تو خیالی حجتوں کا سلسلہ دراز ہے لیکن کارگاہِ دنیا میں جب ہم خود پسندی ہی نفس کو مرید اور مرشد پاتے ہیں تو پھر حیف ہے کہ بالا ارادہ کام ہم کریں اور کہیں کہ یہ خدا کے ارادہ اور اُسکی مشیت سے کیا گیا ہے سچ یہ ہے کہ قادرِ توانا نے مثل اور قوتوں کے ایک آزاد قوت ارادی بھی انسان کو عطا کی ہے جس پر تکلیف کا دار و مدار ہے اور نیک و بد افعال کے ساتھ اس آزاد ارادہ کی پابندیاں جو مشاہدہ کجائی ہیں وہ نفسِ انسانی کی کارگزاریاں ہیں جسکے صلہ میں کوئی مستوجب عقاب ہوتا ہے اور کوئی مستحق ثواب۔ کہا جاتا ہے کہ جب ارادہ کی نسبت ساتھ حرکت و سکون اور مختلف حرکات کے برابر ہے تو آخر ایک کو دوسرے پر ترجیح کسے دی ہے لیکن ہنسنے قبل ازین مجہِ ترجیح پر اشارہ کر دیا ہے اور اب پھر واضح طور پر بیان کرتے ہیں کہ دنیا کی ہر حرکت و سکون میں



ایک طرح کا نفع ہو اور نفس انسانی میں یہ استعداد رکھی گئی ہو کہ بالطبع کسی خیالی منفعت کی تحریک کو قبول کر لے یعنی اُس سے متاثر ہو کر مغلوب ہو جائے پس ہم واسطے تاثر اُس محرک کے خارجی وجہ ترجیح کیوں تلاش کریں اور کیوں یہ نہ کہیں کہ کسی وجہ محرک سے باختیار خود مغلوب ہو جائے نفس انسانی کی خاصیت ہے جسکو ہم لوگ بدابستہ جانتے اور امتیاز کرتے ہیں۔ جو لوگ سبب محرک کے لیے خارجی وجہ ترجیح تلاش کرتے ہیں اُن سے عجب نہیں کہ میری توضیح کیلئے بھی ایک دوسری توضیح طلب کریں اسلئے میں مقدمہ (۲) کا حوالہ دیتا ہوں اور اُسی کے ساتھ عرض کیے دیتا ہوں کہ اپنی کوتاہ فہمی کا بخار خالق کائنات پر توڑنا اور اُسکو مردِ افعال قبیحہ کہنا ہوشمند سی سے دور اور ادب سے بعید ہے۔

## فصل

ارتکاب اور ارتکاب فعل و عمل کے الفاظ سے وہی حرکات مقصود ہیں جن کو وقتِ عملِ حامل کام میں لاتا اور فاعلِ خیر و شر کہا جاتا ہے یہ حرکت انسان بالاختیار والا ارادہ پذیر یعنی انھیں آلات کے جنھیں قدرت نے عطا کیے ہیں صادر ہوتی ہے لیکن ہر گاہ ان آلات کا ساکن و متحرک کرنا ارادہ کرنے والے کے قبضہ اقتدار میں دیدیا گیا ہے اسلئے صدرِ افعال کی ذمہ داری اُنکے صادر کرنیوالوں پر ہے اور آلات کا عطا کرنے والا الزام سے پاک ہے۔

تمثیلاً فرض کرو کہ نیک خیالِ خدا نے ایک فولادی مقرض بنا دی جس سے جائز اور ناجائز دونوں کام لیے جاسکتے ہیں مزید برآں اُس شخص کو جسکے لیے بنائی گئی

سمجھا بھی دیا کہ ناجائز کام میں استعمال نہ کرے لیکن قابض مقرض نے بدکاریاں شروع کیں اور راہ چلتوں کی جیب کترنے لگا پس ایسی حالت میں وہی بدکار لائق سزا ہوگا اور حد پر کوئی دانشمند الزام نہ دیگا کہ اُس نے کیوں ایسی چیز بنائی تھی جو ارتکاب جرم میں کام آئی۔ (س) اگر حد قطعاً جانتا ہو کہ یہ مقرض جیب تراشی کے کام میں لائی جائیگی تو وہ ضرور لائق الزام ہے اور ہر گاہ خداوند عالم نتیجہ کار کا جاننے والا ہے ایسے اُسکی کارروائی بخصوص عطاے آلات کیوں لائق اعتراض نہو۔ (ج) حد تابع قانون قدرت ہے اسکو استعداد صنعت اس شرط سے بخشی گئی تھی کہ اُس میں بداحتیاطی کی آمیزش نہ کرے لیکن خداوند عالم کی قدرت ایجاد کسی دوسرے کی عطیہ نہیں ہے ایسے کسکو حق ہے کہ اُسکی آزاد قوت کو پابند شرائط کرے اور بوجہ خلاف ورزی شرائط عطا کے اُس پر الزام لگائے پھر گمراہ سے زیادہ گمراہ اُن آلات کو جو دیے گئے کام میں لاتا اور کچھ استعملے کام بھی کرتا ہے پس مقتضائے حکمت نہ تھا کہ یہ آلات عطا نہ کیے جاتے اور کم و بیش کارروائی تیسرا اس نامحمود سیرت کی روک دی جاتی۔

خدا نے ہر قوم کی طرف راہ دکھانے والے بھیجے آسمانی کتاب میں بھی نازل کیں اور سب سے بڑی کتاب میں شد و بد کے ساتھ کبھی شکل خطاب فرماتا ہے کہ کس طرح تم لوگ خدا کا انکار کرتے ہو کہمان پہلے جاتے ہو اور کبھی بصیغہ غائب ارشاد کرتا ہے کہ کیوں تم لوگ ایمان نہیں لاتے اور تذکرہ و نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں پس اگر افعال کا صادر کرنے والا وہی ہے تو کیا وہ اپنے بندوں سے مذاق کرتا ہے اور سلسلہ الزام میں ایسی

باتون کو پیش کرتا ہے جنکو خود اُسی نے اپنے ارادہ سے کیا ہے خداوند کریم تو باوجود قدرت کاملہ کے اہم حجت کرتا آیا ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا دَبَّ بَنَّا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا فِتْنَةً مِّن قَبْلِ أَنْ نَذُولَ وَنَخْزِيَهُمْ**

(پارہ ۱۶- سورہ طہ رکوع ۸۷)

**قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَرْسَلْنَا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔**

(پارہ ۶- سورہ النسا رکوع ۲۳)

پس کیا خدا نہیں جانتا تھا کہ اُسکے کچھ بندے طریقہ استدلال سے واقف ہوں گے اور وقت بڑھے جانے فرد جرم کے عاجزانہ لہجہ میں سہی مگر یہ عذر معقول پیش کر سکیں گے۔ درمیانِ قعدریا تختہ بندم کردہ بود بازمی فرمود دامن ترکن ہشیا را بش

اس تائید میں کہ افعال عباد مخلوق خدا ہیں علامہ تفتازانی نے دو دلیلین پیش کی ہیں۔

**پہلی عقلی دلیل** یہ ہے کہ اگر عباد خالق ہوتے تو سلسلہ ایجاد میں تفصیل حرکات و سکنات و نوعیت تحریک عضلات و تمدید عصبات پر بھی اُنکو پوری اطلاع حاصل ہوتی لیکن اولاً یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ فاعل بالا اختیار کو اس طرح کی تفصیل یا درک نہایت شرح طبی کو بھی

**۱۔** اگر ہم قبل نزول قرآن اُن لوگوں کو بذریعہ عذاب ہلاک کر دیتے تو وہ لوگ کہتے کہ اے ہمارے پروردگار نے ہمارے

کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیرے حکم پر چلتے ۱۲

**۲۔** یہ بے خبر غوغاری دینے والے اور اُڑانے والے تھے تاکہ آدمیوں کے لیے جو آئے رسولوں کوئی حجت بقاء خدا کے باقی نہ ہے ۱۲

ضروری ہر شائیا بات یہ ہر کہ آلات دوسرے کے بنائے ہیں اور ان سے کام دوسرا لے رہا ہوا سیلے کام لینے والا پوسے طور پر آلات کی کارگزاری پر آگاہی نہیں کھتا۔

**دوسری دلیل** اس آیت سے مستنبط کی گئی ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**  
**وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔**  
 (پارہ ۲۳۔ سورہ الضحٰی رکوع ۳)

بیان استدلال یہ ہر کہ **مَا تَعْمَلُونَ** میں ما مصدر یہ ہوا موصولہ بہر حال وہ افعال عباد پر حاوی ہر لیکن اس دلیل کی تردید یوں ہو جاتی ہے کہ افعال عباد بھی خدا کے مخلوق بدین معنی ہیں کہ وہ ذات پاک ہمیا کرنے والی آلات خلق و نیز علت لعل ہے اور اگر مخلوق الہی کلیتاً کسی دوسری شے کی خالق نہوتی تو خدا کیون ارشاد فرماتا **فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ**

**الْحَافِظِينَ۔**  
 (پارہ ۱۸۔ سورہ المؤمنون۔ رکوع ۱)

**وَأَذِّنْ لِقَوْمٍ مِنَ الطَّيِّبِينَ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا**  
**فَيَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي۔**  
 (پارہ ۷۔ سورہ المائدہ۔ رکوع ۱۵)

قرآن اہل سنت و جماعت میں جناب **فخر الدین رازی** امام المتکلمین کہہ جاتے ہیں اور درحقیقت بلحاظ اپنے فضل و کمال کے وہ اس لقب کے مستحق تھے۔ میں اس موقع پر **تفسیر کبیر** سے انکے چند ارشادات کو جو بذیل آیت **خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ**

لے خدا نے ٹکوپید کیا اور اس چیز کو جسے تم بناتے ہو ۱۲

لے پس بزرگ ہوا نہ جو سب پیدا کرنے والوں میں بہتر ہو ۱۱

لے اور جو قوت تو بنا تھا مٹی سے مثل شکل چڑیا ہلے حکم سے پھر ان میں پھونک مارتا تو وہ ہمارے حکم سے پر نہ ہو جاتی ۱۲

بخالائیل سنت اور عزت کی بنیاد سدا تقدیرین

تحریر میں لکھتا ہوں تاکہ ایسے مباحث کی حالت ناظرین پر ظاہر ہو۔

## فرماتے ہیں

حکایت کیجاتی ہے کہ امام ابوالقاسم انصاری سے کسی نے پوچھا کہ کیا فرقہ معتزلہ کا فرہیز ۹ اٹھوں نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ وہ تو خدا کی تنزیہ کرتا ہے پھر سائل نے اہل سنت کا حال پوچھا ارشاد ہوا کہ یہ فرقہ خدا کی عظمت کرتا ہے یعنی بات یوں ہے کہ ان دونوں فرقوں کی عرض یہ ہے کہ پروردگار کے جلال اور برتری کی ظاہر کرین اہل سنت کی نظر عظمت پر پڑی اور ان لوگوں نے یہ سائے قائم کی کہ وہی افعال کی ایجاد کرتا ہے اور اُسکے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ اور معتزلہ کی نظر حکمت پر پڑی اور ان لوگوں نے کہا کہ افعال قبیحہ کی نسبت اُس ذات مقدس کی طرف خلاف کی شان تقدس کے ہے۔

## پھر فرماتے ہیں

کہ سب سے بڑھ کے نکتہ یہ ہے کہ جب فطرت سلیم اور عقل اول کی طرف رجوع کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا وجود عدم برابر ہوا اسکی ترجیح صرف کسی مرجع کے سبب سے ہوتی ہے اور یہ وجدان اعتقاد جبر کی تائید کرنے والا ہے پھر ہم حرکات اختیار یہ وضطرہ میں فرق محسوس کرتے ہیں اور حسن مرجع اور قبح ذم اور امر و نہی کا منشا سمجھتے ہیں جن سے تائید سائے فرقہ معتزلہ کی ہوتی ہے پس یہ مسئلہ بلحاظ علوم بدیہی و نظری و نیز بلحاظ عظمت و قدرت

وحکمت و توحید و تنزیہ و دلائل سمعیہ حیز تعارض میں پڑ گیا سر لہذا بنظر ان مآخذوں کے جنگی  
میں نے تشریح کی اور بلحاظ ان اسرار کے جنگوں میں نے ظاہر کر دیا یہ مسئلہ مشکل و غماض اور  
عظیم ہو گیا ہر ضلع برتر سے میں توفیق امر حق کی چاہتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ خاتمہ  
کرے آمین یا رب العالمین انتہی امام ابوالقاسم نے سچ کہا اور امام ازی  
نے کچھ شک نہیں کہ سچی بات بے آئینش تعصب کے لکھدی اور ان ہادیان ملت کے  
ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ دونوں فریق کی روش اپنے اپنے طرز میں پسندیدہ ہے۔ لیکن میں  
نسبت ارشادات ان بزرگوں کے باادب عرض کرتا ہوں کہ واقعی عظمت وہی ہے جس میں  
حکمت کا پہلو بھی محفوظ ہے اور وجہ ترجیح وہی ہے جس کو میں نے بہ ضمن تشریح ارادہ انسانی  
بیان کر دیا ہے۔

## خلق مراد

خلق مراد

سب جانتے ہیں کہ فعل اور ہوا اور اُس کا نتیجہ مقصود دوسری چیز ہے مثلاً خالد نے  
پتھر سے بے شمشیر آبدار کو اپنے قوت بازو سے ایسے حرکت دی کہ زید کی گردن  
کاٹ ڈالے اس کام میں جہاں تک حرکات کا تعلق ہوا اُسکی تعبیر فعل کے ساتھ کی جاتی  
ہو اور یہ واقعہ کہ زید کی گردن کاٹ گئی خالد کے فعل کا نتیجہ مقصود سمجھا تا ہوا و جب یہ نتیجہ  
بعصد و فعل کے پیدا ہوتا ہے تو انسانی اصطلاح میں فعل مذکور کو قتل کہتے ہیں ورنہ اُسکی  
تعبیر اقدام قتل کے ساتھ کی جاتی ہے اب سوال یہ ہے کہ نتیجہ کا پیدا کرنا یا لاکون ہو میرے

خیال میں اُسکا باصواب جواب یہی ہر کہ وہی قادر توانا جس نے خیمہ زنگاری کو کھڑا کیا اور اُسکے نیچے زمین کا فرش خاکی بچھا کے بزم عالم کا تماشہ دیکھتا ہے۔ کافی دلیل اس لئے کی یہ ہر کہ اگر خلق نتائج کی قدرت بھی انسان کو دیکھی ہوتی تو وہ اپنے ارادوں میں ہمیشہ کامیاب ہوتا اور اُن نتائج کو بالالتزام پیدا کرتا جبکہ ارادہ کر لیتا حالانکہ آئے دن ارادوں کی ناکامی ہم لوگ دیکھ رہے ہیں اور ہمارے متقدمین بھی اُسکو دیکھتے آئے ہیں۔ (س)

اسی طرح انسان ارادہ کرتا ہے اور ارتکاب فعل میں اُسکو ناکامی ہوتی ہے پس جس دلیل سے تم نتائج کو مخلوق الہی کہتے ہو جبکہ اُسی دلیل سے افعال عباد کو بھی خدا کا مخلوق کیون نہیں سمجھتے۔ (ج) فرض کرو کہ کسی بیماری نے ہاتھ اور پاؤں کی قوت کھود دی یا اُسکی ابتدائی خلقت ناقص ہوئی تو لامحالہ یہ نقائص ذاتی یا عارضی کا لبد انسانی کے کہے جائیں گے اور اگر کسی دوسرے نے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیے ہوں تو یہ بھی ایک خارجی عارضہ لاحق سمجھا جائے گا لیکن جب یہ نقائص اور عوارض دور ہوں تو پھر وہ فطرت جو نوع انسان کو عطا ہوئی ہے طبعی حالت پر عود کرے گی اور سلسلہ افعال حسب ارادہ برپا ہو جائے گا یعنی ارادہ سے انحراف فعل کا محض بوجہ کسی نقص یا عارضہ لاحق فطرت کے ہوتا ہے اسیلئے انحراف مذکورہ سے یہ شہادت نہیں ملتی کہ افعال انسانی خود اُسی کے پیدا کیے ہوئے نہیں ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نتائج افعال بھی بعد موجودگی تمام شرائط ضروری کے واجب الحصول ہو جاتے ہیں لیکن تکملہ شرائط کو فطرت انسانی سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا جو انحراف بسبب عدم تکمیل شرائط مذکور ہوتا ہے وہ شہادت دیتا ہے کہ نتائج کار کو کوئی

دوسری قوت پیدا کرتی ہے جو فطرت انسانی سے بالادست ہے۔ (س) بہت سے نتائج  
 قبیح ہیں انکی نسبت ایسی ذات اقدس اور کامل الصفات کی طرف کیونکر کی جاسکتی ہے۔  
 (ج) قدرت کا واقعی کمال یہ ہے کہ وہ حسن و قبیح اور ہر درجہ کے صنائع پر حاوی ہو  
 چنانچہ ترکون کی ملیح تشکیل یورپ والوں کی صلیح صورتیں حبشیوں کے کالے کلوٹ سیاہ  
 صحیح البدن و اشتمد بے وقوف ناقص الخلقیت یہ سب خدا کی مخلوق اپنی اپنی طرز میں  
 صنعت پروردگار کی شہادت دیتی ہیں اور تماشگاہ عالم میں ہر ایک کا نظارہ کمال  
 صنعت کے جلوے دکھاتا ہے۔

تمثیلاً ملاحظہ کرو کہ کسی مصوے نے جسکو اپنے فن میں کمال ہے بالاختیار چند بھونڈی  
 صورتیں بنائیں پس کیا وہ لوگ جنکے سامنے عمدہ عمدہ نمونے اُسکے بنائے ہوئے موجود  
 ہوں مصور مذکور کے کمال پر نکتہ چینی کریں گے ؟ (نہیں ہرگز نہیں) بلکہ یہ بھونڈی صورتیں  
 معمولاً اچھے نمونوں کی خوبیاں زیادہ نمایان کرتی ہیں اور دیکھنے والے تحسین و آفرین کا  
 مینہ برسائیتے ہیں جن نتائج کو تم لمبا طائر کتاب ناما کے قبیح سمجھ رہے ہو ممکن ہے کہ ان میں  
 فی نفسہ مصالح شگرف مضمر ہوں لیکن انکو جانتا دہی ہو جو کارخانہ عالم کو بے انتہا خوبیوں  
 سے چلا رہا ہے اور جسکے رموز قدرت کا جانتا بشری طاقت سے باہر ہے۔

مکمل

افعال کا خاص تعلق مرکب کی ذات سے ہے جسکی بدولت مرکبان سرفہ سارق



کہ جاتے ہیں لیکن خالق کا تعلق مخلوق کے ساتھ ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی مخلوق سے کسی صفت کا اقتساب کرے ہاں خلق بھی ایک فعل ہے جس سے خالق متصف ہوتا اور قبیح و حسن کا پیدا کرنے والا کہا جاتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے ایک نبوی مثال میں سمجھا دیا خلاق اشیاء بدیعہ اور حسنہ کے لیے خالق قبیح ہونا اسکی شان عظمت کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔

## فضل خدا

فضل خدا

عادل حقیقی نے وہ آلات اپنے بندوں کو عطا کیے جو نیک و بد دونوں طرح کے اعمال میں کام آئیں عقل دی امتیاز دیا خلق افعال کا اختیار بخش دیا۔ انبیاءوں کے ذریعہ سے پسندیدہ و ناپسندیدہ افعال کی نوعیت بھی سمجھا دی پس اب اقتضائے انصاف یہی ہے کہ جو لوگ اچھے کام کریں اچھی جزا پائیں اور بُرے کام کرنے والے اپنی کردار کا خمیازہ اٹھائیں لیکن یہ تو معاملہ کی بات ہے اور انعام الہی کا مسلک دوسرا ہے جسکی تمنائیں اگرچہ ہر طبقہ عباد کے لیے دلیل سعادت ہیں لیکن نیک بندے بھی شہل استحقاق اسکا دعویٰ نہیں کر سکتے کیونکہ اگر دولت انعام چیز استحقاق میں آجائے تو پھر درمیان انعام اور معاوضہ کے کیا فرق باقی ہے۔ انعامات آخرت کا تذکرہ آئندہ آئے گا لیکن دنیا میں بھی فیض کی نہرین جاری ہیں اور جن لوگوں کو خدا چاہتا ہے انکو ماہِ مہر سے سیراب کرتا رہتا ہے چنانچہ فرست انعام میں ہدایت اعمال حسنہ بھی داخل ہے جسکی تعبیر احوال الی المقصود

ساتھ بچاؤ اور اسکی شکل یہ ہے کہ جو نفسانی نے طبیعت پر اثر ڈالا اور وہ نفع عاجل سے جو  
 آئندہ بڑی بڑی مضر فوٹن کا باعث ہوگا مغلوب ہو چلی۔ پروردگار عالم ذمہ دار نہیں ہے  
 کہ ایسے شخص کو جو باختیار خود ہلاکت کی طرف مائل ہو روک لے لیکن ممکن ہے کہ وہ محض  
 اپنے فضل سے نفع عاجل کو شخص مذکور کی نظروں میں ایسا حقیر دکھائے کہ ارتکاب  
 قتل بد سے باز ہے یا اسکی قدرت کاملہ اسطرح کے خارجی اسباب اٹھائے کہ ارادہ  
 کرنے والا ایسے ارتکاب پر قدرت نہ پاسکے ایسی شفیقتوں کی تمثیل دنیا میں یہ ہے کہ خدام  
 مامور علی الخدمۃ انجام کار میں مصروف ہیں انہیں کسی پر آقا کی مہربانی مبذول ہوئی اور  
 اُسکے حصہ خدمت میں آقا نے خود بھی ہاتھ لگا دیا ایسی صورت میں کیا مدد پانے والا  
 خاوندانہ امداد کا ممنون نہ ہوگا اور کیا خادمان دیگر (بشرطیکہ انصاف پسند ہوں) استحقاقاً  
 حجت کریں گے کہ ہم کو بھی ایسی مدد دینی آقا پر لازم ہے؟ (ہرگز نہیں) پس جو لوگ  
 خدا کی دستگیری پر نکتہ چینی کرتے ہیں وہ محنتانہ اور انعام میں امتیاز نہیں کرتے اور انکی  
 ناقص منطق ایسے کامل الاقتدار فیاض کی آزادی سلب کرنا چاہتی ہے اب ناظرین کو  
 یقینیت پیدا ہوگی کہ کن لوگوں پر کن وجوہ سے فضل باری مبذول ہوا کرتا ہے لہذا  
 چند شکون کو بیان بھی کیے دیتا ہوں۔

**اولاً۔** کوئی بندہ صلح باختیار خود اعمال حسنہ کرتا آیا لیکن وہ بھی آخر انسان  
 ہے نفس سرکش نے احیاناً غلبہ کیا اور قدم ثبات پھیل چلا خدا کے فضل نے وہیں ہاتھ  
 پکڑ لیا اور مغلوب نفس گرتے گرتے سنبھل گیا۔

**ثانیاً**۔ کوئی سعادتمند اُن بزرگوں کی نسل سے ہو جو اپنے اختیارات کی آزمائش عمل خیر میں کرتے تھے آبا و اجداد کی خدمتوں نے سفارش کی اور فضل الہی آمادہ دستگیری ہو گیا۔

**ثالثاً**۔ کسی پاکباز بندہ نے التجا کی اور بگڑے ہوئے آدمی کو رحمت الہی نے بنا دیا۔

**رابعاً**۔ شاہانہ نگاہ میں کوئی عمل نیک پسند آیا اور اُسے بھکر کم کو اپنی طرف اہل کر لیا۔ قرآن پاک میں ہدایت کے لفظ سیطوح کی خاوندانہ دستگیری مراد ہو دینا یا نہ دینا تو دوسرے کے قبضہ اقتدار میں ہو لیکن معمولاً پاتا وہی ہو جو مانگتا ہو دروازہ کھلتا جمعی ہر جب کھٹکھٹایا جاتا ہو اسی لیے مسلمانوں کا ہر فرقہ ہر نماز اور اسکی ہر حرکت میں سورہ فاتحہ پڑھتا اور اپنے پروردگار سے التجا کرتا ہو اھلنا الصراط المستقیم صراط الذین اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَ لَا الضَّالِّیْنَ۔ عاجز اور گنہگار بندے اپنے پروردگار کے در دولت پر

گدائی کے لیے حاضر ہیں اور یا کو تمعیلاً کو دیکھ کی صدا میں دے رہے ہیں نتیجہ کار کی ان میں کسی کو خبر نہیں لیکن پہلے سے کوئی کیون فیصلہ کر لے کہ اُسکو کچھ نہ ملے گا اور فیاض کی ڈیوڑھی پر جیسا خالی ہاتھ آیا تھا ویسا ہی خالی ہاتھ واپس جائے گا اللھم

**لے** پروردگار بھکوسیدھے راستہ کی ہدایت کر اُن کو گناہ استہجن پر تو نے فضل کیا اُن کا راستہ جن پر

تو نے غضب کیا نہ گرا مومن کا راستہ ۱۲

لَا هِدَاةَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا فَهُمْ لَكُمْ بِلَاغٌ كَرِيمٌ۔ (س) قرآن میں بہت

جگہ خدا نے اضلال کی نسبت اپنی طرف کی ہر چنانچہ اُن میں بعض مواقع یہ ہیں۔ علی  
يُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ۔ (پارہ ۱۳۔ سورہ ابراہیم۔ رکوع ۴)

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنَّهُ هُوَ وَسِرْفَةٌ مُّرْتَابٍ (پارہ ۲۲۔

سورۃ المؤمن۔ رکوع ۴)

پس تخصیص ہدایت اگرچہ نا واجب نہو لیکن خود خدا کا کسی بندہ مامور بالطاعت کا گمراہ  
کرنا بڑا ستم ہے۔ (ح) دنیا میں بہت کم ایسی سُدھری ہوئی زبان ہر جن میں انسان  
کے بنائے ہوئے علمی مسائل سہولت بیان ہو سکیں۔ ایسے جب کسی نا کمل زبان  
میں بیان مسائل کی ضرورت پڑتی ہے تو بجمہوری الفاظ موجودہ کے معنی پر صہطلاحی لگ  
چڑھا یا جاتا ہے اس طرح قرین قیاس ہے کہ خدا کے بشمار اسرار قدرت ایسے ہوں گے  
جو انسانی زبان میں بمشکل سماسکیں۔ عربی زبان ہر چند گنجینہ بلاغت تھی لیکن پھر بھی  
بعض مقاصد پروردگار کا اگر اُس نے تحمل نہیں کیا تو تعجب کی کیا بات ہے خدا کا متناہیہ ہے  
کہ جو لوگ عنادِ راہ راست پر نہیں چلتے وہ نعمت ہدایت سے محروم رکھے جاتے ہیں بآں عرب  
میں ایسا لفظ موجود نہ تھا کہ اس مطلب کو ادا کرے اور باقتضائے فصاحت ہر گاہ  
لفظ وجودی کی ضرورت پڑی ایسے کلمہ اضلال کا انتخاب کیا گیا۔ عرب کے لغت میں

۱ اور اللہ نافرمان لوگوں کو گمراہ کرتا ہے ۱۲

۲ اس طرح اگر گمراہ کرتا ہے اُس شخص کو جو خدا تعالیٰ سے بڑھ گیا اور شک میں پڑا ۱۲

جو معنی اُسکے ہے ہوں مگر خدا کی اصطلاح میں بقرائن عقلی اضلال سے ہدایت کا دنیا مراد ہے  
 جو ہرگز دائرہ ظلم و ستم میں داخل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اولاً جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے  
 خدا کی اختیاری بات ہے نہ نیا جو لوگ اپنے اختیارات کو عناداً اعمال بد میں صرف کرتے  
 ہیں وہ اس قابل نہیں کہ اُنکے ساتھ ایسی رعایت برتی جائے جب باپ بیٹے کی  
 تربیت میں غفلت کرتا ہے تو ہم ہندوستانی زبان میں کہتے ہیں کہ وہ اپنے تخت جگر کو  
 بگاڑ رہا ہے اسی طرح جب کسی کا شتکار نے کھیت کی حفاظت موزی جانوروں سے نہ کی ہو  
 تو کہا جاتا ہے کہ اُس نے خود اپنی زراعت کو پایمال کر ڈالا۔ الغرض اضلال کے معنی  
 میں خدا نے کوئی انوکھا تصرف نہیں کیا ہے بلکہ ایسے تصرفات تو ہر اہل زبان کے محاوروں  
 میں دائر و سائر ہیں۔

## تقدیر

تقدیر کے معنی اندازہ کرنے کے ہیں اور جب علم الہی واقعات آئندہ پر حاوی  
 ہے تو پھر کیا شک ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا ہے اُسکا اندازہ خدا نے قبل ایجاد عالم تخلیق  
 آدم کر لیا ہے اور اب اُسکے خلاف ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا لیکن جیسا کہ اوپر ثابت  
 کر دیا گیا علم ان کی کسی واقعہ کے وجود خواہ عدم وجود کی علت نہیں ہے اگر خدا کو لاعلم فرض  
 کر لیں تو بھی دنیاوی تدبیرین کامیابی کی امید اور ناکامی کے اندیشہ میں الجھی ہوئی نظر  
 آئیں گی لیکن جن لوگوں کے حوصلے بلند ہیں وہ کامیابی کی امید میں شائستہ تدبیرین پر عمل

کمرین گے اور سبست خیال کو تہ اندیشوں کے ہاتھ محض اندیشہ ناکامی سے ڈھیلے  
 پر بجائیں گے اتفاق کی دوسری بات ہے لیکن تجربہ کہتا ہے کہ سعادتمند کامیاب اہل تدبیر کی عجا  
 میں پائے جاتے ہیں اور سرشار تہذیب کے چھوڑ دینے والے سب کے سب قعر محرومی میں سرچڑکتے  
 دیکھے جاتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ دریا میں غوطہ لگانے والے ناکام نہیں لوٹتے اور کبھی  
 انکی قیمتی جانیں بھی نذرِ مٹا نہیں ہو جاتیں لیکن آخر کار دُرُش ہوا بھی انھیں کی جماعت  
 میں کسی کے ہاتھ آتا ہے اور یہی کامیابی دوسروں کو حوصلہ بجا تباری دلاتی ہے الغرض  
 نتیجہ کار کی لاعلمی میں امید کے سہارے پر انسان فطرتاً باریک صیبت کو اٹھاتا اور کامیابی  
 کے شوق میں جان لٹاتا رہتا ہے اب غور کرو کہ جب نتیجہ کی لاعلمی عقلمندوں کو کوشش بلیغ  
 پر آمادہ کرتی ہے تو خدا کی علمی واقفیت جسکے حال سے دنیا ناواقف ہے کیون مساعی جمیلہ  
 کے سنگ راہ ہوگی انسان کی حالت لاندہ روش سولے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ اس  
 امید کی دھن میں کہ شاید پردہ غیب میں اسکی کامیابی چھپی ہو متو کلاً علی اللہ تدبیروں پر  
 کار بند ہوا و جب تک ناکامی کی شکل نمایاں نہ ہو یا یو سی کو اپنی ہمت مردانہ کے آس پاس  
 بٹھکنے نہ دے۔

تن بہ تقدیرِ شینے والوں کو اقرار ہے کہ قبل ظاہر ہونے نتیجہ کے اُن کو پتہ نہیں لگ سکتا کہ  
 علم الہی میں اسکی کیا نوعیت مقدر ہوئی ہے مگر ہم آثارات موجودہ کو دیکھ کے بتائے دیتے  
 ہیں کہ لوح محفوظ پر ان سادہ لوحوں کے نام غالباً خط ناکامی کچا ہوا ہے کیونکہ اگر ایسا  
 نہ ہوتا تو وہ اُن تدبیروں پر عمل کرتے دکھائی دیتے جنکو عالم اسباب میں قدرت نے

منہج نتائجِ حسنہ قرار دیا ہو جاہل شعبہ بازوں کے قول و فعل اس قابل نہیں ہیں کہ بزمِ مناظرہ میں انکی سند لائی جائے لیکن مسلمانوں کے مقدس رہنما پیغمبر علیہ السلام ہمیشہ تدبیروں پر عمل کرتے رہے روشن ضمیر خلفائے راشدین نے بھی اپنی عمریں تدبیروں کے منجھانے میں بسر کیں قرآن پاک اور حدیث شریف میں عمدہ عمدہ تدبیریں حصولِ حسنات دینی اور دنیوی کی سکھائی گئی ہیں۔ پس یہ کہنا کہ مسئلہ تقدیر جسکا سچے اور ہوشمند مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں ہمارے ترقیاتِ دنیاوی ایک ایسا بیان ہے جسکی صداقت ایک لمحہ کے لیے بھی تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ ہمنے قبل ازیں ثابت کیا ہے کہ افعالِ عبادان کے احاطہ قدرت میں داخل کر دیے گئے ہیں لیکن نتیجہ مقصود کا خالق وہی ہے جسے بندوں کو پیدا کیا ہو لہذا جب باقتضائے السعی منی ولا تمام من اللہ۔ خلافت مراد نتیجہ افعالِ نیک پیدا ہوں تو ایسی حالت میں بھی ایمانداروں کا فرض ہے کہ ناکامی کو ٹرہ قضاے الہی و رضاے پروردگار باور کر کے اسکی تلخی پر خوشدلی کے ساتھ صبر کریں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَنْبَلُوْا لَكُمْ شَيْءٌ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ط وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِلَيْهِ رُجُوعُنَا ط

(پارہ ۲۔ سورۃ البقرہ رکوع ۱۹)

۱۔ اور البتہ ہم تمکو تھوڑے سے خوف اور بھوک اور مال اور پیداوار آراضی کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر ایسے صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو جو ہر وقت پڑنے نصیب کے بول اٹھتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں ۱۲

(س) جب تقدیرات یعنی علوم ازلی میں تغیر نہیں ہو سکتا تو پھر قرآن کی آیہ **يُحْكُمُ اللَّهُ**  
**مَآئِشَاءَ وَيُنَبِّئُكَ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ** (پارہ ۱۳- سورۃ الرعد- رکوع ۶)

کی کیا تعبیر ہو۔ (ج) وقت تنسیخ احکام توریت اور انجیل کے مخالفوں نے یہ حجت  
 پیش کی کہ اگر اسلام دین الہی ہو تو وہ خدا کے احکام کو کیوں منسوخ کر رہا ہے خدا نے اس  
 حجت کی یوں تردید کی کہ یہ تغیرات اُسی کے حکم سے ہوتے ہیں اور ان کا قرار داد تخلیق عالم  
 سے پہلے لوح محفوظ میں ہو چکا ہے جو خدا کے قبضہ اقتدار میں ہے یہ بھی تعبیر کی گئی ہے کہ علم الہی  
 میں ہر چند تغیرات کو گنجائش نہیں مل سکتی لیکن لوح محفوظ کی تحریروں میں رد و بدل ہوا  
 کرتا ہے یہ تعبیر اس وقت صحیح ہو سکتی ہے جبکہ تسلیم کر لیا جائے کہ لوح محفوظ پوری نقل علم الہی  
 کی نہیں ہے اور اُس میں کچھ شرائط وجود و عدم وجود و واقعات کے متروک ہیں کیونکہ اگر اُن کا  
 اندراج ٹھیک علم کے موافق ہوا ہو اور ہر طب و دباس پر محیط ہو تو پھر اس طرح کا  
 رد و بدل علم ازلی کے رد و بدل کا اثر رکھے گا۔ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ اُن ملائکہ کو جو خدا  
 پر مامور ہیں بغرض تعمیل ایک کتاب حوالہ کیجاتی ہے اور جس محمود اثبات کا ذکر اس آیہ میں  
 آیا ہے وہ اُسی کتاب میں ہوا کرتا ہے لیکن اس تعبیر پر دو اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

**اولاً**۔ یہ کتاب فرشتوں کے پاس رہتی ہے اور آیہ کریمہ میں اُس کتاب کا  
 تذکرہ ہے جو خدا کے پاس ہے۔

**ثانیاً**۔ یہ کتاب بطور انتخاب لوح محفوظ کے ہوگی ایسے وہ ام الکتاب کے

**لہ** اسے جکو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے ہر قرار رکھتا ہے اور اُس کے پاس اصل کتاب ہے ۱۲



لقب سے ممتاز نہیں ہو سکتی۔ الغرض صحیح تعبیر وہی ہو جو پہلے لکھی گئی اور جب پر کوئی عقلی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ (س) جب مقدرات میں تغیر نہیں ہو سکتا تو پھر دعا اور صدقات کا آنے والی آفتوں پر کیا اثر ہو۔ (ج) دعا اور صدقہ بھی مقدرات سے ہیں یعنی علم الہی میں معین ہو چکا ہو کہ فلان بندہ پر مصیبت آنے والی ہو لیکن وہ قادر مطلق کے حضور میں التجا کرے گا یا نیت خالص سے صدقہ دیگا جسکے نتیجہ میں آنے والی مصیبت ٹل جائیگی۔ (س) یہ ایک طرح کا نقصان قدرت ہرگز عظمیٰ سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ (ج) خدا کی قدرت خدا ہی کے علم سے پابند ہوتی ہے اس لیے یہ پابندی کمالات الہی کے مضر نہیں ہو اور اگر یہ قدرت حیطہ عظم سے باہر نکل سکے تو لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اُس ذات پاک پر جہل کی تاریکی طاری ہو سکتی ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً (س) اسلام نے نعیم جنت کو شہوانی اور جسمانی بیان کیا ہے اور مذہب عیسوی اُس کو روحانی قرار دیتا ہے اس لیے بالمقابلہ اسلامی اعتقاد و پستی کی طرف مائل ہیں۔ (ج) متی باب ۲۲ میں یہ تذکرہ موجود ہے کہ صدقہ کی فرقہ کے یہودیوں نے جو قیامت کے منکر تھے مسیح سے سوال کیا کہ جو عورت دنیا میں چند مردوں کی زوجہ رہ چکی ہو وہ آخرت میں کس کو ملے گی اس سوال سے ظاہر ہے کہ پوچھنے والے کم و بیش فن مناظرہ میں مہارت رکھتے تھے اور انھوں نے اس سوال سے یہ ارادہ کیا تھا کہ یوم قیامت کی تردید کریں بہر حال انکی قوت اور اکیہ کو قابل سمجھ کے مسیح علیہ السلام نے جواب دیا کہ اُس عالم میں نکاح و بیاہ کیسا وہاں تو آسمان پر

مثل فرشتوں کے زندگانی کرنا ہے۔ انجیل میں ہی ایک صاف سند روحانیت نعیم جنت کی پائی جاتی ہے ورنہ جناب مسیح علیہ السلام جنکی تعلیم عموماً تمثیلوں میں ہوا کرتی تھی دوزخ کی تشریح یوں فرمائی ہے ”ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور میں سب ٹھوکر کھلائوں گا“

چیزوں اور بدکاروں کو اُسکی بادشاہت سے چُن کر انھیں جلتے تنور میں ڈال دین گے اور وہاں رونا اور دانت پسینا ہوگا (متی باب ۱۳ اور س ۴۱ و ۴۲) اس انتخاب سے ظاہر ہے کہ انجیل میں بھی جسمانی تشبیہ سے معاملات آخرت میں کام لیا گیا ہے اور صدوقیوں کے سوال سے پتہ ملتا ہے کہ یہودیوں میں جو فرقہ قیامت کا اعتقاد رکھتا تھا اُسکا بھی یہی خیال تھا کہ نعیم جنت اور عذاب دوزخ جسمانی ہیں اب عہد جدید کی آخری کتاب مکاشفات یوحنا کا باب ۲۱ ملاحظہ کیجئے جس میں بہشت کا پورا نقشہ یوں دیا گیا ہے کہ وہ ایک مربع احاطہ ساٹھ سات سو کوس کے دور میں ہے اور اُسکی دیوار فرشتہ کے ہاتھ سے ایک سو چوالیس ہاتھ لمبی چوڑی اونچی رشاد کوئی پوچھ بیٹھے کہ یہ بلند دیوار سنگی ہے یا خشتی تو اُسکا جواب بھی اُسی کتاب میں ملے گا کہ سنگ نشیب کی اس تصویر کے بعد شہر کی بارہ بنیادیں بارہ قسم کے جواہرات کی بیان کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ حیرت انگیز تو مکانات کے دروازے ہیں جن میں ہر ایک بے جوڑ ایک ہی موتی سے بنایا گیا ہے وَغَيْرُ ذَٰلِكَ مِنْ نِّعَمَائِ الْجَنَّةِ پس عیسائی بھائی جنکی جنت ایسی شاندار ہے مسلمانوں کی جنت پر چشمک نہیں کر سکتے لیکن مزید تبصرہ کے لیے میں کچھ حقیقت حال بھی گزارش کیے دیتا ہوں۔

اسلام نے ملک عرب میں ظہور کیا اور اُسکی اصلی غرض یہ تھی کہ عربوں میں خدا پرستی کا دلولہ پیدا کر لے اس غرض کے لیے سخت ضرورت داعی تھی کہ نیک کاموں کے نتیجے ایسی طرز میں بیان کیے جائیں جن سے اُن کو رغبت عمل پیدا ہو سکے اور یوں کا ایسا ثمرہ دکھایا جائے کہ افعال قبیحہ کے ارتکاب سے باز رہیں یہ گرم ملک کے رہنے والے وحشی مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے مگر اُسی کے ساتھ جب موقع ملتا تو عیش پرستی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے۔ ہم سب واقف ہیں کہ عیش پرستی کی چٹ کا چھوڑا دینا مہذب ملکوں میں کس قدر دشوار ہے اور پھر اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسلام کے لیے کیا مشکلات ریگستان عرب میں پیش تھیں جبکہ وہ خوشخواروں کی جماعت کو زاهد شب زندہ دار بنانا چاہتا تھا۔ خیالی تدبیروں کا اپنے خیال میں سلسلہ باندھنا اور خیال ہی میں اُسکا خاطر خواہ نتیجہ نکال لینا دوسری بات ہے لیکن عملاً انسان کی تساوت قلبی کو دور کر دینا اور اُسکو احکام الہی کا ایسا والہ و شیدابنا دینا کہ عزت و آبرو جان و مال اور تمامی عیش و راحت کو خدا کے نام پر فدا کرنے کے لیے چھوڑ دے اور ہر حق پسند و دشمن کو اقرار کرنا چاہیے کہ پیغمبر علیہ السلام کا یہ بہت بڑا معجزہ تھا کہ اُنھوں نے چند ہی سال کی تعلیم میں عربوں کو ایسا مہذب نیک کار بنا دیا کہ انھیں اکثر دنیا کے لیے نمونہ تقویٰ تھے یہ خوشگوار ثمرہ کبھی حاصل نہوتا اگر اُن لوگوں کو نفیحت کی کیفیت اُنھیں کے مذاق کے موافق نہ سمجھائی جاتی اور عذاب و رنج کی تشریح ایسے الفاظ میں نہ ہوتی کہ نہایت سخت مزاج آدمیوں کے بدن اُنکو شکے کا نپ جائیں

الغفر نعم جنت قرآن میں وہی بیان کیے گئے ہیں جنگو گرم ملک کے رہنے والے عزیز رکھتے ہیں حالانکہ برکات جنت کا حق استفادہ تو گرم و سرد ہر طرح کے ملکوں کو حاصل ہر ایسے قوی قیاسات موجود ہیں کہ یہ سب تشبیلی بیانات ہیں اور وہ ان کی نعمتوں کی واقعی حقیقت انھیں خوش نصیبوں کو معلوم ہوگی جنھیں انکے استفادہ کی عزت حاصل ہو۔ جب خدا کا مطلق تسلیم کیا جاتا ہے تو جسمانی راحتوں اور جسمانی عذابوں کا ہمیا کر دینا اُسکے نزدیک آسان ہے پس اگر قرآنی وعدے جسمانی شکل میں پورے ہوں تو فوالمال وادار اگر روحانی پیرایہ میں جلوہ گر ہوں تو سبحان اللہ انکی خوبیوں کا کیا کہنا ہے

**امام غزالی علیہ الرحمہ** اپنے رسالہ مضنون کبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ کیا عجب ہے کہ بعضوں کو جسمانی و روحانی دونوں طرح کی لذتیں حاصل ہوں اور بعضوں کو صرف جسمانی مگر خالص روحانی لذتیں تو انھیں لوگوں کو حاصل ہوں گی جو عارف باللہ ہیں اور لذات محسوسہ کو بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں۔ یہ تقسیم کچھ شک نہیں کہ معقول اور دلچسپ ہے کیونکہ دنیا میں ہر شخص کا مذاق جداگانہ ہے اور عالمانِ خیر کے درجہ بھی متفاوت ہیں ایسے عالمِ آخرت میں ہر ایک کے حوصلے اور درجے کے سبب لذات کی تقسیم ہونی چاہیے الغرض نعمائے جنت کی واقعی نوعیت اور اصل کیفیت طاقتِ بیان سے باہر ہے اور جو کچھ قرآن پاک اور حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے وہ صرف ایک اشارہ طرف کی کیفیت اور نوعیت کے ہے۔

**حدیث**

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَعَدْتُ لِعِبَادِ  
الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ  
سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ وَافْرَأُوا  
وَأَنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُوا نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ  
لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ -

سراواہ البخاری و مسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ فرمایا  
اللہ تعالیٰ نے کہ میں اپنے بندوں کے لیے وہ چیز  
میں کی ہر جسکو کسی آنکھ نے نہ دیکھا اور نہ کسی نے  
سنا اور نہ کسی انسان کے دل پر کسی حقیقت گزری  
ہی۔ پڑھو اگرچہ ہر پارہ ۲۱۔ سورۃ السجہ۔  
رکوع ۲ میں، فَذَكِّرْهُمْ لَنَفْسٍ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ  
من قرأه اعین ۲۔

معتقدات اسلام میں جب ایسا پرمغز اشارہ بلکہ بیان صحیح موجود ہے تو پھر کون کہہ سکتا ہے کہ  
اُن میں اعلیٰ درجہ کی بلند خیالی نہیں ہے اور دودھ سے وہی سفید مادہ سیال مراد ہے  
جسکو گولے بازار میں نیچتے پھرتے ہیں اور جسکے نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ موشیوں کا  
خون ہے اور جسمانی نشین نے اُسکا رنگ اور ذائقہ بدل دیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے  
کہ اہل جنت کے لیے وہ سب چیزیں موجود ہوں گی جنکی انھیں خواہش ہو اور پھر  
فرمایا ہے کہ وہ ان کی نعمتوں میں سب سے بڑھ کے خدا کی رضا ہے جو اہل جنت کو حاصل  
ہو گی۔ عزیزو۔ دودھ و شہد کی نہر میں عمدہ سے عمدہ قصر خوبصورت حوریں تروتازہ  
میوے یہ سب بے حقیقت ہیں فرشتہ بن کے آسمان پر چکر لگانا بھی کوئی بڑی کامیابی  
نہیں ہے اگر دیدہ بصیرت کھلے ہوں تو رخصتے اسی کی تدر کر دو اور اس نعمت کو طلب کرو

۱۰ پس کوئی نہیں جانتا کہ اُن کے پلے آنکھوں کی کیا ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے

جسکو خود خالق کائنات سب نعمتوں سے بڑھی ہوئی نعمت قرار دیتا ہے۔ نورانی چہرہ  
 حور و لولہ نفسانی کا تماشا گاہ ہو سکتا ہے لیکن لائق عظمت و وحانی سرور تو انھیں ہر مرتبہ  
 جلوہ طور کو حاصل ہو گا جو ان آبر و داروں میں شامل ہوں **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى**  
**وَجَعَلَهُ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةً لَّا إِلَهَ إِلَّا رَبُّنَا ظَرْفَةُ** (پارہ ۲۹ - سورۃ القیامتہ رکوع ۱)

(س) اگر نعمت جنت جسمانی لذتوں پر شامل ہوں تو پھر صدوقیوں نے جو سوال  
 مسیح علیہ السلام سے کیا تھا اُسکا کیا جواب ہو گا۔ (ج) اُن منکروں کا جواب تو  
 بہت آسان ہے کہ ہر ایک شوہر سابق کے حقوق کو اسی دنیا میں شوہر لاحق تلف کرتا آیا  
 اسیلے دار آخرت میں صرف قابض اخیر کے حقوق لائق اسکے ہیں کہ موثر کیے جائیں  
 کیونکہ وہی دنیا میں دوسروں کے دست برد سے محفوظ تھے اور انھیں کی موجودگی  
 میں عورت پر خواب عدم طاری ہوا تھا۔

## الاستران

مسلمانوں کو ہر چند دیگر آسمانی کتابوں کا اعتقاد ہے لیکن وہ قرآن کو ایسی  
 الہامی کتاب کہتے ہیں جسکے معانی اور الفاظ معجز نہا ہیں اور وہ ایسی اخبار بالغیبہ شامل  
 جنہیں بعضوں کا ظہور بھی ہو چکا ہے چنانچہ بیروان اسلام علاوہ محاسن لفظی و معنوی کے  
 ایسے اخبار کو بھی اسکی حقیقت کی دلیل قرار دیتے ہیں جیسا کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے

۱۲ اُس دن بہت لوگوں کے منہ تروتازہ سپنے پر در دگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔

فرمایا تھا "اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی  
نہیں! تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اُس نے کہا مقرر  
نہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اُس نبی نے گستاخی سے کہی ہو تو  
اُس سے مت ڈر۔" (کتاب تہناباب ۱۸۔ ورس ۲۱ و ۲۲)

انصاف اور حق بینی مقتضی ہے کہ بلا آمیزش تعصب معاند کے ان بیانات کی وقعت  
جائزگی جائے کیونکہ یہ ایسی کھلی باتیں ہیں جن کے حل کرنے میں زیادہ پیچیدگی نہیں ہے  
اور ہر دانشمند تھوڑی سی توجہ میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کہاں تک مقبول ہیں بشرطیکہ  
تعصب کا پردہ سامنے سے ہٹا دیا جائے۔ اب میں ان بیانات کی نسبت خیالات  
کا اظہار حسب ذیل کرتا ہوں۔

## الفاظ و فکر

نظم و نثر کی خوبصورتی پر بدرجہ مساوی جودت الفاظ حسن ترکیب اور صنائع  
وہ اے کا اثر پڑتا ہے اور مضمون کی دلاویزی یا یہ کلام کو بہت اونچا کر دیتی ہے۔ نثر میں  
ایسے محاسن کی زیادہ گنجائش ہے اور نظم کے میدان کو بحر و قافیہ کی پابندی نے تنگ  
کر دیا ہے لیکن فطرت انسانی کو نظم کے ساتھ خاص دلچسپی ہے غم و غم نے والوں کو ہنسنا  
اور ہنسنے میں مسرور الوقت کو رد لا دینا نظم کے معمولی کرشمے ہیں اور دنیا میں  
بہت کم دلچسور مین گے جن پر اس کرشمہ نے کم و بیش اثر نہ ڈالا ہو بزم عشرت میں

وہ شاہانہ چال چلتی ہے مگر میدان رزم میں اُسکے آہنی بازو شیرنستان کی کلائی توڑ دیتے  
ہیں اور اُسکو سُن کے عرصہ جنگ میں دُون ہمتوں کے دھڑکتے ہوئے دل کو  
قرار آجاتا ہے۔

اس دَور میں شاعروں کی جماعت گھٹ گئی لیکن پُرانے شعروں کی قوتیں  
اتیک علیٰ حالہا برقرار ہیں ارباب تہذیب کے ہال و حشیوں کے چوپال میں سننے والے  
اپنے مذاق کے موافق اس موزون کلام سے بہرہ مند ہوتے ہیں اسکی تکرار سے  
عالم تنہائی میں دل بہلتا ہے اور مہجائی ہوئی طبیعتوں میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ نثر  
بھی اپنے طرز میں منظرِ شانِ قدرت ہے اُس نے علمی اور تمدنی مراحل میں ہمیشہ اہل عالم  
کو ممتون رکھا اور آجکل کے زمانہ تہذیب میں تو وہ بڑے بڑے جوہر دکھا رہی ہے  
خلاصہ یہ کہ نثر میں بڑھون کی مسانت اور نظم میں جوانوں کی سی شوخی موجود ہے اگلے  
زمانہ میں شوخی کلام کی بڑی فت در تھی مگر اب نثر نے بھی اپنی وقت اُسی کے برابر  
کر لی ہے۔ یوں تو ہر قوم اپنی نثر و نظم کی دلدادہ ہے لیکن عرب کی جاہل قومیں اپنے زمانے  
میں لٹریچر کی جان نثار شیدائی تھیں جسکو فصاحت و بلاغت کی رنگ آمیزی سے  
اُن لوگوں نے بہت دلفریب بنا رکھا تھا ایسی کارروائی کی علت غالباً یہ تھی کہ  
عربی زبان میں استعداد ترقی موجود تھی اہل زبان ذکی احسن گروگیر علوم سے ماہر  
تھے ایسے اعلیٰ تمامی دماغی قوتیں لٹریچر کے سدھارنے میں مصروف رہیں اور رفتہ رفتہ  
اُن لوگوں نے اپنی فصاحت و بلاغت کو ایسا یکتا سے زمانہ سمجھ لیا کہ مالک دیگر کو



عجم (غیر فصیح کج معنی بیان) کہنے لگے اور حق یہ ہے کہ تھوڑے اور ڈھلے ہوئے لفظوں میں کسی مطلب کا ساتھ قوت اثر کے ظاہر کرنا انکی زبان کا جوہر تھا اور شوکت بھرے شعروں کا بالبدہت موزون کر دینا تو عربی شاعروں کا ایسا کمال تھا جسکی نظیر دوسری قوموں میں نہیں مل سکتی ہے عرب میں یہ طریقہ رائج ہو گیا تھا کہ اچھے اچھے شاعر اپنے قصیدے قریش کے روبرو ایام حج میں پڑھتے اور انہیں جو پسند کیا جاتا اس کو ارکان کعبہ پر عزت تعلیق عطا کی جاتی اس عزت افزائی سے صرف شاعر کی فانی ناموسی ترقی نہیں کرتی بلکہ اُس کے تمام قبیلہ کو اپنے ہمجنسون میں فخر و مباہات کا عمدہ ذریعہ ملتا چنانچہ جب عمرو ابن کلثوم تغلبی کا مشہور قصیدہ جو سب سے مطلقہ میں شامل ہے دیوار کعبہ پر آویزاں ہوا تو بنو تغلب نے اس قدر دون کی لینی شروع کی کہ ایک دوسرے شاعر کو انکی نازش پر یوں ریمارک کرنا پڑا۔

اَھْلُ بَنِي تَغْلِبٍ عَنْ كُلِّ مَكٍّ مَقْصِيدٌ ۖ قَالَهُ اَعْمَرُ بْنُ كَلْثُومٍ  
الغرض بمقابلہ نشر کے عرب میں کلام منظوم کی بڑی قدر تھی اور اُس میں غرور و نخوت کے ساتھ زیادہ تر سیخواری جنگ جمنی اور عیش پرستی کے تذکرے کیے جاتے جن کے تھما جھلاے عرب کو طبعی دھسپی تھی۔ ٹھیک اُسی زمانہ میں جبکہ فصاحت و بلاغت کا آفتاب بلند ہوس کے محائب معنوی میں گہنایا ہوا تھا نزول قرآن کی بھی مسعود ساعت آگئی اگلی

بنی تغلب کو ہر طرح کی بزرگیان حاصل کرنے سے اُس ایک قصیدہ نے غافل کر دیا جسکو عمرو

آسمانی کتابوں میں ایسے الفاظ پر زیادہ توجہ نہیں ہوئی تھی کہ وہ جن قوموں کے لیے ابتداءً اتاری گئیں اُن کو فصاحت و بلاغت میں عربوں کی طرح انہماک نہ تھا اور دانشمند ناصح کا فرض یہ کہ پہلے مذاق اہل مجلس کا اندازہ کرے اور پھر مقصود کو ایسے شائستہ طرز میں گوش گزار کرے کہ سُننے والوں کو بھلا معلوم ہوا اور کان سے گزرتا ہوا اُس کا اثر سویدے قلب تک تیر جائے چنانچہ قدرت نے بھی اس مصلحت کو پیش نظر رکھا اور مغنیہ قرآن کو ایسا پُر زخمت پہنایا کہ اُسکی ظاہری شوکت نے دلوں میں عظمت اور اُس عظمت کے آنکھوں میں چکاچوند پیدا کر دی۔ حمزہ بن عبدالمطلب نے بروقت اسلام لانے کے پرجوش لہجہ میں منبرایا ہے۔

إِلَى الْإِسْلَامِ وَالِدِّينَ الْحَنِيفِ  
خَبِيرٍ بِالْعِبَادِ بَصْمِ لَطِيفِ  
تَحَدَّدَ مَعْدَى اللَّبِّ الْحَصِيبِ  
بِآيَاتِ مُبَيَّنَّةٍ مُحْرُوفِ

سَمَّاتِ اللَّهِ حِينَ هُدَى فَوَادِي  
لَدَيْنَ جَاءَ مِنْ رَبِّ عَزِيزِ  
أَذْأَلَيْتَ رَسَائِلَهُ عَلَيْنَا  
رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا

۱۔ میں نے خدا کی تعریف کی جیکے اُسے میرے دل کو اسلام اور دین حنیف کی ہدایت کی ۱۲

۲۔ وہ ایسا دین ہے جو پروردگار غالب اور ایسے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو بندوں کے حالات سے

خبردار اور اُن پر مہربان ہے ۱۲

۳۔ اُسکے بھیجے ہوئے پیام جب ہم پر پڑے جاتے ہیں تو غمناک اور صائب الرائے آدمیوں کے آنسو پکڑتے ہیں ۱۲

۴۔ وہ ایسے پیام ہیں جنکی ہدایت کو احمد واضح حرفوں میں (بہ کلام فصیح) لائے ہیں ۱۲

روایت کی جاتی ہے کہ ولید بن المغیرہ قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ فصیح گنا جاتا تھا  
 اُس نے ایک دن درخواست کی اور پیغمبر علیہ السلام نے اُس کو قرآن کی یہ آیت سنائی۔  
 إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ  
 عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝  
 (پارہ ۱۴- سورۃ النحل- رکوع ۱۳)

ولید نے اس آیت کو دوبارہ پڑھوایا اور باوجود عناد کے اُس کو اقرار کرنا پڑا کہ نطق انسانی  
 ایسے کلام کی ایجاد پر قادر نہیں ہے۔ عثمان بن مظعون نے زبان سے کلمہ پڑھ لیا تھا  
 لیکن وہ خود کہتے ہیں کہ ابھی تصدیقِ قلبی سے محروم تھے کہ آیت مذکورہ بالا بحسن  
 مکارم اخلاق کو چند الفاظ میں جمع کر دیا ہے نازل ہوئی دلیر اُسکا ایسا گہرا اثر پڑا کہ مومن  
 صادق بن گئے۔ بزبانہ نزول قرآن اکثر قلوب پر صرف معجزہ بیان نے پورا قبضہ  
 کر لیا اور بہتوں کو توحید کے جادہ مستقیم پر لا ڈالا اور اب تک اُسکی تسخیری قوت اور اکیبری  
 خاصیت بدستور برقرار ہے۔

کون نہیں جانتا کہ الفاظ بے معنی محل ہوتے ہیں اور میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ  
 محض الفاظ معجز نہ ہیں بلکہ حاصل تقریر یہ ہے کہ معنی کی معجز نائی میں قرآن کے الفاظ اور  
 نطقوں کی ترکیب کو بھی خاص قسم کی مداخلت ہے۔ **قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ**

**لَهُ** اسد حکم دیتا ہے انصاف اور نیکی اور قرابت مندوں سے سلوک کا اور منع کرتا ہے بے حیائی اور بد ہنسی

اور زیادتی سے۔ وہ تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کاش تم یاد رکھو ۱۲

وَلَا تَكُنْمُ فِي رَيْبٍ وَمَا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا  
شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ هَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا  
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَآلِحُهَا دَقٌّ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ه

(پارہ ۱۰ - سورۃ البقرہ کوع ۴۳)

قُلْ لِّئِنْ أَجْمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذِهِ الْقُرْآنِ لَا  
يَأْتُوا بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۚ (پارہ ۱۰ - سورۃ بنی اسرائیل کوع ۱۰)

ان آیتوں میں یہ تصریح نہیں ہے کہ الفاظ و معانی بالاشتراك معجز نامہین یا بالافراد اسلئے  
میں بوجہ ذیل ثابت کرتا ہوں کہ لفظوں کی ترکیب میں بھی کچھ ایسی کیفیت مضمر ہے جسکا قوی  
اثر دل پر پڑتا ہے اور صاحبان طبع سلیم جب اسکا احساس کر لیتے ہیں تو انکو بوجہ ذیل لاجحاً  
تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ ترکیب خدا ساز ہے پیغمبر علیہ السلام یا کسی دوسرے انشا پر داز کو قدرت  
نہ تھی کہ ایسی حیرت انگیز لفظی ترکیب کر سکے۔

**اولاد عوی نبوت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام نے انشا پر دازی میں کوئی**

**۱۰** اور اگر انکو اس کلام میں شک ہو جسکو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو تم بھی ایسی ہی ایک سورہ بنا لاؤ  
اور سوائے اس کے اپنے حامیوں کو بھی بلا لاؤ اگر سچے ہو پس اگر ایسا ذکر سکوا اور برگزیدہ ذکر سکوا گے تو اس آگ سے ڈرو  
جسکے ایندھن آدمی اور تیجہرہین اور منکرون کے لیے مہیا کی گئی ہے ۱۲

**۱۱** اسے پیغمبر کہہ دو کہ اگر آدمی اور جن اسلئے جمع ہوں کہ مثل اس قرآن کے لائیں تو اسکا مثل  
نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی مدد کرے ۱۲

شہرت خاص حاصل نہیں کی تھی اور نہ میدان شعرو سخن میں کبھی اُنکا مبارک قدم گیا تھا کاش فصاحت و بلاغت قرآنی اُنھیں کی قوت بیانیہ کا نتیجہ ہوتی تو غیر ممکن تھا کہ مثل دیگر ناموران عرب کے وہ بھی عہد شباب میں اس طرف توجہ فرماتے اور اُنکا کلام نظم یا نثر دیوار کعبہ پر آویزان نہ دیکھا جاتا۔

جب چالیس برس سے عمر نے تجاوز کیا اور وہ دن آگے جہنم جنوں شیطیت پر اُٹس پڑ جاتی ہو اُسوقت حضورؐ نے ایسے کلام معجز نظام کو پیش کیا جسکے سامنے فصاحت عرب کی گرم بازار ہی ٹھنڈی پڑ گئی اور باوجود نئے دعویٰ میمنڈ کے مقابلہ کیسے مقابلہ کا حوصلہ بھی پیدا نہیں ہوا ان واقعات پر نظر کر کے کیا کانشن انسانی کہہ سکتا ہو کہ یہ کلام ربانی نہیں ہو اور اُسکو خود پیغمبرؐ یا اُنکے کسی ہمارے بنالیا یا بنا دیا ہو کیونکہ اگر ایسا تھا تو سرداران قریش و دیگر قبائل کے نازک خیالوں نے خود یا دوسروں کی مدد سے ایک چھوٹی سوره کیون نہیں پیش کی اور بہ موجودگی ولولہ خود سری کے جو اُنکا خاصہ طبعی تھا سب کے سب نے مجلس مناظرہ میں کیون سر جھکا لیے۔

**ثانیاً** تجربہ شاہد ہے کہ عہدہ سے عہدہ کلام انسانی جب پہلی مرتبہ پڑھا جائے تو طبعیت کو وہ لطف جو بیان میں نہ آ سکے ملتا ہے پھر بحالت تکرار وہ لطف درجہ بدرجہ کم ہوتا ہے تا آنکہ کثرت تکرار کے بعد وہی کلام جو کبھی موجب تفریح تھا باعث انقباض خاطر ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی عبارت کو معنی ہاشنا قاری بھی جسقدر زیادہ پڑھتے ہیں اُسی قدر لطف زیادہ پڑھتا جاتا ہے **هُوَ الْمُسْتَكْمَلُ كَزَيْتُونَةٍ لَا تَنْصَوِعُ** اگر کسی

اس بیان پر اطمینان نہو تو خود پڑھ کے دیکھ لے کہ اُسکے مذاق پر اس قدر ترقی و تفسد کی شیرینی کیسی روز افزون حلاوت پیدا کرتی ہے۔ (س) یہ ب اعتقادی جلوے ہیں جنکو سپرد ان اسلام سلک اعجاز میں منسلک کرتے ہیں۔ (ج) دوسرے اہل کتاب بھی آسمانی کتاب سے اعتقادی نیاز مندیان رکھتے ہیں لیکن اُن کو تو ہم کتابوں کی قرأت کا ایسا والہ و شیدائین پاتے۔ (س) دوسروں کے بیان کی سند نہیں مگر ہر مذہب کے پیرو باصرار کہتے ہیں کہ اُنکو اپنی معتقد علیہ کتاب کے پڑھنے میں قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ (ج) دعویٰ کی جانچ نتیجہ سے کرنی چاہیے قرآن کے لاکھوں حافظ خطہ بے اسلام میں موجود ہیں اور اگر ایسوں کا شمار کیا جائے جو یوحنا کی انجیل کے برابر قرآنی آیتوں کو یاد رکھتے ہوں تو تعداد بہت بڑھ جائے لیکن دوسری کتابوں کے حافظ اگر دنیا میں موجود ہوں تو بھی معدومے چند سے اُنکا نمبر آگے نہ بڑھے گا اس تفاوت کی خاص وجہ یہ ہے کہ قرآن کے لفظی محاسن اُسکے حفظ کا حوصلہ دلاتے ہیں اور دوسرے صحائف میں ایسے محاسن کا وجود نہیں ملتا۔

**مثلاً**۔ ہر گاہ نصاب کا دلنشین کرنا مقصود بالذات تھا اسیلئے قرآن میں ایک ہی بات ایک ہی قصہ ایک سے زیادہ سورتوں میں بیان کیا گیا ہے مضمون کا بار بار آنا معمولاً کلام کی خوبی کو کھودیتا ہے لیکن قرآن کی ہر تکرار میں خاص لاوری محسوس ہوتی ہے۔

**الغیا**۔ اتنے بڑے مجموعہ میں جب تکمیل تیسویں برسوں میں ہوئی یہ حیرت انگیز

تجوی موجود ہے کہ وہ از ابتدا تا انتہا یکسان رنگ فصاحت میں ڈوبا ہوا ہے لیکن بڑے بڑے  
 فصحا کا رنگ اتنی مدت کے اندر کبھی گہرا کبھی پھیکا ہوتا رہتا ہے جسکو سخن شناس پہچان  
 لیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآن میں آخر ایسا تفاوت کیوں نہیں ہے اس سوال کا سچا  
 جواب یہی ہے کہ وہ پروردگار کا کلام ہے جسکی ذات و صفات میں حدوث و تغیر کو راہ  
 نہیں مل سکتی۔

**خامساً۔** اُسی مضمون کو جو موجود فی القرآن ہے بیان کرنے والا دوسرے  
 لفظوں میں بیان کرے تو مضمون کی قوت اور اُسکا اثر گھٹ جاتا ہے پس اگر اُسکی کمیاب  
 میں سرمایہٴ اعجاز مضمون تھا تو چاہیے تھا کہ نقش ثانی نقش اول سے بہتر نہیں تو اُسکے  
 برابر ہو جاتا۔ (س) قرآن بلحاظ نوعیت مضامین ابواب و فصول پر منقسم نہیں ہے  
 اسلئے سرشتہٴ سخن اُلجھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ (ج) قرآن علمی کتاب یا داستانِ واقعات  
 گذشتہ نہیں ہے بلکہ وہ وعظ و بند کا دل پسند مجموعہ ہے جسکے ضمن میں اُمم سابقہ کے تذکرے  
 آگئے ہیں یا چند تمدنی احکام کی تعلیم کی گئی ہے۔

تم خود کبھی ناصح بن کے دیکھ لو کہ ایک مرتبہ کے کہنے میں طبیعت کو تسکین نہیں  
 ہوتی اور اگر نصیحت مہتمم بالشان ہو تو بارہا اُسکی تکرار کی ضرورت داعی ہوتی ہے۔ خدا کو  
 بڑے بڑے سرکشوں کا سمجھانا منظور تھا اور ایک ایسی کتاب تیار کرنی مقصود تھی جو ابد اللہ  
 تک اُسکے بندوں کا دستور العمل ہے پس وہ انسانی ترتیب کا پابند ہو کے اپنے اصلی  
 مقاصد کو کیوں برباد کرتا۔ صانعِ قدرت اپنی صنعتوں میں انسانی ترتیب کا مقلد نہیں ہے

نباتات اور اشجار میں اُس نے بڑے بڑے کرشمے قدرت کے نمایان کیے ہیں لیکن انکی شاخ اور برگ میں وہ مساوات اور وہ تقابل پایا نہیں جاتا جسکو انسانی صنعت عموماً اختیار کرتی ہے یا انہم اس بے ترتیبی میں ارباب بصیرت وہ موزونی مشاہدہ کرتے ہیں جنکے بیان سے زبان قاصر ہے وَاللّٰهُ كَذَّابٌ مِّنْ قَالٍ۔

تسکلت بڑی ہو حسن ذاتی قباے گل میں گل بوٹا کہاں ہو

## معانی قرآن

قرآن کی بسیط کتاب میں چند احکام بیان ہوئے ہیں لیکن زیادہ تر اُن عقائد حقہ پر زور دیا گیا ہے جنکا تعلق تصفیہ روحانی سے ہے جیسا کہ قبل اسکے کچھ نمونے دکھائے گئے تھے تمام تر احکام قرآنی معتدل اور فطرت انسانی کے موافق ہیں اور اعتقادات کے ذخیرہ کو جو چاہے عقل کی کسوٹی پر کس لے اُس میں ایک ذرہ کے برابر بھی غل غش کی آمیزش نہیں ملے گی۔ یہ مبارک شجرہ ریگستان عرب میں سرسبز اور بلور ہوا جہان مدون سے حکمت کا ایک سچ بھی زمین پر نہیں گرا تھا اور لاعلمی اس حد تک ترقی کر گئی تھی کہ تیز ذرا و شناسداری کے ساتھ جو شخص صرف فن کتابت میں ہمارت رکھتا تھا اسکو قبائل عرب اوج کمال پر فائز سمجھتے اور کامل کی ڈگری عطا کرتے تھے پس جس قوم میں یہی تین معیار کمال قرار پائے ہوں اُسکے افراد کی نسبت یہ قیاس کب ہو سکتا ہو کہ ذائقہ الہیات کی جھلک عالم خواب میں بھی دیکھی ہوگی لیکن قدرت کی کارساز یوں کو دیکھیے کہ اسی قوم میں

معانی قرآن



لغزہ توحید بلند کرتا ایک اُسی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس نے اتنے دور کے مسائل حکمت بتا دیے  
 جنکے رموز تک نہ بٹے بٹے فلاسفوں کی رسائی ہوئی تھی اور نہ توریت شریف اور  
 انجیل مقدس میں ویسی تشریح کا نام و نشان تھا۔ بلندی مضمون کے ساتھ اُس بیان میں  
 روحانی قوتوں کے جلوے نمایاں تھے جنکے اثر سے وہ قلوب جنہیں حجرت آگئی  
 تھی تسبیح پھر موم ہوئے آخر کار محبت الہی کی گرمی سے پگھل گئے۔ یہودی معجزات  
 موسیٰ کے تذکرے کرتے ہیں اور عیسائیوں کے دفترین بڑی لمبی فہرست معجزات  
 کی موجود ہیں جن پر انکی تبلیغی محبتوں کا دار و مدار رہتا ہے لیکن قرآن نے باغراض اپنی  
 تصدیق کے اعجاز محمدی پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ فطرت الہی کی مضبوط زمین پر استدلال  
 کی بنیاد رکھی اور واقعات تاریخی پر توجہ دلا کے اپنی حقیقت اور پروردگار کی عظمت  
 کو اسطرح بدلائل عقلی ثابت کر دیا کہ ذوق سلیم اسکی محبتوں سے مغلوب ہو گیا اور اس  
 دور میں بھی کہ عقلی جود عجیب و غریب کرشمے صنعت کے دکھا رہی ہو ان محبتوں کا  
 حلقہ اثر بڑھتا ہی جاتا ہے۔ مسٹر ووش ایک الفاضل پسند روشن دل فرماتے ہیں  
 ”وہ اُن تبدیلات مضامین میں جو مثل برق تیز و طرار ہیں اس کتاب (فستران)  
 کی ایک نہایت خوبصورتی پائی جاتی ہے اور گو سچھی (ایک مشہور ترین جرمن ناول)  
 کا یہ قول بجا ہے کہ جب قدر ہم اُسکے قریب پہنچتے ہیں یعنی اُس پر زیادہ غور کرتے ہیں  
 وہ ہمیشہ دور کھینچتی جاتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے وہ بتدریج فریفتہ کرتی ہے پھر  
 متعجب کرتی ہے اور آخر کار فرحت آمیز تحیر میں ڈال دیتی ہے“ اور سٹر

جان دون پورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمدینہ دوی قرآن  
میں جو انیسویں صدی کی تصنیف ہے تحریر فرماتے ہیں ”منجھ بہت سی اعلیٰ درجہ کی  
خوبیوں کے جو قرآن کے لیے واجب طور پر باعث فخر و ناز ہو سکتی ہیں دو خوبیاں  
بہت بڑی ہیں۔

ایک اُسکا مودبانہ اور سہیت و رعب سے بھرا ہوا طرز بیان ہے جو ہر ایک مقام پر  
جہاں خداوند تعالیٰ کا ذکر یا اُسکی ذات کی طرف اشارہ ہے اختیار کیا گیا ہے اور جس میں خداوند عالم  
کی طرف اُن جذبات اور اخلاقی نقائص کی نسبت نہیں کی گئی ہے جو انسان میں پائے  
جاتے ہیں۔

دوسرے وہ اُن تمام خیالات باطل اور الفاظ کی ایک اور قصص سے سب پر فحش اور  
خلاف اخلاق اور نامہذب ہوں لیکن افسوس کی بات ہے کہ یہ عیوب کتب مقدسہ یہودین بکثرت  
پائے جاتے ہیں درحقیقت قرآن ان سخت عیوب سے ایسا سبرا ہے کہ اُس میں خفیف سے  
خفیف ترسیم کی بھی ضرورت نہیں ہے از ابتدا تا انتہا پڑھ جاؤ مگر اُس میں کوئی لفظ ایسا نہ ملے گا  
جو رکیک اور شرم و حیا کے خلاف ہو۔ قرآن میں ذات باری کی تعریف مشرح اور صاف  
ہو اور جو مذہب اُسے اپنی خوبیوں کے ساتھ قائم کیا ہے وہ وحدت الہی کا پختہ اور مستحکم  
یقین ہے بجائے اسکے کہ خدا کو فلسفیانہ طرز پر ایسا مسبب الاسباب مان لیں جو اس عالم  
کو مقررہ قوانین پر چلا کے خود ایسی شان و عظمت کے ساتھ الگ ہے کہ اُس تک کوئی شے پہنچ  
نہیں سکتی از روئے تعلیم قرآنی وہ ہر وقت حاضر و ناظر اور عالم کائنات میں عامل اور تصرف ہے

علاوہ برین اسلام ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں کوئی امر متنازع فیہ نہیں ہے اور چونکہ وہ  
 کسی ایسے معممہ پر شامل نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے اور جسکو زبردستی قبول کرنا پڑے  
 ایسے وہ خیالات کو ایسی سیدھی سادی اور ایسی پرستش پر قائم رکھتا ہے جو تغیر پذیر  
 نہیں ہے حالانکہ تیز و تند اور ادا دھند جو شذہب نے پیروان اسلام کو اکثر اوقات  
 آپ سے باہر کر دیا ہے اور سب سے اخیر بات یہ ہے کہ مذہب اسلام ایسا مذہب ہے جس  
 ولیوں شہیدوں تبرکات اور تصویروں کی پرستش اور ناقابل باتین اور حکیمانہ باریکیاں  
 اور اہیوں کی تجرید و تعذیب نفس بالکل خارج کر دی گئی ہے، اب طالب حق کو غور  
 کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے کہ کس زمانہ میں اور کس قوم کے حلقہ میں قرآن نازل  
 ہوا اُس نے کیسے اعمال حسنہ اور عقائد حقہ کی ہدایت کی۔ اُسکا نور ہدایت تھوڑا ہی  
 و فون میں کسطرح پھیلا اور دنیا کے اخلاق پر اُس نے کیا اثر ڈالا اُسکی تحریک سے عباد اور  
 رب العباد کے گہڑے ہوئے تعلقات کیسی موزون حالت پر قائم ہو گئے ہر چند زمانہ  
 نے کروٹیں بدلیں لیکن اس عقلی دور میں بھی آزاد نشمن اُسکی خوبیوں کو کتنی دل دینے  
 کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ میں کیا کہوں بعد اس فکر کے جسکی سفارش کی گئی خود ہی ہوش  
 طالب حق اعتراف کرے گا کہ یہ پاکیزہ اور پر تاثیر ہدایتوں کا مجموعہ لا دیتِ فیہ  
 الہامی ہے قوت بشری کا کام نہ تھا کہ ایسے موثر بلند خیالات کا اظہار بالخصوص اُن  
 دنوں میں کر لیتی جب کہ اولاد آدم بُت پرستی کی شہید اور بد اخلاقیوں کی خوگر  
 ہو رہی تھی

ریورنڈ میٹر نے اسلام کے متعلق اپنا تیسرا ٹیکل اخبار سینٹ جیمس میں شائع کر دیا ہے جس کا انتخاب ہم میگزین المنار مصری سے بہ تائید اپنی رسل کے حسب ذیل تحریر کرتے ہیں ”متجملہ اُن معجزات کے جنکو دیکھ کر انسانی عقل کو نہایت حیرانی پیش آتی ہے وہ دقیق حکمتیں ہیں جن سے قرآن مجید کے احکام کو ایک ممتاز فوقیت حاصل ہے اور انسان کی مذہبی طبیعت کے اقتضا پر اُن احکام کا ایک عجیب طور پر منطبق ہونا اور پیروں کے دلوں پر انکی عجیب و غریب تاثیر پڑنا اور اُنکے نفوس کا انسانی کمالات کی طرف متوجہ ہونا حقیقت قرآن کی ایک زبردست دلیل ہے پس اسلام اپنے پیروں کو دولت مند و فراغ دستی کی حالت میں وقار کا لباس پہناتا اور مفلسی و تنگ دستی میں صبر اور رضا و تسلیم کے خلعت سے آراستہ کرتا ہے بیشک مسلمانوں کو حق حاصل ہے کہ وہ ہم سے پوچھیں کہ کیا مثل محمدؐ کے کسی اُمی کے لیے بغیر خدا کی وحی کے اور اُسکی مدد کے ممکن ہے کہ ایسے اعلیٰ درجہ کے حقائق و دقائق اور ایسے احکام بیان کرے جو انسانی نفوس پر مسلط ہو جائیں جیسے کہ قرآن مجید نے بیان کیے ہیں“

اخبار بالغب

## اخبار بالغب

قرآن پاک میں ضرورت کے موافق آنے والے واقعات کی خبریں صاف الفاظ میں دی گئی ہیں ایسے بیان کرنے والے پر یہ بدگمانی نہیں ہو سکتی کہ اُس نے واسطے

بڑھانے اعتقاد کے ایسی اچھی تقریریں کی ہیں جسکا کوئی نہ کوئی پہلو واقعات عالم سے کم و بیش مطابقت پیدا کر لے جن باتوں کا تعلق زمانہ مابعد الموت سے ہو ان کی حقیقت تو اسی وقت کھلیگی جبکہ تدبیروں کے دروائے بند ہو جائیں گے اور چند پیشین گوئیوں کا وقت ظہور ابھی کچھ دور ہو لیکن حق کے ڈھونڈھنے والے ذیل کی پیشین گوئیوں سے کیوں استفادہ اطمینان نہیں کرتے جنکی تصدیق ہو چکی یا نایمان طریقہ سے ہو رہی ہو

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ كَافٍ مَحْسُونٌ ۝

(۱)

(پارہ ۱۴- سورۃ الحججہ رکوع ۱)

ابتداء نبوت سے تا وقت وفات پیغمبر علیہ السلام کے قرآن کی آیتیں ضرورت کے موافق نازل ہوا کہ ان دنوں اہل عرب کتابی تدوین سے ناواقف تھے یا پروردگار کو اپنی قدرت کا یہ جلوہ دکھانا منظور تھا کہ بگڑتی بگڑتی حالتوں کا سنبھال دینا اُسکے نزدیک دشوار نہیں ہو بہر حال قرآن کے بے بہا موتی سلاک تحریر میں منسلک نہیں ہوئے تھے کہ آفتاب نبوت کو ابر رحمت نے چھپا لیا اُسکی غیبت کے ساتھ ہی سلامی دنیا پر مشکلات کی تاریکی چھا گئی اور ان سب میں زیادہ لائق توجہ فساد کی وہ ظلمت تھی جسکو مسیلمہ جھوٹا دعویٰ ان نبوت خطہ یمن میں پھیلا رہا تھا روشن ضمیر خلیفہ نے وقت مناسب پر جنگی قوتوں سے فساد کی جرہ کاٹ دی لیکن زخ مروجہ سے زیادہ یہ کامیابی ہنگامی پڑی یعنی بارہ سو دہر وایتے اٹھارہ سو مسلمان اُس حملہ میں مارے گئے جو چھوٹے سے قصبہ کامہ پر کیا گیا تھا۔ الحاصل نوید فتح کے ساتھ جیب دار اخلافت میں

شہدائے جنگ کی تفصیل بیان کی گئی تو ہر گھر سے گریہ و زاری کی صدائیں بلند ہوئیں اور خود خلیفہ کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکت پڑے۔ اس لڑائی نے اقبال مندوں کے جوش کو ٹھنڈا نہیں کیا لیکن دورانہدیشی نے ان کو اندیشہ دلایا کہ اگر ایسی ہی غمیز لڑائیاں اور بھی لڑنی پڑیں تو وہ جماعت جو قرآن کو صندوقِ سینہ میں محفوظ رکھتی ہو ٹوٹ جائیگی اور اُسی کے ساتھ کیا عجب ہو کہ قرآن کا کوئی حصہ نسیا نسیا ہو جائے چنانچہ ایک سال بعد وفاتِ نبویؐ قرآن اشکل کتاب لکھ لیا گیا مگر برسوں گزر گئے اور اُسکی اشاعت کی نوبت نہیں آئی جسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہو کہ اُس زمانہ کے مسلمان قوتِ حافظہ کو قرآن پر فدا کر رہے تھے انکو پروا نہ تھی کہ باغراضِ یادداشت کاغذ و قلم سے استمداد کریں لیکن خلیفہ ثالث کے دورِ حکومت میں اسلامی جماعت بہت بڑھ گئی اسلئے قرآن مرتبہ کی نقلیں دور دراز شہروں کو بھیجی گئیں۔ وہ جلد جو خلیفہ کے استعمال میں تھی اب تک مسجدِ مدینہ میں محفوظ اور زیارت گاہِ خلافت ہی جیسے ہجری میں مسجدِ نبویؐ کی عالیشان عمارت مع تمامی سامان موجودہ کے جل گئی لیکن وہ قبہ جبین مصحفِ عثمانی رکھا تھا صاف بچ گیا اسی طرح ششہ ہجری میں بجلی گری اور اکثر حصہ مسجد کا جل گیا لیکن اس واقعہ میں بھی تاریخِ مصحف کو کوئی صدمہ نہیں پہونچا۔ بعد اُس اشاعت کے جس کا تذکرہ کیا گیا کثرت سے قرآن کی نقلیں ہوتی رہیں قدرت کی کارسازیاں لائقِ حیرت ہیں کہ وہی آیتیں اور سورتیں جو کبھی کھجور کے پتوں اور خرے کی چھالوں پر لکھی جاتی تھیں تھوڑے ہی دنوں میں مٹاؤند مہب اوراق پر دیدہ نیاز کی پتلیاں بن گئیں کتابت کی تمام

ہنرمندان اُن پر نثار ہوئیں اور مکلفا کرتے وہ وہ رنگ دکھائے کہ چشم تاشا انکو دیکھنے  
حیران رکھتی چنانچہ سنا جاتا ہے کہ شاہان تیموریہ کی سرکار میں ایک ایسا قرآن موجود  
تھا جسکے اوراق سونے کے پتر سے بنائے اور اُن پر قیمتی جواہر کے ترشے ہوئے  
حروف جمائے گئے تھے۔ حاصل ایجاد چھاپہ سے پہلے اکثر مسلمانوں کے گھر میں  
متعدد جلدین قرآن کی موجود تھیں اور بعد ایجاد چھاپہ کے تو لاکھوں جلدین ہدیہ  
شائقین ہو چکیں اور اب تک خریداری کی گرم بازاری بدستور ہے یہ تو تحریری سامان حفاظت  
کا بیان ہوا قدرت نے اُس سے بھی زیادہ مضبوط ایک دوسرا سامان حفاظت مہیا کر دیا  
ہو کہ لاکھوں عقیدتمندوں کے سینہ میں پورا قرآن محفوظ ہے اور روز بروز حفظ قرآن کا  
شوق ترقی کرتا جاتا ہے۔ حفظ کا شوق یا حافظوں کی کثرت اتفاقی بات نہیں ہے کیونکہ خدا  
نے بالقصد انسانی حافظ پر قرآن کو آسان کر دیا ہے **قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَلَقَدْ  
يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلَّذِي كَرِهَ مِنْ مُّشْكِرَةٍ** (پارہ ۲۷۰۔ سورۃ القمۃ رکوع ۱)  
تمام حصص دنیا میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں اور ترتیب قرآن کو تیرہ سو برس کا  
زمانہ گزر چکا ہے لیکن اتنی بڑی کتاب کی ایک آیت کی نسبت بھی تحریف کا الزام کسی  
دشمن نے نہیں لگایا۔ اور نہ قیاساً آئندہ کسی تحریف کا گمان پایا جاتا ہے۔

اس عالم کا خداوند اپنے ارادوں کا نفاذ اسباب کے اوٹ میں کرتا ہے ایسے ناظرین  
واقعات مذکورہ پر غور کر کے اندازہ کریں کہ یہ پیشین گوئی کس وثوق کے ساتھ کی گئی تھی

۱۲ ہم نے قرآن کو واسطیہ کے آسان کر دیا ہے پس ہو کوئی کہ اُسکو یاد کرے ۱۲

اور پیشین گوئی کرنے والے نے کیسے قوی اسباب حفاظت قرآن کے مہیا کر دیے ہیں۔ اپنے عہد تک تحریف کا نہو ناسر و لیم میو ر صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب لایف آف محمدین تحریر فرماتے ہیں ”د نہایت قوی قیاس سے ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک آیت قرآن کی محمد کے غیر محرف اور صحیح الفاظ میں ہے“، ذی علم مصنف اگر منصفاً آزادی کو کام میں لاتے تو انکو بجائے قوی قیاس کے یقین کا لفظ استعمال فرمانا اور جن آیتوں کی نسبت وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرتے ہیں انکو خداوند خدا کی طرف منسوب کرنا چاہیے تھا لیکن انکا اتنا اقرار بھی غنیمت ہے باقی رہی تھوڑی سی جھجکی اسکو بھی کیا عجب ہے کہ یورپ کے روشن ضمیر اسوقت ترک کر دیں جبکہ متعصبانہ جوش اور تقلیدی نفرت کو شائستگی کا دور مٹا دے۔

(۲) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ط وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط** لَئِنْ لَمْ يَهْدِ الْفُؤَادُ الْكَافِرِينَ ۝ (پارہ ۵-۶- سورۃ المائدہ - رکوع ۱۰)

یہ آئیہ کریمہ جنگ احد کے بعد نازل ہوئی اور بعد اس کے نزول کے کوئی براندیش حضور کو جسمانی صدمہ نہ پہونچا سکا دنیا کے بادشاہ واسطے ذاتی حفاظت کے بہت کچھ سامان

لے آئے بغیر جو پیام تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئے ہیں لوگوں کو پہونچا دو اور اگر تنہا ایسا نہ کیا تو گویا پروردگار کی رسالت کو نہیں پہونچایا اللہ تمہاری حفاظت آدمیوں سے کرے گی بیشک

اسد ان لوگوں کو راہ نہیں دکھا تا جو کافر ہیں ۱۲



موجود رکھتے ہیں لیکن پھر بھی انکی حالت خطرہ سے یقیناً محفوظ نہیں رہتی چنانچہ اگلے  
 زمانہ میں بشمار ایسے واقعات گزسے ہیں کہ کوئی حقیر دشمن جان پر کھیل گیا اور  
 اُسکے دستِ تم نے بڑی قیمتی جان ضائع کر دی۔ ہم دور کی سند کیون لائیں تاریخ  
 کے ٹھنڈے ڈالے جانتے ہیں کہ ذی اقتدار خلیفہ دوم اور عالیفہ در خلیفہ چہارم  
 پر کس طرح ایک ذلیل جان باز کو موقع دستِ سل مل گیا اور اُسنے وہ کامیابی حاصل  
 کر لی جو قیصر و کسریٰ کے حوصلہ سے بھی باہر تھی۔ پیغمبر علیہ السلام کے حلقہ و حظ  
 و بندین دوست و دشمن صادق و منافق ہر قسم کے آدمی شریک ہتے تھے ذاتی  
 خطاطت کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا با اینہم اُنکا دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنا اگر  
 حیرت انگیز نہ تو بھی ایک واقعہ لائق لحاظ ضرور ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا میں بشمار  
 اقبال مندوں نے محفوظ زندگی کا استفادہ کیا ہے لیکن مقصود بیان یہ ہے کہ شائبہ  
 حالت میں وعدہ کیا گیا اور نتیجہ اُسی کے موافق پیدا ہوا اسیلے وہ خبر جو دی گئی سلسلہ  
 اخبار بالغیب میں داخل اور صداقت قرآن پر اطمینان دلانے والی ہے۔ (س)  
 جو تشریح اور رمال بھی واقعات آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور انہیں کچھ صحیح نکل آتی ہیں اس طرح  
 ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کا یہ بیان صحیح نکلا لیکن بر بناے اُسکی صحت کے کیونکہ  
 اطمینان ہو کہ وہ خدا کا بیان ہے۔ (ج) جو تشریحوں اور رمالوں کی باتیں کچھ جھوٹ اور  
 کچھ سچ ثابت ہوتی ہیں لیکن قرآن کی کسی پیشین گوئی پر اب تک الزام کذب عائد نہیں  
 ہوا ہے۔ دقیقہ سنج خیالات پر یہ واقعات قوی اثر ڈالتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کی

دشمندی اُن کے مخالف بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن دشمنی دعویٰ انبوت صاف الفاظ میں کبھی ایسا بیان نہیں کر سکتا جس کا دوسرا پہلو بھی ممکن الوقوع ہو کیونکہ ایسی حالت میں صریح اندیشہ ہو کہ نتیجہ خلاف پیدا ہوا اور خود اپنے بیان سے اتنے بڑے دعویٰ کی تردید ہو جائے۔ حضور اقدس کو کوئی ضرورت داعی نہ تھی کہ اپنی ذاتی عصمت کے متعلق ایک ایسا بیان کر دیتے جس کی صداقت مشتبہ تھی اور بالخصوص ایسا بیان جس کو سن کے دشمنوں کے حوصلے بلند ہوں اور باغراض جھٹلانے وعدہ عصمت کے مخالفانہ تدبیروں کو زیادہ وسعت دیں۔

انسؑ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں سحرا اور حلیفہ خیمہ نبویؐ کا پہرا لے رہے تھے کہ یہ آئے نازل ہوئی اور اُسی وقت با اعتماد وعدہ الہی معمولی نگرانی کا بھی انتظام توڑ دیا گیا پس واقعات منظرہ بالا ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خبر اُس عالم الغیب قادر توانا نے دی تھی جس کو اپنے علم ازلی پر اعتماد ہوا اور جس کے ارادے کو کوئی قوت بشری روک نہیں سکتی۔

(۳) قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيِّدِيكُمْ وَيُخْلِفُهُمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوقَهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَيَذْهَبُ غِيظُ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَیْ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (پارہ ۱۰۰۔ سورۃ التوبہ۔ رکوع ۲)

اے اُن لوگوں سے لڑو اور تمھارے ہاتھوں انکو مزا دیگا اور تم کو تھیاب کرے گا اور مسلمانوں کا سینہ ٹھنڈا اور انکا غصہ دور کر دیگا اور جسکی توبہ چاہے قبول کرے اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے ۱۲

یہ آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی اُسوقت مسلمانوں کی قوت ضرور بڑھ گئی تھی لیکن پھر بھی مشرکوں کی جماعت نے دعویٰ ہمسری نہیں چھوڑا تھا۔ چنانچہ جب فتح معاہدہ کی اگلو اطلاع دی گئی تو خیرہ چشمی کے ساتھ کہنے لگے کہ ہمتے عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اب درمیان ہمارے اور محمد کے تیغ آزمائی اور نیزہ بازی کے تعلقات باقی رہ گئے ہیں تاہم اللہ کی دیکھیے کہ بعد نزول اس آیہ کے صرف معمولی حملے ہوئے اور پھر تمام خطہ عرب خنس و خاشاک شرک سے اپسا پاک ہوا کہ تیرہ صدیاں گزر گئیں زمانہ نے کتنے رنگ بے لیکن شرک کا کوئی پودا اب تک اُس زمین پر سرسبز اور بار آور نہیں ہوا ہے۔ اب نگاہ کچھ اور اونچی کرو اور دیکھو کہ تھوڑے ہی دنوں میں خود سر قبائل جو بربادی اسلام کے ساعی تھے اُسکے جان نثار حامی بن گئے اسیلئے پچھلا حصہ آیہ کریمہ کا واقعات سے یوں مطابق ہوا کہ بوجہ اتحاد باہمی مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے ہوئے معاندانہ خیالات کی جگہ برادرانہ تعلقات نے چھین لی۔ خدا نے اتنی بے اعتدالیوں کے بعد بھی ہتھوں کی توبہ قبول کی اور ایسے سرکشوں کو تابع فرمان بنا کے اپنی حکیمانہ شان دکھا دی بعض مغلوب الغضب مسلمانوں کو وجہ تعجب صحت تھی کہ اپنے رسول کے ایسے دشمنوں کو قہر الہی کیوں ایک طخت برباد نہیں کر دیتا لیکن عالم علم ازلی جانتا تھا کہ بے ادب گلمہ کبھی با ادب بن کے راہ راست پر چلیں گے اُن میں کچھ کام کے آدمی ہیں اور ایک دن مثل بندگان مخلص اسلام کے کام آئیں گے پس لفظ علیم اس آیہ میں واسطے تنبیہ اُن تعجب کرنے والوں کے آیا ہے جو اسرار الہی سے ناواقف اور درحقیقت عجلت پسند تھے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ هَلْ أَتَاهُمْ لَمَنْ يُنصِرُونَ  
وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِغُلَبَتٍ ۖ فَتَوَلَّوْا عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَأَبْصَرْنَاهُمْ  
فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ۖ

(پارہ ۲۳ - سورہ انفٹ - رکوع ۵)

انبیاء سابق مطلع کیے گئے تھے کہ نبی عربی فتح پائیں گے اور نصیب اُس فتح و نصرت کے خداوند خدا اپنا جلال کبریائی ظاہر فرمائے گا۔

آیہ محمولہ میں اصحاب رسول اللہ مراد لیے گئے ہیں اور خدا نے اپنے پیغمبر کو تسکین دی ہو کہ ہم آپ کی بعثت سے پہلے انبیاء مرسلین سے کہ چکے ہیں کہ ہمارا بیان پیغمبر آخر الزمان اعدائے دین پر غالب آئیں گے لہذا آپ چندے انتظار کریں مشرکوں کی جماعت خود جلد دیکھ لیگی کہ اُسکا انجام کیا ہوتا ہو۔

یہ آیتیں اُس زمانہ میں نزل ہوئیں جبکہ اسلام آجگاہ مصیبت ہو رہا تھا اور بظاہر اُسکے اُبھرنے کے سامان دکھائی نہیں دیتے تھے لیکن مسبب الاسباب نے غیر مترقبہ سامان بھیاس کیے اور آخر کار اپنے پاک وعدہ کو پورا کر دیا۔ تاریخی روایتیں شہادت دیتی ہیں کہ خدا کا لشکر جو اصحاب محمدی سے مرتب ہوا تھا جب تک دنیا میں قائم رہا سلسلہ وار کامیابیاں حاصل کرتا گیا اُسے گنتی کے برسوں میں خطہ عرب سے جو بنی قیدار کا وطن ہے

لے یعنی اپنے بندوں سے جو درجہ رسالت پر فائز ہوئے پہلے ہی کہہ دیا کہ وہ لوگ (مسلمان) فتح مند ہوں گے اور بیشک ہمارا لشکر غالب آئے گا پس اے پیغمبر چند روز ان لوگوں (مشرکوں) سے

تعرض نہ کرو اور ان کو دیکھا کہ وہ جلد وہ لوگ خود دیکھ لیں گے ۱۲

ظلمت شرک کو مٹا دیا اور ہر چند اُسکے ارکان خود بھی مٹ گئے لیکن اُنکی فتح مند یون کی داستان جب تک کارگاہ عالم قائم ہے صفحات تاریخ سے مٹتی نظر نہیں آتی الغرض یہ قرآن اور دیگر کتب سماوی کی کھلی ہوئی پیشین گوئی تھی جو پوری ہوئی چنانچہ آیہ قرآنی کو تو ہم بلفظ نقل کر چکے اب کتاب یسعیاہ کا کچھ انتخاب ملاحظہ ہو۔ در بیان اُس کی بستیان قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لکاریں گے۔ <sup>۱۲</sup>خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اُسکی ثنا خوانی کریں گے۔ <sup>۱۳</sup>خداوند ایک بہادر کے مانند نکلے گا وہ جنگی مرد کے مانند اپنی غیرت کو اُسکا لینگا۔ (باب ۴۲۔ کتاب یسعیاہ۔ ورس ۱۱۔ لغات ۱۲) پھر اُسی کتاب اور اُسی باب کے ورس ۱۷ میں ارشاد ہوا ہے دے دیجھے ہٹیں اور نہایت پیشیمان ہوں جو کھدی ہوئی مور تون کا بھروسہ رکھتے ہیں اور ڈھالے ہوئے تون کو کہتے ہیں کہ تم ہمارے آلہ ہو،

قیدار حضرت اسمعیل کے بیٹے تھے (دیکھیے کتاب پیدائش باب ۲۵۔ ورس ۱۵ لغات ۱۵) قریش اور چند دیگر قبائل عرب اُنھیں کی اولاد سے ہیں (دیکھیے انساب کی کتابین) سلع ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ میں واقع ہے (دیکھیے لغات عرب کی کتابین) جنگ احزاب میں اسی کوہ سلع کے دامن میں لشکر اسلام نے خیمے ڈالے اور اُس سے

۱۵ علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں کہ اگر قحطان و لا واسمعیل سے تسلیم کیا جائے کہ بعض مورخوں کی رائے ہے

تو سب اہل عرب بنی اسماعیل ہیں کیونکہ قحطان و عدنان اُنکی سب شاخوں پر حاوی ہیں ۱۲

نئے بغرض حفاظت خندق کھودی تھی۔ اعداد کی کثرت نے بداندیشوں کو امید دلائی  
 کہ اب بنیاد اسلام ہل جائیگی اور اُسی بنیاد پر بُزدل منافق مسلمانوں پر طح طح کے  
 آوازے کسے لگے۔ مسلمان بھی اتنے گھبرائے کہ واسطے انکی تسکین کے ارادہ کیا گیا  
 کہ قبیلہ فزارہ اور غطفان کو ایک ثلث پیداوارِ نخلستانِ مدینہ کی دی جائے تاکہ وہ لشکر  
 قریش سے علیحدگی اختیار کریں اور دشمنوں کی جماعت اس تدبیر سے گھٹ جائے  
 لیکن سردارانِ انصار نے جانبازی کا حوصلہ ظاہر کیا اور یہ مغلوب پالیسی تمام چھوڑی  
 گئی۔ مشرکانِ قریش بڑے سامان سے آئے اور اپنے بہادر دوستوں کے علاوہ  
 ایک فتنہ انگیز جماعتِ یہودیوں کی بھی ساتھ لائے تھے لیکن جیسی کہ دھوم تھی معرکہ  
 کارزار کو گرم نہ کر سکے اور میدان کی ہوا کچھ ایسی بدلی کہ دشمنوں کے دل ہل گئے اور  
 شامت کے مائے اپنے سر پر پانوں رکھ کے سیدھے گھر کو سدھائے۔ مشرکان کہ  
 کی یہ آخری کوشش تھی اور بعد اُن کے انہزام کے پیغمبر علیہ السلام نے یہ پیشین گوئی  
 فرمائی کہ تَنْبُذُوكُمْ قُرَيْشٌ بَعْدَ عَامِكُمْ هَذَا ۱ اس سال کے بعد ہرگز قریش  
 تم لوگوں سے جنگ آزمائی نہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ  
 ایسی سخت آزمائش میں ساکنانِ مدینہ ثابت قدم رہے اور انکی دلیری نے دامنِ اسلام  
 پر ذلت کی چھینٹ پڑنے نہیں دی۔ اسی ایک معرکہ پر منحصر نہیں ہر ایک معرکہ  
 میں وفادار انصار آٹے آئے اور ہمیشہ اُن کے زور بازو سے جلالِ کبریا کی کاظمی  
 ہوتا رہا اسی وجہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَيُّهُ الْاَيُّمَانِ

حُبُّ الْاَنْصَارِ وَآيَةُ النِّفَاقِ بَعْضُ الْاَنْصَارِ-

درس (۱۱) کی یہ تشریح ہو کہ نبی آخر الزمان کے عہد میں باد یہ نشین عرب اور بنی قریہ اور نعرہ توحید بلند کریں گے اور بالخصوص سلع کے رہنے والے حمد آہی کے خوشنوا ترانے گائیں گے پہاڑوں کی چوٹی سے دشمنان خدا کو ڈانٹیں گے اور پھر عرفات کے پہاڑ پر لبیک کی صداؤں سے مشرکوں کے دل ہلا دیں گے۔ اہل مدینہ کی نسبت سلع کی طرف اسیلے کی گئی ہو کہ اُسکی حوالی میں ان سعادتمندوں نے بے مثل استقلال کا اظہار کیا اور انھیں کے استقلال نے آخری حملہ قریش کی کمر توڑ دی اور پھر وہ بڑھ کے مسلمانوں پر کوئی حملہ نہ کر سکے۔

درس (۱۲) کا یہ بیان ہو کہ اہل مدینہ کی تقویت کو لئے توحید بلند ہو گا اور وہ لوگ بعد فتح کے مکہ معظمہ میں جو قریب ساحل بحر عرب کے واقع ہو خدا کی ثنا خوانی کریں گے۔

درس (۱۳) میں لفظ خداوند سے خدا یا ہمارے خداوند نعمت محمد مصطفیٰ روحی فدا ہوا ہین صورت اول میں ظاہر ہو کہ خادم مامور علی الخدمۃ کی کارروائیاں آقا کی طرف منسوب کی جاتی ہین اور بصورت تعبیر ثانی مطلب زیادہ تر صاف ہو چکا ہے رسول خدا مدتوں سکوت کے ساتھ مظالم کفار کو سہتے رہے لیکن دشمنوں نے ٹھان لیا کہ حضرت عیسیٰ کا سا سلوک ان کے ساتھ بھی برتیں تب موسوی پالیسی کا اختیار کرنا ناگزیر پڑا اور واسطے مٹانے ظلمت شرک کے قاہرہ شان شجاعت دکھائی گئی۔ پیغمبر علیہ السلام مامور بالہدایہ ہو کے

انصار کی دوستی ایمان کی اور ان کی دشمنی نفاق کی نشانی ہو ۱۲۔

مدینہ شریف سے نکلے تھے اور ترتیب فقرات سے بھی یہ اشارہ پیدا ہوتا ہے کہ اُسی مقام سے جہان کوہ سلع واقع ہوا اور جہان کے پہنچنے والے خدا کا جلال ظاہر کریں گے خداوند بہادرانہ خروج کرے گا۔

درس (۱۷) میں اُن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بعد فتح مکہ عالم ظہور میں آئے یعنی بُت توڑے گئے بُت پرستوں کی جماعت ٹوٹ گئی مشرکوں نے غلبہ اسلام کو بخشنے خود دیکھ لیا اور سمجھ گئے کہ اُن کے بنائے ہوئے معبود خود اپنے تئیں دشمنوں کے ہاتھ سے بچاؤ نہ کر سکتے تھے۔

(۵) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا النَّبِيُّ تَهُمُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جَزَاءَ لَآخِرَةٍ أَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ أَنْتُمْ وَآلِكُمْ عَلَمٌ لِمَنْ تَدْعُونَ** (پارہ ۱۳- سورۃ النحل رکوع ۶)

عموماً سرداروں کی حالت اُنکے توابع سے اچھی ہوتی ہے اس لیے جب اُن دنوں کی تمدنی حالت کا پتہ لگانا مطلوب ہو تو پیغمبر علیہ السلام کی طرز معاشرت پر جسے ہم آئندہ بینا کریں گے نظر کر کے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ عام مسلمانوں کی تمدنی عمرت کس حد تک تکلیف دہ تھی۔ عربوں کا یہ خیال تھا کہ پیٹ پر پتھر باندھ لینے سے گرسنگی کی تکلیف کم ہو جاتی ہے۔ ابوطلحہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگوں نے آنحضرت سے بھوک کی شکایت کی۔

۱۷ اور جن لوگوں نے خدا کی راہ میں بعد مظلوم ہونے کے گھر چھوڑا انکو ہم دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا اجر تو ہر ایک کو کاشف لوگ جانتے ہیں وہ لوگ ہیں جنھوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں ۱۲



اور اپنے شکم پر پتھروں کی بندشیں دکھائیں حضور نے بھی دامن اٹھایا تو ظاہر ہوا کہ ہلوگ  
ایک ایک پتھر باندھے ہوئے ہیں اور شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہیں۔ جہاں گرسنگی کو  
اسطرح تسکین دیجاتی تھی وہاں دیگر اسباب آسائش کا کیا ذکر چنانچہ حضرت عمر ایک دن  
حاضر خدمت ہوئے اور دیکھا کہ آپ کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہیں چمڑے کا تکیہ جبین کھجور کی  
چھال بھری تھی سر کے پیچھے ہوا اور چٹائی کے نقش جسد مبارک پر ابھر آئے ہیں پیغمبر  
علیہ السلام ایسی مصیبتیں بھیسلتے تھے لیکن عشق الہی میں ایسا استغراق تھا کہ دنیاوی  
تکلیفیں محسوس نہیں ہوتی تھیں یا محسوس ہوتی تھیں مگر انکی کچھ پروا نہیں فرماتے تھے۔  
آقا کی جب یہ حالت تھی تو پھر تعجب کی کیا بات ہو کہ جان نثار خادم اکثر مہاجروں کے  
بن پر پوئے کپڑے شتھے ناقون پر فاقہ کرنا ان بزرگوں کا معمولی شعار ہو گیا تھا  
انھیں مصیبت کے دنوں میں خداوند عالم نے وسعت آئندہ کے وعدے کیے لیکن غور  
کرنے والے اس موقع پر غور کریں کہ ظاہری سامان کچھ نہ تھا پھر ان وعدوں پر کیا وجہ  
اطمینان حاصل تھی کہ اُسکے بھروسے پر تارکان وطن خاورستان مصیبت کی کڑی مندرلین  
طی کرتے تھے اور جب یہ مصیبتیں ترقی کرتی تو انھیں کے پیمانہ پر معتقدانہ ثابت قدمی  
کو بڑھا لیتے۔ کتب التواریخ کے پڑھنے والے تفصیل جان سکتے ہیں کہ سورۃ النحل کا  
وعدہ بہ حق مہاجرین کیونکر پورا ہوا مگر میں بالاختصار تحریر کرتا ہوں کہ نبوت کے سوطوں  
برس قصر کسری سعد بن وقاص ایک مہاجر کے قبضہ میں تھا اور اسے صفر سنہ مذکور میں  
انھوں نے نماز جمعہ اُسی قصر کے اندر پڑھی تھی۔ عبدالرحمن بن عوف کا بھی شمار

فقرے ہاجرین میں تھا سلسلہ ہجری میں انھوں نے وفات کی لیکن خدا نے اُن کے  
پیشہ تجارت میں ایسی برکت دی کہ پانچ سو عربی گھوڑے مجاہدون کی نذر کیے اور ایک  
مرتبہ قطعہ اراضی کی فروخت سے چالیس ہزار دینار حاصل ہوئے اور یہ پورا زرخشاں خدا  
کی راہ میں بانٹ دیا پھر مالک شام سے نو سو اونٹ مال سے لئے ہوئے اُن کے  
پاس آئے اور حامل کو مع معمول خیرات کر دیا مگر باوجود ایسی فیاضیوں کے اُنکے  
متروکہ سے بموجب وصیت چالیس ہزار دینار صحابہ بدر کو دیے گئے اور ایک کروڑ  
اٹھائیس لاکھ دینار وارثوں کے ہاتھ آئے۔ اس طرح روایت کی گئی ہے کہ زبیر بن العوام  
کے متروکہ کی قیمت چار کروڑ درہم لگائی گئی تھی اور اُن کے غلاموں کا شمار ایک ہزار  
تک پہنچ گیا تھا۔

(۶) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ  
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ  
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ قُضِيَّتِهِ أَمَنَاءَ يُعْبُدُونَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ بِئْسَ الشِّمَاءُ

ایک دینار وزن میں ایک سو جو سو نے کے برابر اور تقریباً سیرہ کھلدار کا ہونا ہے ۱۲  
ایک درہم کی قیمت ہر سیرہ کچھ زیادہ ہوتی ہے اور ایک سو درہم کو وزن میں ۲۶ پلوں اور قیمت میں  
سیرہ کھلدار (انگریزی) کے برابر سمجھنا چاہیے ۱۳  
تم لوگوں جو گویا ایمان لائے اور نیک عمل کیے اُنہی نے وعدہ کر لیا کہ اُنکو باعز و در زمین پر خلیفہ بادشاہ  
بنائے گا جیسا کہ اُنہی اگلوں کو خلیفہ بنایا اور جس دین کو اُن کے لیے پسند کیا ہے اُسکو اُنکے واسطے مضبوط کر دے گا  
اور اُن کے خوف کو اطمینان سے بدل دیگا وہ لوگ ہماری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو ہمارے شریک نہ کریں گے  
اور جو لوگ اُسکے بعد ناشکری کریں وہ نافرمان ہیں ۱۲

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۸﴾ (پارہ ۱۸ - سورۃ النور - رکوع ۷)۔

پیشین گوئی یوں پوری ہوئی کہ بعد وفات نبی کریم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دس برس تک دس برس خلافت کو انجام دیا اور اُن کے بعد دس برس چھ مہینہ چار دن خلافت **فاروقی** کا دور رہا یہ دونوں خلافتیں مجموعہ الوجہ خلافتِ عثمان بن نون کے ہمرنگ تھیں بعد شہادت حضرت عمرؓ کے عثمانؓ ذی النورین خلیفہ مقرر ہوئے اور چند دن کم بارہ برس فرمانروا ہے پھر اُس کے چھ برس تک یہ دور بھی شیخین کے طرز پر چلا لیکن اُس کے بعد ارکان خلافت متزلزل ہو چلے اور بلوایان مصر کے ہاتھوں اس دور کا خاتمہ ہوا ۳۵ھ ہجری میں منبر خلافت نے **علی مرتضیٰ** کے قدموں سے عزت پائی چار سال نو مہینے زمام خلافت اُن کے مقدس ہاتھ میں رہی اور باغیوں سے لڑائیاں ہوا کین آخر کار ۴۰ھ ہجری میں یہ شمع خلافت بھی ایک بد بخت مدعی اسلام کے ہاتھ سے گل ہو گئی۔ اس آیت میں خدا نے مہاجر اور انصار کی طرف خطاب فرمایا تھا چنانچہ زمانہ خلافت راشدہ میں وعدہ اُسی حرتِ بھرت پورا ہوا استحکام دین کی پوری تکمیل ہو گئی ممبرانِ گروہ مخاطب نے اپنی عموں خدا پرستی میں بسر کیں اور شرک سے اُگھو طبعی نفرت رہی اب سوال یہ ہے کہ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۵ سے کون لوگ مراد ہیں میں کہتا ہوں کہ بلوایان مصر اور باغیان شام اور ہر گاہ یہ لوگ اُس مقدس فرقہ میں شامل تھے جن سے اس پیشین گوئی میں

خطاب کیا گیا تھا اس لیے بعد لفظ کفر کے ضمیر خطاب کا نہ لانا ایک ایسا ملمح اشارہ ہے جو بسکی  
لطافت سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں۔

(۴) قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا كُتِرْنَا فَضْلًا لِرَبِّكَ وَانْحَرِمْنَا

لَا شَأْنُكَ هُوَ الْآبَتُوه (پارہ - ۳۰)

کوثر کے معنی کثیر کے ہیں اور اس لفظ سے مراد خیر کثیر ہے اور ابر کے لغوی معنی دم بریدہ کے  
ہیں محاورہ میں یہ لفظ مقطوع النسل متروک الذکر خستہ حال بے یار و مددگار کے لیے استعمال  
کیا جاتا ہے یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی جبکہ مسلمان معدیے چند اور وہ بھی تقیم الحال تھے  
پیغمبر علیہ السلام کے صرف ایک ویرانی تھے کئی صاحبزادے قبل از ہجرت عالم ظہور میں  
آئے لیکن بایام طفولیت گموارہ عدم میں سوئے اہل عرب لڑکیوں کو بختی کی نشانی جانتے  
مگر اولاد ذکر کے بٹے دلدادہ تھے جنکی نسبت انکا خیال تھا کہ مصیبتوں میں ہمدرد اور  
میدان جنگ میں باپ کا ہاتھ بٹانے والے ہیں مرنے کے بعد انھیں سے پرہیزی ناموری  
قائم رہتی ہے اور وہی دوستوں کو نیک سلوک کا معاوضہ دیتے اور دشمنوں سے سلوک ہم  
کا جو ان کے باپ کے ساتھ کیا جائے بدلا لیتے ہیں اسی خیال کی بنیاد پر عاص بن امل  
ابو جہل ابولہب اور دیگر جہلاے عرب پیغمبر علیہ السلام پر تعزیریں کرتے کہ وہ اولاد  
از قسم نہ کو رہیں رکھتے مرنے کے بعد کوئی ان کا نام لیوا اور بات کا بنا ہونے والا نہ ہوگا

لے پیغمبر یعنی مکہ کو خیر کثیر دیا ہو پس خدا کی نافرمانی ہو اور اسکے نام پر قربانی کر دو جو تھرا بڑا جاتا

مقتضائے فطرت انسانی ہے کہ دشمنوں کی ایسی چوٹیں عموماً دھراش ہوتی ہیں اور بالخصوص ایسی حالت میں کہ سارا زمانہ دشمن ہو رہا تھا مٹھی بھر تابعین کی اور خود اپنی جان معرض خطر میں تھی اور صاحبزادوں کے صدمہ فراق نے ملامت قلب کو درد مند کر دیا تھا ہم قیاس کہہ سکتے ہیں کہ اعدائے ملت کی یہ تعریضیں کس قدر جانگزا روح فرسا رہی ہوں گی چنانچہ بروایہ دیدان حالات کے پروردگار نے اپنے رسول کو شکنجہ دی کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں آپ کے لئے بڑی بڑی برکتیں مقدر کی گئی ہیں اور آپ پر تعریض کرنے والے بالضرور منقطع النسل ہو جائیں گے اور دنیا میں اُن کا ذکر خیر کرنے والا باقی نہ رہے گا۔

اب ہم اور طرح کی برکتوں سے قطع نظر کر کے لحاظ کثرت نفوس پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے قریشی بدخواہوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔

**ڈاکٹر ایچ زیلر ڈائرکٹر محکمہ شمار اعداد جرمنی** نے حال میں ایک کتاب پیران جملہ مذاہب کے متعلق تحریر کی ہے اور اُن کا یہ خیال ہے کہ منجملہ ایک پدم چون کر دینیاں لیں لاکھ دس ہزار اُس آبادی دنیا کے جو کسی مذہب کی پابند ہی سترہ کروڑ باون لاکھ نوے ہزار مسلمان ہیں لیکن یہ تعداد جسکو ڈاکٹر موصوف نے تحریر کیا لائق اعتماد کے نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کی آبادیاں صحرا سے افریقہ اور دور افتادہ جزائر میں موجود ہیں جہاں ٹھیک تخمینہ دشوار ہے اور اسی طرح وسط ایشیا اور مالک چین میں مسلمانوں کا شمار اتنا لائق اطمینان نہیں ہوا ہے تو بعض تخمینہ کرنیوے بہت کہتے ہیں لیکن زیادہ تر قریبن قیاس یہ تخمینہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا میں پیروان دین محمدی کی تعداد درمیان چالیس اور پچاس کے درمیان ہے

بہر حال تیرہ صدیوں میں دینی خادموں کی تعداد لائق حیرت ترقی کر گئی ہے۔ ان خادموں کی عقیدت اپنے آقا کے ساتھ اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ اگر کوئی صاحب کرامت ذمہ داری کرے کہ اس عالم میں وہ سبے انور کی جھلک دکھائے گا تو آج ہزاروں عقیدت مند اپنے مال و عیال کو اس شوق کی نذر کر دیں گے کہ ایک نظر جمال محمدی کی زیارت مرنے سے پہلے کر لیں۔ آنے والے معقدوں کی ایسی نیاز مندیان رسول اللہ پر پوشیدہ تھیں چنانچہ حضورؐ نے انکی نسبت یوں اخبار بالغیب فرمایا ہر اَنِّ مِنْ اَشَدِّ اُمِّي لِي جَنَّا تَا سَ يَكُوْنُ بَعْدِي يَوْذٌ اَحَدٌ هُوَ كَوْزَا دِنِي بِاَهْلِهِ وَاَمَالِهِ (مشکوٰۃ المصابیح) انھیں خادموں میں ایک جماعت سادات بنی فاطمہ کی بھی شامل ہے جنکی رگوں میں عن محمدی دوڑ رہا ہے اور وہ اپنے سین رسول اللہ کا نسب یادگار قرار دیتے ہیں خدا کی مصلحت تھی جو اسنے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رَّا جَالِ كَحَارِ شَاد فرمایا اور آپ کا سلسلہ اولاد کو رو دنیا میں قائم نہیں ہوا یہ بھی سچ ہے کہ نواسے عمو پدیری خاندان کی طرف کھینچتے ہیں لیکن جب وہ مادری سلسلہ کو پدیری سلسلہ پر مرجع یا اسکے برابر کر دیں تو پھر بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد میں کوئی فرق بابہ الامتیاز نکالنا نہیں جاسکتا پس کیا شک ہے کہ جو فرد بقائے نسل سے مقصود ہوتے ہیں وہ سب بدرجہ کامل جناب سالتماک کو بنی فاطمہ کے وجود سے اور انکی کثرت سے حاصل ہو گئے۔ اب ایک نظر مشرق کی طرف بھی

لے برے بٹے دست وہ لوگ ہیں جو میرے مرنے کے بعد اُن کے اُس میں سے بعض خواہش کیلئے کہ کاش

ہیں مال اور عیال کو خدا کر کے مجھے دیکھ لیتے ۱۲

کچھ اکثرین کا انجام بہت بُرا ہوا دین گذرین کہ انکی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اگر کچھ لوگ انکی نسل سے باقی بھی رہے تو انھوں نے اپنی نسبت بنام موروثی کی طرف کرنی چھوڑ دی۔ اچھا اگر ان لوگوں کی نسل کا وجود فرض کر لیا جائے تو بھی ایسا وجود عدم سے اچھی حالت میں نہیں ہو۔ ذکر خیر کا تو کیا ذکر کو نسا دن ہو کہ کرو روختین بدبخت روحوں کو نہیں چونکا تین اور رات دن میں کون ایسا لمحہ خالی جاتا ہو کہ کوئی نہ کوئی جماعت اسلامی اُن پر نفرین کے انگارے نہ برساتی ہو۔

(۸) **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى غَلِبَتِ الرُّومُ فِي آدْنِ الْأَكْضِ وَهُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ**  
**سَيَغْلِبُونَ لَإِنِّي فَتَّحْتُ سِنِينَ ۝ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدِ وَيَوْمَئِذٍ**  
**يَفْقَرُ الْمُؤْمِنُونَ لَا يَبْصُرُ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ**  
**الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلُفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَكَانَ أَكْثَرُ النَّاسِ**  
**لَا يَعْلَمُونَ ۝** (پارہ ۲۱ - سورۃ الروم - رکوع ۱)

عرب کے تعلقات کم و بیش روم و ایران و دونوں کے ساتھ تھے لیکن عیسوی المذہب رومی وحدت باری کے مقرر تھے اور آتش پرست ایرانی یزدان و اہرمین دو مختلف

**ل** قریب کے ملک میں رومی مغلوب ہو گئے لیکن وہ لوگ بعد مغلوب ہونے کے چند برسوں میں کھلب

آجائیں گے۔ پہلے اور پچھلے واقعات سب اللہ کے اختیار میں ہیں۔ رومیوں کے غلبہ کے دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے وہ جسکی مدد چاہتا ہو کرتا ہو اور وہ نہ بدستورم والا ہو۔ اللہ نے وعدہ کر لیا اور

اللہ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے ۱۲

خالقون کا اعتقاد رکھتے تھے۔ ان دونوں ذی اقتدار قوموں میں قبل از ہجرت لڑائی  
ٹھن گئی اور حجاز عرب کے قریب مقام اورعات و بصری میدان جنگ قرار پایا۔

انسان کو بالطبع اپنی بھلائی مرغوب ہو اور پھر وہ درجہ بدرجہ اُن لوگوں کی بھلائی چاہتا ہے جس کے  
ساتھ نسبی ملکی خواہ اتحادی و اعتقادی قربت رکھتے ہوں چنانچہ حجازیوں نے ہر چند اس  
لڑائی میں حصہ نہیں لیا لیکن بہ تحریک اعتقادی جنسیت کے گھر بیٹھے مسلمان عیسائیوں کی  
اور مشرکین ایرانیوں کی خیر مناتے تھے۔ اتفاقاً اُس لڑائی میں عیسائی مغلوب ہوئے  
اور مشرکوں نے زردشتیوں کی فتح کو اپنے غلبہ کے لیے فال نیک قرار دی پھر کیا تھا  
حامیان توحید پر مشرکین آوازے کسنے لگے کہ عیسائیوں کی طرح تمہیں بھی ایک دن نیچا  
دیکھنا پڑیگا۔ مسلمانوں پر جب یہ آوازے گرانے لگے تو خدا نے اُنکی تسکین کے لیے  
ارشاد فرمایا کہ چند سال میں پساپلٹ جائے گا اور جسدن عیسائی غالب آئیں گے اُسی دن  
مسلمان بھی امداد آئی پر خوشیاں منائیں گے چنانچہ ہجرت کے دوسرے برس ٹھیک  
اُسی دن جبکہ جنگ بدر میں مسلمانوں نے فتح پائی عیسائیوں نے بھی زردشتیوں کو  
مار ہٹایا اور مدائن تک کھدیڑتے چلے گئے۔ مسلمانوں کو وعدہ قرآنی پر قلبی اطمینان  
تھا اسلئے ایک جلسہ میں درمیان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ابی بن خلف  
کے تکرار ہو پڑی ایک نے اصرار کیا کہ ایسا ضرور ہوگا اور دوسرے نے کہا کہ کبھی  
نہیں آخر کار دس اونٹوں کی شرط اور تین برس کی میعاد واسطے انتظار نتیجہ کے ٹھہر  
گئی۔ خدا نے زمانہ کا تعین بقید سال نہیں فرمایا تھا اور یمضح کے لفظ سے



مجاورہ عرب میں تین سے دس تک اعداد مراد لیے جاسکتے ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم انہی ظہور مشین گوئی کا زمانہ معلوم تھا اسلئے آپ نے ہدایت فرمائی اور برضامندی فریقین اونٹوں کی تعداد ایک سو اور سیعہ انتظار سات سال تک بڑھا لیگئی چنانچہ رسول اللہ کے یار غار کا میاب ہوئے اور خدا کا وعدہ حریف بھرت پورا ہوا **فَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ**۔ (س) قرآن کی پہلی سورہ میں جسکو سورہ الفاتحہ

کہتے ہیں **اِنَّا لَنَعْبُدُکَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُکَ** اور اسطرح کے دیگر الفاظ واقع ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کلام انہی نہیں ہے کیونکہ خدا کی طرف خطاب کیا گیا اور جسکی طرف خطاب ہوا اُسی کو خطاب کی کلام کا متکلم سمجھنا نا دانی ہے۔ (ج) اڑکون کا معلم جب ادب کی تعلیم دیتا ہے تو اُن کو وہ فقرات بھی سکھاتا ہے جن کا استعمال بزرگوں اور اُستادوں کے حضور میں کرنا چاہیے ایسے فقرات کا استعمال اطفال دبستان کرتے ہیں لیکن وہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہ کلام استاد کا ہے اور انھیں کی مقدس زبان سے نکلا ہے۔ **عمر بن شریل** نے اس سطورہ کی کیفیت نزول یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

**۱۷** سحراب کو رنخرسان لے کر ہزل کو بزبانہ حکومت کسری پر ویر شکست دی اور بطور فاتح تسطیظ تک پہنچ گیا لیکن سات برس کے بعد کسری کو ہزل نے ایسی ہی شکست فاش دی ۱۲ (ابن قلدون)

**۱۸** اختلافات ہو کہ پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی یا سورہ اقرأ باسم ربک۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سلسلہ میں نازل ہوئی ہوں۔ اہل اسلام کا عقیدہ سورہ فاتحہ کے نسبت یہی ہے کہ پروردگار کے الفاظ میں عرض نیاز کا طریقہ انکو سکھایا گیا ہو ۱۲

مزید شبہات کے جواب پورا ان پر وار کے جائز ہیں

مبشورہ خدیجہ الکبریٰ ورقہ بن نوفل سے اپنی حالت بیان کی کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں تو  
یہ آواز سنائی دیتی ہے اِقْرَأْ (پڑھو) ورقہ دانشمند بزرگ تھے انھوں نے صلاح  
دی کہ جب ایسی آواز سنو تو کھڑے رہو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خدا کا فرشتہ آیا اور اُس نے  
کہا کہ پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آخر سورہ

الفلقہ تک پس وحیقت خدا کی بڑی مہربانی تھی کہ اُس نے اپنے رسول کو خود وہ  
کلمات سکھائے جنکے ساتھ اپنے تئیں مخاطب کرنا اُس کو خوش معلوم ہوتا تھا۔ اس سورہ  
میں سات آیتیں ہیں جسے خدا کی ثنا ظاہر ہوتی ہے اسی لیے اُسکو السبع المثانی  
بھی کہتے ہیں۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اٰتٰیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمُتَنَآئِفِ**۔

(پارہ ۱۲۔ سورہ الحجہ رکوع ۶)۔

پس جو اعتراض کیا گیا اور جسکی نسبت ایک مشہور فارمرکیطرن کی جاتی ہے وہ محض خفیت  
اور معترض کی بے خبری پر چشمک کرنے والا ہے۔ (س) پھر قل (کہو) کے لفظ  
بے مثل اور سورتوں کے کیوں یہ سورہ شروع نہیں کی گئی۔ (ج) اس سورہ کا  
نام ایسے فاتحہ رکھا گیا ہے کہ اُسی سے نامادون میں قرآنی قرات شروع کی جاتی ہے پس اگر  
لفظ قل شروع میں لایا جاتا تو یہ مطلب فوت ہو جاتا یا ایک لفظ قل سورہ کا چھوڑ دینا  
پڑتا اور یہ دونوں شکلین حسن ادب کے خلاف تھیں۔ (س) سورہ مریم رکوع دوسرے  
ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے گواہی دیں ایسے وقت باتیں کیں جبکہ انسان کے

۱۲ اے پیغمبر تیرے نمکوسات آیتیں عطا کی ہیں۔ (یعنی سورہ فاتحہ) ۱۲

بچے بول نہیں سکتے دنیا کا دستور ہو کہ پیروان ملت اپنے رہنما کی کرامتیں بڑھا کے بیان کرتے ہیں بس جب انجیل اربعہ میں ایسے سکھ قبل از وقت کا تذکرہ پایا نہیں جاتا تو ہم کیونکر باور کر لیں کہ قرآن کی روایت سچی ہو اور مولفان انجیل کو سکی خبر نہیں ملی یا یہ کہ انھوں نے بالقصد ایسے بیان کو چھوڑ دیا۔ (ج) مسیح علیہ السلام صرف تینتیس برس چھ مہینہ اس عالم میں رونق افروز ہوئے لوقا باب ۲۳ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جس وقت منادی شرف کی اس وقت عمر شریف ۳۰ برس کی حد تک پہنچ گئی تھی لہذا صرف ساٹھ تین برس کا قلیل زمانہ باقی رہ گیا جسکے دوران میں عاریون کو استفادہ فیوض صحبت کا موقع ملا۔ جب سچی برکتیں آسمان پر صعود کر گئیں تو چند دن اُسکے بعد بطور لالیف یا ملفوظات کے بس انجیلوں کی تالیف عمل میں آئی جنہیں بلفعل چار مشہور اور مقبول ہیں ان چار کے مصنفوں میں صرف مسیٰ اور یوحنا حواریت کی عزت سے بہرہ مند تھے اسلئے اگر انکی تصنیفوں پر زیادہ بھروسہ کیا جائے تو لوقا اور مرقس کو وجہ شکایت کی حامل نہیں ہو سکتی اب ملاحظہ کیجیے کہ زمانہ طفولیت کے

۱۱۔ یہ عمر مسیح کی تا وقت رقت امام رازی نے تحریر کیا ہے مگر بعضوں نے تینتیس برس اور ابن خلدون نے صرف بیس برس لکھا ہے ۱۲

۱۳۔ انجیل مسیٰ باب ۹ میں تحریر ہے دیہ جب یسوع دہان سے آگے بڑھا تو مسیٰ نے ایک شخص کو محصل کی چوکی پر بیٹھا دیکھا اس طرذبان سے خیال کیا جاتا ہے کہ مصنف انجیل مسیٰ کوئی دوسرا شخص ہے ۱۴

۱۵۔ کہا جاتا ہے کہ پطرس حواری نے اس انجیل کو رومی زبان میں لکھا اور اپنے شاگرد مرقس کی طرف منسوب کر دیا مگر یہ بیان قرین قیاس پایا نہیں جاتا ۱۶



انجیلوں میں واقعہ ولادت بہ شکل معمولی بیان کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُنکے مولفوں نے پُر درد واقعہ ملامت کو بالقصد ترک کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ غیر متعنت کتاب نبی کو جو روح اللہ کی مان بنائی گئی تھیں کیا خدا نے بے پناہ چھوڑ دیا کہ ملامت کرنے والے تیز و تند فقرات سے اُنکے نازک دل کو چھیدتے رہیں اور وہ کوئی دلیل بہ تائید اپنی عصمت کے پیش نہ کر سکے ؟ دوسروں کو اختیار ہے کہ اس سوال کے جواب میں جو کچھ چاہیں ارشاد کریں مگر ہم خادمانِ مسیح کا یہ خیال ہے کہ معجزِ نمائے کی مان کو خداے جلیل بے حدیل نے ہرگز ایسی مصیبت میں نہ پھنسایا ہو گا کہ تیس برس یعنی اُس وقت تک کہ حسابِ نبوت نے بارانِ فیض برسانا شروع کر دیا نام و شہر سار بدنامی کے انگاروں پر لوٹتی رہے۔

مریم کے پاس فرشتہ آیا یا یہ کہ یوسف نے خواب دیکھا یہ بیانات واسطے صفائی کے کافی نہ تھے اور سخت ضرورت داعی تھی کہ کوئی ایسا کرشمہ قدرت دکھایا جائے جسکو دیکھ کے اقل درجہ اہل خاندان اور قریب کے رشتہ دار تو مطمئن ہوں کہ انکی عزت کو پاکدامن لڑکی نے بے ہنہیں لگایا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک اسی قرین قیاس شورش اور قرین عقل و تسکین کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وقت وضع حمل مریم گھر سے دور کسی جگہ جا بیٹھیں اور جب اخترِ سعادت کا ظہور ہو چکا تو اُس کو گود میں لیے گھر لوٹیں لوگوں نے ملامت شروع کی آپ نے بچے کی طرف اشارہ کیا اور اُسے اپنے مارج بطور اعجاز بیان کیے یعنی یہ تمام قدرت دیکھ کے ملامت کرنے والوں نے سمجھ لیا کہ مولود مسعود غیر معمولی ہے اس لیے غیر معمولی ولادت بھی الزام کے لائق نہیں ہے۔

رشتہ داروں اور دوستوں کا دنیا میں دستور ہر کہ ایسے واقعات پر جن سے نیک نامی پر جرح  
آتا ہو پردہ ڈالتے ہیں چنانچہ اُن لوگوں نے جو ایسے تعلقات حضرت مریم کے خاندان سے  
کہتے تھے ہر چند اپنا اطمینان کر لیا لیکن غیروں کو سمجھانا اور اُن کو مطمئن کر دینا دشوار تھا  
ایسے غیر معمولی ولادت کی شہرت ناپسند کی گئی اور تیس برس تک سب لوگ کہتے اور  
سمجھتے رہے کہ مسیح علیہ السلام یوسف کے بیٹے ہیں (تو قبا ب ۳ ورس ۲۳) قومی قیاسات  
نے واقعات کے رخ سے پردہ ہٹا دیا اور میں امید کرتا ہوں کہ اعتراض کرنے والے اس  
بات کی تہ کو پہونچ کے خود سمجھ لیں گے کہ کیوں اس معجزہ کی شہرت ہونے نہیں پائی تھی۔  
(س) سورہ آل عمران رکوع ۵ میں مسیح کا یہ دعویٰ تحریر ہے کہ میں چڑیوں کی شکل مٹی  
سے بناتا اور اُس میں پھونک رہا ہوں اور وہ کلین خدا کے حکم سے پرند بن جاتی ہیں  
اور سورہ المائدہ رکوع ۵ اسے بھی اس معجزہ کی سند ملتی ہے لیکن اباحیل اربعہ میں اُسکا تذکرہ  
نہیں ہے ایسے صداقت بیان مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ (ج) میں نے قبل اس کے ثابت کر دیا ہے  
کہ مولفان انجیل نے مکمل حالات تحریر نہیں کیے پس حسب طرح ایک کے بیان کیے ہوئے  
معجزہ کو تین نے متروک کیا ہے ویسا ہی قرین قیاس ہے کہ بعض واقعی معجزوں کا تحریر کرنا چاہا  
نے ترک کیا ہو ایسے دلیل تردید صریحاً ناقص ہے۔ اُنیسویں صدی کی امت ہر چند اس  
معجزہ کی صحت پر مطمئن نہ ہو لیکن وقت نزول قرآن تو ولادت مسیح کو صرف چھ صدیاں گزری  
تھیں اور خطہ عرب کے عیسائی اس معجزہ کے معتقد تھے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُس کو پیغمبر  
علیہ السلام اپنی بنائی کتاب میں (جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے) کیوں جگہ دیتے۔

(س) سورۃ التوبہ پارہ ۱۰- رکوع ۵ میں تحریر ہے کہ یہود عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں حالانکہ یہودیوں نے کبھی ایسا نہیں کہا ہے۔ (ج) کہا جاتا ہے کہ ایک فرقہ یہود کا بڑا نہ نزول قرآن اسطرح کا عقیدہ رکھتا تھا مگر اب اُس عقیدہ کے پیرو باقی نہیں رہے ممکن ہے کہ اس بیان کے قبول کرنے میں معترض کو تا مل ہوا اسلئے میں عرض کرتا ہوں کہ عبری زبان میں عزیر کے معنی گلزننگ کے ہیں اور اس سے مراد یعقوب علیہ السلام بوجہ اپنے حسن و جمال کے لیے گئے ہیں جنکو یہودیوں کی کتاب میں خدا کا بیٹا بلکہ پلوٹھا بیٹا کہا گیا ہے در کتاب خراج باب ۴ ورس ۲۳)

سمجھنے کی بات ہے کہ مدینہ میں یہ سورہ نازل ہوئی جہاں کہ یہودیوں کی جماعتیں موجود تھیں اسلئے ممکن نہ تھا کہ اُن لوگوں کی طرف کسی ایسے عقیدہ کی نسبت کر دی جائے جسکا وہ اظہار نہیں کرتے تھے۔ (س) قرآن میں وارد ہے اَلَمْ نَزَكِيْفْ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْاَيْكُلِ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ وَاَرْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبْيَسَ لَّا تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجْلٍ فِجَعَلَهُمْ كَعْصَفٍ تَاْكُوْلُوْهُ یہ حکایت قیاس میں نہیں آتی۔ (ج) خدا نے بنظر حفاظت اُس مقدس گھر کے جو قدیم الایام میں اسطے

ایسی ہی تعبیر ماریت لغات عبرانی جناب مولانا غنیات رسول چیرا کوٹی فرماتے تھے ۱۲

۱۲ اے پیغمبر کیا نہیں دیکھتے کہ تھامے پروردگار نے ہاتھیں والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا کیا انکے داؤن کو بچھا نہیں دیا اور اُن پر پریشے ٹھنڈ کے ٹھنڈ بھجے جو اُن پر مٹی ملے ہوئے پتھر پھینکتے تھے اور انکو مثل چبائے ہوئے ٹھس کے کر دیا ۱۲

اُسکی پرستش کے بنایا گیا تھا اپنا یہ کرشمہ قدرت دکھایا تھا ہندو یہودی عیسائی جنکی طرف  
 ہمارے خطاب ہو اس ایک کرشمہ پر کیوں اعتراض کریں جبکہ خود انکی مذہبی کتابیں الہی  
 سیکڑوں حیرت انگیز روایتوں سے بھری ہیں لیکن ہم ثابت بھی کر دیتے ہیں کہ واقعی ایسا  
 کرشمہ دکھایا گیا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ خطہ مین پر ان دنوں **جلسہ کا بادشاہ احمد شاہ**  
 فرمان روا تھا اور اُسکی طرف سے **ابرمہ** ایک عیسوی المذہب مین کا گورنر تھا چنانچہ ابرمہ  
 نے شہر صنعا مین جو اُس ملک کا دار الحکومت تھا ایک معبد بنایا اور جیسا کہ باقاعدہ معتقدوں  
 کا شعار ہو جہاں تک ہو سکا اُسکی تعمیر اور آرائش مین بڑے بڑے تکلفات کیے اس کنیسہ کا  
 نام **قلیس** رکھا گیا اور اُسکے بانی نے با مجرم ارادہ کر لیا کہ اپنی رعایا کو حج کعبہ سے  
 روک دے اور بجائے اُسکے قلیس کی سالانہ زیارت کرائے۔ **امیر المہم** کا بنایا ہوا معبد  
 باوجود اپنی سادگی کے مدتوں قبائل عرب کا زیارت گاہ رہ چکا تھا اور وہ لوگ مشکل جبین  
 عقیدت کو اُسکے آستانے سے اٹھا سکتے تھے ایسے رعایا اور حکومت مین بزرگی ہو چلی  
 سو اتفاق سے اُنھیں دنوں کسی عرب نے کنیسہ مین آگ لگا دی یا وہ اتفاقیہ حل گیا  
 بہر حال ابرمہ نے یہی ارے قائم کی کہ معتقدین کعبہ نے براہ تعصب اُسکا معبد پھونک  
 دیا ہو ایسے اُسکا شعلہ غضب بھڑک اٹھا اور وہ جشیون کی بہت بڑی جماعت ساتھ لے کے  
 مکہ پر چڑھ دیا تاکہ انہما کعبہ سے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ افریقہ مین ہاتھیوں کی کثرت  
 پہلے بھی بہت تھی اور یہ جانور زمانہ قدیم کی لڑائیوں مین بڑا کارآمد سمجھا جاتا تھا ایسے  
 لشکر کی جلو مین ایک یا متعدد ہاتھی بھی آئے تھے۔ عرب مین ہاتھی نایاب مین اگلے ہیکل عرب کو



بہت عجیب معلوم ہوئے اور حملہ آوروں کو صحابہ فیل کا لقب ان لوگوں کی طرف سے دیا  
 گیا الغرض درمیان حملہ آوروں اور قبائل عرب کے راہ میں خفیف چھڑ چھاڑ ہوتی چلی آئی  
 لیکن سیل حبش ریگستان عرب کو طر کرنا ہوا حوالی مکہ میں پہنچ گیا آخر کار وہ واقعہ پیش آیا  
 جس کا حوالہ اس سورہ میں دیا گیا ہے یہ واقعہ ٹھیک سنہ ولادت میں پیغمبر علیہ السلام کے گذرا  
 تھا۔ اُم المؤمنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فیل بانوں کو بچشم خود دیکھا کہ اندھے ہو کے  
 مکہ میں بھیک مانگتے تھے اور اس میں تو مطلق شک نہیں کہ وقت نزول اس سورہ کے بہت  
 آدمی ایسے موجود تھے جنکی آنکھوں نے واقعہ صحابہ فیل کو دیکھا تھا وجودِ قلیس کے ثبوت  
 میں تو یہ تاریخی روایت موجود ہے کہ **ابوالعباس سفاح** پہلے عباسی خلیفہ نے  
 جو ۳۳۱ ہجری میں سرِ خلافت پر متمکن ہوا تھا ابوالعباس بن ربیع عامل میں کو حکم دیا اور  
 اُسے قلیس کا کھنڈر کھود کے مال کثیر برآمد کیا۔ یہ تو قیاس میں نہیں آتا کہ کسی ایسے واقعہ  
 غلط کا قرآن میں حوالہ دیا جاتا جسکے جھٹلانے والے بکثرت موجود تھے پس قرآن کا  
 بیان ضرور صحیح ہے لیکن اُس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ طائر آبا بیل سے کیا مراد ہے اور پتھر  
 برسانے کی کیا کیفیت گذری تھی بعض مفسرون نے بیان کیا ہے کہ کنگریاں ایک جانب  
 گرتیں اور یدین کو چھید کے دوسری جانب سے نکل جاتیں لیکن **تفسیر کبیر** میں لکھا ہے کہ  
 عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کنگریاں جب حبشیوں کے بدن پر پڑتیں تو  
 آبلہ ابھرتا اور داناہے چھپک نمودار ہو جاتے بصورتِ صحت اس روایت کے جو زیادہ  
 لائق اعتماد ہے حیرت کرنے والوں کی حیرت کچھ کم ہو سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ آدمیوں کی

کثرت اور ہاتھیوں کی غیر معمولی شکلیں دیکھ کے کسی درہ سے پہاڑی چڑھیں نکل پڑیں  
 اُنکے جنگلوں میں درہ کی زہریلی مٹی سنگریزوں کے ساتھ ملی ہوئی چلی آئی ہوا کے  
 جھونکوں سے جشیوں کے برہنہ بدن پر سہمی مادہ گرا اور اُس نے بالخاصہ چھپک کی  
 بیماری لشکر میں پھیلا دی یہ بھی ممکن ہو کہ جب کرخالف مکہ کے قریب پہونچا تو ہر طرف سے  
 قبائل عرب دوڑ پڑے فلاخن سے یا اور طور پر اس طرح پتھر اویکیا کہ حملہ آوروں کے بدن  
 بتر گئے عربوں کی تعبیر طیر کے ساتھ اسیلے کی گئی ہو کہ وہ بڑی بڑی منزلیں طر کر کے  
 عاجلانہ واسطے حمایت کعبہ کے پہونچ گئے تھے الغرض استعارہ سے کام لیا گیا ہو یا  
 نہیں لیکن جو خدا نے فرمایا اور جو مقصود اُس زمانے کے آدمیوں نے سمجھا تھا وہ  
 الزام کذب سے بری ہو۔

## سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دل و جانم فدائے ناش باد

عرب میں ہر گاہ تحریری یادداشت کا دستور نہ تھا اسیلے تعین اوقات واقعات  
 گذشتہ میں راویوں نے بہت اختلاف کیا ہے اور ہم لوگوں کے لیے ایک بیان کا دوسرے  
 پر ترجیح دینا وقت سے خالی نہیں ہے با اینہم کسی قدر مشہور روایتوں کو اختیار کر کے  
 میں تحریر کرتا ہوں کہ آفتاب عالم تاب نبوت مکہ کی مقدس زمین پر جب کا پایہ عظمت آسمانوں  
 کی رفعت سے زیادہ بلند ہو وقت صبح روز دوشنبہ تاریخ ۱۲ - ربیع الاول اُسی سال

تذکرہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

طلوع ہوا جس میں واقعہ نفیل نے قبائل عرب کو بہت بڑا تاشا سے قدرت دکھایا تھا دنیہ کا  
 دستور یہ کہ اُسکی مصیبتیں برگزیدگان خدا کی قد مبوسیٰ میں سبقت لیجاتی ہیں چنانچہ وہی  
 مہینے مدت حل کے گزرتے تھے کہ حضور کے والد سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب کو سفر  
 آخرت پیش آیا اور جب آپ چھ برس کی عمر کو پہنچے تو مان کا دار میں شفقت بھی سر سے  
 اٹھ گیا پھر تو پیرانہ شفقت کے علاوہ مادرانہ نگہداشت بھی جد بزرگوار کو کرتی پڑی لیکن  
 نوین سال ولادت میں موت کے ہاتھوں نے یہ تیسرا ستم کیا کہ عبدالمطلب بھی ارفانی  
 سے چل بسے۔ **ابوطالب** برادر عینی عبداللہ کے ہر چند نامور سردار قریش کے  
 بیٹے تھے لیکن اُنکی مالی حالت اتنی بھی نہ تھی کہ اپنی اور اپنے عیال کی خاطر خواہ  
 شکم پروری کر سکیں باوجود اس تنگی معاش کے نیک دل رشتہ دار نے مصیبت زدہ بھتیجہ کو  
 آغوش شفقت میں لے لیا اور خود اپنی صلیبی اولاد سے زیادہ تادم مرگ اُسکے ساتھ  
 بزرگانہ الطاف کا برتاؤ کرتے رہے مگر احتیاج اور عسرت کا یہ تقاضا تھا کہ دین و دنیا  
 کے بادشاہ کو نبوت سے پہلے اہل مکہ کی بکریاں چرائی پڑیں۔ جو شخص طفلی سے جوانی  
 تک ایسی مصیبتوں میں مبتلا رہا ہو اُسکی نسبت وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ اہل علم کی  
 صحبت سے مستفید ہوایا اُسکو ایسے دانشمندان سے تبادولہ خیالات کا موقع ملا جو پورے  
 معاملات میں بلند پروازی کر سکتے ہوں۔ اُن دنوں ایک حجازی عرب کی خوشحالی یہی  
 تھی کہ چند اونٹ اور کچھ بکریاں اُسکے پاس ہوں۔ اکثر کھجور و نر سے اور کبھی نان جوین  
 سے اپنی شکم پروری کر لیتا ہوا اور ایسا آدمی تو اُنکی جماعت میں بڑا اقبال منہ سمجھا جاتا تھا

جو ملک کی کم وقعت پیداوار شام کے آباد شہروں کو لیجاسے اور انکو بیچ کے وہاں سے  
 کچھ ایسے سامان جسکی ضرورت بے آب و گیاہ خطہ کو تھی اونٹون پر لا دلائے۔ چنانچہ انھیں  
 اقبال مندوں میں ایک بیوہ عورت خدیجہ بنت خویلد کا بھی شمار تھا جو بذریعہ اپنے  
 ملازموں اور غلاموں کے کاروبار تجارت چلا رہی تھیں۔ پیغمبر علیہ السلام جب پچیس سال  
 کی عمر کو پہنچے تو مہربان چچا نے بہ حوالہ عیال داری اور قلت معاش کے اپنی رسلے  
 ظاہر کی کہ خدیجہ سے درخواست ملازمت کرنا مقتضائے مصلحت ہے۔ اس مشورہ کی خبر ان  
 بی بی کو بھی مل گئی چار اونٹون کا بیعاً و ضیعاً خدمت عطا کرنا قبول کیا اور ان کے غلام میسرہ  
 کے ہمراہ ہمارے آقاؐ نے نعمت شام کی طرف بھیجے گئے اور تجارتی منافع کے ساتھ بخیر  
 و خوبی واپس آئے۔ گرم ملکوں میں موسم بلوغ جلد آجاتا ہے لیکن غالباً باقضاء عسرت  
 معاش حضورؐ نے اب تک تامل کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر خود خدیجہ الکبریٰ کو بہ لحاظ شرافت  
 و دیانت و زیادہ تر بوجہ ان برکات کے جنکو میسرہ نے دوران سفر میں دیکھا اور اپنی مالک  
 سے بیان کیا تھا آپؐ سے نکاح کی رغبت پیدا ہوئی اور ملکی رواج کے موافق نکاح ہو گیا  
 عرب میں نکاح کا یہ افتخار تھا کہ شوہر زوجہ کے مال و متاع کا بھی مالک بن جائے اس لیے  
 اس تعلق میں مالی فائدہ اسی قدر حاصل ہوا کہ نفقہ عیال کا یا ر اٹھانا نہیں پڑا اور خود اپنی  
 ضروری کفالت کی ایک صورت نکل آئی۔ نکاح کے سوطھو میں برس وحی آئی کا نزول ہوا اور  
 نزول وحی کے چوتھے برس اعلان نبوت کی نوبت آئی پھر تو اپنے اور بیگانوں کے ہاتھ  
 سے رسول خدا کو وہ مصیبتیں جھیلنی پڑیں جبکا تحمل مستقل سے مستقل دنیا دار نہیں کرسکتا

ہتے قبل اسکے اُن مصیبتوں کا کچھ تذکرہ کر دیا ہے اور جن لوگوں کو پوری داستان مصیبت کی جستجو ہو وہ کتب میں ملاحظہ کریں۔ بہر حال تیرہ برس جو مسیح کے ساٹھ تین برس کے سے تلخ اور ناگوار تھے صبر و سکوت میں گذر گئے اور آخر کار پیغمبرِ عظیمِ اسلام اور اُن کے ساتھیوں کو ترک وطن کر کے مدینہ جانا پڑا جو مکہ سے گوشہ شمال اور مغرب پر واقع ہے اور آجکل ۱۲۔ روز میں یہ مسافت اونٹوں پر طرک کج جاتی ہے مدینہ منورہ میں صرف دس برس ابرہہ نبوت وہ بارانِ ہدایت برساتا رہا جس نے آج تک چمنستانِ توحید کو شاداب رکھا ہے اور جسکی بدولت دنیا میں وہ آبشاریں پھوٹ نکلیں جنکی آبیاری سے حیات ابدی کا خوشگوار ثمرہ حاصل ہوتا ہے اسی دس سال کے دوران میں اپنی حفاظت اور اعلا کلمۃ اللہ کے لیے جیسا کہ لسیعانی نے پیشین گوئی کی تھی جنگی پیرایہ میں خدا کا جلال ظاہر ہوا بت توڑے گئے بُت خانے برباد ہوئے اور تقریباً کل خطہ عرب ظلمتِ شرک سے پاک کر دیا گیا۔ ابراہیم اور اسمعیل نے خود اپنے ہاتھوں سے ایک گھر جبکہ کعبہ کہتے ہیں باظہار نیاز بنایا تھا کہ اُس میں خدائے واحد کی پرستش ہو کرے لیکن جاہل مشرکوں کی حمایت میں تین سو ساٹھ بتوں نے صرف اعتقاد وحدت کو نہیں لوٹا بلکہ خانہ خدا پر بھی اپنا خالفانہ قبضہ جما لیا تھا۔ ہجرت کے نوین خواہ اٹھویں برس بضمین فتح مکہ مدینہ کا یہ عمدہ نتیجہ پیدا ہوا کہ بیت اللہ سے سب دخیل بیجا نکال دیے گئے اللہ والوں نے بندگانِ خدمات کی ذمہ داریاں اٹھائیں اور بحمد اللہ تیرہ صدیوں سے اُس گھر میں نعرۂ توحید بلند ہو رہا ہے۔ اُس زمانہ کی مفتوح قوم اس کارروائی کو ظالمانہ قرار دیتی تھی اور اسلام کے

مخالفت ابتداء پر نکتہ چینیان کرتے ہیں لیکن قیاس کرنا چاہیے کہ با نیاں کعبہ کی روح پُرتفتح  
 فضا ہے جنت میں اس کا رگزار ہی کی کس قدر ممنون منت ہوگی اور غیر ممنون پروردگار کو احقاق  
 حق کی یہ کوششیں کس حد تک بھائی ہوئی حاصل فتح مکہ نے خدا کے وعدہ واللہ مُتِمُّ  
 نُؤْدِہٖ وَلَکُمْ کِرَہَ الْکَافِرُونَ کو پورا کر دیا اور اُس کے تھوڑے ہی دن بعد قنیل  
 عرش کی چمکیلی روشنی (روح احمدی) جلوہ حق دکھا کے اپنے مقررہ صلی کو واپس چلی گئی۔  
 بزمانہ قیام مکہ جو تحمل بڑا گیا اُس پر تو ہمارے مخالفت منہ نہیں کھول سکتے  
 ہاں مدینہ کی وہ سالہ ملی اور جنگی تدبیروں کو سُن کے تیور بدل دیتے ہیں اور ان کی زبانِ باریا  
 حد اعتدال سے تجاوز کر جاتی ہیں۔ طالب حق کا فرض ہو کہ وہ دوست و دشمن دونوں  
 کی جماعت سے علیحدہ کھڑا ہوا اور غامض نظر سے دیکھے کہ ایسی کارروائیاں خود غرضی  
 کی تحریک سے کی گئیں یا یہ کہ عقل سلیم ظاہر کرتی ہو کہ وہ مناسب وقت تھیں اور خداوندِ عالم  
 نے بالاستحقاق اُنکے عمل کی ہدایت فرمائی تھی۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ مرحلہ بعد قیاس  
 طر کیا جاسکتا ہو اور اُن بزرگوں کی روش بھی بطور سند پیش کی جاسکتی ہو جبکہ تقدس  
 جماعت مخالف تسلیم کرتی ہو چنانچہ میں چند وجوہ کو معرض بیان میں لاتا ہوں جو ان میں وزن  
 کی رہنمائی کر سکتی ہیں دنیا کی مذہبی حکایتیں اور عہدِ حقیق کی پُرانی روایتیں ظاہر کرتی ہیں  
 کہ اگلے زمانہ میں جب بنی آدم جرائم سرکشی کے مرتکب ہوئے اور اُنکی شرارتیں حد سے  
 بڑھ چکیں تب قادرِ توانا نے قاہرہ دباؤ والا بیماریاں پھیلین آگ برسی اور ایک مرتبہ  
 ان کی کایا طوفان آیا کہ سولے چند نفوس کے تمامی ساکنان ارض کو بہا لے گیا ایسی

معاذ اللہ! میں مختلف تدبیروں کی گزارش

عبرت انگیز آفتون نے چند روز اپنا اثر قائم رکھا لیکن پھر آدمیوں کا جتنی گروہ اگلی  
 روش پر چل کھڑا ہوا اور واقعات گذشتہ کو اس نے اتفاقی کہا یا ستاروں کی گردش  
 وارضی آثار سے اٹکا چوڑا ملا لیا۔

آیات قہرات نے لاکھوں بچے کرورون جانور بھی گناہگاروں کے ساتھ برباد کیے  
 اور خدایکے پُر رونق بازاروں کو دم کی دم بین لوٹ کے ویرانہ بنا دیا۔ ہر گاہ بمقابلہ ایسے  
 سنگین نقصانات کے فائدہ کے نام حاصل ہوا تھا ایسے قدرت نے دوسری پالسی اختیار  
 کی۔ پیروان حق مامور ہوئے کہ ہتھیار اٹھائیں اور کافرانِ نعمت الہی کو اس کے کردار کی  
 سزا دیں۔ یہ پالسی کسی قدر ملامت تھی اور علاوہ تنبیہ مجربان کے اسی کے ضمن میں مابین  
 کی آزمائش بھی ہوئی اور گراہبا انعامات خدمت ان کو ملا کیے لیکن پھر بھی کہنے کے لیے  
 یہ سختیان باقی رہیں۔

**اولاً۔** صرف سرکشوں تک نائرہ غضب محدود نہ تھا بلکہ ان کے بچوں اور  
 پالو جانوروں تک کبھی کبھی اس کی ایک پہنچ گئی۔

**ثانیاً** قوتِ قہریہ نے دروازہ توبہ کو ایسا گھیر لیا کہ سرکشوں کے لیے کوئی راہ  
 نجات کھلی نہ رہی۔ دیکھیے موسیٰ کی کتاب میں اور ان کے بعد آدمیوں کے صحائف،

جب یہ تدبیر بھی سخنِ جینی سے محفوظ نہ رہی تو صبر و اخلاق کے اوتا مریخ علیہ السلام بھیجے گئے  
 جنکی تعلیم کا یہ پرداز تھا کہ ایک گال پر طپانچ کھا کے دوسرا گال ضارب کے روبرو پیش  
 کرو اور اگر کوئی ایک کو س کے لیے بیگار پکڑے تو اس کے ساتھ دو کو س پہلے جاؤ جاؤ

عربوں میں ایسی تعلیم کا کیا اثر ہوتا اسکی تشریح غیر ضروری ہو کر پڑھے لکھے مہذب اسرائیلیوں  
 بھی فروتنی کی قدر نہ کی اور برج و مرجان قدسی نفس کو دولت کے ساتھ سولی پر چڑھا دیا کہ  
 جب زمین پر پناہ نہیں ملی تو خدا نے اپنے سفیر با توقیر کو آسمان پر واپس بلا لیا۔ تین طرح کی  
 آزمائشوں کے بعد مابین الافراط والتفریط یہ متوسط تدبیر پسند کی گئی کہ اسد والوں کے ہاتھ  
 ظالموں کو سزا دی جائے مگر وراثت بے گناہ مخلوق (عورتیں بچے جانور) پر مردانِ حسد  
 شیخ آزمائی نکرین اور سرکشوں کو موقع دین کہ ایمان لاسکے مگر زیدگان پروردگار کے شامل  
 ہو جائیں یا جزیہ و خراج دیکے گردن اطاعت جھکا لیں۔ یہی چوتھی تدبیر پیغمبرِ آخر الزمان  
 کے عہد میں برتی گئی اور وہ درحقیقت قرین عقل و قرین بصلت تھی اور اسکا اعتدال استحقاق  
 تھا کہ دوست دشمن دونوں تحسین کریں مگر بات یہ ہو کہ کام کیسا ہی معقول ہو فطرت انسانی  
 کوئی نہ کوئی پہلو اعتراض کا پیدا کر لیتی ہے چنانچہ تعلیم یافتہ مشتری بھی جو اگلی کارروائیوں  
 کو الہامی سمجھتے ہیں اس چوتھی کارروائی پر معترض ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اسلامی کارروائی  
 سے کیسے عمدہ نتیجہ نکلے کہ اُسے خدا کے رسول کی آبرور قرار رکھی اور دنیا کو بھی سنگین  
 نقصان نہیں پہونچایا۔ بسلسلہ جستجوئے اسناد ظاہر ہوتا ہے کہ سری رام جی اور سری  
 کرشن جی نے اپنے اپنے وقتوں میں راجپوتوں کے خون سے کرہ خانگی کو گلزننگ  
 کر دیا اور اسی خونریزی کی بدولت دھرتی کا بار اُترا اور زمین کا دامن کفر کی لوٹ سے  
 پاک ہو گیا۔

شکر چارج کا ہر چند اواروں میں شمار نہیں ہو لیکن وہ بھی ہندوستان میں



بہت بڑے فاضل برگزیدہ پریشور سمجھے جاتے ہیں۔ انھیں کی تحریکیت بودھ مذہب جمہتمام ملک  
 میں پھیل گیا تھا مقدس سرزمین بھرت کھنڈ سے جبراً ہٹایا گیا بڑے بڑے نامی مندر توڑے  
 گئے اور انک بے دست و پاناں کٹی مورتیں ویرانوں میں اُن دست دراز یوں کی شکستہ  
 کر رہی ہیں جو اُن پر کی گئیں کسی مذہب کا جسے ملک میں اپنا عام اثر پھیلا رکھا ہو جس سے  
 اکھیر دنیا آسان نہ تھا اسیلے ظاہر ہو کہ سخت خونریزیوں کے بعد سید خوان برہمن اپنے  
 ارادوں میں کامیاب ہوئے اور اکثر قومی جماعتیں پیروان بودھ کی جب پیوند خاک  
 ہوئیں تو اسوقت باقی ماندوں نے تبادلہ ملت کی تلخی گوارا کی یا اپنے وطن سے اُجڑ گئے  
 اب یہودیوں اور عیسائیوں کے رد و برو بھی اُنکے معتقد علیہ برزگوں کی کارروائیاں اور  
 خداوندیہ وادہ کی ہدایتیں پیش کرتا ہوں اور اُنکو چند انتخاب پر علاوہ اُن انتخابوں کے  
 توجہ دلاتا ہوں جو قبل اسکے معرض تحریر میں آچکے ہیں، کہ میرا فرشتہ تیرے آگے چلے گا  
 اور تجھے امور یوں اور حسیوں اور فریڈیوں اور کفانیوں اور عیون اور یوسیون کے  
 بیچ میں لائے گا اور میں اُنکو ہلاک کروں گا بہر تو ان کے معبودوں کو سجدہ مت کرنے اُنکی  
 عبادت کرنے اُن کے سے کام کر لکے تو انھیں صاف ڈھائے اور اُن کے بتوں کو  
 توڑ دال، (کتاب خروج باب ۲۳ و ۲۴ و ۲۵)

کتاب الاعداد باب ۳۱ میں اُس چڑھائی کا ذکر ہے جو اہل میدان پر کی گئی تھی اور ظاہر ہوتا  
 ہے کہ موافق اُس حکم کے جو خدا کی طرف سے بنام موسیٰ پہنچا تھا بنی اسرائیل نے سب  
 مردوں کو مار ڈالا مگر عورتوں اور بچوں کو زندہ پکڑ لائے کلیم اللہ کو اس رعایت پر بڑا غصہ آیا

اور سرداران لشکر سے سوال کیا کہ کیا تم نے سب عورتوں کو زندہ رکھا ہے؟ اور بعد ازاں غضب جو کچھ ارشاد ہوا اُسکو اسی باب کے ورس ۷ اور ۸ میں انصاف کی عینک لگا کے ملاحظہ کیجیے۔ سو تم اُن بچوں کو جتنے لڑکے میں قتل کرو اور ہر ایک عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف تھی جان سے مارو، لیکن مے لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں اُنکو اپنے لیے زندہ رکھو، کتاب استثناء کے باب ۷ میں خدا نے موسیٰ کو وہ سلوک بتائے جو کنعانی وغیرہ مفتوح قوموں کے ساتھ کرنا لازم تھا۔ سو تم اُن سے یہ سلوک کرو تم اُن کے مذبحوں کو ڈھا دو اُنکے بتوں کو توڑ دو اُنکے گھنے باغوں کو کاٹ ڈالو اور اُنکی تراشی ہوئی مورتیں اگ میں جلا دو۔ (ورس ۵)

اب نئے سے بڑا تیز نظر نکلتے ہیں اگر قرآن اور حدیث بلکہ فقیہوں کی تصنیفات کو بھی ورق ورق اُٹ جائے اور ہر سطر اور ہر حرف پر گہری نظر ڈالتا جائے تو میں یاد رکھتا ہوں کہ اُسکو کبھی ایسے سخت احکام کا وجود شرع محمدی میں نہ ملے گا ایسے کیون تسلیم نہیں کیا جاتا کہ جو جنگی کارروائیاں بعد زمانہ ہجرت کے ہوتی رہیں وہ شان نبوت کے خلاف تھیں بلکہ خدا کی قہر مئی مقتضی تھی کہ واقعہ مسیح کے بعد کافروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک برتا جائے۔ (س) پیغمبر علیہ السلام کی نسبت شبہ ہو کہ لوٹ کے لاچ اور تحصیل خراج کے شوق میں اُنھوں نے یہ درد سر گوار کیا تھا۔ (ج) کتاب الاعداد باب ۳۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی جنگ میں بنی اسرائیل کو چھ لاکھ پچھتر ہزار بھیڑ بکریاں بہتر ہزار گائے بیل اکٹھ ہزار گدھے اور بتیس ہزار کنواری لڑکیاں بطور غنیمت ہاتھ آئی تھیں اور یہ تعداد علیحدہ علیحدہ ہے اور

مال غنیمت اور خراج کا تذکرہ

اور بچوں کے بیان کی گئی ہے جو حکم موسیٰ علیہ السلام کے پہنچ کر خدائے گئے افسوس ہے کہ ان مقتولوں کی تعداد تحریر نہیں ہو لیکن ہر پرہیزگاری لڑکیوں کے قیاس کرنا چاہیے کہ انکی تعداد عا لبائتیس ہزار سے کم نہ رہی ہوگی۔ لڑائی میں جو لوگ مارے گئے انکا شمار غیر ضروری ہے لیکن بعد اختتام جنگ جن نابالغ مردوں کو بنی اسرائیل نے ہر سر موقع ہلاک کیا انکی تعداد بھی بیس چھپیس ہزار سے کیا کم رہی ہوگی الغرض بعد اس سخت خونریزی کے جو مال غنیمت لائق تقسیم قرار پایا اور تقسیم بھی ہوا اُسین حسب تجویز موسیٰ علیہ السلام خدا کا حصہ ہکا لایا گیا تھا۔ بھیر بکریان چھ سو پچھتر۔ گائے سیل بہتر۔ گدھے اکسٹھ۔ کنواری لڑکیاں تیس۔ ہمارے پیغمبر نبی الرحمہ کو زیادہ سے زیادہ قیدی مع مال غنیمت جنگ حنین میں ملے تھے۔ لڑائی میں تو کشت و خون ہوا ہی کرتا ہوا اور اس لڑائی میں بھی ہوا تھا لیکن بعد ہونے معرکہ کارزار کے مسلمانوں نے تلوار کا کیا ذکر بھول کی چھڑی بھی کسی کو نہیں ماری اور اس لڑائی میں (بشمول غنائم و طاس و طائف) جو کچھ مسلمانوں کے ہاتھ لگا اسکی تفصیل اور اسکا انجام بھی سن لیجیے۔ قیدی چھ ہزار۔ بھیر بکری چالیس ہزار سے کچھ زیادہ۔ اونٹ پچیس ہزار۔ چاندی چار ہزار اوقیہ۔ قیدیوں کو تو بعد ایسی لڑائی کے حسین مسلمانوں نے سخت بدنامی اٹھائی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف چھوڑ دیا اور رہائی کے معاوضہ میں ایک حبہ بھی بطور فدیہ نہیں لیا اموال غنیمت میں بہت اونٹ اور چاندی کے ٹکڑے نو مسلموں کو بخش دیے کہ ان دنیا داروں کی بیاس نہ بچھے اور اسلام کی فیاضیوں کو

مشاہدہ کر کے شاید وہ سچے ایماندار بن جائیں۔ دامنِ صلح کے پہننے والے انصار رسول اللہ کو جو رکنِ عظمیٰ شاعتِ دینِ متین کے تھے اسطرح کی فیاضیوں سے بہرہ مندی نہیں ملی اور ان نے تو زبانِ نہیں کھولی لیکن نوجوانانِ انصار نے اپنی محرومی کا کچھ گلہ کیا رہتا ہے حقیقت ہے ان کو سمجھا دیا کہ تمھارے ایمان پر تو پورا اعتماد ہے دوسروں کو یہ متلعب و متاعِ بغضِ نالیفِ قلوب دی گئی ہو کیا تم پسند نہیں کرتے کہ یہ لوگ اونٹ اور بکریاں لیجائیں اور تم رسول اللہ کو لے کے گھر لوٹو؟ اس کلمہ حق کو سن کے ولولہٴ محبت میں انصار یہاں تک روئے کہ انکی مبارک ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور جوش کے لہجہ میں کہنے لگے کہ ہم غمخوار ہیں کہ ہم نے حضور کی ذاتِ اقدس کو حصہ میں پایا ہے۔ **دوستو** پیغمبرِ علیہ السلام کے رحم انکی بے غرضی پر غور کرو اور مسلمانوں کی قناعت اور ان کے جوشِ عقیدت پر نظر ڈالو پھر سچ کہو کہ کیا تمھارا کائنات قبول کرتا ہے کہ یہ لوگ بے رحم قزاق تھے (جیسا کہ بعض متعصب کہتے ہیں) یا محض رضاے الہی کے طالب تھے دولتِ دنیا کی پروا نہ تھی اُنکا جان و دنیا اور جان لینا صرف اسی لیے تھا کہ آواز دہکے دھیمے پڑے اور نعرہٴ توحیدِ دنیا میں بلند ہو۔ **باستثناء** چند جن میں زیادہ سختیاں برتی گئیں **لڑائیوں** میں بنی اسرائیل کا عام دستور لعلِ خدا کے اس حکم پر رہا اور جب خداوند تیرا خدا ہے تیرے قبضے میں کر دیوے تو وہاں کے ہر ایک مرد کو تلوار کی دھار سے قتل کر کے عورتوں اور لڑکوں اور مویشی کو دبوچ کر اُس شہر میں ہوا سکا سار لوٹ اپنے لیے لے اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہو کھا لیو + اسی طرح سے

تو اُن سب شہروں سے جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہروں میں سے  
 نینین ہیں کچھ (کتاب التنباہ باب ۲۰ ورس ۱۳ الفایت ۱۵)

اب خراج یا جزیہ کی کھٹک معترض کو وحشت دلا رہی ہو لہذا اُسکی تسکین کے لئے ہم خداوندی  
 تجویز کی سند تورات مقدس سے پیش کرتے ہیں رد اور جب تو کسی شہر کے پاس اُس سے  
 لڑنے کے لیے آہو پئے تو پہلے اُس سے صلح کا پیغام کرب یون ہوگا کہ اگر وہ تجھے  
 جواب دے کہ صلح منظور اور دروازہ تیرے لیے کھول دے تو ساری خلق جو اس شہر میں  
 پائی جائے تیری خراج گزار ہوگی اور تیری خدمت کریگی (کتاب التنباہ ورس ۱۱)

ترجمہ عربی اربانوسیسہ ۱۲۷ عین چھا پا گیا اور اُس میں فقرہ آخر کے یہ الفاظ ہیں یٰکُونُوا  
 لَكَ عِبْدًا اِيعْطُوا الْجِزْيَةَ یَعْنِی وہ لوگ تیرے غلام بن کے تجھے جزیہ دیں گے  
 بنی اسرائیل اور بنی اسمعیل دونوں کا خدا ایک ہی ہو اور جو حکم اس خصوص میں تورات کا  
 ہو وہی قرآن میں موجود ہے اِيعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ  
 یعنی تاکہ وہ لوگ ذلیل ہو کے جزیہ دیں۔ (س) فرق یہ کہ مسلمان نتیجہ مسیح میں  
 قبول اسلام کی بھی فرمائش کرتے تھے اور انبیاء بنی اسرائیل کی یہ روش نہ تھی۔

(ج) یہ تو اسلام کی زیادہ رحمدلی اور بلند خیالی کا ثبوت ہے۔ دنیا کے بادشاہ باغیوں  
 کو سزائے موت دیتے ہیں انکی جایدادیں ضبط کیلتے ہیں لیکن کبھی معافی تقصیر کا بھی فرمان  
 صادر کیا جاتا ہے اور اسطرح کی درگزر میں مصلح ذیل مضمر ہے ہیں۔

اولاً ملک عام بربادی سے محفوظ ہے۔

مناستاکم کردہ راہ باغی شاید شاہد عنایت کے ممنون ہوں اور وفادار رعایا بن جائیں۔

**مثالث** وہ نہیں تو انکی آئندہ نسلیں ممکن ہو کہ اپنے تئیں جان نثار ہوا خواہ سلطنت

ثابت کریں۔ ابھی کتنے دن ہوئے کہ عہدہ امین کو رہنما سپاہیوں نے فساد کیا اور خود اپنے خداوندانِ نعمت کے مقابلہ پر کمر بندیاں کیں لیکن بعد مناسب گوشتالی کے حضورِ ملکہ معظمہ

و کٹوریہ قیصر ہند نے اُن بد بختوں کے قصور معاف کیے یہی ہوئی رعایا کا استمالہ

کیا اس رحم بھری دانشمندانہ کارروائی نے نائرہ بغاوت کو جلد بجھا دیا اور آج تمام دنیا

میں اُس عاملانہ معافی کا تذکرہ تحسین و آفرین کے ساتھ کیا جاتا ہے ممکن ہو کہ بخیر حال

باغیوں نے صدق دل سے اقرارِ اطاعت نہ کیا ہو لیکن اب تو انکی کچی بچائی و لادہ لوتلوہ

دولت ہو اور اُن میں اور وفادارانِ قدیم کی نسل میں کوئی فرق ماہر الاستیاذِ نظر نہیں آسما

پس دونوں جہان کے حاکم علی الاطلاق نے اگر گنہگار بندوں کے لیے دروازہٴ معافی

کھول دیا کہ اظہارِ اطاعت کر کے فتح مندوں کے گروہ میں مل سکیں تو کیا ستم کیا

اور کونسی عقلی یا اخلاقی خرابی دنیا میں پھیل گئی۔ اعتراض کرنے والوں کا شاید یہ مقصد

ہو کہ اعتقادِ اطاعت کی تحریک نہ کی جاتی یا ایسی اطاعت کا اقرار نامنطور کر دیا جاتا

اور انتقام کی شش سب زین و مرد اور اُن کے بچوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیتی

پس اگر درحقیقت یہ مقصد ہو تو صفاتِ الفاظ میں بیان فرمائیں تاکہ انکی خوش خیالی

اور رحم دلی دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ میرا تو یہ خیال ہو کہ دور احمدی میں اگر وہ سختیاں

جو عہدِ عتیق میں ہوئیں عمل میں آئیں تو تہمتوں کا طوفان اور بھی تیز و تند ہو جاتا اور بعض

کرنے والے صرف زمین کی خاک نہ اُڑاتے بلکہ زمین کو بھی سر پر اٹھا لیتے۔ (س) پیغمبر اسلام نے مسئلہ ہجری میں نبیین حارثہ کو ساتھ ایک جماعت مسلمانوں کے متعین کیا اور وہ ایک رومان تجارت کا مال لوٹ لائے لیکن ایسی رہزنی کرنا اور بد امنی پھیلانا شان نبوت کے شایان تھا (ج) واقعہ یہ کہ مشرکین مکہ کے مظالم سے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے ترک وطن کیا اور پھر بھی ظالموں نے تدابیر ایذا رسانی سے دست برداری نہیں کی ہمیشہ اندیشہ تھا کہ موقع پائے وہ لوگ مدینہ پر چڑھ آئیں اور مہاجر و انصار کا خاتمہ بالآخر کر دیں۔ زمانہ تعمیر سے دوست و دشمن دونوں مجاز تھے کہ زیارت سے خانہ کعبہ کے سعادت حاصل کریں لیکن قریش نے ارباب توحید کے ساتھ ایسی تنگ دلی برتی کہ وہ زیارت کعبہ سے قطعاً محروم کیے گئے۔ دینی حق کی مضبوطی پر وان اسلام کو زیادہ اکھری اور ان لوگوں نے یہ واجب پالسی اختیار کی کہ مشرکوں کو یہ موقع شے کے بڑھ کے حاصل کریں بلکہ وہ اس قدر دبائے جائیں کہ حقوق معصوبہ کی واپسی پر مجبور ہوں۔ سب جانتے ہیں کہ معرکہ جنگ میں مالی قوت بڑے بڑے کرشمے دکھاتی ہو دنیا کا قدیم الایام میں یہی دستور تھا اور اب بھی ہندو مت میں دشمنوں کی رسد بے تکلف لوٹ لیتی ہیں اور انکی مالی قوت کے گھٹانے میں تدبیروں کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتیں۔

یہ مکہ کے سلسلہ تجارت کا ملک شام سے قائم کیے ہوئے تھے اور خوشحالی مکہ کا مدار اسی تجارت پر تھا چنانچہ دشمنان اسلام کا ایک کا روان جنین ابوسفیان اور صفوان ابن امیہ اور حلیط بن عبدالعزی اور عبدالعبد بن ربیعہ بھی شامل تھے نجد کی سرزمین سے

گزر رہا تھا نرید بن حارثہ ما مور ہوئے اور انھوں نے بمقام قرد اُس کاروان کو  
 جالیا۔ مسلمان اپنی بڑی خوش نصیبی سمجھتے اگر سردارانِ مشرک مارے جاتے یا گرفتار ہو کے  
 مدینہ لائے جاتے لیکن وہ سب بھاگ نکلے اور صرف ایک لاکھ خواہ سوا لاکھ دہم کا مال  
 حکمرانِ اسلام کے ہاتھ آیا۔ اس تاخت میں غالباً سردارانِ قریش کی ذات پر اثر ڈالنا  
 مقصود بالذات تھا لیکن حصولِ مال سے بھی دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ لشکرِ  
 اسلام مالِ غنیمت سے اپنی حالت واسطے آنے والے معرکوں کے کم و بیش سدھار کا  
 اور دوسرا فائدہ جو زیادہ لائقِ قدر تھا یہ ہوا کہ مشرکوں کی مالی قوت بڑھنے نہ پائی جسکی  
 سے ممکن تھا کہ وہ بدویوں کو جمع کر کے مدینہ پر جلد حملہ کر دیتے۔ یہ کارروائی اُس وقت لائقِ  
 الزام ہو سکتی جبکہ مسلمان کسی ایسے قافلہ کو لوٹ لیتے جس سے علانیہ مخالفت نہ ہوتی اور  
 خزانہ گری سے محض مالِ مفت کا لے لینا اُن کو مقصود ہوتا۔ یہ مال ایسے لوگوں کا لوٹا گیا  
 جن سے کوئی معاہدہ نہ تھا احمد عتیق میں تو کافروں کی قوت مالی گھٹانے کے لیے  
 اس سے بڑھ بڑھ کے کارروائیاں ہوئی ہیں ”اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے  
 کے موافق کیا اور انھوں نے مصریوں سے روپے کے برتن اور سونے کے برتن اور  
 کپڑے عاریت لیے اور خداوند نے اُن لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت  
 بخشی کہ انھوں نے انھیں عاریت دی اور انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا دکناب  
 خروج باب ۱۲ ورس ۳۵ و ۳۶)

خدا کی لوٹ اگر لائقِ اعتراض ہو تو یہودیوں اور عیسائیوں کو پہلے اُس لوٹ کا جواب



دینا چاہیے جسکا تذکرہ اُن کی کتاب مقدس میں اب تک موجود ہے۔ ہمارے نبی کریم نے جب مکہ سے ہجرت کی تو اُس وقت حضور کے قبضہ میں مشرکان مکہ کا مال کثیر ودیعت تھا لیکن اس دیانت کو دیکھیے کہ حضور نے اپنے عزیز بھائی **علی بن ابی طالب** کو ایسے مکہ میں چھوڑ دیا تھا کہ بعد تشریف بری کے چند روز ٹھہر جائیں اور کل مال ودیعت کو اپنے اہتمام میں واپس کر دین محتاج سے زیادہ محتاج مسلمان پر الزام نہیں لگایا گیا کہ وہ مشرکین مکہ کا مال و اسباب مدینہ لے کے بھاگ گیا۔ اعتراض کرنے والے اگر انصاف پسند ہیں تو بحوالہ تاخت **زید بن حارثہ** یاد دوسرے واقعات کے جو اس کے ہیشکل ہوں مذہبِ اہلِ اہلِ مدینہ پر زبان طعن و راز نہ کریں اور جنابِ سیح کے اس ارشادِ ہدایت بنیاد سے سبق حاصل کریں۔ ”کیون اُس سبکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھیں ہو دیکھتا ہو پیر اُس کا نڑی پر جو تیری آنکھ میں ہو نظر نہیں کرتا“ (متی باب ۷ ورس ۳)

(س) پیغمبر اسلام نے محمد بن مسلمہ کو ساتھ چند جاننا زون کے امور کیا اور اُس نے **کعب بن الاشرف** کو دغ سے مار ڈالا پھر اور ارفع سلام بن ابی حقیق کی جان بھی اس طرح کی تدبیر سے لی گئی حالانکہ ایسی کارروائیاں بزدلانہ اور ناقابلِ تحین ہیں۔ (ج) یہ دونوں مقتول سرداران بنو نضیر سے تھے اس فرقہ یہود نے حوالی **مدینہ شریف** میں سکونت اختیار کی تھی اور اپنی حالت کو بذریعہ تجارت اور داد و ستد کے خوشگوار بنالیا تھا ہر گاہ اس بغلی گھونٹے سے بے پروائی کرنا دانشمندی سے بعید تھا ایسے پیغمبر علیہ السلام نے ان لوگوں سے معاہدہ اتحاد کی خواہش ظاہر کی اور انھوں نے

بنو نضیر کا اخراج اور ان کے دوسرے دارون کا قتل

بالاتفاق اقرار کر لیا کہ نہ ہم آئندہ معرکوں میں مسلمانوں کا ساتھ دین گے اور نہ اُن سے مخالفت کریں گے۔ مسلمانوں نے اس معاہدہ کو غنیمت جاننا شروع کیا تو امید نیست بدمرسانہ پر لیکن بنو نضیر کے دل میں کھوٹ رہی۔ ہم اہل اسلام معترف ہیں کہ یہودیوں پر برکتا اُسکے جد اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کے خدا نے بڑی بڑی ہر باریاں مبذول کیں مگر افسوس ہو کہ یہ لوگ ہمیشہ بزرگان دین کو ستاتے اور خدا کے عہد کو توڑتے تھے چنانچہ عہد عتیق کے صحائف اس قوم کی بعنوانیوں کے شاہد ہیں اور حج کے ساتھ اُن لوگوں نے جو سلوکیا اسکے دردناک تذکرے اناجیل اربعہ کے ناظرین کے دلوں میں اب تک چٹکیاں لیتے ہیں متی باب ۲۳ میں سلسلہ وار فریسیوں کو جو اپنے تئیں رہنمائے ملت موسوی قرار دیتے تھے ملاستین کی گئی ہیں اور خود معجز بیان مسیح نے اُنکو سانپ اور سانپ کا بچہ فرمایا جس میں یہ اشارہ لطیف موجود ہے کہ یہ لوگ اسی قابل ہیں کہ اُنکا زہر بلا سرکل دیا جائے۔ قرآن نے بھی شوکت بھرے فقروں میں خدا کے احسانات جملے اور اس فرقے پر بڑے بڑے الزام ناشکری کے لگائے ہیں پارہ ۴ کے آخر میں یوں ارشاد ہوا ہے لَقَدْ نَشَدْنَا النَّاسَ عَدَاوَةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا لِيَمُودَّوَالَّذِينَ أَشْكُرُوا الغرض ان اسناد سے ظاہر ہے کہ یہودیوں کے مزاج میں ہمیشہ ایک طرح کی شورش موجود تھی جسکو وہ لوگ دینی حمیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہوں گے لیکن اُنکے حریف اس شورش کو عناد اور تعصب کے ساتھ نامزد کرتے آئے۔ زمانہ صلح میں بنی نضیر کے ساتھ

۱۲ لے پیغمبر مسلمانوں کے ساتھ سخت عداوت رکھتے تھے یہود اور مشرکوں کو پاؤں کے سب لوگوں میں ۱۲

مسلمانوں نے کچھ بھی چھڑا نہیں کی لیکن جب بدر کی لڑائی میں مسلمان کامیاب ہوئے تو **عکب**  
**ابن الاشرف** کا شعلہ حسد اُسکے سینہ پر کینہ میں بھڑک اٹھا وہ دوڑا ہوا کہ پہونچا  
مقتولان بدر پر جی کھول کے رویا پڑوڑوڑ مرنے پڑھے لیکن ان سب ہمدردیوں کی تہ میں  
مطلب یہی تھا کہ قریش کو مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ کرے ان سب کو تو تون کے بعد وہ  
مدینہ کو لوٹا اور اپنی شاعرانہ لیاقت کا یہ بیہودہ مگر اشتعال دینے والا لہجہ لاکہ پیغمبر علیہ السلام  
کی ہجو کرتا اور مسلمان شریف عورتوں کے ساتھ عاشقانہ مضامین کے جوڑ بند لگایا کرتا تھا  
پھر اُس سے بھی تجاؤ ذکر کے ایک روز پیغمبر علیہ السلام کو بہ حیلہ دعوت بلوایا مگر ارادہ یہ تھا  
کہ جلسہ دعوت میں دغا بازی کے ساتھ اظہار عداوت کرے لیکن عین وقت پر حضور کو اس  
ارادہ فاسد کی اطلاع مل گئی اور حمان کشی کی تدبیر ناتمام رہی۔ پس جب یہ جان فساد کی ہانگ  
نوبت پہونچ گئی تھی تو اب سولے اسکے اور کیا چارہ تھا کہ مادہ فاسد دور کیا جائے اور  
اُس چنگاری پر جس سے اندیشہ تھا کہ تمام ملک میں آگ لگ جائے پہلے ہی پانی ڈال دیا جائے  
عام طور پر **بنی نضیر** نے ابھی عہد اتحاد کو نہیں توڑا تھا لیکن اُن سے یہ توقع نہ تھی کہ اپنے  
سردار کو سکوت کے ساتھ حوالہ کر دیں گے۔ چونکہ ایک دشمن کے لیے عام خونریزی  
خلاف مصلحت تھی اسلئے یہ کارروائی پسند کی گئی کہ بنی نضیر کی وہی اہنگلی جس سے مادہ  
فاسد پھوٹ نکلا تھا کاٹ دی جائے چنانچہ جانباز بہادروں نے اسکو اسی کے قلعہ کے اندر  
تہبیروں کی اوٹ میں مار ڈالا ایسی خونریزی عام صورتوں میں اگرچہ غیر محمود ہو مگر خاص  
حالتوں میں دور اندیشی کی سفارش کرتی ہے۔ بروایت غالب یہ واقعہ جنگ احد سے

پہلے گزرا اور بنی نضیر اس وقت تک اپنے عہد پر قائم رہے۔ لیکن جنگ احد میں اُن لوگوں  
 نے بھانپ لیا کہ مشرکین مکہ میں اتنی سکت موجود ہو کہ ارباب توحید کو دبا لیں پھر تو میوفاؤن  
 نے آنکھیں پھیر لیں اور چپکے چپکے دشمنوں کو واسطے قلع اور قمع بنیاد اسلام کے لگائے  
 لگے۔ کسی گفتگو کے لیے خود پیغمبر علیہ السلام اُن لوگوں کے محلہ میں تشریف لے گئے  
 اہل محلہ نے بظاہر معزز مہمان کا خیر مقدم کیا اور آپ ایک دیوار کے پاس بٹھائے گئے  
 لیکن تدبیر یہ کی گئی کہ عمر بن حجاجش سقف پر جا کے سبر مبارک پر پتھر کی چکی گرائے۔ فرشتے نے  
 خبر دی اور حضور وہاں سے واپس چلے آئے۔ اب انصاف کرو کہ بہ حالت ایسی  
 بے اعتمادی کہ بنی نضیر کی سکونت مدینہ کے حوالی میں کیونکر گوارا کیجاتی۔ الغرض وہ قبیلہ  
 بہ الزام بد عہدی گھروں سے نکالا گیا اکثر خاندان ملک شام یعنی اپنے موروثی وطن  
 کو واپس چلے گئے لیکن دو خاندان جنہیں ایک ابو الحقیق کا گھرانہ بھی تھا مدینہ سے تین  
 روز کی مسافت پر بمقام **خلیبر** جا بسے۔ چلا ہوا سانپ **ابو رافع** **سلام**  
 ابن ابی الحقیق بعد ترک وطن مسلمانوں کا سخت دشمن بن گیا ایک جماعت کے ساتھ مکہ گیا  
 قریش و غطفان اور قبائل یہود کو اسطرح بھڑکایا کہ دس ہزار آدمیوں کا جنگ جو لشکر  
 مدینہ پر چڑھ آیا اُن دنوں مسلمانوں کی جماعت میں صرف تین ہزار مرد میدان تھے ایسے  
 اُن لوگوں کی قوت بمقابلہ مشرکین بہت کم تھی لیکن محض خدا کے فضل سے مدینہ دشمنوں  
 کے دست برد سے محفوظ رہا۔ الحاصل انھیں بدکاریوں کے نتیجہ میں ابو رافع کے ساتھ  
 بھی وہی کارروائی کی گئی جو کعب بن الاشرف کے ساتھ عمل میں آچکی تھی۔ جس زمانہ میں

یہ دونوں یا اُس کے ہمشکل کارروائیاں ہوئیں اُس زمانہ میں مداخلت کا یہی طریقہ رائج تھا اور ہر گروہ اپنے مخالفوں کے با اثر ممبروں کو کبھی کبھی ایسی ہی تدبیروں سے دفع کرتا تھا چنانچہ بعد جنگ بکے عمیر بن وہب الحبحی تحریک سے صفوان بن امیہ کے اسلئے مدینہ آیا کہ پیغمبر علیہ السلام پر تیغ آزمائی کرے لیکن خدا نے توفیق دی کہ اُس نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ اُس کے شر سے محفوظ رہے اس طرح کے حلقہ عہد عتیق میں بھی ہوئے اور اُنکا تذکرہ کتاب مقدس میں بطور امداد غیبی کیا گیا ہے چنانچہ قاضیوں کی کتاب باب ۳ میں تحریر ہے کہ جب خدا کے روبرو بنی اسرائیل گڑ گڑائے تب خدا نے اُنکے لیے اہود سپر حرا کو اٹھایا وہ مواب کے بادشاہ عجلون کے پاس ہدیہ لے گیا اور پھر اُس کے پیٹ میں ایک تلوار جسے چھپا کے ساتھ لے گیا تھا گھسیڑ دی۔

اب اہم بحث یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام وحقیقت خدا کی طرف سے مامور تھے کہ دنیا کو شریعت الہی سکھائیں اور اطراف عالم میں اعتقاد توحید کی برکتیں پھیلا دیں یا یہ کہ ترفع کی تمنا اور حکومت کی حرص نے آمادہ کیا تھا کہ پیغمبری کا دعویٰ کریں اور اپنے ذاتی خیالات کو جھوٹو خدا کی طرف منسوب کر دیں عقلاً اس بحث کا تصفیہ نظر بامور اربعہ ہو سکتا ہے۔

**اولاً۔** شکل تعلیم پر نظر کی جائے کہ اُس کی کیا حالت ہے۔

**ثانیاً۔** دعویٰ انبوت کا طرز عمل دیکھا جائے کیونکہ دنیا میں آدمی کی روش دیکھ کے اُس کے دلی جذبات کا پتا لگ سکتا ہے خصوصاً ایسی صورت میں کہ تمام زندگی کا طرز عمل معتمد مورخوں نے پیش نظر کر دیا ہو۔

حدائقِ رسالت

**مثالاً**۔ اگر ممکن ہو تو اگلے صحت الف کی پیشین گوئیوں سے پتہ لگایا جائے۔  
**اربعاً**۔ جو خوارق عادات و عوید ارتبوت نے ظاہر کیے ہوں ان پر  
 بہتمق نظر کر کے اطمینان قلبی کی صورت پیدا کی جائے چنانچہ اب میں اشکال اربعہ کو  
 حق پسند ناظرین کے پیش نظر لاتا ہوں۔

## تعلیم محمدی

تعلیم محمدی

قبل اسکے کچھ تذکرہ اسلامی تعلیم کا بہ حوالہ حدیث و قرآن کے لکھا گیا ہے جس کے  
 ملاحظہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تعلیم محمدی کتنی مقصدل اور مصلح دینی و دنیوی پر کس قدر  
 محیط ہے اور درحقیقت موازنہ کے بعد اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہر چند دیگر بادیاں ملت نے بھی  
 اعتقادی و اخلاقی مرحلے طر کیے ہیں لیکن جو موزونیت اس مدرسہ کی تعلیم میں ہے وہ دوسری  
 جگہ پائی نہیں جاتی بہت بڑی اور لائق قدر تعلیم جس پر تیرہ سو برس سے اسلام غر کر رہا ہے  
 متعلق توحید ذات و تقدیس صفات خالق کائنات کی ہے اور یہ ایک ایسی نورانی تعلیم ہے  
 جسکی چمک اور دمکنے دشمنوں کی تند نگاہوں کو خیر و گریہ زبان نے ہر چند سخن پڑی  
 نہیں چھوڑی لیکن وہ قلوب جنمیں کچھ مادہ صلاح موجود تھا اسکی عظمت کا درپردہ  
 اعتراف کرتے رہے اور اب تک کرتے جاتے ہیں۔ عیسائی مذہب نے ظہور اسلام سے  
 بھی پہلے بہت بڑا فرغ حاصل کر لیا تھا اور ان دنوں دشمنی کا مرکز یعنی خطہ یورپ  
 اسی کے حلقہ اثر میں داخل ہے لیکن مبین گذر گئیں ان لوگوں نے توحید کا سبق فراموش کر دیا

اور تثلیث کے جوڑ بند میں اپنا قیمتی وقت رائگان کر رہے ہیں۔ سخت حیرت یہ ہے کہ ایسے  
 خردمند کی احس جو صنائع برائع میں بے انتہا قابلیت اور بے نظیر لطافت عقلی کے جوہر  
 دکھائے ہیں اعتقادی معرکوں میں کمزور پائے جاتے ہیں اور خاص وجہ اسکی یہ ہے کہ یورپ  
 کے رہنے والے دنیاوی مشاغل میں اس قدر منہمک ہیں کہ انکو فلسفہ الہی پر غور کرنے کی  
 کم فرصت ملتی ہے اور جو غور کرتے ہیں وہ استدلال کی جھونک میں دائرہ حق سے باہر  
 نکل جاتے ہیں اور تاثرات عناصر کو اکب کی دھن میں مذہب کا مقدس دامن بھی اٹکے  
 ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے چنانچہ ان دنوں دہریت کا اعتقاد کثرت کے ساتھ سرزمین  
 یورپ پر پھیل رہا ہے اور زیادہ تر وحدت فی التثلیث کا مسئلہ اندیشہ دلاتا ہے کہ کین یہ دشمن  
 قوم انکار تثلیث کے ساتھ عام طور پر خالق کائنات کے وجود کا بھی انکار نہ کر جائے۔  
 مذہبی معاملات میں ایشیا کے آدمی زیادہ جتہ ہیں اور ان لوگوں کو جب ممبران مشن  
 اجتماع ضدین یعنی توحید و تثلیث ذات کو استدلالاً سمجھانہیں سکتے تو یوں بات کو  
 مالتے ہیں کہ اس مسئلہ کی سمجھ عقل کے بس میں نہیں صادق الایمان عیسائیوں  
 پر باپ بیٹے کی مہربانی اور برکات روح کی فراوانی آخر کار اپنی حقیقت کے رمز کو کھول  
 دیتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ دانشمندان کو اعتقاد حقیقت قبل حل ہو جائے عقیدہ تثلیث کے  
 حاصل نہیں ہو سکتا اور امید یہ دلائی جاتی ہے کہ بعد استحکام اعتقاد کے اس عقدہ کو فیضان  
 الہی حل کر دیگا۔ **ہل هذا لا تعاقف الشی علی نفسه دھو حال۔**

(س) مسلمان بھی تو کہتے ہیں کہ خدا کی کنہ ذات اور رموز قدرت کا جاننا طاقت بشری

باہر ہو پس واعظان سچی اگر حقیقت تثلیث کو سمجھا نہیں سکتے تو ان پر کیا الزام ہے۔  
 (ج) کسی امتزاج عقل کی رسائی نہ ہونا ممکن ہے لیکن خلاف عقل ضدین کا جمع ہونا حیرت  
 امکان سے خارج اور خداوند قادر علی المملکات کے بھی حلقہ اقتدار سے اسی طرح خارج  
 ہے جیسا کہ کسی شریک فی الالوہیت کا پیدا کرنا یا خود اپنے تئیں حادث بنالینا اُسکی  
 قدرت کا ملہ سے باہر ہے۔

کہتے ہیں کہ بعید وحدت کی تعلیم دیتا ہے لیکن دیکھتے یہ ہیں کہ عام ہندو دس مشہور اتاروں  
 کے معتقد ہیں اور اگر ہم غیر مشہور اتاروں کو بھی داخل حساب کر لیں تو انکی تعداد چوبیس  
 تک پہنچ جاتی ہے الغرض ابتدائی تعلیم جو کچھ رہی ہو لیکن اعتقاد حلول اور تجزیہات باری  
 نے معتقدان اتار کو مسلک توحید سے دور کر دیا ہے اور انکی پُرانی روایتیں عقلی محبتوں کا  
 مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ چند دنوں سے کچھ روشن خیال ہندو توحید کی طرف مائل ہیں اور  
 ہمو خوشی کے ساتھ اپنے بھائیوں کو ایسے واجب اعتقاد پر مبارکباد کہنا چاہتے ہیں لیکن  
 انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ روشنی جسکی طرف ہمارے بلند نظر دوست جا رہے ہیں وہی ہے  
 جو کہ سے نکلی مدینہ میں بلند ہوئی اور ساحت ہند کو بھی اُس نے کم و بیش بہرہ مند  
 کیا ہے۔

یہودیوں کا فرقہ البتہ مسلک توحید پر چل رہا ہے لیکن جب طرح قرآن پاک خدا کی عظمتوں کو  
 سکھا رہا ہے وہ بات حضرت موسیٰ کی کتب اربعہ میں پائی نہیں جاتی اور اس واسطے کی  
 تائید میں اسی قدر کہنا کافی ہے کہ اُن کتابوں میں صرف بہ حوالہ امور معاش غنیمت باری کا



اظهار کیا گیا ہے اور عباد کی جزا و سزا کا کوئی صاف تذکرہ اُنکے اوراق میں پایا نہیں جاتا پس باوجود اقرار توحید اس مذہب کی تعلیم بھی محمدی تعلیم سے پیچھے پڑ گئی محمدی تعلیم میں بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس نے خدا کو اُن کمالات سے متصف بیان کیا ہے جسکے ساتھ خلاق عالم کی ذات کو عقلاً متصف ہونا چاہیے اسکے علاوہ ہادیان ملت کی روش اور اُنکے طرز عمل پر بھی کوئی ایسا الزام نہیں لگایا ہے جو شان نبوت کے خلاف ہو۔ یوں تو کسی واقعہ تاریخی کا جھٹلانا یا کسی ایسی خبر پر جو واقعات آئندہ سے تعلق رکھتی ہو تعریض کر دینا آسان ہے لیکن پھر بھی قیاس انسانی طالب حق کو ایک طرح کا اطمینان دلا سکتا ہے اور اگر غبار تعصب حاجب نہ ہو تو دشمن آدمی کے لیے خود اپنے امتیاز سے ایک وایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینا زیادہ دشوار نہیں ہے **تشبہ** دیکھیے کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں انکے بعض فرقے مریمؑ کو بھی شریک فی الالوہیت باور کرتے تھے لیکن خدا کا پابند حواج انسانی بن جانا خلافت عقل اور خلافت قیاس ہے چنانچہ خداوند عالم اپنے کلام میں اسی حجت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ الْاَرْسُولُ قَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلَ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ طُكَّانًا يَا كَلْبِلِ الطَّعَامِ طَا نُظِرْ كَيْفَ نُبَيِّنْ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ لَنَبِيُّ فَتَكُونُ ۝

**لہ** بزبان سابق ملک عرب میں ایک فرقہ نصارا کا حضرت مریمؑ کو داخل ثلثیت کرتا تھا اور انکے لیے ایک قسم کی روٹی تیار کرتا تھا مگر اب اس فرقہ کے ممبروں کا وجود پایا نہیں جاتا ۱۲  
**لہ** مریمؑ کے بیٹے مسیح تو صرف رسول تھے اُن سے پہلے اور بھی رسول گذرے ہیں اُنکی ماں خدا کی سچی بندی تھیں یہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اے پیغمبر دیکھو ہم اُن کے لیے کیسی واضح دلیل پیش کرتے ہیں اور وہ کدھر جھٹکتے جاتے ہیں ۱۲

(پارہ ۶ - سورۃ المائدہ - رکوع ۱۰)

حضرت مسیحؑ کو کیا سکھاتے تھے اسکی قرین قیاس تشریح یوں فرمائی ہر قائل  
الْمَسِيحُ ابْنُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّنَا وَرَبِّكُمْ اِنَّهُ مَن يُشْرِكْ  
بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَاوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ  
مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (پارہ ۶ - سورۃ المائدہ - رکوع ۱۰)

مسلمانوں اور عیسائیوں میں ذات مسیح کی بابت جو جھگڑا ہو وہ ایک روز قاضی محشر کے درپے  
پیش ہوگا اور مسیح کا اظہار بھی ضرور ہو کہ لیا جائے عقل کہتی ہو کہ اُنکے اظہار کا خلاصہ ہی  
ہوگا جسکا پتہ ذیل کی آیت سے ملتا ہے وَلَقَدْ قَالَ اللّٰهُ لِيَعْقِبِيَ ابْنُ مَرْيَمَ  
عَمَلْتَ قُلْتِ لِلنَّاسِ مَتَّحِدُ وَاٰتَيْنَا اِيَّاهِ الْهَيِّمِ مِنَ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ  
مُحَمَّدٌ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ ط اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ  
فَقَدْ عَلِمْتُهُ ط تَعْلَمُوْا مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ

۱۱ مسیح نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا پروردگار ہو اور کچھ شاکیں نہ کرو کوئی  
اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرے اُسپر اسکی طرف سے جنت حرام ہو اور ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ  
میں ہو اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہو ۱۲

۱۳ اور جب اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری  
والدہ کو سوا اے خدا کے دو معبود بناؤ تو وہ عرض کریں گے کہ تیری ذات پاک ہی میں کیوں ایسی  
کہتا جسکا مجھکو حق نہیں ہی میں نے اگر ایسا کہا ہوگا تو مجھکو صرف در معلوم ہوگا کیونکہ تو میرے  
دل کی بات جانتا ہو اور میں تیرے راز کو نہیں جانتا غیب کی باتوں کو بے شک تو ہی  
خوب جانتا ہو ۱۲

(پارہ ۷ - سورۃ المائدہ - رکوع ۱۶)

اب الصافات پسند ذمی شعور غور کرین کہ یہ باتیں دل نشین ہیں یا وہ روایتیں جنکی نسبت حواریوں کی طرف کی گئی ہے۔ مسلمان مسیح کو یا اُن اوتاروں کو جنکی پرستش مہندہ کرتے ہیں خدا یا خدا کی خدائی میں شریک تسلیم نہیں کرتے لیکن برگزیدہ تعلیم نے اُن کو سکھایا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل اور جملہ انبیاء اُن کے ساتھ جنھیں درحقیقت خدا نے واسطے ہدایت خلق کے مامور کیا تھا معتقدانہ نیاز مندی برتیں۔ قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلَىٰ اٰبَائِهِمْ وَلَا نَجْعِلُ وَاَسْحٰی وَيَعْقُوبَ وَالْاَسْبَاطَ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰی وَعِيسٰی وَمَا اٰتٰی النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نَفَرِقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۵ (پارہ ۱ - سورۃ البقرہ رکوع ۱۶)

اس سے زیادہ اور کیا مذہب روش اعتقاد کی ہو سکتی ہے اور اُس سے بڑھ کے عمدہ کو نہ اس کلمہ حق ہے جو خدا اور خدا کے مقبول بندوں کے حق میں کہا جاسکے۔ مسلمانوں کا فرقہ باشتناے چند اور نبیوں کا (صلوات اللہ علیہم اجمعین) نام و نشان بتا نہیں سکتا لیکن بے تفریق نسل اور ملک کے ان سب بزرگوں کی عظمت کرنا اُسکے دینی فرائض میں داخل ہے۔ بہت بڑی قوی دلیل جس سے تعلیم محمدی کی راست بازی ثابت ہے

۱۔ مسلمانوں کو کہ ہم اللہ پر اور جو ہم پر و ابراہیم و اسمعیل و اسحاق و یعقوب اور اولاد یعقوب علیہ السلام اور جو کچھ موسیٰ و عیسیٰ کو دیا گیا اور جو ان نبیوں کو خدا نے عطا کیا ایمان لائے ہم اُن لوگوں میں کوئی

تفریق نہیں کرتے اور ہم خدا کے فرمان بردار ہیں۔ ۱۲

یہ ہے کہ بزمانہ بعثت احمدی دنیا میں بشرک فی اللہ وہمیت کا مادہ پختہ ہو گیا تھا مشرکین عرب کی طبیعتوں سے اس فاسد مادہ نے خاص مناسبت پیدا کر لی تھی اور عیسائیوں کو بھی اصرار تھا کہ خداوند عالم جسمانی صورت میں ظہور کر سکتا ہے پس اگر بانی اسلام کی یہ غرض ہوتی کہ ذاتی یا قومی فوائد کے لیے اپنے تئیں نمایاں کریں تو ان کے لیے یہ دعویٰ زیادہ آسان تھا کہ خدا یا خدا کے ایک حصہ نے ان کے قالب میں حلول کیا ہے اور وہ بھی خدا کے دوسرے بیٹے ہیں۔

ادنیٰ درجہ کا بیان جو مشرکین کی دلچسپی کو اپنی طرف مائل کر لیتا یہ تھا کہ ان کے کسی منضم خدا نے اس لیے اوتار لیا ہے کہ اپنے پوجاریوں کو دنیا کے جاہ و جلال سے بہرہ مند کر دے لیکن اُس ذات پاک نے یہ کچھ نہیں کہا اور تمام عمر ہی کوشش میں بسر ہوئی کہ خدا کے بندے پروردگار کی عظمت اُسکی شان کے موافق کریں نغم دنیا کو حقیر جانیں اور عبادات و اخلاق کی وہ پاکیزہ ریش اختیار کریں جس کے نتیجہ میں نجات اخروی کا خوشگوار ثمرہ حاصل ہو۔

بادشاہوں کے سفیر ان کے بندگان خاص سے چنے جاتے ہیں اس لیے قرین قیاس نہیں ہے کہ تمام عالم کا بادشاہ ایسے آدمی کو واسطے ادائے رسالت کے منتخب کرتا جسکی صداقت اور جسکی وفاداری لائق اعتماد کے نہوتی پس پیغمبر علیہ السلام نے جو کچھ بیان اس خصوص میں فرمایا ہے کہ وہ مقبول بارگاہِ صمدیت تھے یہ بیان ان کا بغرض خود ستائی کے نہ تھا بلکہ ایک واقعی بیان تھا جس سے تصدیق اُنکے

رتبہ رسالت کی ہوتی تھی۔ اس دعویٰ کی تائید میں کہ خدا کے برگزیدہ نبی نے اپنے  
 آقا کے پیام کو بلا کم و کاست پہنچا دیا میں چند قرآنی آیتوں کا حوالہ دیتا ہوں جس  
 عام راستی اور راست بازی کی جھلک دوست دشمن دونوں مشاہدہ کر سکتے ہیں  
 اور پھر یہ عقیدہ دل نشین ہو جاتا ہے کہ پیغام لانے والے کو کسی قسم کی بیجا نا انش مقصود  
 نہ تھی ورنہ وہ ایسی روایتیں خدا کی طرف منسوب کیوں کرتے جن سے ان کی ذاتی  
 بے احتیاری آشکارا ہوتی ہے۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ  
 إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ  
 إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ

لَا يُشْرِكُ رَبِّهِ أَحَدًا (پارہ ۱۶- سورۃ الکہف- رکوع ۱۲)  
 قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا أَنِىْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ  
 يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ الْوَحْيُ

۱۷ اے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ مثل تمھارے میں بھی آدمی ہوں اتنا فرق ہے کہ مجھ پر خدا کی وحی اُترتی ہے  
 مگر تمھارا عبودیت کے واسطے جس کو خدا سے ملنے کی آرزو ہو وہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار  
 کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے ۱۲

۱۸ اے پیغمبر لوگوں سے کہو کہ میں خود اپنے فائزہ و نقصان پر اختیار نہیں رکھتا اللہ جو چاہتا ہے  
 کرتا ہے اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت فائدے حاصل کر لیتا اور جھکو کوئی گوند نہ پہنچتا۔ میں اور کچھ نہیں  
 ہوں صرف اُن لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں خدا کے غضب سے ڈرنے والا  
 اور اُسکی رحمت کی خوشخبری سننے والا ہوں ۱۲

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا  
أَقُولُ لَكُمْ أَنِّي مَلَكٌ ۚ إِنِّي اتَّبَعْتُ مَا يُؤْتَىٰ إِلَىَّ وَأَقُولُ مَا  
يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ۝ (پارہ - ۷ -)

سورة الانعام - رکوع ۵

قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا دَفْعًا ۚ قُلْ إِنِّي لَنْ يُخَيِّرَنِي فِيهِ  
اللَّهُ أَحَدُهُ ۚ وَلَكِنْ أَحَدًا مِنْ دُونِهِ مُلْتَحِدًا ۝ (پارہ - ۲۹ - سورہ النحل - رکوع ۲)  
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۚ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ  
فَسَاءَ ظِلُّوْنَ ۝ (پارہ - ۲ - سورہ آل عمران - رکوع ۱۳)

اسی طرح کی اور بھی آیتیں قرآن میں موجود ہیں اور ایسی حدیثیں بہ کثرت روایت  
کی گئی ہیں جن میں پیغمبر علیہ السلام نے عظمت و جلال باری کے روبرو اپنی خاکسائی  
اور تضرع و زاری کا اظہار کیا ہو۔ یہ لمحہ جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا اور نہ عقل پرور کرتی

۱۔ اے پیغمبر لوگوں سے کہدو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں  
یا میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا کہ میں فرشتہ ہوں تو وہی روش اختیار  
کرتا ہوں جسکا حکم اللہ کی طرف سے ملتا ہو۔ اُن لوگوں سے پوچھو کہ اندھا اور جسکو سوچھ پڑتا ہو کیا  
دونوں برابر ہیں کیا تم لوگ سوچتے نہیں ۱۲

۲۔ اے پیغمبر لوگوں کو سمجھا دو کہ تمہارے نفع نقصان پر مجھ کو اختیار نہیں ہے یہ بھی کہدو کہ خدا کے  
غضب سے مجھ کو کوئی سچا نہیں سکتا اور نہ اس کے سولے مجھ کو کہیں ٹھکانا مل سکتا ۱۲

۳۔ اے پیغمبر تمہارا کچھ اختیار نہیں ہے خدا چاہے تو اُن پر رحم کرے یا اس بنیاد پر کہ وہ  
لوگ زیادتی کرتے ہیں اُن کو سزا دے ۱۲

کہ جس شخص کو خدا کا اعتقاد نہ ہو یا خدا کے مواخذہ سے نظر ہو وہ بلا ضرورت اپنے عقیدوں  
 کے حلقہ میں اسطرح کی بیچارگی ظاہر کرے گا چوں کہ جو کسب کسی خزانہ پر دست رس ملتا ہو  
 تو وہ اشرقیوں کو چھوڑ کے پیسوں سے جیب نہیں بھرتے ایسے ہم کیونکر قیاس کریں کہ بانی  
 اسلام نے خود غرضی کے جوش میں گریبان نبوت پر زور آزمایا نہ کیا اور دانا  
 الوہیت کو بالکل محفوظ چھوڑ دیا۔ (س) دعوی الوہیت کے ساتھ ضرورت  
 پڑتی کہ غیب کی باتیں بتائی جائیں اور غیر معمولی برکتیں آسمان سے اُماری جائیں  
 اور ہر گاہ یہ کارروائیاں بانی اسلام کے اختیار سے باہر تھیں ایسے دعوی نبوت پر  
 قناعت کر لینا اپنے حق میں مفید سمجھ لیا تھا۔ (ج) غیب کی باتوں کا اپنی قوت سے  
 جانتا اور بات ہو اور خدا کے بتانے سے اخبار بالغیب کرنا دوسری بات ہے مسلمان  
 کا فرقہ باور کرتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بذریعہ وحی والہام کے بہت پیشین گوئیاں  
 کیں اور وہ سب صحیح ترین اور اسطرح سیکڑوں معجزات کی نسبت وہ اپنے نبی کی طر  
 کرتا ہوا ایسے ان کرامتوں کا سچے تئیں فاعل مختار قرار دینا پیغمبر اسلام کے لیے دشوار  
 نہ تھا۔ ہاں جو فرمائشیں کیا تیں اُن سب کا پورا کرنا ضرور غیر ممکن تھا لیکن اُس کے  
 حال دینے کا بہت اچھا حیلہ یہ تھا کہ ہماری ازلی حکمت اس وقت ایسی قدرت دکھانے کی  
 مقتضی نہیں ہے پھر جھوٹے مدعی کو جھوٹے گواہ دینا میں مل ہی جاتے ہیں چنانچہ اسی  
 حجت سے غیر مسلم گروہ ہمارے پیغمبر کی معجزات کا روائیوں سے انکار کرتا ہے اور  
 انکی روائیوں کی صداقت پر اعتماد نہیں کرتا ایسے کیا مشکل بات تھی کہ مردوں کو جلانے

اور اندھون کو بینا کرنے یہاں تک کہ آسمان سے سونا چاندی برس آنے کے چند گواہ ہم پہنچائے جاتے اور پھر کچھ تدبیروں سے اور کچھ بزرگ شمشیر محمد اللہ یا محمد ابن اللہ کا نقارہ اطراف عالم میں بجا دیا جاتا۔ (س) غرض یہ تھی کہ کوئی انوکھی بات نکالی جائے تاکہ جدت پسند طبعیتیں اس کی طرف متوجہ ہوں اسی لیے عیسائیوں کی سی حکایتیں بیان کرنا مفید نہ تھا۔ (ج) اگر ایسا ہی خیال ہوتا تو بحفاظت اپنے اعزاز کے زیادہ تر مناسب تدبیروں تھی کہ مسیح کی الوہیت اور نبوت دونوں کا انکار کر دیا جاتا اور یوں کہا جاتا کہ ہر گاہ دین مسیحی نے استحقاق الوہیت پر سبھا حملہ کیا اور اُس حملہ میں کامیاب ہو چلا ہے اسیلے اپنے حقوق کی حفاظت کو خود خداوند عالم عرش معلیٰ سے اُتر آیا ہے۔ (س) دعویٰ الوہیت کی سخت مخالفت یہودیوں کی طرف سے منظور تھی اسیلے بانی اسلام نے وہ پالسی خستیا نہیں کی۔ (ج) دعویٰ نبوت کے ساتھ بھی یہودیوں کا وہی اختلاف متوقع تھا جو دعویٰ الوہیت کی صورت میں منظور تھا اسیلے قیاس سے باہر ہو کہ محض باندیشہ مخالفت یہود کے اتنا بڑا معزز دعویٰ ترک کر دیا گیا ہو۔ (س) دنیا میں اتنے عوارض دماغی کا وجود ہے جنکی تحریک سے انسان اپنے تئیں خدا رسیدہ خواہ کسی ملک کا بادشاہ باور کر لیتا ہے اسیلے ممکن ہے کہ بانی اسلام کے دماغ میں خیال نبوت جم گیا ہو اور اُسی جوش میں عرفانی باتیں کرتے رہے ہوں۔ (ج) اولاً یہ احتمال دیکر مدعیان نبوت کی نسبت بھی گنجائش پڑے ہو اور اُنکے تو ابلے اپنے نبی کی کائنات کو



جسطح عارضہ مانگو لیا سے پاک ثابت کریں اسطرح ذات ستودہ صفات محمدی بھی  
ایسے عوارض سے پاک ثابت کیجا سکتی ہو۔ ثانیاً اسلامی تعلیم جیسا کہ ہم نے قبل  
اسکے بیان کیا مصالح عقلی پر مبنی ہو اور اس کو سن کے کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ یہ عمدہ  
بنیاد اس شخص نے ڈالی ہو جسکا دماغ صحیح نہ تھا بلکہ ہر انصاف پسند اقرار کر گیا کہ ایسے  
حکیمانہ اصول کے بتانے والے کی نسبت کسی عارضہ دماغی کا الزام وہی شخص لگا سکتا ہو  
جو خود دیوانہ ہو یا اس کے دماغ پر تعصب کا فالج اسطرح گرا ہو کہ انصاف کی قوت عقل  
کی طاقت کلیتہً زائل ہو گئی ہو۔

## طرز عمل

طرز عمل

زمانہ طفولیت سے اس وقت تک پیغمبر علیہ السلام نے اپنے تئیں خدا کا  
رسول ظاہر کیا ان پر دوست و دشمن کسی نے ایسے فعل کا الزام نہیں لگایا جو صداقت  
و دیانت یا عام شرفانہ روش کے خلاف ہو بلکہ زمانہ جاہلیت میں آپ کو سب لوگ ابن  
کعب سے یاد کرتے تھے اور ربیع ابن خدیثم سے روایت ہو کہ اس تاریک  
دور کے منتخب صمیم حضور کو اس لیے منتخب کیا کرتے تھے کہ انکا باہمی جھگڑا چکا دین  
ایسے جب قریش مجلس شورہ میں دعوی رسالت کے متعلق بحث کر رہے تھے تو انضر  
ابن الحارث نے اپنی یہ معقول لے ظاہر کی کہ لڑکپن میں محمدؐ کو لوگوں میں سے  
زیادہ متدین اور راست باز سمجھے جاتے تھے جب بڑھاپا آچلا تو ان پر سحر کا الزام لگایا

میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ وہ ساحر نہیں ہیں۔ ابو جہل کی عداوت اسلام کے ساتھ مشہور ہے وہ بھی آپ کی صداقت کا معترف تھا اور ایک مرتبہ اُس نے صاف کہا کہ میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا لیکن جو پیام خدا کے نام سے لائے ہو اُسکو جھٹلاتا ہوں چنانچہ اُن کی یہ بات اُنہیں کھینچ کر لے آئی۔ **فَاِنَّهُمْ كَاذِبُونَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّٰهِ يَخْتَدِعُونَ ۝۵** (پارہ ۷۔ سورۃ الانعام۔ رکوع ۴) میں اسی بیان کی طرف اشارہ کیا گیا۔

بزرگان قریش ہمیشہ آپ کو عنبرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور حضور نے بھی کسی موقع میں اپنے ذاتی معاملات کے متعلق اُنکی دل آزاری نہیں کی لیکن خدا کا پیام پہنچانا فرائض منصبی میں داخل تھا جب وہ پیغام پہنچایا گیا اور معبودانِ باطل کی تردید کی گئی اور اُن کے پوجاریوں کی تحقیر تو اسوقت اہل مکہ دشمن جان اور ہونا وہاں آبرو بن بیٹھے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ **عتیبہ و عقیلہ بنی عبدالمطلب** کے برادر عم زاد جنکو واماوی کی قربت بھی حاصل تھی ایسے برسہا برسے کہ عالی نژاد نیک نہاد بیبیون کو جو ان معاملات میں محض بے گناہ تھیں طلاق دیدیا اور سخت عقیلہ نے تو یہاں تک بد ہنسی اختیار کی کہ چہرہ مبارک پر جسکی عظمت سپر اخلاق واجب تھی تھوک بھی دیا۔ ان حکایتوں سے قیاس کرنا چاہیے کہ غیروں کی شورش کس حد تک تھی اگر گئی ہوگی لیکن پیغمبر علیہ السلام استقلال کے ساتھ خدمت متعلقہ کو انجام دیتے رہے اور رفتہ رفتہ ایک مختصر جماعت اُنکے معتقدوں کی کھڑی ہو گئی۔ اُن دنوں قبائل عرب

۱۲ مکہ مکرمہ میں جھٹلاتے بلکہ ظالم اسکی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں

اتحاد قومی کے شیدائی تھے اور یہی اتحاد ملک میں اُنکے اعزاز کا ذریعہ اور حفظ جان مال کا کفیل تھا۔ دانشمندان قریش نے چاہا کہ جو تخم نفاق پھوٹ نکلا ہو اُسکو بٹھنے نہ دیں اور بقوت مصالحت جڑ سے اُکھیڑ ڈالیں چنانچہ سربراہِ آوردہ مشائخ ابوطالب کے گھر آئے اور خود ابوطالب نے بھی اپنے عزیز بھتیجے سے سفارش کی کہ سرداران قوم کے ساتھ بلا مینش آئیں اور موجودہ رنجشوں کو رفع کر لیں الغرض اُنے والوں نے پہلے اُس منادی کی شکایت کی جو بحوالہ رسالت کی جاتی تھی اور پھر ہمدردی کے لہجہ میں یہ کلین مصاحت کی پیش کش کی۔ اگرچہ آپ کو مال کی ہوس ہو تو ہلوگ ایسی مالی مدد دیں کہ آپ تمام قبیلہ میں بڑے مالدار شمار کیے جائیں اور اگر سرداری کی تمنا ہو تو ہم آپ کو اپنا سردار بنالیں اور جملہ معاملات قومی کا فیصلہ آپ ہی کی تجویز سے ہوا کرے اور ان دونوں سے بڑھ کے اگر بادشاہی کا حوصلہ ہو تو ہم سب حاضرین کے گردن اطاعت خرم کرین اور آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیں۔ اگلے زمانے میں جیسا کہ انا جیل اربعہ سے بھی بتا چلتا ہوں دنیا کے خیال میں سایہِ اوسایب کا اعتقاد راسخ تھا ایسے اُن لوگوں نے آخر میں یہ بھی کہ سنایا کہ اگر اس قسم کی کوئی شکایت عارض ہو تو ہم لوگ دل کھول کے اپنا مال خرچ کرین اور جہاں تک ممکن ہو رفع شکایت کی تدبیر میں عمل میں لائیں۔ مبتلاے مصیبت کو یہ کلمات ہمدردی بُھانے والے تھے لیکن طالبِ رضائے حق نے نہ اپنے مرنے پر چچا کی پروا کی اور نہ سرداران قریش کی مروت نے اُن کو مغلوب کیا ایسے جواب میں

صاف کہدیا کہ میں خدا کی طرف سے مامور بالرسالت ہوں اگر تم لوگ میری ہدایت کو قبول کر لو تو دین و دنیا میں بہرہ مند ہو گے اور اگر نہ قبول کرو تو میں اپنی حالت پر اُسوقت تک صبر کروں گا کہ وہ ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے پس کیا عقل میں یہ بات آتی ہے کہ کوئی دنیا دار اس بے خطر کامیابی کو چھوڑ دیتا اور موبہوم امید کے بھروسہ پر اپنی جان و آبرو کو خطرہ میں ڈالتا۔

خداوند عالم نے دنیا میں طرح طرح کی ضرورتیں اور نعمتیں پیدا کی ہیں ضرورتیں تقاضا کرتی ہیں اور ہر ایک فیزی روح اپنے حوصلہ کے موافق نعمتوں کی جستجو کرتا ہے لیکن قانع طبیعتوں کو ایک حد پر پہنچ کر سکون ہو جاتا ہے اور حریص دنیا داروں کی عمریں اُسی دوادوش میں کٹ جاتی ہیں اور تادم مرگ میدان طلب میں اُن کو تھرا رہنیں آتا ان ضرورتوں میں خواہش طعام سب پر مقدم ہے اسی کی دھن میں تمامی جاندار مبتلا دیکھے جاتے ہیں اور اُسی کے شوق میں بسا اوقات انسان ناکردنی افعال کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔ کارگاہ عالم میں ہر چند شاہ و گداسب کے سب پیٹ کے بندے ہیں لیکن محدودے چند فرشتہ خصال پرور گون نے اس بشری ضرورت کی برائے نام اعطائے کی ہے اور گرسنگی کی دہکتی ہوئی آگ کو انکے قناعت نے دھیمہ کر لیا ہے پیغمبر علیہ السلام باوجود اس مرتبہ عالی کے جو ایک بادشاہ کو اپنے ملک میں اور کسی پیشوے ملت کو اپنے معتقدوں کے حلقہ میں حاصل رہتا ہے اس ضروری آسائش کی بھی پروا نہیں کرتے تھے لذیذ اقسام طعام کا تو کیا ذکر نان جو میں سے بھی ہر روز سیری کا موقع نہیں ملتا

اور اہل بیت نبوت کی متواتر آئین فاقون کی زحمت میں کٹ جاتیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی اتفاق پیش آیا کہ ہمیں بھر کھجورون پر قناعت کرنی پڑی اور ایک دن بھی روٹیوں کا خشک ٹکڑا میسر نہیں ہوا۔ ترمذی نے ابو ہریرہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا خلاصہ مطلب تحریر کیا جاتا ہے۔ سخت گرمی کے دنوں میں رسول اللہ خانہ مبارک سے باہر تشریف لائے ابو بکر و عمر بھی راہ میں مل گئے اور بڑی تسفیر عرض کیا کہ اس دھوپ میں بہ تقاضاے شدت گرمی ہلوگ گھر سے باہر نکلے ہیں حضور نے فرمایا کہ میری بھی یہی حالت ہے الغرض یہ تینوں بزرگ ابوالفضلؓ کے گھر تشریف لے گئے جس کے قبضہ میں بہ کثرت کھجور کے درخت اور بکریاں تھیں۔ اتفاق سے غیر حاضر تھا لیکن کچھ دیر کے بعد آب شیرین لے ہوئے واپس آیا خوش نصیب میزبان نے معزز مہمانوں کی تشریف آوری پر خدا کا شکر کیا اور اپنے نخلستان کی کچھ کھجوریں پیش کیں اور پھر گوشت اور روٹیاں حاضر لایا حضرت نے ایک وٹی اور کچھ گوشت انصاری کے حوالہ کر کے فرمایا کہ فاطمہ کے پاس پہنچا دو کیونکہ ان کو کئی دن سے کھانا میسر نہیں ہوا ہے اُس کے بعد ہمراہیوں کے ساتھ کھانا نوش فرمایا کھجوریں کھائیں بعد سیری و سیرابی کے ہمراہیوں سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ گھر سے بھوکے نکلے اور سوپی سے پہلے اس نعمت سے بہرہ مند ہوئے قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کی قدرت میں میری جان ہو قیامت کے دن تم لوگوں سے اس نعمت کا حساب ہوگا۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ رزق کی تنگی کس حد تک پہنچ گئی تھی لیکن جب معمولی سامان فراہم ہو جاتا تو

اُسکو بھی نعمت ہے اُسی سے شمار کرتے اور اختصار کاروبار اندیشہ حساب سے سبکدوش  
 نہ کرتا۔ شروع زمانہ ہجرت میں تو بہت سخت مصیبتوں کا سامنا رہا کچھ دنوں کے بعد فی الجملہ  
 سہولت پیدا ہوئی لیکن معتد روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ فقر و فاقہ کا سلسلہ آخر عمر تک  
 تک برقرار رہا چنانچہ امام مسلم عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ تین ن برابر  
 رسول خدا نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا اور یہی حالت اُس وقت تک ہی سفر  
 آخرت پیش آگیا۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ حضور کو ایک دن گرسنہ دیکھ کے میں  
 رو پڑی اور عرض کیا کہ میری جان آپ پر فدا ہو کاش آپ کو اتنا حصہ دینا کا ملتا ہو مگر  
 طعام کو کافی ہوتا جواب میں ارشاد ہوا کہ اے عائشہ دنیا کو مجھ سے کیا واسطہ ہے میرے  
 برادران حوصلہ مندر رسولوں نے اس سے زیادہ مصیبتوں پر صبر کیا اور پروردگار کی  
 حضور میں پہونچ کر سرفرازیان حاصل کیں مجھے شرم آتی ہے کہ معاش دنیا میں وسعت  
 حاصل ہوا و مراتب آخرت میں اُن لوگوں سے کچھ بجاؤں مجھ کو تو ان آسائشوں سے  
 زیادہ مرغوب یہی ہے کہ اپنے بھائیوں اور دوستوں سے ملجاؤں۔ صدیقہ فرماتی ہیں  
 کہ اس گفتگو کو صرف ایک ہی ہمینہ گزرا تھا کہ جناب رسالت نے وفات فرمائی۔  
 کھانے کے بعد انسان کپڑوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتا ہے لیکن پیغمبر علیہ السلام  
 نے آخر عمر تک پیوند مٹے ہوئے کپڑوں کا استعمال فرمایا چنانچہ بخاری اور مسلم  
 دونوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اُن کو پیوند  
 لگی چادر اور موٹے کپڑے کا تہ بند دکھایا اور ظاہر کیا کہ ہنگام قبض روح یہی دونوں

کپڑے جسد مبارک پر تھے۔ یہ عفت آب بی بی ازواج موجودہ میں رسول اللہ کو زیادہ عزیز تھیں لیکن اُنکے گھر میں کپڑے کا کچھونا خواہ مکہ نہ تھا چمڑے کی تو شک اور چمڑے کا تکمہ جنین خرمے کی چھال بھری تھی ہائے آقاے نعمت کے استعمال میں ہاکیا ناظرین تعجب کریں گے کہ خطہ عرب قبضہ میں تھا مال غنیمت کی بھی فراوانی ہو چلی تھی ایسی حالت میں پیشوائے امت کو مصیبتیں کیوں جھیلنی پڑتی تھیں اسلئے حقیقت حال بیان کی جاتی ہے کہ جو آمدنی آتی وہ عام حالتوں میں بلا توقف غربا اور ساکین اور دیگر ارباب استحقاق پر تقسیم کر دی جاتی اور خاص اپنی ضرورتوں کے لیے کوئی سرمایہ جو آئندہ کام آئے بچا یا نہیں جاتا تھا چنانچہ **ترمذی** نے **النسائی** سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کوئی چیز کل کے لیے اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

بہت بڑی بات جو دنیا طلبوں میں ہونیں سکتی یہ تھی کہ فراخ دستی کے دنوں میں بھی نبی کریم اپنوں کی ضرورتوں پر غیروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے اور معاملات منصبی میں جوش قرابت اپنا اثر نہیں دکھاتا چنانچہ **علاء رضی اللہ عنہ** **مقتضی** فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن **فاطمہ زہرا** سے کہا کہ آکبشی سے مین تگ آگیا ہوں تمھارے باپ کے پاس قیدی آئے ہیں اُن سے کسی خادم کی درخواست کرو ورنہ دیدہ مصطفوی نے فرمایا کہ میرے ہاتھ میں بھی آگوندہ تھے گوندہ تھے چھالے پگئے ہیں۔ الغرض آپ پر بزرگواری کی خدمت میں حاضر ہوئیں شفیق باپ نے پوچھا کہ بیٹی کیسے آئی ہو عرض کیا

سلام کو لیکن باقتضائے حیا اصل غرض کو گزاریں نہ کر سکیں اور گھر کو لوٹ آئیں۔ احتیاج  
 بڑی چیز جو اسے مجبور کیا اور یہ مقدس دن و شو ساتھ گئے اور ضرورتوں کو عرض کر کے  
 انجام مرام کی خوشنگاری کی لیکن خدائے بے نیاز کے رسول نے صاف جواب دیا  
 کہ اہل صفہ (مسکینوں کی ایک جماعت تھی) فاقے کرتے ہیں اور میرے پاس کوئی سامان  
 نہیں ہے کہ انکا چارہ کار کروں اسلئے میں تمکو خادم نہیں دے سکتا بلکہ ان قیدیوں کا  
 زرخشن حاصل کر کے ان مسکینوں کے نفقہ میں دوں گا الغرض دونوں برگزیدہ حسد  
 واپس چلے گئے اور ایک ایسی چادر اٹھ کے پرٹے سے جو سردار پانوں دونوں کو بوقت  
 واحد چھپا نہیں سکتی تھی کچھ دیر کے بعد جناب سالتماب خود تشریف لائے اور ان عزیزوں  
 سے پوچھا کہ کیا میں تمکو ایسی چیز نہ بتا دوں جو اس سے بہتر ہو جسکی تم لوگوں نے درخواست  
 کی تھی پاک نژاد فرزندوں نے اثبات میں جواب دیا اور رہنمائے عالم نے انکو ایک وظیفہ  
 بتا دیا جسکا ورد ایک ہزار و نوسٹمان کرتے ہیں۔

سائلوں کے ساتھ تعمیل حکم و ائنا السائل فلانتھکد آپ اسطرح کا تحمل ہستے  
 جو اہل دنیا کی طاقت سے باہر ہو۔ **نقل** ہے کہ ایک مرتبہ بدوی سائلوں نے حضور  
 کو گھیر لیا اور اسطرح پلٹے کہ ردائے مبارک کو بھیج لے گئے پھر بھی آپ رنجیدہ نہیں  
 ہوئے اور فرمایا کہ میری چادر تو دید و اور باور کرو کہ اگر ان جھاڑیوں کی تعداد کے  
 برابر میرے پاس چار پائے ہوتے تو میں تم لوگوں کو بانٹ دیتا اور تم لوگ مجھکو بخیل  
 جھوٹا اور نامرد نہ پاتے۔ اس سے بھی زیادہ دوسرے موقع میں شان انک



لَعَلَّ خَلْقٍ عَظِيمٍ ظاہر فرمائی۔ صحیحین میں اس خادم رسول اللہ سے مروی ہے کہ حضور حاشیہ دار چادر اوٹھے تھے ایک بدوی نے چادر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ آپ اُسکے پاس جا پڑے اور شانہ مبارک پر حاشیہ چادر کا نشان اُبھر آیا اس حشیانہ حرکت کے بعد بدوی نے عرض کیا کہ اے محمد خدا کے مال سے کچھ مجھ کو دلا دو آپ ہنس پڑے اور سائل کو کچھ دلا دیا۔

علمائے اسلام نے بڑی جستجو اور تحقیق سے اخلاق محمدی کے بیان میں بڑی بڑی کتابیں تحریر کی ہیں جسکا جی چاہے اُنکا مطالعہ کرے ہمنے بالا اختصار جو چند فقرات تحریر کیے ہیں اُنکو دیکھ کے ہر حق پسند اقرار کر لے گا کہ بانی اسلام طالب دینا نہ تھے بلکہ اُن راست بازوں سے بھی چند قدم آگے تھے جنکا انتخاب عہد عتیق میں واسطے خدا کی رسالت کے ہوا تھا۔ (س) یہ باتیں جو کہی گئیں سننے کے لیے خوش کہنگ ضرور ہیں لیکن اُنکی روایت تو صرف مسلمانوں نے کی ہے اسیلے روایتوں کی صداقت شبہ ہے (ج) انصاف پسندی وقت سوال کو پسند کرتی ہے لیکن اسکا یہ جواب زیادہ تر با وقف ہے کہ دوسری قوموں نے اُس زمانہ کے واقعات تحریر نہیں کیے جن سے ان بیانات کی تردید ہو۔ عام طور پر واقعات مندرجہ تاریخ کی جانچ عقل اور قیاس سے ہوتی ہے اور دشمنانہ ناظرین طرز بیان کو دیکھ کے افراط و تفریط کا اندازہ کر لیتے ہیں ہمنے جو کچھ بیان کیا وہ کسی ایک راوی کا مسلسل بیان نہیں ہے بلکہ مختلف شہادتوں کا خلاصہ اخذ کر کے ایک مختصر سلسلہ کھڑا کر لیا گیا ہے اگر یہ راوی جھوٹے ہوتے تو اُن کا بیان مسلسل ہوتا

اور اُن بیانات میں ایسا مبالغہ دیکھا جاتا جسکے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی یا یہ کہ ایک بیان سے دوسرے کی تردید ہوتی بڑا قرینہ صحت کا یہ ہے کہ ہزاروں آدمی باقی اسلام کی پیروی میں سرکشت رہے ترک وطن کیا مصیبتیں بھیلین اور اُن لوگوں میں اکثروں کی لائف کو ارباب تاریخ نے زاہدانہ بیان کیا ہے پس اگر پیغمبر علیہ السلام کا میلان دنیا کی طرف ہو یا انکی کارروائیوں میں خود غرضی شامل ہوتی تو سخت مزاج عرب انکی تعلیم کا ایسا اثر قبول نہ کرتے اور اُسکے بدولت زاہدون کی جماعت جسکے پیرواب بھی جا بجا موجود ہیں کھڑی نہوتی مبالغہ کے لیے دوسرے طور پر میدان بہت وسیع تھا کہ پیغمبر خدا کے پاس سوئے چاندی کے طبق میں ہشتی کھانے آتے تھے آسمانی کپڑے آپ کے زیبین رہتے لیکن اُن پر انھیں لوگوں کی نگاہیں پڑتیں جو سچے ایماندار تھے مگر صحیح حدیثوں میں جو بیانات متعلق طریق تمدن کیے گئے ہیں اُنہیں اس طرح کا مبالغہ نہیں ہے اور عنوان بیان کہ دیتا ہے کہ یہ بیانات بغیر کسی بندش کے بطور تذکرہ کیے گئے ہیں۔ ہندوؤں یہودیوں اور عیسائیوں کے بیان جو روایتیں اُن کے پیشواؤں کے طرز تمدن کے متعلق موجود ہیں آخر انکی تائید بھی تو غیر قوموں کی تحریر سے نہیں ہوتی جاہلون کا تو کوئی ذکر نہیں لیکن دشمنان مخالف اُن روایتوں پر بطور تذکرہ تاریخی نظر ڈالتے ہیں اور صرف انھیں واقعات کی صحت سے انکار کرتے ہیں جو خلاف عقل ہوں یا جسکی تردید میں دوسری معتبر روایت موجود ہو پس اسلام بھی سچی ہے کہ دنیا اسکی روایتوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرے اور جب تک معقول وجہ تردید موجود نہ ہو محض اس حجت سے انکی صحت کا انکار نہ کرے

کہ اُس زمانہ کے یہودیوں اور عیسائیوں نے اُن کے متعلق اپنی تصنیفیں نہیں چھوڑی ہیں  
 مسیح علیہ السلام کا ظہور تربیت یافتہ یہودیوں میں ہوا۔ رومیوں کی مذہب قوم اُن فون  
 فرمان و اٹھی لیکن کوئی تحریری شہادت اُن لوگوں کی تہائیں سی قدس یا اُن کے معجزات  
 کے نشان نہیں دیے جاتے۔ مصر سے بنی اسرائیل کا لوٹنا اور حضرت موسیٰ کا وہ معجزہ دکھانا  
 جیسا تذکرہ کتاب خروج میں تحریر ہے یہ سب ایسے اہم واقعات تھے جن سے بے پروائی نہیں  
 ہو سکتی تھی لیکن کیا کسی قطبی تصنیف خواہ ملک مصر کے قدیم کتبوں سے ان واقعات کی  
 تائید ہوتی ہو؟ اور کیا بحالت نہ ملنے ایسی تائیدوں کے انصاف اجازت دیتا ہے کہ جملہ  
 واقعات بلکہ ہارون و موسیٰ کے وجود سے بھی انکار کر دیا جائے؟ یوں تو خبر کی صفت  
 ہے کہ فی نفسہ محتمل صدق و کذب ہو لیکن حق یہ ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب دعویٰ نہیں کر سکتا کہ  
 مسلمانوں نے محض شہادت واقعات ہیا رکھی ہے ویسی شہادتوں کا دفتر اُس کے گھر بھی  
 موجود ہے یا یہ کہ اُس کے مقدمات میں نے بھی اُن کی طرح اسماء الرجال کے متعلق بسیط کتابت بالیف  
 کی ہیں پس حیرت ہے کہ کوئی دانشمند اسلامی روایتوں پر دوسرے مذہب کی روایتوں کو  
 ترجیح دے اور آب باران سے محفوظ رہنا مقصود ہو مگر کسی پرنا لے کے پیچھے پناہ لے۔

## اگلے صحائف کی پیشین گوئی

مجموعہ حدیث میں کچھ مبہم بیانات شامل ہیں اور ٹھیک سمجھ میں نہیں آتا کہ لکھنے  
 والوں کا ایسی تحریروں سے کیا مقصود تھا بہر حال فرقہ یہود جسکا مایہ فزون از ہی تقدیر محض

مدتوں اپنی خاطر خواہ ان عقود کی گریہیں کھولتا رہا اور ارباب ملل غیر کو اس کے اُبھھاؤ اور  
 سلجھاؤ سے کوئی سروکار نہ تھا لیکن بعد ظهور ملت عیسوی موسائیوں کی یکتائی جاتی رہی  
 پھر بعد عروج کو کیہ اسلام کے میدان تفتیش کو زیادہ وسیع ہونا پڑا۔ اگلوں نے جولاں گاہ  
 فکر میں بہت دوڑ دھوپ کی اور پچھلوں نے اُس سلسلہ کو علی حالہ برقرار رکھا ہی۔ طرزیان  
 پہلے ہی دائرہ ابہام میں چکر لگا رہا تھا مترجموں کی تنگ خیالی نے اُسکی رفتار کو کچھ  
 اور بھی تیز کر دیا اور اُن سب پر طرہ یہ ہو کہ ایک فریق حریفانِ پیشین کے بالقصد محو و انبات  
 کا شاکِی ہو۔ الغرض سلسلہ اخبار بالغیب میں جسکی جستجو ہر صدیقین پر ہو پنچنا دشوار ہے لیکن  
 یقین کے بعد گمان غالب کا درجہ ہر اور کون نہیں جانتا کہ دنیا کے اکثر کاروبار اسی  
 ظن کے بھروسے پر چلتے ہیں اور ہم بھی اسی دستور کے موافق ہر سہ فریقوں کے  
 خیالات کچھ بحث کرتے ہیں یہودیوں کو اصرار ہے کہ واسطے تصدیق دین مسیحی اور محمدی  
 کے کوئی پیشین گوئی صحائفِ قدیمہ میں موجود نہیں پائی جاتی لیکن بغیر کسی جنبہ داری  
 کے ان منکروں سے کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں گروہ کا فروغ جو موسائیوں سے بہتر  
 بڑھ گیا ہو اعتقادات پر موثر ہے انبیائے سابق کو اگر اخبار بالغیب کی قدرت حاصل  
 تھی تو اُنکا فرض تھا کہ ایسے واقعات اہم کو فرو گداشت نہ کرتے اور اپنے معتقدوں کو بتا  
 جائے کہ ایک ناصری اور دوسرا کی مذہب حق پر حملہ کریگا اور اُن دونوں کی تعلیم از شرق  
 تا غرب پھیل جائیگی مگر تم لوگ اوراقِ توریت سے پلٹے رہنا اور انجیل و قرآن کے فقرہ  
 میں نہ آنا گرد کیا جانا ہے کہ کوئی تردیدی روایت اتنی بھی نہیں ہے کہ تا یدی انتخاب اس کے

پاشنگ ہو کے اسیلے بصورتِ سلیم اگلی روشن ضمیر یون کے کچھلی امتون کا یہ بیان اقرب  
بالصواب ہو کہ بتائید صداقت اُنکے مذہب کے پیشین گوئیوں موجود ہیں اور تقریر میں  
کم و بیش ابہام اسیلے رکھا گیا ہو کہ پیروان ملت تیقح مقصود کی وقت اٹھائیں اور اپنے  
پروردگار سے کارکردگی کا معقول انعام حاصل کریں اب عیسائیوں کی حالت دیکھیے  
کہ وہ مسیح کی پیشین گوئیوں صحائفِ قدیمہ سے اخذ کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کو خزانہِ مذہب  
سے کوئی حصہ دینا گوارا نہیں کرتے پس ناظرین کو صرف اس قدر دیکھ لینا کافی ہو کہ  
جس شکل سے نتیجہ صداقت مسیح نکالا جاتا ہو اُسی شکل سے نبوت محمدی کا بھی نتیجہ  
حاصل ہوتا ہو یا نہیں چنانچہ واسطے رفع اسی ضرورت کے میں دونوں فریق کی چند  
جھڑپوں کو معرض بیان میں لاتا ہوں۔ انصاف کرنے والے اگر کچھ سمجھ رکھتے ہوں تو  
بعد ملاحظہ طریقہ استدلال کے مغز سخن تک پہنچ جائیں گے۔

## مُحْتَسِمِی

(۱) ہوسیع نبی کی کتاب (باب ۱۱۔ درس ۱) میں تحریر ہے ”جب اسرائیل  
لڑکا تھا میں نے اُسکو عزیز رکھا اور اپنے بیٹے کو مصر سے بلایا“ موسائی اس فقرہ کا  
مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ یہ موسیٰ کے وقت کی کہانی ہے جبکہ وہ بنی اسرائیل کو  
مصر سے نکال لائے تھے چنانچہ صیغہ ماضی اُسپر دلالت کرتا ہو اور بیٹے کا لفظ ہر چند  
واحد ہو لیکن اُسکا اطلاق اور جگہ بھی تمام بنی اسرائیل پر ہوا ہو ”تب تو فرعون کو

یون کیونکہ خداوند نے یون فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے سو میں تجھے کتنا ہون  
 کہ میرے بیٹے کو جانے دے تاکہ وہ میری عبادت کرے، ” (کتاب خروج باب ۴-۲۲)  
 (۲۳) جناب متی اپنی کتاب کے باب ۲ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس پیشین گوئی کا  
 تعلق مسیح سے ہے کیونکہ یوسف انکو مصر لگائے تھے اور بعد وفات ہیرودیس کے واپس لائے  
 یسعیاء نبی کی کتاب (باب ۷-۱۲) میں تحریر ہے، ”دیکھو کنواری حاملہ  
 ہوگی اور بیٹا جنے گی اسکا نام عمانوئیل رکھے گی وہ دہی اور شہد کھائے گا جسوقت تک  
 وہ بڑا ترک کرے اور بھلا پسند کرنے کا امتیاز پائے، ” موسائی اسی کتاب کا باب ۸  
 دکھاتے ہیں کہ وہ لڑکا مدتوں پہلے مسیح کے پیدا ہوا لیا اور یہ کہ عیسائیوں نے جس  
 لفظ کا ترجمہ کنواری کر لیا ہے اسکا صحیح ترجمہ جوان عورت ہے۔ متی اپنی کتاب میں فرماتے  
 ہیں کہ یہ پیشین گوئی مسیح سے تعلق رکھتی ہے لیکن انکی سائے پر چند شبہ وارد ہوتے ہیں۔  
 اولاً۔ مریم عذرا نے اپنے فرزند کا نام یسوع رکھا تھا نہ عمانوئیل۔  
 ثانیاً۔ ثابت نہیں ہوتا کہ زناہ طفلی میں حضرت عیسیٰ شہداور دہی کھایا  
 کرتے تھے اور اگر ان الفاظ سے فیوض الہی مراد لیے جائیں تو وہ اب تک اس  
 قدسی صفات پر مبذول ہیں۔

ثالثاً۔ عیسائی تو مسیح کو خدا کہتے ہیں پس کیا خدا پر بھی کوئی ایسا زناہ گز گیا  
 ہے کہ نیک بد میں امتیاز نہیں کرتا تھا ؟  
 متی فرماتے ہیں ”اور ایک شہر میں جب کا نام ناصرت تھا جا کے رہا کہ وہ جو

(۲)

(۳)

نبیون نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ (مسیح) ناصری کہلائیگا (باب ۲- ورس ۲۳)  
 یہ پیشین گوئی بڑی بڑھیا تھی مگر افسوس ہو کہ اُسکا وجود کتب موجودہ میں پایا نہیں جاتا  
 اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پیشین گوئی زبانی تھی اور سیبہ سبنہ چلی آتی تھی یا یہ کہ جس کتاب  
 میں وہ تحریر تھی اُسکو دشمنوں نے ضائع کر دیا ہو۔

(۴) یہ تیسرا نبی کی کتاب (باب ۳ ورس ۵ الفایت ۱) میں یہ فقرات موجود ہیں  
 خداوندیوں کہتا ہے کہ رامہ میں ایک آواز سنتی گئی ہو نوحہ اور زار دار نے کی۔ راخل  
 اپنے لڑکوں پر روتی ہو اور اپنے لڑکوں کی بابت تسلی نہیں چاہتی کیونکہ میں نہیں  
 خداوندیوں کہتا ہے کہ اپنی زاری کی آواز کو روک اور اپنی آنکھوں کو آنسوؤں سے  
 باز رکھ کہ تیری محنت کے لیے اجر ہو۔ خداوند کہتا ہے۔ اور میں دشمنوں کی زمین سے  
 پھر آویں گے اور تیری حاقبت کی بابت امید ہو خداوند کہتا ہے کہ تیرے لڑکے اپنی  
 سرحد میں پھر داخل ہوں گے، متی اپنی کتاب کے باب ۲ میں منشا، تقریر یہ ظاہر کرتے  
 ہیں کہ راخل دزدیہ یعقوب علیہ السلام کی گریہ و زاری بوجہ قتل اُن بچوں کے تھی جنکو  
 ہیرودیس نے بہ اشتباہ ہونے میں مسیح کے ہلاک کیا تھا مگر یہودی کہتے ہیں کہ یہ داستان  
 غم خود ارمیاہ کے زمانہ کی ہے جبکہ **نصرت** نے بنی اسرائیل کو قتل اور جلائے وطن  
 کیا تھا اور اگر یہ گریہ و زاری مقتول بچوں کے ساتھ محدود کر دی جائے تو فقرہ آخر  
 بے معنی رہ جاتا ہے کیونکہ جو مر گئے یا مائے گئے وہ نہ ملک عدم سے واپس آئے  
 اور نہ واپس آسکتے ہیں۔

ذکر یابی کی کتاب (باب ۹- ورس ۱۰۹) میں تحریر ہے: "اور وہ فروتن ہو اور  
گدھے پر بلکہ جو ان گدھے پر مان گدھے کے بچے پر سوار ہو اور میں افرائیم کی گاڈیان اور  
یروشلیم کے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائیگی اور وہ قوموں کو صلح  
کا مزدور دیگا اور اسکی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریا سے زمین کے انتہا تک  
ہوگی" متی باب ۳۰ میں تحریر ہے: "کہ ایک گدھے کا بچہ منگوایا گیا اور اس پر مسیح علیہ السلام  
سوار ہوئے تاکہ یہ پیشین گوئی پوری ہو۔ فقرات منقولہ میں صاف تحریر ہے کہ وہ قوموں  
کو صلح کا مزدور دیگا مگر مسیح علیہ السلام نے خود اپنی زبان مبارک سے یوں ارشاد فرمایا کہ  
یہ مست جھوٹے ہیں زمین پر صلح کرنے آیا صلح کرنے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں  
کیونکہ میں آیا ہوں کہ مرد کو اس کے باپ اور بیٹی کو اسکی ماں اور بہو کو اسکی ساس سے  
جد اکرون (متی باب ۱۰- ورس ۳۴ ۳۵ ۳۶)

## اسلامی محبت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ  
الَّذِي يَخُذُ وَنَهً مَكْتُومًا بَعْدَ هُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ ۝ ۹-  
سورۃ الاعراف - رکوع ۱۹ -

خدا فی کتاب (جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے) صاف شہادت دیتی ہے کہ انکے پیغمبر کا  
نہ جو لوگ پیروی کرتے ہیں اُس نبی امی کی جس کا ذکر اپنے یہاں کی توریت اور انجیل میں پاتے ہیں ۱۲



تذکرہ صحائف قدیمہ میں موجود ہے متقدمین کامل الایمان نے تو صرف اسی شہادت پر قناعت کر لی لیکن بچھلون نے جَزَاهُمْ اللَّهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ اوست جستجو کو دراز کیا اور وہ باب اور ورس ڈھونڈ نکالے جنہیں بشارت ظہور اُنکے رہنمائے ملت کی موجود تھی چنانچہ انہیں میں چند کا تذکرہ اس موقع پر کیا جاتا ہے۔

(۱) روشن ضمیری نے ابراہیم علیہ السلام کو توحید کا سبق پڑھایا اور خدا کی ہر بانیان اپنے راست باز بندہ پر مبذول ہوئیں یہ بزرگ (جو علم الہی میں بڑے بڑے قبائل کے جدا علی ہونے والے تھے) مدتوں لا ولد ہے ایسے اُنکی زوجہ حضرت سارہ کو انقطاع نسل کا اندیشہ پیدا ہوا اور شوہر کو بامید اولاد اجازت دی کہ اُنکی خادمہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ تعلق شوہری پیدا کرین چنانچہ ایسا تعلق پیدا کیا گیا اور خدا کی کار سازی سے بارور ہوا۔ ہاجرہ فرزند زینہ جنہیں حبس کو باپ نے موافق ہدایت فرشتہ کے اسماعیل نامزد کیا۔ کچھ دنوں کے بعد سارہ بھی بیٹیا جنہیں اور اُسکا نام اسحاق رکھا گیا پھر سو کنون کا اتفاق اہل بیت نبوت میں بھی رنگ لایا اور بہتھریک زوجہ اولی اسماعیل اپنی مان کے ساتھ اسطرح نکالے گئے کہ صرف چند روٹیاں اور پانی کا ایک مشکیزہ عورت کے کندھے پر رکھ دیا گیا اور موافق ظاہر عبارت توریت کے لڑکا بھی اُسی مبارک دوش پر بٹھادیا گیا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام ملائم دل کے آدمی تھے اور فرزند اکبر کے ساتھ اُنکی شفقت اتنی بڑھی تھی کہ جب اُن کو ولادت اسحاق کی بشارت دی گئی تو خدا کی طرف خطاب کر کے عرض کیا کہ کاش

اسماعیل تیرے حضور جیتا ہے، اس بے دردی کو جو بے قصور عورت اور بے گناہ فرزند کے ساتھ برتی گئی وہ کبھی گوارا نہ فرماتے لیکن خدا کے حکم سے مجبور ہو کے اُن بکیوں کو خدا کی راہ میں چھوڑ دیا۔ کہا گیا کہ حکم ربانی ابراہیم علیہ السلام چھوٹے بیٹے کی گردن کاٹنے پر آمادہ ہوئے تھے مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ بڑے فرزند کی مصیبت بھر بھی زیادہ سنگین تھی کیونکہ چھوٹے کے گلے پر اگر چھری چل جاتی تو فتوے موت ایک ہی مہینے میں نافذ ہو جاتا اور بڑا تو ایسی خطرناک حالت میں چھوڑا گیا تھا کہ اپنی شفیق ماں کے پیش نظر گھل گھل کے بھوکون مرے جلتی ریگ میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کے ہلاک ہوا نہایتناک مصیبتوں کے علاوہ بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کوئی درندہ بھوکے پیاسے غریب الوطنوں کو ٹھکل جائے۔

پس یہ بھی ایک طرح کی قربانی تھی جو تاج فرمان آہی بہ تحریک زوجہ اولیٰ کے تحت ارشاد پروردگار عالم عمل میں لائے۔ باپ کی یہ خدا شناسی ضرور لائق آفرین تھی لیکن ماں اور بیٹے کچھ کم لائق تحسین نہیں ہیں جنھوں نے کوئی کلمہ شکایت کا زبان سے نہیں نکالا اور متوکل علی اللہ ایک طرف چل کھڑے ہوئے باب ۲۵ ورس ۲۹ کتاب پیدائش سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسماعیل بھی مثل اسحاق کے بوڑھے باپ کی تجمیز و تکفین میں شریک تھے اس لیے ہم باور کر سکتے ہیں کہ سعادت مند بیٹے نے باپ کے سلوک پر اپنا دل میلا نہیں کیا اور وہ بہر حال رضائے الہی پر شاکر تھا اسماعیل و اسحاق دونوں صلب ابراہیمی سے تھے فرق صرف یہ تھا

کہ اسماعیل کی ولادت زوجہ اولیٰ کی خادمہ سے ہوئی تھی لیکن آجکل کے مذہب غلام و  
 آزادین فرق کرنا داخل بے دردی سمجھتے ہیں کیا خداوند عالم جو ان مذہبون کا خالق ہے  
 اس فرق کا ایسا حامی تھا کہ وہ اولاد سارہ کا پورا طرفدار بن گیا اور اپنی صابریہ  
 ہاجرہ اور شاگردہ اسماعیل کی نسبت یہ فیصلہ کر دیا کہ انکی اولاد کبھی رتبہ نبوت پر  
 فائز نہ ہو اور یہ خوشگوار قرعہ اُسی شاخ درخت سے لٹکا ہے جو تہذیب و تمدن کا  
 اس طرح آزمائشی نہیں گئی تھی۔ یہودی اور عیسائی جو کچھ کہیں لیکن خداوند خدا اُس مصیبت  
 سے بے پروا نہ تھا جو اسماعیل اور انکی بکیں مان کو اٹھانی پڑی تھی چنانچہ پہلی مرتبہ  
 جب ہاجرہ کو بہ مجبوری گھر چھوڑنا پڑا اور خداوند کے فرشتے نے اُس سے کہا کہ تیری  
 بی بی کے پاس پھر جا اور اُس کے تابع رہ + پھر خداوند کے فرشتے نے اُسے کہا کہ میں تیری  
 اولاد کو بہت بڑھاؤں گا کہ وہ کثرت سے گنتی نہ جائے + اور خداوند کے فرشتے نے اُسے  
 کہا کہ تو حاملہ ہو اور ایک بیٹا جنے گی اُسکا نام اسماعیل رکھنا کہ خداوند نے تیرا دکھ سُن لیا  
 وہ وحشی آدمی ہوگا اُسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اُسکے برخلاف ہوں گے اور  
 وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریگا، کتاب پیدائش باب ۱۶- ورس ۱  
 لغایت ۱۲)

دوسری مرتبہ کے واقعات اسی کتاب کے باب ۲۱- ورس ۱۴- لغایت ۲۱- میں

۱۰ محققین کہتے ہیں کہ ہاجرہ فرعون شاہ مصر کی بیٹی تھیں اور واسطے تربیت کے خدمت میں

اپراہیم علیہ السلام کے دی گئی تھیں یعنی وہ کسی لوندی نہ تھیں ۱۲

ملاحظہ کیجیے، تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر روٹی اور پانی کی ایک شکلی اور  
 ہاجرہ کو اُسکے کاندھے پر دھر کر دی اور اُس لڑکے کو بھی اور اُسے رخصت کیا وہ روانہ  
 ہوئی اور برسرِ سع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی + اور جب مشک کا پانی چک گیا  
 تب اُس نے اُس لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا + اور آپ اُسکے سامنے  
 ایک تیر کے پتے پر دو رجا بیٹھی کیونکہ اُس نے کہا کہ میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں + سو  
 وہ سامنے بیٹھی اور چلا چلا کے روئی + تب خدا نے اس لڑکے کی آواز سنی اور  
 خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور اُس سے کہا کہ اے ہاجرہ بھگو کیا  
 ہوا + مت ڈر کہ اُس لڑکے کی آواز جہان وہ پڑا ہر خدا نے سنی + اٹھ اور لڑکے کو  
 اٹھا اور اُسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اُسے ایک بڑی قوم بناؤں گا پھر خدا نے  
 اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر اُس مشک کو پانی  
 سے بھریا اور لڑکے کو پلایا اور خدا اُس لڑکے کو ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان  
 میں رہا کیا اور تیرا انداز ہو گیا + اور وہ فاران کے بیابان میں رہا اور اُسکی مان نے  
 ملک مصر سے ایک عورت اُس سے بیاہنے کو لی + یہ تو ہاجرہ سے وعدے ہوئے  
 تھے اور جو کچھ خدا نے ابراہیم علیہ السلام سے اقرار کیا وہ ان فقرات سے ظاہر ہو  
 رہا اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری عاقبت دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے  
 برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھاؤں گا اور اُس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے  
 اور میں اُسے بڑی قوم بناؤں گا + (باب ۱۷ - ورس ۲۰)

تقصیب اور سخن پرستی برسی بلا ہوا استحقاق کی وہ حالت خدا کے وعدوں کی کیفیت  
 مگر اس لیے کہ پیغمبر آخر الزمان کے دعوی نبوت کی تائید نہ ہونے پائے ہمارے مخالفین  
 کو اصرار ہے کہ وادی قارآن سے مراد حجاز کا خطہ نہیں ہے اور نہ خانہ کعبہ کی تعمیر  
 ابراہیم علیہ السلام نے کی تھی یہ سب باتیں مسلمانوں نے بضرورت برپا کرنے  
 سلسلہ حجت کے بنالی ہیں۔ خدا سید احمد خان کی قبر کو نورانی کرے جنہوں نے خطبات اجماع  
 میں عالمانہ تحقیق سے شبہات دور کیے ہیں لیکن میں صرف حقیقت کو نہ دیکھتا کی اگر  
 کوئی پرانی روایت صحیح ہے تو عرب کی یہ روایت کہ اسماعیل اور انکی ماں نے سرزمین  
 مکہ پر سکونت اختیار کی اور باپ بیٹے نے خدا کی پرستش کے لیے وہاں ایک گھر  
 بنایا کیوں تسلیم نہ کیا جائے اور اگر خاندانی اور قومی روایتیں بلا دلیل اس طرح بے اعتبار  
 کر دی جائیں تو پھر نہ بنی اسماعیل کا پتا ہے اور نہ بنی اسرائیل کا نشان ہے بلکہ آدم و حوا  
 بھی ایسی دو صورتیں ہیں جنکو خیال کے ہاتھوں نے گھڑ لیا ہے۔

کیا اسلام کے مخالف نہیں سوچتے کہ رسم ختنہ جو سنت ابراہیمی ہے عرب کے زمانہ توحید  
 میں بھی متروک نہیں ہوئی تھی۔ کیا اپنی عقل پر اتنا بھی زور نہیں دے سکتے کہ اگر مسلمانوں  
 کو جھوٹ بنانا ہوتا تو وہ کیوں اپنا سلسلہ اسماعیل تک ملے جنکی حقارت یہودیوں  
 کے دل میں جمی ہوئی تھی اور کیوں اس مضمون کو چھوڑ دیتے کہ بعض قبائل عرب  
 بھی بنی اسرائیل سے ہیں اور اس عہد سے حق استفادہ رکھتے ہیں جسکی بندش  
 اولاد اسحاق<sup>۲</sup> سے ہوئی تھی۔

مخالفوں کے ایسے سفطوں کی حقیقت آزاد طبع دشمنوں پر مخفی نہیں رہ سکتی ایسے انکی  
 طرف اشارہ کرکے زمین ناظرین بالاضافہ کو خدا کے شفقت بھرے وعدوں پر اور بالخصوص  
 ورس ۲۰ متذکرہ بالا پر دوبارہ توجہ دلاتا ہوں۔ اس ورس میں خداوند صادق الودعہ  
 نے پانچ وعدے نسبت اسماعیل کے کیے ہیں۔ وہ بڑے عمدہ ہونگے۔ اُنسے بڑی قوم  
 پیدا ہوگی۔ انکو برکت و بجاگیگی۔ وہ اعلیٰ درجہ کی ترقی پر فائز ہونگے۔ انکی اولاد سے  
 بارہ سردار پیدا ہوں گے۔ حضرت اسماعیل کے بارہ فرزند پیدا ہوئے اور بیابان  
**قاران** یعنی خطہ حجاز انکی اولاد و احفاد سے بھر گیا۔ عہد برکت علانیہ فضائل  
 روحانی سے متعلق پایا جاتا ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ اسماعیل علیہ السلام بھی تہذیب  
 پر فائز ہوئے تھے لیکن وہ وعدہ جو اسحاق سے ہوا تھا انکی اولاد کا جدا تک سرایت  
 کر گیا اسطرح جس برکت کا وعدہ اسماعیل سے کیا گیا اُسکے اثر سے انکی اولاد کیوں  
 محروم سمجھی جائے اب یہ اقرار کہ اسماعیل کو بہت بڑھاؤن گا کون کہہ سکتا ہے کہ قبل  
 ظہور محمدی پورا ہوا کیونکہ اسوقت تک اولاد اسماعیل دینی و دنیوی دونوں قسم کی  
 فضیلتوں میں بمقابلہ بنی اسرائیل بہت پیچھے تھی لیکن دو راہی میں سالٹ حکومت  
 اور ہر طرح کے فضائل کا دروازہ اسماعیلیوں پر کھل گیا اور سر زمین کمان جسکے عطا  
 کا وعدہ حضرت ابراہیم سے ہوا تھا اور جسکو خاندان کی ایک شاخ کھو چکی تھی  
 دوسری شاخ نے بہ توفیق الہی دشمنوں سے چھین لیا اور اطراف عالم میں برکات توحید  
 کو اسطرح پھیلا دیا جسکی آب و تاب اب تک علی حالہ باقی ہے وہ وعدہ جسکو پہنے نمبر (۵)

ذکر کیا ہے کہ جاتا ہے کہ قبیل ظہور اسلام پورا ہو گیا اور اُسکی سند میں مخالفین اسلام کتاب پیدائش باب ۲۵ در س ۶ اکایہ ٹکڑا پیش کرتے ہیں دو ادویہ بارہ فرزند ان اسماعیل) اپنی امتوں کے بارہ رئیس تھے، لیکن خاندان کا بڑا بڑھا دنیا میں معمولاً رئیس اپنے خاندان کا ہوا ہی کرتا ہے اور فرزند ان اسماعیل بھی اسی دستور کے موافق سرخیل خانہ تھے لیکن خدا نے زور شور کے ساتھ جو اظہار شفقت فرمایا تھا اُس سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ گھر کے احاطہ سے اسماعیلی بزرگوں کی سرداری محدود رہی بلکہ جہان تک قیاس سلیم تائید کرتا ہے اُس سے دین یا دنیا کسی طرح کی ولایت عامہ مراد ہے اور غالباً اُس سے ائمہ اثنا عشر خواہ بارہ اولو اعزم نامور شاہان اسلام مقصود ہیں جنکے رقبہ حکومت کو سلیمان کے رقبہ حکومت سے بڑھا ہوا ارباب تاریخ تسلیم کرتے ہیں۔

## تکست

درس ۱۶ باب ۱۔ کتاب پیدائش میں نسبت اولاد سارہ کے وعدہ ہوا ہے کہ انہیں ملکوں کے بادشاہ پیدا ہوں گے مگر اولاد ہاجرہ کی نسبت صرف کوئی لفظ بمعنی صاحب حکومت استعمال کیا گیا ہے اور وجہ تفرقہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسرائیلی فرمان رواں ہانہ لقب رکھتے تھے لیکن اسماعیلی فرمان رواؤں نے کبھی شاہی لقب اختیار نہیں کیا بلکہ حضرت ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کے ساتھ

ملقب تھے اور کچھ دنوں حضرت عمرؓ بھی خلیفہ ابو بکرؓ کے گئے پھر امیر المومنین کا لقب اختیار کیا گیا اور آخر دور خلافت عباسیہ تک چلا گیا۔ ایسے ایسے گہرے رمز پیشین گوئیوں میں موجود ہیں مگر افسوس ہو کہ اہل کتاب اُس پر غور نہیں فرماتے۔

(۲)

کتاب استنباب ۱۸- ورس ۱۷- لغایت ۱۹- میں موسیٰ کا خدا کی طرف اسطرح پیام پہنچانا تحریر ہے ”اور خداوند نے مجھے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سوا چھا کہا میں اُنکے لیے اُنکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُس سے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہیگا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جھین وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سُنے گا تو میں اُسکا حساب اُس سے لوں گا“ مسلمانوں کا بیان ہے کہ یہ پیشین گوئی اُن کے پیغمبر کے ظہور سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اولاد۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے صاحبِ شریعت تھے اور دیگر انبیاء بنی اسرائیل شریعت موسوی کے پیرو تھے۔

ثانیاً وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں تھے۔

ثالثاً بعد موسیٰ جبکہ احکام عشرہ خدائی الفاظ میں سنائی دیے جملہ انبیاء سابق کے دل پر معنی کلام الہی کا الہام ہوتا تھا اور صرف رسول عربی نے دعویٰ کیا کہ قرآن پاک خدا کا کلام لفظی ہے جسکا القائے پر ہوا اور پھر اُنکی مقدس زبان سے دوسروں کے کان تک پہنچا۔ واسطے جانچِ صحت بیان کے عاقلانہ روش یہ ہے کہ ہم دیکھیں



کہ ایسی برکت کو خداوند عالم نے کیوں بنی اسرائیل سے سلب کر کے اُن کے اسماعیلی بھائیوں کے حوالہ فرمایا چنانچہ ٹھیک فقرات مجولہ کے پہلے ہم ورس ۱۶- کو ساتھ ان الفاظ کے موجود پاتے ہیں ”اس سب کے مانند جو تو (فرقہ بنی اسرائیل) نے خداوند اپنے خدا سے حورب میں مجمع کے دن مانگا اور کہا کہ ایسا نہ ہو کہ میں خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سنوں اور ایسی شدت کی آگ میں پھر دیکھوں تاکہ میں مر نہ جاؤں“ یہ اشارہ ہر طرف مضمون ورس ۱۹- باب ۲۰- کتاب خروج کے جو ان الفاظ کے ساتھ ہر دو تب انھوں نے موسیٰ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جاویں“ پس ظاہر ہو کہ ہر گاہ کہے کہ دل اسرائیلی ہم کلامی کی عزت کو برداشت نہ کر سکے تو جلال کبریائی نے اپنی اُس رحمت کو اولاد ابراہیم کی دوسری شاخ پر نازل کیا جو علاوہ استحقاق کے طاقت تحمل اور لیاقت عمل بھی رکھتی تھی۔ موسائی اس لئے کی تردید میں موسیٰ کا یہ کلام پیش کرتے ہیں ”خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے میرے مانند ایک بنی برپا کرے گا تم اُس کی طرف کان دھو“ (کتاب تثنیا باب ۱۸- ورس ۱۵)

بنیاد تردید یہ ہے کہ تیرے ہی درمیان کے الفاظ کا منشا یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں ہو گا مشکلیں اسلام (مصنف کتاب تفسار وغیرہ) نے حجت کی ہے کہ یہ الفاظ الحاقی ہیں اور قدیم ترجموں میں پائے نہیں جاتے لیکن واقعہ الحاق پر اسلئے اطمینان نہیں ہوتا کہ اگر ایسا ارادہ درحقیقت کیا گیا ہوتا تو فقرات مابعد میں اُس کا الحاق کیوں متروک ہوتا یا نتیجہ یہ

کہ خدا کے کلام پر جو فقرات مابعد میں بیان کیا گیا حضرت موسیٰ نے یہ اضافہ کیوں کیا۔ میرا خیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے تسکین خاطر کے لیے مقام بعثت کے بتانے کا ارادہ کیا اور یہ سمجھایا کہ وہ نبی اُن ممالک میں جہاں کئی سرزمین سے تم لوگ نا آشنا ہو مبعوث ہوگا بلکہ وہ ہر چند بموجب عہد خداوندی تمھارے بھائیوں سے ہوگا لیکن اُسکی بعثت تمھارے ہی درمیان یعنی اُس خطہ میں ہوگی جہاں تمھاری قومیں رہتی سہتی ہونگی چنانچہ محمد مصطفیٰ روحی فداہ مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ میں قائم و برپا ہوئے جہاں بالخصوص یہودیوں کی آبادی موجود تھی اور عموماً خطہ حجاز بھی اُنکے قبائل کا ماویٰ اور مسکن سمجھا جاتا تھا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مثلیت کے لیے تطابق کلی غیر ضروری ہے لیکن کثرت وجوہ تمثیل اور بالخصوص وہ وجوہ مماثلت جو اشاعت دین سے متعلق ہیں خیالات کو پیغمبر علیہ السلام کی طرف رجوع کرتے ہیں مثلاً بالزام تبلیغ احکام الہی ستایا جاتا اور ہجرت کرنا بدولت نبوت احکام الہی اپنی قوم کو دینی و دنیوی برکات سے بہرہ مند و سرفراز کر دینا بصیغہ اعلائے کلمۃ اللہ ہتیار اٹھانا۔ ناظرین غور کریں کہ یہ مماثلت کتنی چسپان ہے کہ بعد موسیٰ ایک غیر شخص (یوشع بن نون) اُن کے خلیفہ ہوئے اور ارض موعود کو بعد موسیٰ اپنے قبضہ میں لائے جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ وغیرہ خاندان کے آدمی ہمارے پیغمبر کے جانشین ہوئے اور نہ صرف شام پر بلکہ اور ممالک پر بھی جسکی عطا کا وعدہ خدا نے پیغمبر علیہ السلام سے کیا تھا بعد اُنکی وفات کے قبضہ کر لیا۔ کتاب اعمال باب ۳۔ ورس ۲۱۔ لغایت ۲۳ سے ثابت ہوتا ہے

کہ پتھر حواری نے بھی اس شہین گوئی کو حضرت مسیح سے متعلق نہیں سمجھا تھا اور دلیل اس لئے کی اُنکی تقریر ذیل سے نکل آتی ہے ”ضرور ہو کہ آسمان اُسے لیے ہے اُسوقت تک کہ سب چیزیں جنکا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آئین کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ۔

”خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک نبی میرے ہند اُٹھائے گا جو کچھ وہ تمہیں کہے اسکی سب سنو اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اُس نبی کی سنتے وہ قوم سے نیست کیا جائے گا۔“

اور پھر یہ سلسلہ اسی بیان کے فرماتے ہیں ”تمہارے پاس خدا نے اپنے بیٹے یسوع کو اُٹھا کے پہلے بھیجا کہ تم سے ہر ایک کو اُسکی بدیوں سے پھیر کے برکت دیے (دورس ۲) فقرات محولہ میں چند امور لائق لحاظ ہیں۔

اولاً۔ ظاہر ہوتا ہے کہ بانتظار ظہور نبی موعود مسیح علیہ السلام آسمان ٹھہرے۔  
ثانیاً۔ اُس نبی کے ظہور سے پہلے مسیح مبعوث ہو چکے۔

ثالثاً۔ تیرے ہی درمیان کے الفاظ متروک میں جنکو مخالفان اسلام واسطے تردید دلائل اسلامی کے اہم خیال کرتے ہیں۔

نکتہ

خداوند عالم قرآن پاک میں فرماتا ہے وَإِنْ يَبْدُؤْا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ

اَوْ تَخْشَوْهُ حَاسِبِكُمْ بِهِ اللَّهُ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ  
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (پارہ ۳- سورۃ البقرہ رکوع ۳۹)

اور پھر مختلف آیتوں میں خدا نے اپنی شان بطور حساب گیرندہ کے ظاہر فرمائی ہے پس  
اس فقرہ میں جو میری بات کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہ نہ سنے میں اسکا حساب  
لے گا، اشارہ ملیح طرف اُس تعلیم محمدی کے ہے جس میں خفی و جلی اعمال و اعتقادات  
کی محاسبہ فہمی کا خوف دلایا گیا ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مِنَ الَّذِينَ هَادُواْ وَاجْتَرَفُواْ الْكَلِمَةَ عَنْ مَّوَاضِعِ  
(پارہ ۵- سورۃ النسا رکوع ۷)

اور سورۃ المائدہ میں بھی ایسی تحریف کی خبر دی گئی ہے اسیلئے مسلمانوں کو واقعہ تحریف  
پر پورا اطمینان ہے لیکن دوسرے کوشاں صحت الزام میں کچھ گفتگو ہوا اسیلئے میں  
چند فقرات کتاب یسعیاہ باب ۲۱- کے ترجموں سے جو انیسویں صدی عیسوی  
میں مشہر کیے گئے پیش کرتا ہوں جن کو دیکھ کے ہر انصاف پسند قیاس کر سکتا ہے  
کہ جب پچھلون کی یہ حالت ہے تو اگلوں کی اُس زمانہ میں جبکہ صنعت چھاپے کا  
وجود نہ تھا کیا روش رہی ہوگی بہر حال اُسی ضمن میں ناظرین ایک کھلی ہوئی ہینٹنگ  
ہے

اگر تم اپنی بات کو ظاہر کر دیا چھپاؤ ادم تم سے اسکا حساب لیگا پھر جسکو چاہے بخشے جسکو چاہے

عذاب دے اور ادم ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۲

بعض یہودی لفظوں کو اپنی جگہ سے ہٹاتے ہیں ۱۲

جی مطلع ہو جائیں گے جو ظہور پیغمبر عربی قیداری سے متعلق ہے۔

## ترجمہ عربی السنہ ۸

قال لی الرب اعد اقم لك دید بان الذی  
یراه اخبر به ونظرت فارسین راکیین احدهما راكب حمار  
والاخر راكب جل یسمو اسماء کثیرا و ادع او ریادید به  
الرب و قال وقفت کل حین و ایام و علی للعسکر و قفت اناء  
اللیل کله و اذا هو اقبل راكب من الاثین و اجاب و قال  
سقطت بایل العظم و کل اضامها و مصنوعات الایدی الی  
استحقت علی الارض اسمعوا ایها المتقون و المتوجعون اسمعوا  
ما سمعت من قبل رب الجنوش الہ اسرائیل اخبرکم النبوة  
فی ادم اهل ساعیر الذی ہم بنو عیسیٰ ادعونه من ساعیر احفظوا  
الشرار یف احفظ بالغداة تطلب اطلب النبوة فی العرب  
و بنی قیدار و عندی اسکن من الغاب یضجع مساء  
فی طریق دادان۔

(درس ۴ - لغایت - ۱۳)

۱۰ تین انتخاب مقدم الذکر کتاب تفسار طبعۃ السنہ ۱۱ ہجری سے لیے گئے ہیں ۱۲

## ترجمہ فارسی ۳۹

چہ خداوند مرا چنین فرمودہ است بیا و حاسے بر برج بنشان تا ہر چہ بیند اطلاع دہ  
 و او یک را رہ و دو سوار دید کہ یکے بر خرے سوار و دیگرے بر شتر و بے فکر تمام مترصد است  
 و حارس فریاد بر کشید و گفت اے خداوند بر حراست خود تمامی روز و تمام شب  
 و بر مکان خود قرار گرفتہ۔ و اینک سوار را رہ باد و سوار در نیجای رسند پس در جواب  
 می گوید بابل افتاد بابل افتاد و ہمہ اشکال بتانش بر زمین ریزہ ریزہ شدند۔ اے  
 خرمن گاہ و لے غلہ انبار من ہر انچہ من از خداوند خدے افواج خدے اسرائیل  
 شنیدم بر شما آشکار کردم۔ آیت در باب دومہ پندے از سعیر بسوے من رسید با جبراک  
 شب چسیت لے حارس با جبراکے شب چسیت۔ حارس در جواب می گوید کہ صبح میر  
 و شب نیز اگر می پرسید باز بیا ئید۔ آیت در باب عرب پلے کاروان ہاے دیدانی  
 در بیابان بوقت شب منزل کنید۔ (ورس ۶۔ لغایت ۱۳)

## ترجمہ اردو ۲۵

مجھے یوں فرمایا ہر ہواہ لے کہ جا اپنے مکان پر بٹھلا نگہبان کہ جو کچھ دیکھے  
 مجھے بتلاے۔ اور اُسنے ایک گاڈی دیکھی اور دو سوار ایک تو گدھے پر سوار اور  
 دوسرا اونٹ پر اُسنے بڑی فکر سے تاکا اور جو چوکی پر دیکھتا تھا چلایا۔ میرے خداوند

میں کھڑا رہا اپنی چوکی پر تمام دن اور تمام شب میں اپنے مکان پر بیٹھا رہا۔ اور دیکھ  
 اُن سواروں میں سے ایک آدمی آیا ہوا اور کہتا ہے کہ بابل گر گیا بابل گر گیا اور اُسکے  
 بتوں کی ساری کھودی ہوئی مورتیں زمین پر توڑی گئیں۔ اے میرے کھلیان  
 اے میرے انبار کے غلے جو کچھ میں نے سنا ہوا ہے لشکروں کے خدا اسرائیل کے خدا  
 سے تجھے کہدیا۔ اووم کا بوجھ ۷ وہ مجھے ساعیر سے بلاتا ہے اے نگہبان رات  
 کے کیا خبر ہے پاسبان رات کا کیا ماجرا۔ پاسبان بولا صبح ہوتی ہے اور رات بھی تم جو  
 پوچھتے ہو تو پوچھو۔ عرب کا بوجھ ۷ اے سفر کرنے والو دیدانی قافلو تم عرب کے  
 میدان میں رہو۔

## ترجمہ اردو ۹۵۸ء

کہ خداوند نے مجھے یوں فرمایا جا نگہبان بٹھلا۔ جو کچھ دیکھے سو بتا دے۔ اس نے  
 سوار دیکھے گھوڑ چڑھوں کے جو دو دو آتے تھے اور گدھوں پر بھی سوار اور اونٹوں  
 پر بھی سوار۔ اور اُس نے بڑی فکر سے تاکا ۷ تب اُس نے شیر کی سی آواز سے بھکارا  
 کہ اے خداوند میں اپنی دید گاہ پر تمام دن کھڑا رہا اور میں نے تمام رات کو اپنی چوکی پر  
 کاٹا۔ اور دیکھ سپاہیوں کے غول اور اُن میں گھوڑ چڑھے دو دو کر کے آتے پھر مٹے  
 بات بڑھا کے یہ کہا بابل گر پڑا گر پڑا۔ اور اُس کے الاءوں کی ساری پتلیاں مٹنے  
 زمین پر پٹک ڈالیں ۷ اے دامتے ہوئے اور میرے کھلیان کے غلے جو کچھ میں نے

رب الافواج اسرائیل کے خدا سے سنا تم سے کہدیا +

دوسہ کی بابت الہامی کلام پچاسی نے مجھ کو شعیر سے پکارا کہ اے نگہبان رات کی کیا خبر ہو؟ اے نگہبان رات کی کیا خبر ہو؟ نگہبان بولا صبح ہوتی ہو اور رات بھی اگر تم پوچھو گے تو پوچھو تم پھر کے آؤ۔

عرب کی بابت الہامی کلام ۱۳۱ عرب کے صحرائین تم رات کاٹو گے اے دوانیوں کے قافلہ + پانی لیکے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندہ دروٹی لیکے بھاگنے والے کو ملنے کو نکلو + کیونکہ تم تلواروں کے سامنے سے نگلی تلوار سے اور کھچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں + کیونکہ خداوند نے مجھ کو یون فرمایا ہنوز ایک برس ہا ن مزدوروں کے سے ایک ٹھیکہ س میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہیگی + اور تیر اندازوں کے جو باقی ہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔ کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یون فرمایا (دورس ۶ لغایت ۱۷)

اب غور کیجیے کہ ترجمہ عربیہ میں کیا تھا اور شدہ شدہ ۱۹۵۵ عیسوی کے ترجمہ نے کیا ستم کیا کہ مضمون بشارت کو یک لخت بدل دیا بہر حال دانشمند خوش خیال سمجھ سکتے ہیں کہ استعارہ میں کچھ خبریں دی گئی ہیں مگر الفاظ ایسے مبہم ہیں کہ باوجود اہتمام مبلغ مترجموں نے تعبیر میں اس قدر موقع اختلاف اور تصرف کا پایا ہے یا اینہم رسول عربی کے ظہور کی بشارت ان ٹوٹے پھوٹے فقرات سے نکلتی ہے۔



## تنبیہ

چند فقرات زائد جو ترجمہ ۱۹۵۷ء سے نقل کیے گئے اُن سے اشارہ ہجرت پیغمبر علیہ السلام کا پیدا ہوتا ہے۔ مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کے بہانے لوگ گھٹ جائیں گے۔ ایک فقرہ لائق غور کے ہے میرا یہ خیال ہے کہ ہر گاہ مزدور صرف دن میں کام کرتے ہیں ایسے اُنکے ایک برس بحساب گھنٹوں کے تقریباً دو برس میں پورے ہوتے ہیں چنانچہ اندر دو سال کے وقت ہجرت سے بدر کا مشہور معرکہ ہوا اور عطاے قریش اور قریشی قبیلہ کی تعداد اور قومی عزت گھٹ گئی۔

(۴۲) وہ کس کو دانش سکھا دیگا؟ کس کو غلط کر کے سمجھا دیگا؟ اُن کو بچکا دودھ چھوڑا یا گیا جو چھاتیوں سے جدا کیے گئے؟ کیونکہ حکم پر حکم پر حکم قانون پر قانون قانون پر قانون ہوتا جاتا تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹھوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کر گیا کہ اُس نے اُن سے کہا کہ یہ وہ آرام گاہ ہے تم اُنکو جو تھکے ہوئے ہیں آرام دیجو اور یہ چین کی حالت ہے پرے سنو انہیں ہوئے۔ سو خداوند کا کلام اُن سے یہ ہو گا حکم پر حکم پر حکم قانون پر قانون قانون پر قانون تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں تاکہ مے چلے جاوین اور پچھاڑی گرین اور شکست کھاوین اور دام میں پھنسیں اور گرفتار ہووین (کتاب یسعیاہ باب ۲۸۔ ورس ۹۔ لغایت ۱۳)

یہ بشارت ظہور رسول عربی کی ہو اور نزول آیات قرآنی کی بھی کیفیت سمجھائی گئی ہو کہ وہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوگا اور احکام میں مناسب وقت تبدیلیاں ہونگی اس مجموعہ مقدس میں ایسی ترتیب ہوگی کہ احکام سلسلہ کے ساتھ ایک جگہ ہوں بلکہ تھوڑے بیان اور تھوڑے وہاں۔ عربوں نے قبل ظہور اسلام الہیات کی تعلیم نہیں پائی تھی اس لیے انکی تشبیہ بے سمجھ بچوں کے ساتھ دیکھی ہو اور یہی بچے بعد از تعلیم بلوغ عقلی کو پہنچے اور آخر کار سجادہ تلقین پر انکو رتبہ شیخ الشیخ کا حاصل ہو گیا۔ آخر فقرات میں اشارہ طرف غزوہ حدیبیہ موقوفہ سالنہ ہجری کے ہو جبکہ پیغمبر علیہ السلام نے قریش سے خواہش زیارت حرم محترم کی ظاہر فرمائی مگر ان لوگوں نے دارالامن مکہ میں مسافر مسلمانوں کو آرام کرنے کا موقع نہیں دیا اور واجبی خواہش کے شنوائی نہیں ہوئے چنانچہ انکی بدکرداری کا وہی انجام ہوا جو ورس ما بعد میں تحریر ہوئے بغیر مزاحمت کرنے والوں نے شکست کھائی اور دام مذلت میں پھنس گئے۔

## نکتہ

عبری بولنے والے ساکنان عرب کو وحشی اور عربی زبان کو وحشیوں کی زبان کہتے تھے لیکن ایسی تعبیر سے عربوں کی توہین مقصود نہ تھی بلکہ وہ لفظ جسکا ترجمہ وحشی کیا گیا ہو درحقیقت بعضی اجنبی بولاجاتا تھا چنانچہ خود یسعیاہ نبی نے وحشی ہونٹھوں کی تفسیر اجنبی زبان سے کر دی ہو اور بتا دیا ہو کہ جس خوش نصیب کی

بشارت دیجاتی ہو اسکی زبان عبری ہوگی۔ باب ۱۶۔ کتاب پیدائش میں وہ بشارت جسے خدا کے فرشتے نے ہاجرہ کو نسبت ولادت اسماعیل کے دی تھی تحریر ہے اور اُس میں بھی موافق مذاق عبری بولنے والوں کے یہ فقرہ موجود ہے وہ وحشی آدمی ہوگا۔ ہر دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ فرشتے نے اچھی خبروں سے دل شکستہ ہاجرہ کی دل دہی کرنی چاہی تھی اسلئے ملکوتی امتیاز کے خلاف تھا کہ وہ بلا ضرورت مصیبت زدہ عورت سے کہتا کہ تیرے بیٹے میں وحشت ہوگی اور وہ جانوروں کا ساتمدن کریگا پس صبح تعبیر اُس فقرہ کی یہی ہو کہ وہ لڑکا غیر ملک یعنی خطہ عرب میں سکونت کریگا اور پدری زبان کے علاوہ اجنبی زبان اس کے استعمال میں رہیگی۔ سیعیاہ بنی نے مذکورہ بالا پیشین گوئی میں وحشی کا لفظ بالخصوص واسطے اس اشارہ لطیف کے منتخب فرمایا ہے کہ وہ واعظ اور معلم جسکی خبر دیجاتی ہے حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہوگا اور انھیں کے لہجہ میں باتیں کریگا۔

غزل الغزلات سلیمان (باب ۵۔ ورس ۱۰۔ لغایت ۱۶) میں حلیہ محمدی تحریر ہے اور عبری زبان کی کتاب میں نام نامی جناب سرور کائنات کا یہ لفظ محمدیم (۵) وارد ہے لیکن اردو کے مترجم نے اُس لفظ کا ترجمہ ان الفاظ سے کر دیا ہے ”ہاں وہ سراپا عشق انگیز جو“ اور ہم نے قبل اس کے اشارہ کر دیا ہے کہ ہمارے ہمران ترجمہ محمدی بشارتوں کے اڑا دینے میں کیسے کیسے تصرف الہامی کتاہوں میں فرماتے ہیں۔

انجیل کے انتخابات ذیل کو جو کتاب اُردو مطبوعہ ۱۸۹۵ء عیسوی سے لیے جا  
 میں محفوظ فی الذہن کیجیے۔

(۱)۔ اور میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا  
 تسلی دینے والا بخشگا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے۔ یعنی روح حق جسے  
 دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اُسے نہ دیکھتی ہو اور نہ اُسے جانتی ہو لیکن تم اُسے جانتے  
 ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہو اور تم میں ہو گی میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا  
 میں تمہارے پاس آؤں گا۔ (یوحنا باب ۱۴۔ ورس ۱۶۔ لغایت ۱۸)

(۲) میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ بولے ہوئے تم سے کہیں لیکن وہ  
 تسلی دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی  
 تمہیں سب چیزیں سکھلا دیگا اور سب باتیں جو کچھ کہ میں نے کہی ہیں تمہیں یاد دلا دیگا  
 (یوحنا باب ۱۴۔ ورس ۲۵ و ۲۶)

(۳) پر جبکہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لیے باپ کی طرف  
 سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہو اُسے تو وہ میرے لیے گواہی  
 دیگا اور تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ (یوحنا باب ۱۵  
 ورس ۲۶ و ۲۷)

(۴)۔ لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لیے میرا جانا ہی فائدہ  
 ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آوے گا پر اگر میں جاؤں

تو میں اُسے تم پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آنکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا۔ گناہ سے ایسے کہ اُسے مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے ایسے کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے عدالت سے ایسے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ روح حق آئے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاویگی ایسے کہ وہ اپنی نہ کہیں لیکن جو کچھ وہ سنیں گی سو سنیں گی تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی وہ میری بزرگی کریگی ایسے کہ وہ میری چیزوں سے پاویگی اور تمہیں دکھاویگی۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں وہ میری ہیں ایسے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لگی اور تمہیں دکھاویگی۔ (یوحنا باب ۱۶۔ درس ۷۔ لغایت ۱۵)

(۵)۔ اور جب بنیکیست کا دن آیا تھا وہ سب ایک دل اکٹھے ہوئے۔ اور ایکبارگی آسمان سے ایک آواز آئی جیسے بڑی آندھی چلے اور اُس سے سارا گھر جہان مے بیٹھے تھے بھر گیا۔ اور انھیں جدی جدی آگ کی سی زبانیں دکھائی دیں اور انہیں سے ہر ایک پر ٹھہیں تب وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں جیسی روح نے انھیں بولنے کی قدرت بخشی بولنے لگے۔ (اعمال باب ۲۔ درس ۱۔ لغایت ۴)

(۶) اور دیکھو میں اپنے باپ کے اُس موعود کو تم پر بھیجتا ہوں لیکن تم جب تک عالم بالا کی قوت سے ملبس نہ ہو ورنہ شہر میں ٹھہرو (یوحنا باب ۲۴۔ درس ۴۹)

(۷) ”لیکن جب دے تھیں حوالہ کریں فکر نہ کرو کہ ہم کس طرح یا کیا کہیں گے کیونکہ جو کچھ تھیں کہنا ہوگا سو اسی گھڑی تھیں سکی آگاہی ہوگی۔ کیونکہ کہنے والے تم نہیں بلکہ تمہارا باپ کی روح جو تم میں بولتی ہے“ (متی باب ۱۰- ورس ۱۹- لغایت ۲۱) مذکور بالا ورسوں میں جس لفظ کا ترجمہ **تسلی دینے والا** کیا گیا ہے وہ یونانی زبان کا ایک لفظ **پیریکلیطاس** ہے اور مسلمانوں کو اصرار ہے کہ درحقیقت مسیح علیہ السلام نے اس موقع پر **فارقلیط** کا لفظ استعمال فرمایا تھا جس کا ترجمہ یونانی زبان میں بلفظ **پیریکلیطاس** کیا گیا تھا یا کرنا چاہیے تھا اور یہ لفظ ہر گاہ عربی زبان میں ہم معنی لفظ **احمد** کا ہر اسلئے تصدیق آئے کریمہ **وَمُشِيرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ الْبَعْدِ اِسْمُهُ اَحْمَدُ** (پارہ ۲۸- سورہ الصفہ رکوع ۱-) کی ہوجاتی ہے۔ مسلمانوں کے خیال کی بنیاد **فری میسنس** نے فرمائی ہے اور انکی تقریر پذیر خطبات احمدیہ میں بفضل نقل کی گئی ہے۔ صاحب موصوف ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ قبل ظہور اسلام ایک شخص مائٹنی آس نے بدعوی نبوت اپنے تئیں پیریکلیطاس ظاہر کیا تھا اسوقت عیسائیوں نے بغرض تردید دعوی اس لفظ کو پیریکلیطاس بنایا اور اُسکے سانچے میں اُس واقعہ کو ڈھال لیا جو موافق انتخاب منبری ہدوتوں پہلے ظاہر ہو چکا تھا۔ پیریکلیطاس اور پیریکلیطاس میں بہت تھوڑا

**لہ** اور ایک پیغمبر کی خوشخبری سنا تاہوں جو میرے بعد آئیں گے اور انکا نام احمد ہے۔ ابوجعفر محمد باقر قزوینی علیہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت آمنہ نے مدت حل میں خواب دیکھا اور اُن کو یہ ہایت ہوئی کہ آپ کا نام احمد ہے

فرق ہو اور جن کتابوں میں بڑی بڑی تحریفوں کے نشان دیے جاتے ہیں انہیں بہت قریں قیاس ہو کہ اس تھوڑی سی ترمیم سے بوقت ضرورت پرہیز نہ کیا گیا ہو گا بہر حال پوری جانچ اب بھی نظر بحال دیگر مضامین کے ممکن ہو جنکو میں تفصیل اربیان کرتا ہوں۔

**اولاً۔** انتخاب نمبری ۲۔ میں تحریر ہو کہ وہ سب چیزیں تکوین کو سکھائے گا اور سیری باتیں تکوین کو یاد دلائے گا لیکن آنتشی زبانوں نے تو سو اسے تعلیم زبان دانی کے اور کچھ نہیں کیا۔

**ثانیاً** انتخاب نمبری ۳۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنے والا مسیح کے حق میں مثل حواریوں کے گواہی دیگا لیکن پریکلیطاس نے تو کوئی گواہی نہیں دی بلکہ خود اُسکے ظہور کا واقعہ محتاج شہادت ہو گیا۔

**ثالثاً۔** انتخاب نمبری ۴۔ میں تحریر ہے کہ جب تک میں نہ جاؤں وہ نہ آئے گا مگر خیال میں نہیں آتا کہ موجودگی مسیح اُسکی تشریف آوری کی کیوں حاجت تھی حالانکہ انتخاب نمبری ۷۔ سے ثابت ہوتا ہے کہ روح حق نے مسیح کی موجودگی میں حواریوں کی ہمراہی اختیار کر لی تھی۔ اور متی باب ۳۔ ورس ۱۶۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روح مسیح کی بوتری کی شکل میں اُتری تھی۔ اس انتخاب میں بھی جو خدمتیں آنے والے کے متعلق بیان کی گئی ہیں دانشمند ناظرین غور فرمائیں کہ منشائے انتخاب نمبری ۵۔ کب انجام کو پہنچیں۔

**رابعاً۔** ثالثہ میں جو صفات الوہیت عیسائی بیان کرتے ہیں

وہ اُنکے مذاق کے موافق اُسکی ذاتی اور قدیمی صفات ہیں اور دیگر معتقدین روح القدس بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو کمالات اُن کو مل سکتے تھے وہ قبل تخلیق آدم مل گئے پس روح القدس نے حسب انتخاب نمبری ۲۔ وہ کون چیز تھی جو باپ خواہ بیٹے سے بعد صلیب مسیح کے حاصل کی۔

**خامساً۔** انتخاب نمبری ۲۔ کا منشا یہ ہے کہ آنے والا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کا اور عقل سلیم باور کرتی ہے کہ یہ وہی سبق توحید کا ہے جسکو معتقدین تثلیث نے منہ موش کیا اور دو راہی میں یاد دلایا گیا۔ مگر زبانہ ظہور زبانہ آتشین نہ حواری کوئی سبق بھولے تھے نہ زبانہ آتشین نے اُنکو کوئی بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔

پس ان وجوہ سے اُس لئے کی پوری تائید ہوتی ہے جسپر مسلمانوں کو اصرار ہے لیکن انتخابات مذکورہ بالا میں چند تردیدی مواد کا بھی نشان دیا جاتا ہے اور میں ان کو ساتھ جواب کے لکھے دیتا ہوں۔

## جواب

## تردید

خطاب شخصی تین ہیں بلکہ نوعی ہے اور مراد یہ ہے کہ جماعت انسانی آئیولے کے فیض سے بہرہ مند ہوگی چنانچہ خطاب نمبری امین مسیح نے اپنی تشریف آوری کا وعدہ کیا تھا

انتخابات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئیوالا بوجہ دگی حواریوں کے آئے گا لیکن پیغمبر اسلام تو مدتوں بعد وفات حواریوں کے تشریف لائے۔



جو ابھی تک پورا نہیں ہوا اور بعد تین کے جس  
ظہور عارضی کا عیسائی اظہار کرتے ہیں وہ  
واسطے چارہ کار تسمی کے کافی نہ تھا۔

مراد یہ ہے کہ تاثر شریعت کی شخص موعود کے پیروان  
مسیح یروشلیم سے پلٹے رہیں اور اسی کو اپنا قبلہ قرار  
دیں لیکن بعد رونق افروزی شخص موعود کے سچے  
عیسائی خانہ کعبہ کی طرف سجدہ کریں۔ سطح کی  
تاویل اسلئے ضروری ہے کہ جملہ الہامات وحی جو ریٹھیچکا

انتخاب نمبری (۶) میں حواریوں کو بانتظار  
آنے والے کے حکم دیا گیا ہے کہ یروشلیم میں  
ٹھہرے رہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ  
بزبانہ حیات حواریوں کے شخص موعود  
آنے والا تھا۔

اگر تفسیر مفسرین کی ایجاد ہو اور میں بڑھائی گئی  
ہو تو وہ لائق احتجاج کے نہیں ہے اور بظاہر قیاس  
کیا جاتا ہے کہ یہ اضافہ مفسرین نے کیا ہے کیونکہ مسیح  
کو غیر معمولی تشریح کی ضرورت تھی پھر روح کا اطلاق  
پیغمبروں پر بھی ہوا ہے (دیکھیے یوحنا کا پہلا خط  
باب ۴) پس یہ اصرار سچا ہے کہ اس لفظ سے  
خواہ مخواہ ثالث ثلثہ مراد ہے۔

آنے والے کی تفسیر ان انتخابات میں  
روح حق اور روح القدس کے ساتھ  
فرمائی ہے جس سے ثالث ثلثہ مراد سمجھا جاتا ہے

اگر ان انتخابات سے بشارت ظہور پر غمیر اسلام مراد لی جائے تو پھر انتخاب نمبری (۱) کے اس فقرہ کی کیا تعبیر ہوگی یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ وہ اُسے دیکھتی ہو اور نہ جانتی ہو لیکن تم اُسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہاری ساتھ ہو اور تم میں ہوئے گی۔

جس فقرہ کی تعبیر چاہی جاتی ہو اُس کے معنی میں فی نفسہا ترزل ہو اور موجودگی روح کے ساتھ وعدہ ترسیل آئندہ ناظرین کے دہین اُبھرن پیداکرتا ہو پس اگر یہ تفسیر زبان فیض ترجمان سے جناب مسیح کے نکلی ہو تو اُس کا مقصود یہ ہو کہ روح حق یعنی نفس غمیری کو نہ دنیا دار دیکھتے نہ اُس کے مراتبِ اجب کا ادراک کرتے ہیں لیکن تم لوگ ایک غمیر کے ساتھ ہو اسیلے اُسکی عظمت کو جانتے ہو اور آئندہ نبی موعود تمہیں ایسے صادقین میں جلوہ افروز ہوگا اور اُسکی تعلیم قیامت تک مومنین و قین کی ساتھ دیگی۔

انجیل یوحنا کے باب ۱- ورس ۱۹- لغایت ۲۲- میں یہ قصہ تحریر ہے کہ حضرت یحییٰ سے کاہنوں اور لایون نے سوال کیا کہ کیا تم مسیح ہو انھوں نے کہا کہ نہیں پھر پوچھا کہ کیا الیاس ہو انھوں نے فرمایا کہ نہیں ان دونوں سوال کے بعد پوچھا کہ کیا تم وہ نبی ہو جو اب بلا کہ نہیں۔ اس موقع میں حیرت ہو کہ اُس نبی کا کوئی نام و نشان بیان نہیں کیا گیا بایں ہمہ ظاہر ہو کہ وہ کوئی جلیل الشان نبی علاوہ مسیح کے تھا جسکے ظہور کا علما سے نبی اسرائیل اعتقاد مستحکم رکھتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں۔ ہم مسلمانوں کو عین یقین ہے کہ یہ وہی نبی قیامی ہیں جنکے ظہور کی بشارت توریت مقدس سے نشان دہی کی۔ چکو بہ کجا ظا حالت اس سالہ کے صرف چند پیشین گوئیوں کی تحریر کا موقع ملا لیکن میں واقف ہوں کہ علماء اسلام نے بہت سی پیشین گوئیوں کا پتہ لگایا ہے اور اس خصوص میں بسط کتاب میں تحریر کی ہیں واللہ یتدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

## تنبیہ

میں دانشمندان اہل اسلام کو باقتضای ضرورت وقت برادرانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ لوگ مجموعہ بائبل کو زیر نظر رکھیں کیونکہ ان میں بہت باتیں ایسی مل سکتی ہیں جن سے حقیقت اسلام اور وقعت تعلیم پیغمبر علیہ السلام پوری طرح روشن ہو اور بتائید اُس روحانی قوتوں کے جنکو اسلام برابر دکھاتا آیا ہے مخالفان اسلام کے اکثر اعتراضوں کا جواب خود انھیں کے مسلمہ صحائف میں مل جائے۔ ان کتابوں کی اشاعت عیسائی سوسائٹی نے بدین امید کی ہے اور کرتی جاتی ہے کہ مثل دیگر مذاہب کے اسلام پر بھی مضر اثر ڈالے لیکن درحقیقت قدرت نے یہ سامان واسطے تقویت دین اسلام کے فراہم کر دیا ہے اس لیے ہم سب فدائیان اسلام کا فرض اخلاص ہے کہ اس خطہ اساسی سے باغراض نصرت دین متین سید المرسلین کے فائدہ اٹھائیں۔ (س) ممکن ہے کہ کوئی دوسرا نبی (عربی قیامی) مبعوث ہونے والا ہو اور جن پیشین گوئیوں کا نشان

دیا گیا وہ ایسی ذات قدسی صفات سے تعلق رکھتی ہوں۔ (ج) جب ایک مہی نبوت پر پیشین گوئی ان منطبق ہو گئیں اور دیگر دلائل باہرہ سے بھی اُنکے دعوے کی صداقت ثابت ہو چکی تو اب اس طرح کے خیالات داخل سفسطہ ہیں اور اگر انکی کچھ قوت کی جائے تو بعثت مسیح علیہ السلام پر بھی اُسکا بُرا اثر پڑیگا اور ہمیشہ کے لیے پیشین گوئی بے سود ہو جائیں گی ایسے انتظار کا آخر نتیجہ یہی ہے کہ ایک دن حضرت اسرافیل اپنا صو بھونکے دیں اور امت منتظرہ اپنے خیالات کے ساتھ کف افسوس ملتی ہوئی ملک عدم کو چل بسے۔

## خوارق عادات

خوارق عادات

کتاب خروج باب ۸ و ۹۔ میں اُن کرشموں کا ذکر موجود ہے جنکو ساحران مصر نے بمقابلہ معجزات موسوی پیش کیا تھا اور سچ یہ ہے کہ وہ سب کے سب غرابت سے خالی نہ تھے۔ ہر چند حضرت موسیٰ اُن لوگوں پر غالب آئے اور جملہ اہل کتاب باور کرتے ہیں کہ ساحرون کی مجال نہ تھی کہ کلیم اللہ پر سبقت لیجائے لیکن جن قوموں کو نبوت موسیٰ کا اقرار نہیں ہے وہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ہر فن اور ہر ایک ہنر میں کوئی نہ کوئی درجہ بلند رکھتا ہے ایسے جو کچھ موسیٰ نے دکھایا اور مصریوں نے دیکھا وہ بھی ساحرانہ کرشمہ تھا جسکو سب سے اعلیٰ درجہ کے ماہر فن نے نمایاں کیا تھا۔ الغرض اشتباہ کی گروہ اسوقت کھل سکتی ہے جبکہ درمیان سحر اور اعجاز کے کوئی معقولانہ الامتیاز بیان کیا

لیکن افسوس ہو کہ آسمانی کتابوں میں ایسا فرق بیان نہیں کیا گیا ہو یا ان تکملین اسلام نے اپنے قیاس سے یہ فرق نکالا ہو کہ خارق عادات جسکو معجزہ کہتے ہیں صرف سچا مدعی نبوت ظاہر کر سکتا ہو اور جھوٹے دعویٰ داران نبوت کی قوت سحریہ اسطرح زائل ہو جاتی ہو کہ وہ کوئی کرشمہ خلاف عادت دکھانہیں سکتے۔

یہ فرق جو بیان کیا گیا معقول ہو اور ممکن ہو کہ اسکی صلیت بھی ہو لیکن کوئی سند قابل اطمینان نہیں ملتی کہ حقیقت قدرت الہیہ نے ایسا فرق موجود کر دیا ہو اور جھوٹے مدعیان نبوت سے قوت سحریہ سلب کر لی جاتی ہو اور میرا ذاتی قیاس یہ ہو کہ اگر خدا کو دنیا میں اسطرح کا قدرتی تفرق دکھانا پسند ہوتا تو وہ جھوٹے مدعیان نبوت کی قوت سحریہ زائل کر دیتا یا اور کوئی بلا ان کا ذہنوں پر ایسی نازل کر دیتا کہ وہ با زیون کا اسناد ہو جاتا اور دوسرے فریڈیون کو حوصلہ اضلال خلاق کا پیدا ہوتا محض خرق عادت کا کرشمہ دلیل نبوت نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جھوٹے نبی کی یہ شناخت بیان کی ہو کہ جب وہ خدا کے نام سے ایسی خبریں جو جھوٹی ثابت ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اُس نے گستاخی کی یعنی جھوٹا ہو کہ کتاب استننا آخر باب ۱۸) اور مسیح علیہ السلام نے سچے اور جھوٹے نبی کی پہچان کا معیار اسکی تعلیم کو بتایا ہو (متی باب ۷، درس ۱۵- لغایت ۲۰) متی باب ۱۰- سے ظاہر ہوتا ہو کہ مسیح نے منجملہ بارہ شاگردوں کے یہوداہ اسقرویوتی کو بھی خوارق دکھانے کی قدرت عطا کی تھی حالانکہ وہ ایسا کمبخت ازلی تھا کہ اُس نے اپنے روحانی استاد کو صرف تین مہینہ معاوضہ لے کے دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار کر دیا پس جب خوارق دکھانے والوں کا

ایسا بڑا انجام ممکن ہو تو پھر ان کرشموں میں کیا بات رکھی جسکو دیکھ کے ہم لوگ باور کریں  
 کہ کرشمہ دکھانے والا درحقیقت مقبول بارگاہ ایزدی تھا اور اسکی پیروی ہمارے لیے  
 ذریعہ نجات اخروی ہو سکتی ہے۔ یہی خاص نکتہ ہی کہ قرآن پاک میں اسطرح کے خوارق عادت  
 دلیل حقیقت رسالت محمدی بیان نہیں کیے گئے اور خداوند خدا نے وہ روشنی استدلال  
 کی اختیار کی جس میں سحر اور شعبہ کے شبہوں کی گنجائش نہ تھی افسوس ہے کہ قاصر نظر حجتی  
 اس نکتہ کو نہیں سمجھتے ارشادات موسوی اور ہدایات عیسوی پر نظر نہیں ڈالتے اُنکے ترویج  
 نبوت محمدی کے لیے یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں اعجاز محمدی کا تذکرہ نہ نہیں  
 ہوا ہے حالانکہ اُنکے بیان خیالی بھی صداقت سے خالی ہے۔ سچے مدعی نبوت کی یہ  
 صفت ہے کہ اُسکی تعلیم عقلاً عمدہ اور اسکا طرز عمل اخلاقاً پاکیزہ ہو اُسکی رفتار سے  
 راست بازی عیان اور اُسکی گفتار سے موحدا نہ خدا شناسی نمایان دیکھی جائے ایسے  
 مقدس بزرگوں کی ذات سے جو خوارق عادت ظاہر ہوئے اُنکو معجزہ کہتے ہیں اور اگر  
 بلا مدعی نبوت پاک بازوں سے کوئی خارق عادت ظاہر ہو تو اسکا نام کرامت ہے لیکن  
 جو لوگ حلیہ تقدس سے عاری ہوں اور کسی قسم کا کرشمہ دکھائیں اُنکو ساحر شعبہ باز  
 خواہ صاحب استدراج سمجھنا چاہیے طالب حق کو لازم ہے کہ اس فرق کو گہری نگاہ  
 سے دیکھے اور متاع اعتقاد کو ہوشمندی کے ساتھ دعا بازوں کی دست برد سے  
 بچائے انبیاء کون کے نفوس مقدس کو ہر چند وقتاً فوقتاً معجزوں سے اسلیے تائید ملا  
 گی کہ اُنکے دشمن مغلوب ہوں یا دوستوں کا حسن اعتقاد مستحکم ہو جائے لیکن معلوم ہوتا ہے

کہ بروقت استدعاے منکرین خواہ مخواہ وہ لوگ اُن خوارق کے ظاہر کرنے پر قادر نہ تھے جنکی خواہش ظاہر کیجاتی تھی اور ظاہر ہو کہ جو باتیں مصالح خداوندی کے خلاف تھیں وہ کوئی اندیشوں کے اصرار پر اصول حکمت سے قطع نظر کر کے کیوں دکھائی جاتیں چنانچہ انجیل متی کے ملاحظہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ چند دنیا پرستوں نے مسیح سے درخواست کی کہ کوئی معجزہ دکھائیں لیکن آپ نے انکار کیا۔ ہیرودیہ نے جسکو امید تھی کہ وہ کوئی کرامت دیکھے گا اُسکو بھی جناب ممدوح نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اُسکے سوالات کا جواب بھی نہیں دیا (لوقا باب ۲۳ و ۲۴) حالانکہ بظاہر وہ اچھا موقع تھا کہ دو ایک معجزہ دکھائیے جاتے اور حاکم وقت کو جسکے روبرو مخالفان مسیح الزام لگا رہے تھے معتقد بنالیا جاتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو پھر یہودیوں کی زبان غالباً بند ہو جاتی اور آج عیسائیوں کے ہاتھ میں عدالتی ثبوت معجزہ نمائی کا موجود ہوتا لیکن حق یہ ہے کہ جو بات خدا کو منظور نہ تھی اُسکو حضرت مسیح اپنی مرضی یا کسیکی درخواست پر سطح کر دکھاتے۔ ایسی ہی معذوریان غیر علیہ السلام کو بھی پیش آئیں جبکہ اُنکو موافق درخواست مشرکین کے خوارق عادات دکھانے کی قدرت یا اجازت نہیں دیکھائی۔ کبھی معجزہ طلب کرنے والے احقاق حق کے لیے نہیں بلکہ صرف مشغلہ کے طور پر فرمائشیں کرتے تھے قرآن میں ایسے بے ادب سرکشوں کو الزامی جواب دیے گئے ہیں اور انجیل میں بھی تحریر ہے کہ شیطان نے مسیح سے درخواست کی کہ پتھر کو روٹی بنا دین اور بلند کنگرہ سے زمین پر کود پڑیں

لیکن آپ نے اسکی درخواست کو نامنظور فرمایا (متی باب ۴- ورس ۳- لغایت ۱۰)  
 اسی طرح فقیہوں اور فریسیوں نے نشان دیکھنا چاہا لیکن مسیح نے کوئی نشان نہیں دکھایا  
 اور جواب یہ دیا کہ وہ اس زمانے کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں (متی  
 باب ۱۲- ورس ۳۹)

اکثر شاگردوں نے بربنائے معجزہ مسیح کی پیروی اختیار نہیں کی تھی بلکہ حضور نے روحانی  
 اثر ڈالا چند سعادتمندوں کا مادہ قابل تھا اسلئے وہ متاثر ہو کر رہناے حقیقت کے ساتھ  
 چل کھڑے ہوئے ہمارے پیغمبر کی روحانی قوت بہت زبردست تھی اسلئے فیض صحبت اور اثر  
 تعلیم سے بہت بڑی جماعت صادقین اولین کی کھڑی ہو گئی جنہیں بعضوں کا مرتبہ حواریوں  
 سے بڑھا ہوا تھا یا ایسے ہزار ہا معجزے آپ سے ظاہر ہوئے جو کتب حدیث اور سیر  
 میں تحریر ہیں اور انکا ثبوت روایات ان معجزوں سے زیادہ قوی اور لائق اطمینان کے  
 ہیں جو نسبت معجزات مسیحی کے پیش کیا جاتا ہے۔ ہر حنفیہ مختصر رسالہ تحمل نہیں ہو کہ کئی  
 معجزات احمدی کی کوئی مقبول تعداد بیان کیا سکے لیکن میں تبرکاً چند معجزوں کا ذکر یہ کیے جاتا ہوں۔

## معجزہ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْتَقَى الْقَمَرُ طَلَانِ وَيُرْوَايَةُ يُعْرِضُوا

۱۔ قیامت قریب آئی اور زمانہ شق ہوا اور ہر لوگ کوئی نشانی دیکھیں مگر گردانی کوفین اور کہتے ہیں کہ یہ سحر ہی جو سدا ہو چلا گیا  
 جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ واقعہ الشفق قرین قوت آجی از ظاہر ہو چکا لیکن بعضوں کی یہ ہے کہ قرآن میں اس واقعہ کی خبر دی گئی ہے جو  
 قریب قیامت نمایاں ہوگا۔ مولف نے تسلیم رائے جمہور جو محبت الزامی بقا لہل کہ کتاب تحریر کی جودہ بحال با وقعت ہے ۱۲



وَيَقُولُوا سِحْرًا مُّسْتَمِرًّا ۚ (پارہ ۲۷- سورۃ القمر کوع ۱)

امام مسلم نے عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن عباس و شعبہ و انس سے معجزہ شق القمر کی روایت کی ہے اور دیگر ائمہ حدیث کی روایتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ کی درخواست پر باشارہ محمدی قرص قمر کے دو ٹکڑے نمایاں دیکھ گئے پس کوئی وجہ موجب نہیں ہے کہ اُسکے وجود سے انکار کیا جائے (س) اجرام سماوی میں اس طرح کا خرق اصول حکمت کے خلاف ہے اور پھر اگر اُسکا ظہور ہوا ہوتا تو غیر ممکن تھا کہ دوسری قوموں کے مورخ ایسے واقعہ بدیعہ کو ضبط تحریر میں نہ لاتے۔ (ج) خالق اجرام سماوی کے لیے اُسکا پھاڑ دینا اور پھر جُبا دینا عقلاً کیا دشوار تھا فلسفین نے اپنے خیالات کی تائید میں جو دلیلین بیان کی ہیں اُسکی تردید کافی حلائے اسلام نے اپنی تصانیف میں کر دی ہر مَنْ شَاءَ فَلْيَنْظُرْ فِي كَيْفِهِمْ۔ رات کا وقت تھا ممکن ہے کہ دوسروں نے اس واقعہ پر توجہ نہ کی یا یہ کہ جن لوگوں نے دیکھ بھی لیا انکو اپنی خطائی نظری کا شبہ پڑ گیا۔ اس معجزہ کی صحت پر زیادہ تراہل کتاب اعتراض کرتے ہیں اور طبعیتوں کی جودت دکھاتے ہیں مگر آفتاب پر خاک ڈالنے والے خود اپنے گھر کی خبر نہیں لیتے اور جسدِ خداوند نے اموریوں کو بنی اسرائیل کے لگے لاکے اُنکے قابو میں کر دیا اُس دن شیوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے یوں کہا کہ لے آفتاب جبعون پر ٹھہرا رہا۔ اور لے ماہتاب تو بھی وادی ایاکے درمیان! تب آفتاب کھڑا رہا اور ماہتاب ٹھہر گیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اپنے دشمنوں سے

انتقام لیا کیا یہ کتاب الیا شرین نہیں لکھا ہے اور آفتاب آسمانوں کے بچوں بیچ  
ٹھہرا ہوا اور قریب دن بھر کے پچھم کی طرف کو مائل نہ ہوا۔ د کتاب یشوع باب ۱۰۔

درس ۱۲-۹-۱۳

**دوسرا** ان تصرفات سماوی کو دیکھو اور غیر قوموں کی تاریخوں میں ٹھونڈو  
کہ اس دن دوپہر کے واقعہ کو کتنے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور اگر ایسی کوئی سند ملے  
تو پھر معجزہ محمدی پر محض اسلئے کہ اُسکی نسبت پیغمبر علیہ السلام کی طرف کیجاتی ہے  
زبان درالایان نہ کرو تم لوگوں کو اقرار ہے کہ موسیٰ کے خلیفہ نے آفتاب اور ماہتاب  
دونوں کو قریب بارہ گھنٹے کے اُنکی طبعی روش پر چلنے نہیں دیا پس اُس برگزیدہ خدا  
نے جو موسیٰ کے مثل تھا اگر چند ساعت کے لیے ماہتاب کے ٹکڑے کر دیے  
تو اُسکی بدولت نظام عقلی کیون درہم اور برہم ہوا جاتا ہے۔ متی باب ۲۰۔ مین قصہ  
تحریر ہے کہ چند مجوسیوں کو آسمان کا نوخیز تارا رہنمائی کرتا ہوا چلا اور جہان سچ علیہ السلام  
تشریف لکھتے تھے پہنچ کے ٹھہر گیا مگر اس سیارہ کا تذکرہ نجومیوں نے تحریر نہیں کیا  
اور نہ کوئی فلسفی اس حکایت کی صداقت کو تسلیم کر سکتا۔ پس انصاف کی بات  
نہیں ہے کہ شق قمر کی تردید میں وہی حجتیں قبول کیجائیں جبکہ اثرباب متی کے  
سیارہ پر پڑتا ہے مگر وہاں یہ حجتیں مقبول نہیں کیجاتیں۔

معجزہ ۲

امام مسلم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جن دنوں حوالی مدینہ میں خندق کھودی جاتی تھی انھوں نے صرف ایک صاع جو کا آٹا پسوایا اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا لیکن چونکہ سامان ضیافت بہت مختصر تھا اسلئے پیغمبر علیہ السلام کو چپکے اطلاع دی کہ حضور مع چند اصحاب کے تشریف لے چکے ہیں مگر جناب رسول نے اہل خندق کو بکا دیا کہ جابر نے تمھاری دعوت کی ہے چنانچہ ہزار آدمیوں کی جماعت جا پہنچی اور جابر اس کثرت کو دیکھ کے گھبرا گئے حضور نے لعاب دہن مبارک آٹے میں ملا دیا اور کچھ ہانڈی میں بھی ڈالا پھر تو خدا کی برکت ایسی نازل ہوئی کہ سب ساتھیوں نے سیر ہو کے کھایا اور اُبتلی ہوئی ہانڈی اُسی طرح جوش مارتی رہی اور آٹا بھی علیٰ حالہ موجود تھا۔ متی نے اپنی کتاب باب ۱۴- میں تحریر فرمایا ہے کہ پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے قریب پانچ ہزار مرد علاوہ عورتوں اور لڑکوں کے کھلائے گئے اور پھر بارہ ٹوکریان ٹکڑوں سے بھری ہوئی اٹھائی گئیں۔ اب غور کرنے والے انصاف کریں کہ مسلم راوی کو اگر سبالغہ کرنا منظور ہوتا تو ہزار کی جگہ دس ہزار کی تعداد بغرض مقابلہ اعجازِ مسیحی کے کم دینا کیا دشوار تھا۔

## معجزہ

دارمی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ سفر میں رسول اللہؐ کے ہمراہ تھے

ایک صاع دو سو پچاسی روپیہ کھدار کے برابر ہوتا ہوئے ساٹھ تین سیر انگریزی سے مراد

کہ ایک دیہاتی عرب آیا آنحضرت نے اُس سے پوچھا کہ کیا تو گواہی دیتا ہو کہ لا الہ الا اللہ وَاَحَدٌ لَا شَرِیکَ لَہٗ وَ مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ دیہاتی نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اُس پر کون گواہ ہے حضور نے ایک درخت کی طرف جو وادی کے کنارہ تھا اشارہ کیا وہ درخت بموجب طلب زمین کو بھاڑتا حاضر آیا آپ نے تین مرتبہ اُس سے شہادت طلب کی اور اُس نے ہر مرتبہ آپ کی رسالت پر گواہی دی اور پھر اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ یہ ایک ادنیٰ کرشمہ قدرت کا تھا اور جس خدا سے قدیر نے دانہ سے درخت بجائے درخت سے شاخیں نکالیں اور شانہوں میں پھل لگائے اُس کے لیے کسی درخت میں قوت رفتار و طاقت گفتار پیدا کر دینا کون کہہ سکتا ہو کہ دشوار تھا۔ صدق نیت اور صفائی قلب کی ضرورت ہو ورنہ صادق الایمان آدمی خدا کا نام لے کے بہت کچھ کر سکتا ہو۔ چنانچہ مسیح نے ایک موقع میں حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہو ”کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تمہیں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو تا تو اگر تم اس پہاڑ سے کہتے کہ یہاں سے وہاں چلا جا تو وہ چلا جاتا اور کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہ ہوتی“ (متی باب ۱۷- ورس ۲۰)

## معجزہ

امام مسلم اور بخاری دونوں نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور شکایت

امساک باران دعا کی خواستگاری کی آنحضرت نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ  
 کہا اَللّٰهُمَّ اَعِزَّنَا اَنْس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم لوگوں کو آسمان پر نہ گھٹا نظر آتی تھی  
 اور نہ بدلی کا کوئی ٹکڑا دکھائی دیتا تھا اور درمیان ہمارے اور کوہ سلع کے کوئی گھر  
 یا محلہ حائل نہ تھا پس کوہ مذکور کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بدلی اٹھی اور وسط  
 سما میں پہونچے پھیل گئی اور پانی برسنے لگا تا آنکہ ایک ہفتہ تک ہم لوگوں نے  
 آفتاب کی صورت نہیں دیکھی۔ دوسرے جمعہ کو جناب رسول خطبہ پڑھ رہے تھے  
 کہ ایک آدمی آیا اور اُس نے کثرت بارش کی شکایت کی آپ نے ہاتھ اٹھا کے حضرت  
 باری میں عرض کیا کہ ہم پر نہیں بلکہ ہمارے حوالی پر یا اللہ ٹیلوں بلند یوں نالوں اور  
 درختوں کے جھنے کی جگہ پر پانی برسنا الغرض پانی کھل گیا اور سب لوگ مسجد سے سائے  
 آفتاب میں باہر نکلے۔ بڑوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں مولف کتاب ہزانے بھی ایک  
 واقعہ بہ چشم خود دیکھا ہے جسکو بلا کم و کاست بیان کرتا ہے۔ جن دنوں یہ نیاز مند تحصیل  
 علوم عربیہ میں مصروف تھا ایک سال ایسا امساک باران ہوا کہ عامہ خلایق بلبل اُٹھی  
 ایک طرف گرائی غلہ نے ارباب احتیاج کو ستانا شروع کیا اور دوسری طرف فصل  
 خریف کی امیدوں پر مردنی چھا گئی قصبہ محمد آباد کو ہنہ ضلع عظیم گڑھ کے مغرب ایک  
 چھوٹا قطعہ میدان کا واقع ہوا وہاں اسوۃ العلماء العالمین قدوة الفقہاء الراشخین  
 اُستادِ تامولانا حافظ و **اجد علی** اعلیٰ اللہ مقامہ فی اعلیٰ علیین مع ایک جماعت  
 مسلمانوں کے تشریف لے گئے اور نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ بطریق مسنون

نماز استسقا پڑھی ہم لوگ دعا سے فارغ ہوئے تھے کہ گوشہ شمال و مغرب ابر نمودار ہوا اور اکثر نماز پڑھنے والے بھیگتے ہوئے اپنے گھر کو لوٹے۔

## حکایت

مولانا مرحوم بارادہ حج گھر سے روانہ ہوئے لیکن کلکتہ میں بعارضۃ تپ مبتلا ہو کر راہی ملک بقاء ہوئے۔ چینی باغ میں جہان تابجران شکر ضلع غطگڈہ کی دوکانین واقع ہیں ساتھیوں نے دفن کیا دو سال کے بعد زمین نشیب کو جہان قبر واقع تھی پانی کی لٹوئے کاٹ دیا اور نعش شریف تغیرات جسمانی سے مبرا نمودار ہوئی۔ ایک سعادتمند مسیحی شیخ میرن نے نعش کو قبر سے نکالا اور بعد دینے غسل اور پہنانے کفن جدید کے بلند جگہ پر اُسی باغ میں پھر دفن کر دیا۔ شاید بسبب خشک ہونے رطوبت جسمانی کے بال اور ناخن بڑھ گئے تھے جنکو شیخ مذکور نے بوجہ اپنی لاعلمی کے ترشویا اور تراشہ کو تبر کا ایک بوتل میں بند کر کے چینی باغ کی مسجد میں رکھوا دیا جو غالباً اب تک محفوظ ہے۔ میں نے ان واقعات کو خود نہیں دیکھا ہے لیکن شیخ میرن و دیگر معتبرین نے مجھ کو خبر دی اور مجھ کو اس روایت کی صداقت پر کامل بھروسہ ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ کوئی انوکھی غیر معمولی بات نہ تھی کیونکہ ایسے واقعات بہ کثرت سُننے گئے ہیں اور یہ تو میری آنکھوں کا دیکھا واقعہ ہے کہ حوالی شہر عظیم گڈہ میں حافظ وحید الدین کی قبر نچنے کی جاتی تھی اتفاقیہ صندوق لحد کھل گیا اور

نفس و کفن دونوں کی یہ حالت تھی کہ گویا قبر کے اندر کسی نے ابھی رکھ دیا ہے حالانکہ تدفین سے اُس وقت تک کئی ہفتے گزر چکے تھے اور حافظ صاحب کو دم مرگ حبسِ بول کی شکایت لاحق تھی جو تعجیل بوسیدگی کی محرک خیال کی جاتی ہے۔

## مالک ابن انس نے روایت کی ہے کہ چھپا لیس برس بعد واقعہ

احد کے عمرو بن الجموح اور عبداللہ بن عمرو بن حزام شہدائے احد کی قبرین بوجہیل کے گھل گئیں اور دونوں کی نعشیں ایسی تازہ تھیں جیسے کہ کل مے ہین۔ اُن میں ایک کا ہاتھ جراثیم پر تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون جاری ہوا اور جب چھوڑ دیا گیا تو پھر پستور موقع جراثیم پر جا لگا۔ اس طرح جابر بن عبداللہ انصاری نے روایت کی ہے کہ معاویہ نے اپنے زمانہ خلافت میں کوہ احد کی طرف سے ایک نہر نکالی اور اس ضرورت سے شہیدوں کی قبریں کھودنی پڑیں راوی کہتے ہیں کہ لوگ مردوں کو لیجاتے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوئے ہیں اسی نامحمود کارروائی کے ضمن میں سید شہداء امیر حمزہ کے پائے مبارک پر ایک پھاوڑا لگا اور اُس سے خون جاری ہوا الغرض ان روایتوں سے تصدیق آئے کریمہ وَلَا تَقُولُوا الْمَيِّتُ يُقْتَلُ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ اَمْ وَاَنْتُمْ طَائِفٌ مِّنْ اَحْبَاءِیْ لَکِنِّیْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ پارہ ۴ سورہ البقرہ (کوچہ ۱۸) بخوبی ہوتی ہے۔

۱۵ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہوا نہ کہو۔ بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تم لوگ

## معجزہ

صفوہ بن عدی سے مروی ہے کہ بروز احد قتادہ بن النعمان کی آنکھ میں تیر لگا  
اور حدقہ چشم اپنی جگہ سے باہر نکل پڑا جناب رسالت ﷺ نے اسکو اصلی جگہ پر رکھ دیا  
وہ آنکھ قتادہ کی دوسری آنکھ سے زیادہ خوشنما بن گئی۔ چنانچہ روایت کی جاتی ہے کہ پسر  
قتادہ عمر بن عبد العزیز کی خدمت میں حاضر ہوا خلیفہ نے پوچھا کہ تم کون ہو اُس نے یہ اشعار پڑھے  
اَنَا ابْنُ الَّذِي سَأَلَتْ عَلَى الْحَدَّ عَيْنُهُ | فَرَدَّتْ بِكَفِّ الْمُصْطَفَى إِيمَانًا سَرَدَ  
فَعَادَتْ لَهَا كَانَتْ لِاحْسَنِ حَالِهَا | فَيَا حَسَنَ مَا عَيْنٌ وَيَا طَلِيبَ مَا دَرَدَ  
پاک اعتقاد خلیفہ نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو میرے پاس سفارش لانا ہوا انکو ایسا ہی  
ذریعہ پیش کرنا چاہیے۔ ایسے معجزات لائق انکار کے نہیں ہیں کیونکہ لوقا نے بھی رستہ  
کی ہر کہ مسیح نے لکھوس کا کٹا ہوا کان جوڑ دیا تھا۔

## معجزہ

عن ابن عباس قال ان امرأة جاءت باین | ابن عباس سے روایت ہے کہ کہا انھوں نے کہ ایک عورت  
لها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت | اپنا بیٹا جناب رسول کی حضوری میں لائی اور عرض کیا کہ

لہ میں بیٹا اس شخص کا ہوں جسکی آنکھ خسارہ پر رہ آئی تھی۔ اور جناب مصطفیٰ کی تسلی نے اسکو ٹوٹا دیا۔ پس وہی تھی  
وہی ہی عمدہ حالت میں ہو گئی۔ کیا اچھی آنکھ تھی اور کیا خوب لونا لائی گئی ۱۲



یا رسول اللہ اسکو جنون ہو چکا دورہ ہنگام طعام  
 لیاخذہ عن غدائنا وعشاءنا فیسر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ وودعا فتمتعہ  
 وخرج من جوفہ مثل الحجر والاسود  
 یسح - (رواہ الدارمی) جو دوڑتی تھی -

عارضہ کلب الکلب میں ایک قسم کے کیرے شکل بچہ سنگ مریض کے بول میں دیکھے جاتے  
 ہیں اس طرح ممکن ہو کہ لڑکے کے پیٹ سے کسی قسم کا مادہ فاسد بقوت اعجاز خارج ہوا ہو اس سے  
 بہت زیادہ عجیب ایک قصہ متی باب ۸ - میں بیان کیا گیا ہے کہ دو آدمیوں پر دیوسوا تھے  
 جنکی شورش سے راستہ بند ہو گیا تھا جب مسیح علیہ السلام انکے قریب پہنچے تو دونوں نے  
 فریاد کی اور اسی فریاد کے ساتھ یہ درخواست بھی کی کہ انکو سورون کے غول میں جانے دیں  
 چنانچہ یہ درخواست منظور ہوئی اور سورون کا غول دریا میں ڈوب مرا -

## معجزہ

دوئی ابن عدی وابن ابی الدنجلو لیحقہ  
 روايت کی ابن عدی و ابن ابی الدنیا و سہیقی و  
 وابو نعیم عن انس رضی اللہ عنہ قال کنا  
 ابو نعیم نے انس رضی اللہ عنہ سے کہا اُنھوں نے

حق یوں ہو کہ اگر چھوٹ کہنا منظور ہوتا تو عنوان بیان یہ اختیار کیا جاتا کہ عورت کی بیسی پر رسول اللہ کو  
 رحم کیا اور آپ نے قُمْ بِأَذْنِیْ کے مکہ مدہ کو جلا ثیا ۱۲

فی الصفة عند رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم فانتبه عجزاً ومهابة  
 ومعها ابن لها قد بلغ فلم يلبث  
 ان اصابه وباء المدينة فمرض  
 أياماً ثم قبض فغمضه النبي صلى  
 الله عليه وسلم وامره اى النساء  
 بحمازة فلما اردنا ان نغسله  
 قال يا انس انت أمه فاعلمها قال  
 فاعلمتها فجاءت حته جلست عنده  
 قد ميه فاخذت هماً ثم قالت  
 مات ابني فقلنا نعم فقالت اللهم  
 انك تعلم اني اسلمت اليك  
 طوعاً وخلعت الاوثان زهداً  
 وخرجت اليك رغبة اللهم  
 لا تشمت بي عبدة الاوثان  
 ولا تتحملني في هذه المصيبة  
 ملاطقة لي

کہ ہم لوگ صفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
 تھے کہ ایک اندھی بڑھیا ہجرت کر کے آئی اور اسکے  
 ساتھ اسکا لڑکا بھی جو حد بلوغ کو پہنچ گیا تھا  
 اسی عرصہ میں وباء مدینہ کا اثر لڑکے پر پڑا  
 چندے بیمار رہ کے مر گیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے اسکو ملاحظہ کیا اور انس کو تسکلی تجذیر کا حکم دیا  
 راوی کہتے ہیں کہ جب ہم لوگوں نے غسل دینے کا  
 ارادہ کیا تو حضور نے فرمایا کہ اے انس متوفی کی ماں  
 کو جا کر خبر دو پس میں نے اُس عورت کو خبر دی  
 وہ آئی اور متوفی کے قدموں کے پاس بیٹھی اور  
 دونوں ہاتھوں پر کپڑے لپیچھنے لگی کہ کیا میرا بیٹا  
 مر گیا؟ ہلوگوں نے کہا کہ ہاں تب اُس نے کہا  
 کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ میں بخوشی خاطر تیرا  
 ایمان لائی اور بتوں کو بوجہ پرہیزگاری چھوڑ دیا  
 رغبت کے ساتھ تیری طرف آئی۔ اے پروردگار  
 میرے معاملہ میں بُت پرستوں کو خوشی کا موقع  
 نہ دے اور اس مصیبت میں وہ بوجہ مجھ پرستِ اَل

بِحَمْلِهِ قَوْلَ اللَّهِ مَا الْقَضَىٰ كَلَامُهَا  
حَتَّىٰ حَرَكَتْ قَدَمَيْهِ وَالْقِي الثَّوْبَ  
عَنْ وَجْهِهِ وَطَعَمَ وَطَعَضًا مَعَهُ  
وَعَاشَ حَتَّىٰ قَبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ وَهَلَكْتَ أُمُّهُ - وَهَذَا وَإِنْ كَانَ  
كَرَامَةُ لَامَهُ فَإِنَّمَا أُعْطِيَ تَقْدِيرًا بَرَكَةً  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُخُولًا  
فِي دِينِهِ وَكُلَّ كَرَامَةٍ لَوْلَ  
فَهِيَ مَجْزُوءَةٌ لِنَبِيِّهِ -

(السير النبوی والآثار المحمدیہ للسیّد سلطان)

جسکی برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں ہر پس  
خدا کی قسم اُس عمر میں نے اپنی بات پوری نہیں کی  
تھی کہ متوفی کے پاؤں میں حرکت پیدا ہوئی اور  
سو اُس نے کپڑا ہٹا دیا خود اُس نے کھانا کھایا اور  
ہم لوگوں نے اُس کے ساتھ کھایا بعد وفات جب  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی ماں کے بھی وہ لڑکا  
زندہ رہا۔ یہ واقعہ ہر خبیث عورت کی کرامت ہر لیکن  
آخر یہ کرامت یہ برکت نبی علیہ السلام کے بسبب  
قبول کرنے اُنھیں کے دین کے حاصل ہوئی اور

سب کرامتیں دینی کی اُس کے نبی کے معجزہ میں داخل ہیں۔

کہنے والے اس روایت کی صداقت پر گفتگو کریں گے یا یہ کتب نکالیں گے کہ مریض کو سکتے ہو گیا تھا  
اور پھر قوت طبعی نے ہر سکوت کو توڑ دیا لیکن اس طرح کے وسوسے تو ہر ایک خبر میں اور نسبت  
ہر معجزہ و کرامت کے پیدا کیے جاسکتے ہیں چنانچہ ہم مثلاً اُس معجزہ احیاء موتے کا تذکرہ  
کرتے ہیں جو یہ برکت قدسی نفس مسیح علیہ السلام کے ظاہر ہوا تھا۔ - لوقا باب ۸ - میں یہ  
حکایت تحریر ہے کہ ایک لڑکی مر گئی مسیح علیہ السلام فوراً موقع پر تشریف لے گئے اور  
لڑکی کا ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ اے لڑکی اٹھ چنانچہ وہ اٹھ بیٹھی۔ اس طرح یوحنا کی کتاب باب ۱۱  
سے ظاہر ہوتا ہے کہ مریم اور مرثا اور اُن دونوں کے بھائی لعز کو مسیح پیار کرتے تھے

لعرزمر اور ایک غار میں دفن کر دیا گیا اور غار کے منہ پر پتھر رکھ دیا گیا تھا چار دن کے  
 مسیح نے اُس پتھر کو مٹوایا اور لعرز کو پکارا نامبروہ مع کفن کے غار سے نکل آیا۔  
 عیسائیوں کی طرح ہم سب مسلمانوں کو اعتقاد ہے کہ مسیح علیہ السلام مردوں کو زندہ  
 کر سکتے تھے لیکن ہنود اور یہود کو تو ان دونوں معجزات پر اُنھیں شہوں کے  
 وار و کرنے کی گنجائش باقی ہے جنکو عیسائی جنتلیں اعجاز محمدی پر عائد کرتے ہیں۔  
 سچ تو یہ ہے کہ اُنکی حجتوں کی دودھارین ہیں جنکی زدا عجاز محمدی اور مسیحی یکساں  
 پرتی ہیں بلکہ جیسا خاص رخ مسیحیوں کی طرف ہے وہ زیادہ تیز دکھائی دیتی ہے  
 کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ درمیان مسیح اور خاندان لعرز کے سلسلہ نیازت اُنم تھا  
 آپس کی سازش میں وہ زندہ درگور کیا گیا اور پھر کفن کھڑکھڑاتا جیتا جاگتا غار سے  
 نکالا گیا۔ (س) سلمان جو روایتیں معراج کے متعلق بیان کرتے ہیں عقلاً  
 مستبعد پائی جاتی ہیں۔ (رج) واقعہ معراج کی بابت درمیان علمائے اسلام کے  
 اختلاف ہے بعض اُسکو جسمانی اور بعض روحانی قرار دیتے ہیں الغرض اُنکی جو کچھ حقیقت  
 تسلیم کیجائے لیکن ممکن ہے کہ بقدرت اُنکی وجود پذیر ہوئی ہو خواب تو ہم لوگ بھی دیکھتے  
 اور لیٹے لیٹے چند ساعتوں کے اندر دور دراز مقامات کی سیر کرتے ہیں۔ ہماری  
 روح اور ہمارے خیالات سے بہت زیادہ انبیائوں کے جسم خاکی لطیف تھے  
 ایسے تسلیم معراج جسمانی بھی کوئی استحالہ عقلی و قیاسی اور محققات اہل اسلام کے  
 عائد نہیں ہوتا۔ حق یہ ہے کہ جو لوگ خدا کے وجود اُنکی قدرت اور عام

تصرفات روحانی سے منکر ہیں اُنکے ساتھ مناظرہ کی دوسری شکل ہے جسکو مکملین اسلام نے اپنی تصانیف میں بوجہ احسن نمایان کر دیا ہے اور اس موقع میں اُن کا بیان کرنا موجب تطویل متصور ہے مگر ارباب مذاہب مشہورہ تو بہت بڑے بڑے واقعات غیر معمولی کا اظہار بر بنا سے قدرت الہیہ کرتے ہیں پس اُنکو گنجائش باقی نہیں ہے کہ معراج محمدی کو خلاف عقل اور دور از قیاس ثابت کر سکیں۔ عیسائیت کے منادی کرنے والے کبھی کبھی فلسفیوں کا دامن پکڑ کے تعریفیں کرتے ہیں اسلئے میں اُن بزرگوں کو انھیں کے پیشوا پولوس مقدس کی چند روایتیں یاد دلاتا ہوں در بے شبہہ اپنا فخر کرنا مجھے سبب نہیں پر میں خداوند کی رویتوں اور کاشفوں کا بیان کیا چاہتا ہوں۔ مسیح کے ایک شخص کو میں جانتا ہوں کہ چودہ برس گزرتے ہوں گے (کہ وہ یا تو بدن کے ساتھ کہ یہ مجھے معلوم نہیں یا بغیر بدن کے یہ بھی مجھے معلوم نہیں خدا کو معلوم ہے) تیسرے آسمان تک یکا یک پہنچایا گیا۔ اور میں ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ (وہی یا بدن کے ساتھ یا بدن کے بغیر کہ مجھے معلوم نہیں خدا کو معلوم ہے) فردوس تک یکا یک پہنچایا گیا، اور اُسے وہ باتیں سنیں جو کہنی کی نہیں اور جتنا کہتا بشر کا مقدور نہیں) پولوس کا دوسرا خط قرنتیوں کے نام باب ۱۲۔ ورس ۱۔ لغایت ۱۷)

دیکھیے مسلمانوں کی جماعت میں جو اشتباہ در باب معراج جسمانی و روحانی پڑ گیا ہے وہی مشبہ پولوس کو بھی پڑا تھا اور حسب طح اسرار الہی کو پولوس کے صاحب معراج نے ظاہر نہیں کیا و یسا ہی قرآن پاک میں اُسکے بیان سے اعراض ہوا ہے

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۖ مَا أَكْفَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ

مَا تَرَاهِيَ - (پارہ ۲۷ - سورہ النجم - رکوع ۱)

میرا تو یہ خیال ہے کہ تیسرے آسمان تک کوئی گیا ہو لیکن فردوس تک جانے والے  
ہم اے پیغمبر علیہ السلام تھے اور شاید مسیح نے معراج محمدی کی خبر اپنے شاگردوں  
کو دی تھی انھیں سے سن کے پولوس نے بطور پشین گوئی اُسکا تذکرہ فرما دیا ہے  
اور صیغہ ماضی کا واسطے واقعات آئندہ کے سٹیطج مستعمل ہوا ہے جیسا کہ کتب حدیث  
میں اُسکا استعمال اکثر پشین گوئیوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ہمارے خیال سے علما  
مسیحی کب اتفاق کرنے لگے لیکن یہ تو ان کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایسی معراج جسکا عقائد  
مسلمان لکھتے ہیں ممکن ہے اور تابعان مسیح بھی اُسکا استفادہ کر چکے ہیں۔

## رحمت پروردگار

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَاسْتَغْنَوْكَ عَنِ الشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ

النَّوْءِ مِنْ أَمْرِ رَبِّكَ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (پارہ ۱۵ - سورہ بنی اسرائیل - رکوع ۱)

۱۷ پس وحی کی خدا نے اپنے بندہ کی طرف جو وحی کرتی تھی۔ جو کچھ پیغمبر نے دیکھا اُس میں ان کے

قلب نے جھوٹ نہیں ملایا ۱۲

۱۸ اے پیغمبر لوگ تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ روح میرے پروردگار

کے حکم سے ہے اور تم لوگوں کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے ۱۲

تذکرہ رحمت پروردگار

اس آئیس کے اشارہ سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ روح ایک حلیل القدر مخلوق خدا ہے اور اُس کے دامان حقیقت میں کچھ ایسے بھید چھپے ہیں جن کا ظاہر کر دینا حکمت الہی نے پسند نہیں کیا لیکن جیسا کہ اقتضائے فطرت بشری ہے اس پر وہ داری نے شوق تفتیش کو زیادہ بڑھ کا یا۔ عقل مندوں نے موشگافیان کین اور بال کی کھال نکال ڈالی با انہمہ خود انکا باہمی اختلاف نہ گیا اور نہ اتنا ک کوئی صورت اطمینان دکھائی دی کہ ان جستجو کرنے والوں میں کسی نے گوہر مراد کو بھی پایا ہے یا سب کے سر غلط سنگریزوں کو دُر غلطان سمجھ رہے ہیں۔ با وجود اعتقاد و مآؤثیتہ من العالم الا قلب لا میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جو ہر نورانی مسافر آسمانی حکم بانی ظلمت کو جسمانی میں حلول کرتا اور سر رقیب پر متمکن ہونے کے نامی اعضا و جوارح پر جو حقیقت اُس کے ارکان دولت ہیں شاہانہ فرمان روائی کرتا ہے۔ اُسکی غایت سفر یہی ہے کہ دار الامتحان دنیا میں اچھے کام کرے اور ذخیرہ سعادت سے بہرہ مند ہو کہ عالم علوی کی طرف شاد و خرم لوٹ جائے لیکن نا آزمودہ کار فرمان روا کے فرومایہ اہلکار عناصر خسیسہ کے فرزند ہیں۔ ان رذیلوں کی صحبت اپنا اثر ڈالتی ہے اور پھر شیطان جو تجربہ کار اور پُرانا دشمن اولاد آدم کا ہے اُس غریب کو آسانی کے ساتھ بدراہ کر لیتا ہے اور حاصل چند روزہ دور سلطنت بدکرداریوں میں کٹ جاتا ہے اور اپنی ذاتی خوبیوں کو بھی برباد کر کے عالم صغیر کا بدبخت بادشاہ شقاوت کے بوجھ سر پر دھرے واپس جاتا اور ندامت کی آگ میں جلتا خواہ جلایا جاتا ہے کھپتے

خوش نصیب و حین ایسی وضع دار بھی ہیں جن پر بداندیشوں کے چکے نہیں چلتے کار کا عالم  
میں وہ اپنی نیکیاں چھوڑ کے ساحت قرب الہی میں جسکی تعمیر صیالفت قدیمہ میں کہسانی  
بادشاہت کے ساتھ کی گئی ہو واپس جاتی اور علی قدر مراتب قرب باری کا استفادہ  
کرتی ہیں۔ یہ وہی پاک روحین ہیں جنکو وقت چھوڑنے قفس عنصری کے یہ  
مژدہ جانفزا سنایا جاتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً**  
**مَرْضِيَّةً قَدْ دَخَلِيَ فِي عِبادِي ۖ لَئِذَا دَخِلْتِ جَنَّتِي** (پارہ ۳۰۔  
سورۃ الفجر)

خداوند اوتو قادر توانا بخشنده بہ منت ہر نیک بندوں کے طفیل میں مجھ  
گنہگار تہہ کار کو توفیق خیر دے۔ اور اُس حسرت آگین ساعت میں کہ عزیزوں  
کا سلسلہ و داد و ستون کا سر رشہ اتحاد قریب الا لقطع ہو اپنے پاک فرشتوں کو حکم  
دیدے کہ اس پُر تقصیر کے اعمال سیئہ سے قطع نظر کریں اور تیرا یہ مبارک پیام  
مجھکو بھی سنا دیں۔

ای از کرمت امید وارم	جز مرحمت تو کس ندارم
رحم کن دوستگیر من شو	اے فیض رسان جملہ عالم

یہ عذر ناقابل قبول ہے کہ دشمنوں کی خلش نا جسنوں کی آمیزش نے ایسی کشمکش  
پیدا کر دی کہ سلطان روح کو راہ راست پر چلنا غیر ممکن ہو گیا کیونکہ آخر صالحین کی  
روحوں کو بھی تو بداندیشوں سے سابقہ پڑا اور وہ متاع تقویٰ کو رہزنون کے



دست بُرد سے صاف بچالے گئیں لیکن ایسے ساتھ یہ فریاد بھی لائق التفات کے ہے کہ انسان کے لیے خواہش نفسانی کا اُکھاؤ بہت سخت ہے جو اُو العزم اُسکے پھندے سے بچ نہ سکے وہ ضرور حُسنِ خدمت کے صلہ میں مستحقِ بخشش اور بخشائش کے ہیں مگر جو پھنس گئے اُنکی حالت زار بھی بواوید حالات آقاے کریم کی نظرِ شفقت کو اپنی طرف توجہ دلا رہی ہے۔ اس واقعہ کا تو خدا شاہد ہے کہ اوامر کی تعمیل نہواہی سے پرہیز ایسے ذمہ داری کے کام ہیں کہ عظیم الشان مخلوق اُنکے اُٹھانے سے ڈر گئی لیکن انسان کی جاہلانہ حوصلہ مندی نے اُس بارگراں کو بے عذر اپنے سر پر لیا قال اللہ تعالیٰ  
 لَإِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَيُّنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا لَا يُعَذِّبُ اللَّهُ  
 الْمُتَّقِينَ وَاللَّذَاقَاتِ وَالشُّرَكِيِّنَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى  
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔ (پارہ - ۲۲ -)

سورۃ الاحزاب - رکوع ۹

لاریب و دشمنی کی بات نہ تھی کہ ایسی خطرناک بازی کھیلی جاتی مگر میں قیاس کرتا ہوں

۱۔ یعنی ذمہ داری کو آسمان و زمین اور پہاڑ پر پیش کیا تو انھوں نے اُسکے اُٹھانے سے انکار کیا اور  
 ڈر گئے اور آدمی نے اُسکو اُٹھا لیا وہ بیشک بڑا طعن الم اور نادان ہے حاصل ذمہ داری کا یہ ہے کہ نہ منافق  
 اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے اور ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں پر رحم کرے

اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے - ۱۲

کہ انسان نے ذمہ داری کا بوجھ محض رحمت الہی کے بھروسے پر اٹھایا اسوقت اُسکو یہ اندیشہ نہ تھا کہ دنیا میں جا کے خدا کا انکار یا شرک فی الاکوہیت کا اعتقاد کرے گا باقی رہیں مرحلہ اعمال کی خفیف لغزشیں اُنکی معافی آقاے کریم کے حضور سے حاصل کر لینا اُسے چند ان دشوار نہیں سمجھا۔ ساوہ طبیعت روحانیوں کو مادی ضرورتوں کا تجربہ نہ تھا اور شیطانی وسوسوں کا بھی وہ ٹھیک اندازہ نہ کر سکے۔ الحاصل وقت عرض امانت ذمہ داریوں کا قبول کر لینا آسان معلوم ہوا لیکن کارگاہ دنیا میں شکلا کی حقیقت کھلی اور اچھے اچھے بزرگ اندیشہ حساب سے کانپ اُٹھے۔

## کہ عشق آسان نمود اول و لے افتاد مشکلا

دشمند فکر کرنے والے جانتے ہیں کہ خدا کی نعمتیں بیشمار ہیں انسان کی مجال نہیں کہ اپنی محدود طاقتوں سے بیشمار نعمتوں کا شکر اور ایسے شمع کا فرض عبودیت ادا کر سکے۔ چنانچہ اسی بنیاد پر نیک کار بندے بھی حُسنِ عمل پر مطمئن نہیں ہیں اور اُنکی دو بین چشم تماثل ہم تہید ستون کے خدا ہی کے دستِ کرم کو نکھ رہی ہے۔

## حدیث

عن انی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم انما قال لکن شیخی  
ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں کوئی بوجہ اپنے عمل کے

احداً مثله عملہ قال رجل ولا اياك يا رسول  
 الله قال ولا اياي الا ان يتخذ في الله منبجاً  
 ولكن سد دو۔ (رواہ مسلم)

نجات نہ پایگا ایک آدمی نے عرض کیا کیا آپ بھی  
 حضور نے فرمایا کہ میں بھی گریہ کہہ لیا اپنی رحمت سے  
 مجھکو ڈھانپ لے لیکن تم لوگ یہاں دوسری اختیار کرو  
 پھر بھی نیک کاروں کے حق میں انکے اعمال حسنہ سفارش نجات کر سکتے ہیں لیکن ہم  
 گنہگاروں کی جماعت کے لیے تو سولے رحمت آئی کے کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے۔  
 زاہدانِ نجستہ افعالِ شوق سے اپنی نیکیوں کی میزانیں دینِ صحیفہ اعمال کے گوشوارے  
 بنواؤں ہم تمہید ستون کی رویداد معاملہ بہت مختصر ہے اگر داور محشر محض اپنے فضل سے  
 بخش دے تو یہ اسکی بندہ پروری ہے اور اگر نہ بخشے تو سولے اس التجا کے کسی معذرت  
 کا موقع حاصل نہیں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ دُؤُنُوبَنَا الْيَوْمَ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ  
 بفحوائے کُلِّ حَرْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فِرْحُونَ۔ ایک طرف بندگان صالح اپنے زہرِ رقت  
 پر غمخ دل ہیں اور دوسری طرف ہم خطا کاروں کے سینہ میں اعتماد رحمت آئی  
 کا ولولہ اٹھ رہا ہے پس آج ہم کیوں اپنے معققات کے مزے نہ لیں اور ہمجنسوں  
 کو مندرجہ ذیل تسکین وہ سندیں نہ دکھائیں۔

سند

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ  
 مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

فَقَدْ افْتَرَىٰ اِثْمًا عَظِيْمًا (پارہ ۵ - سورۃ النّار کو معے)

جب خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک فی الالٰہیت کرنا گناہ عظیم ہے تو اُس کے وجود سے انکار کر جانا اگر شرک سے زیادہ سنگین نہ ہوتا ہم اس سے کم بھی نہیں ہے۔ ان دونوں سے کم درجہ گناہوں کی نسبت پروردگار عالم خود خبر دیتا ہے کہ وہ صغیر ہوں یا کبیرہ سب کے سب ممکن بعفو ہیں۔ یہ خبر فرحت اثر باطنی اور اطمینان دلانے والی ہے لیکن اُس کے ساتھ شرط مشیت نے اندیشہ پیدا کر دیا اور ٹھیک پتا نہیں چلتا کہ کون کون سا دامن فیض مغفرت سے بہرہ مند ہوں گے اور کن بہ بخیر کون کو اُس نعمت عظمیٰ سے محرومی نصیب ہوگی۔ دنیا کے بادشاہ ایسے باغیان سرکش کے جرائم معاف نہیں کرتے جنہوں نے حکومت شاہی کی متواتر تحقیر کی ہو اس لیے منکران توحید کے حق میں جو حکم قہری صادر ہو چکا وہ درحقیقت بیجا نہیں ہے۔ موصدون کی جماعت میں بھی کچھ ایسے کوتاہ اندیش موجود ہیں جو اقرار توحید کی اوٹ میں بصیغہ اترسکاجائے ایم بیاہی کا اظہار کرتے ہیں ایسے مجرموں کی حالت باغیوں سے زیادہ اچھی نہیں ہے اور غالباً انہیں سیاہ کاروں کی شوخ چٹمی باعث ہوئی کہ شان مغفرت کے سامنے مشیت کا پردہ لٹکا دیا گیا۔ ان دونوں جماعت مبتلائے طغیان و طوفان عصیان کے سوا موصدون کا ایک ایسا فرقہ بھی حاضر ہے جو میدان اطاعت میں نیاز مندی کے ساتھ دوتا

لے بیشک اس گناہ کو کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے نہیں بخشتا اور اس سے کم جیسے گناہ کو چاہے معاف کر دے

جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہو اُسے بڑے گناہ کا طوفان باندھا ہے ۱۲

لیکن خواہش نفسانی کے دام میں ابھ کے گر پڑتا ہے اس کو اس دوڑ میں کچھ بچانے سے  
 ندامت ہو ندامت کے ساتھ حسرت حسرت کے ساتھ اعتقاد رحمت اور اس اعتقاد رحمت  
 کے ساتھ مغفرت کی امیدیں وابستہ ہیں۔ ایسے گنہگاروں کی پیشانی سے مشکل ہے کہ بزرگ  
 خجالت دور ہو لیکن قیاساً وہی لوگ معافی کے لائق ہیں اور امید قوی ہے کہ کردگار  
 خطا بخش و خطا گذار کی مشیت عموماً انھیں کے بخشنے میں اپنی فیاضی کے جلوے  
 نمایان کرے گی۔ چند آیتوں کے بعد اسی سورہ کے رکوع ۱۸۔ میں پھر ارشاد ہوا ہے  
 اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ط وَ  
 مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا کَبِیْعًا ۝ تسکلم بے نظیر کے کلام میں تکرار  
 صرف معنوی نہیں بلکہ لفظی بھی دور نہیں اس قدر نزدیک ایسے گوارا کی گئی کہ اعتقاد  
 شرک کی تحقیر ہو اور تسکین ارباب توحید کے لیے وعدہ مغفرت کی توثیق کی جائے۔  
 ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ مؤلف خود اہل غرض ہو ایسے درازی دامن مغفرت کا اندازہ  
 اپنے مفید مطلب کر رہا ہے کیونکہ ایک حلیل الشان عارف بالقرآن نے مجھے پہلے  
 اور مجھے زیادہ فضائے امید میں بلند پروازی کا اظہار کیا ہے چنانچہ امام فخر الدین  
 رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے امیر المومنین عمر بن الخطاب  
 کی موجودگی میں فرمایا کہ مجھ کو امید ہے کہ جس طرح مشرکوں کے عمل صالح ان کو فائدہ نہیں پہنچتے  
 اے بیشک اس گناہ کو کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے نہیں بخشا اور اُس سے کم جس کے گناہ کو چاہے معاف کرنا ہو

اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شرک کرنا ہو وہ (سیدھی راہ سے) حقیقت دور ہو گیا ہے ۱۲

اُسی طرح ارباب توحید کو کوئی گناہ ضرور نہیں پہونچائے گا اور امیر المؤمنین اس تقریر کو سن کے ساکت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سکوت سے اشارہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو ابن عباس کی رائے سے اتفاق تھا مگر انتظامی ضرورتوں کے خیال سے انکی دوراندیشیوں نے صراحت کو مصلحت کے خلاف سمجھا۔

## سند

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَدُوِّكُمْ أَنْ تَشْكُرُوا فَاذْكُرُوا مَا كُنْتُمْ كَانِ

اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ (پارہ ۵ - سورۃ النہار - رکوع ۲۱)

امام رازی فرماتے ہیں۔

ہم اے علمائے فرمایا ہے کہ اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ گناہ کیسے روکے کر مکتب عذاب نہ ہو گا کیونکہ ہم فرض کریں کہ کسی نے شکر کیا اور ایمان لایا پھر اُسے شراب پی یا زنا کیا تو نبھائے قول اللہ کے لازم ہے کہ ایسا شخص سزا نہ پائے۔

قَالَ اصْحَابُ بَنَادَلَتْ هَذَا الْآيَةِ عَلَى أَنَّ لَا يُعَذَّبُ صَاحِبُ الْكِبِيرَةِ لَا تَأْفَرُضُ الْكَلَامُ فِي مَنْ شَكَرُوا آمَنُوا ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الشُّرْبِ أَوْ الزَّانِ هَذَا أَوْ جَبَّانَ لَا يُعَذَّبُ بِدَلِيلِ قَوْلِهِ تَعَالَى -

قرآن کے الفاظ صاف ہیں اور علمائے ماہر نے انکی مقول تعبیر فرمائی ہے بعض ناقص الادرک

اے اگر تم لوگ شکر کرو اور ایمان لاؤ تو خدا کو تمہارے عذاب کرنے سے کیا حاصل ہے۔

خدا شکر کا قبول کرنے والا دانا ہے ۱۲

مفہوم عام کو قیود و شرائط سے پابند کرنا اور حلقہٴ منفعت کو بشکل اپنے خیالات کے محدود بنانا چاہتے ہیں لیکن الحمد للہ کہ جنت و دوزخ کے حلقوں پر ان لوگوں کو حکومت نہیں دی گئی ہو ورنہ وہ شاید جنت کے دروازوں پر دھڑھڑے قفل لگاتے اور دوزخ کے راستوں کو اتنا کشادہ کر دیتے کہ باستثنائے معدوئے چند سب بندگان الہی کی یاری دہکتی آگ میں جھونک دیے جاتے۔ منعم کی ستائش جو بمعاوضہ انعام کیجائے اسکو شکر کہتے ہیں لیکن ستائش درکنار خدا کی نعمتوں کا شمار کرنا قدرت انسانی سے باہر ہے۔ انسان ان نعمتوں سے جو اس کے خلق میں مبذول ہو، میں اور جو اس کی پرورش میں دمبدم مبذول ہوتی رہتی ہے قطع نظر کر کے غور کرے تو توفیق ستائش ایک بڑی نعمت ہے۔ اسلئے ہر ایک شکر کی توفیق پر دوسرا شکر واجب ہے اور سلسلہ ستائش کتنا ہی دراز ہو لیکن غیر ممکن ہے کہ سرشتہٴ نعمت کی برابری کر سکے۔ ہر گاہ پروردگار اپنے بندوں کو ایسی خدمتوں کی تکلیف نہیں دیتا جو انکی طاقت سے باہر ہوں اسلئے ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں تفصیلی نہیں بلکہ اجمالی شکر مراد ہے اور صرف ایک مرتبہ الشکر للہ والحمد للہ۔ صدق دل سے کہ لینا اسلئے کافی ہے کہ شکر کرنے والا بندگان شاکرین شمار کیا جائے اور بخشش کا الہی سے بہرہ مند ہو کیونکہ اسلئے ترکیب لفظی لام تغریق نے کلمہ شکر کو جملہ نعمتوں کا مقابل کر دیا اور ذخیرہٴ حمد پورا بچ رہا۔ اب منعم فیاض جو صلہ دے وہ پروردگانِ نعمت کے لیے بہت مگر خود اسکی نشان فیاضی کے مقابلہ میں کم ہے۔

## حدیث

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال  
 اذا انعم الله عبدًا نعمةً فيقول العبد الحمد لله  
 فيقول الله تعالى انظروا الى عبدٍ ابي  
 اعطيتُه ما لا قدر له فاعطاني  
 ملائمة له۔ (التفسير الكبير)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے  
 بیان کیا کہ جب اللہ کسی بندہ کو کوئی نعمت  
 دیتا ہے اور وہ الحمد للہ کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ کھو  
 میرے بندہ کو میں نے اسکو بقدر نعمت دی  
 اور اسنے میرے حضور میں بے بہانہ پیش کی۔

جب خدا کی سرکاریں ایسی نکتہ نوازیان اور اسطرح کی قدر دانیان ہوتی ہیں تو کیوں کر  
 قیاس کیا جائے کہ ارباب توحید پر جو زمانہ عمر میں لاکھوں مرتبہ الحمد للہ کہ چکے ہیں حکم سزا  
 صادر ہوگا اور انکی ایسی مرغوب نذرین رائیگان جائیں گی۔

## سند

قال الله تعالى قُلْ لِمَن مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَصَلَّى اللَّهُ  
 كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لِيَجْزِيَكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ الَّذِينَ خَسِرُوا  
 أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ (پارہ ۷، سورۃ الانعام رکوع ۲)

اے پیغمبر! جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے کس کا ہو تم کو اللہ کا جس نے اپنے اوپر رحمت کے لازم کرنا  
 اور تم لوگوں کو قیامت کے دن جو ضرور آئیوا لاہر یک جا کر گیا جو لوگ خود اپنا نقصان کر رہے ہیں وہ ایمان لائیں گے نہیں ۱۲





عرض میں نہ لائے۔

عوض نہ ملے عیسان جرم بھی کا      آئی تجھ کو غفور رحیم کہتے ہیں  
کہیں عدو نہ کہیں دیکھ کے مجھے یا کوس      یہ اُسکے بندے ہیں جس کو کریم کہتے ہیں

اسی سورہ کے رکوع ۶۔ میں ارشاد ہوا ہر والا لَجَاءُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ يَا أَيُّهَا  
فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَا أَنَّهُ مِنْ عَمَلٍ مِنْكُمْ سُوءٌ  
يُجَاهِلُكُمْ ثُمَّ تَأْبَ مِنْ بَعْدِهَا وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اس آیت  
میں اُن سعادتمندوں کا ذکر ہے جنھوں نے ارتکاب معاصی کیا اور پھر تائب ہو کر  
راہ راست پر چل کھڑے ہوئے لیکن ضمن بیان میں جملہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کا  
ایک ہی سورہ میں دوبارہ لانا بہت پر معنی ہے۔ ہر چند یہ جملہ محل خاص میں بیان  
کیا گیا لیکن رحمت عام کی شان محض بوجہ خصوصیت محل کے اپنے اثر کو کم نہیں کرتی  
یعنی یہ نتیجہ پیدا نہیں ہوتا کہ جو لوگ بعد توبہ اصلاح حالت نہ کر سکے وہ رحمت الہی  
سے محروم ہیں۔ چنانچہ میں ایک حدیث صحیح کو نقل کرتا ہوں جس سے امیدواران  
مغفرت اپنے پروردگار کے درگزر کا کچھ اندازہ کر سکیں گے۔

## حدیث

اے پیغمبر جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں جب تمھارے پاس آئیں تو ان سے کہو کہ تم پر سلامتی ہو  
تمھارے پروردگار نے رحمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے جو کوئی تم میں سے بوجہ نادانی گناہ کرے پھر اُسکے بعد  
توبہ کرے اور اصلاح خال کر لے تو اسے بخشے والا مہربان ہو ۱۲

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یحکم عن ربہ عز وجل قال اذنب عبدک ذنباً قال اللہم اغفر لی ذنبی فقال تبارک وتعالی اذنب عبدی ذنباً علم ان لا یریا یغفر الذنوب یاخذ بالذنب ثم عاذا ذنب فقال ای رب اغفر لی ذنبی فقال تبارک وتعالی عبدک اذنب ذنباً فعلم ان لا یرا یاغفر الذنب ویأخذ بالذنب ثم عاذا ذنب فقال ای رب اغفر لی ذنبی فقال تبارک وتعالی اذنب عبدی ذنباً فعلم ان لا یرا یاغفر الذنب ویأخذ بالذنب اعلی ما شئت فقد غفرت لک قال عبدہ الاعلی لا دری اقال فی الثالثۃ او الوابعۃ اعلی ما شئت - (رواہ مسلم)

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یہ حکایت کی کہ ایک بندہ نے گناہ کیا اور کہا یا اسیر گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور باور کیا کہ اُسکا ایک مالک ہے جو گناہ کو بخشا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے پھر اُس نے گناہ کیا اور کہا اے پروردگار میرا گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور باور کیا کہ اُسکا ایک مالک ہے جو گناہ کو بخشا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ پھر اُس نے گناہ کیا اور کہا اے پروردگار میرا گناہ بخش دے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور باور کیا کہ اُسکا ایک مالک ہے جو گناہ کو بخشا اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔ اے بندہ جیسا تو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔ راوی حدیث عبد الاعلی نے کہا کہ تجھ کو یا نہیں کہ تیسری بار پوچھی بار فرمایا کہ جیسا تو چاہے عمل کر۔

حاتم کی سخاوت برائے کہ کی جوادی پرستے والے عموما حیرت ظاہر کرتے ہیں اور کفایت شعار طبعیوں کو تو ان روایتوں پر اعتبار ہی نہیں ہوتا اس حیرت اور بے اعتباری کی بنیاد یہ ہے کہ ان لوگوں نے

اسطرح کی فیاضیاں کبھی نہیں دیکھیں اور جب خود اپنی طبیعتوں پر نظر کرتے ہیں تو انکی ہمتیں ایسی فیاضیوں کی تحمل پائی نہیں جاتیں پس جب تجنبوں کے محاسن کی یہ حالت ہو تو انسان کو محاذ الہی پر جو مثل اپنی ذات کے عدیم مثل فقید النظر ہیں جو کچھ تعجب ہوا سپر کوئی کیوں تعجب کرے۔ اس حدیث کو سنکے شاید کوئی حجتی اعتراض کرے کہ بار بار انکاب معاصی کے بدلہ میں ایسی بخشش عام جب تکاد کرہ کیا گیا خلاف قیاس ہر اسیلے میں تباہ دیتا ہوں کہ گناہوں کا یہ معاوضہ نہیں ہر بلکہ صانع باکمال کو اپنے بنائے ہوئے پتیلے کی یہ نیاز مند سی بھاگئی کہ اُسے گناہ کیا تو بہ شکنی کی لیکن پھر بھی اُسکے حسن اعتقاد نے آقا کا دامن عاطفت نہیں چھوڑا۔ اُسکو وسوسہ شیطانی نے مرحلہ اعلا سے بار بار ہٹایا لیکن جب جب ہٹایا گیا درگاہ عالم پناہ کی طرف رجوع لایا اور رحمت الہی کے قدموں پر گر پڑا۔

فلقد علمت ان عفولک اعظم  
فمن الذی یدعو یرجو المجرم

یا رب ان عظمت ذنوبی کثرت  
ان کان لا یرجو الا محسن

سند

قال الله تعالى قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

لے برور و گارہ جب میرے گناہوں کی تعداد زیادہ ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرے بخشش اُس سے بھی زیادہ ہے۔ اگر تیرے نیک کار تیری درگاہ کا امیدوار ہو سکتا ہے۔ تو پھر گناہگار کو کچھ پچھائے اور کسکی امید داری کرے ۱۲

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ  
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (پارہ ۲۴- سورۃ الزمر رکوع ۶)

ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک جو اردو دولت مند جسکی فیاضیان مشہور ہیں اپنے قصر دولت  
کی چھت پر جلوہ افروز ہر اور ہاتون کے اشارے سے قیرون کی جماعت کو اپنی طرف  
بلارہا ہے۔ افلاس زدہ گروہ میں ایک فلسفی بھی شامل ہے جسکے ہاتون کی لغزشیں اُسکی  
فاقہ مستیان ظاہر کرتی ہیں۔ اشارہ کرنے والے نے کہا نہیں کہ وہ ان لوگوں کو بدعت  
کے لیے بلارہا ہے یا تہدید شدید کرتی ہے کہ یہ کثیف چنستان عیش کی ہوا کو گندہ نہ کرے  
پھر ایک عقلی خطرہ یہ بھی موجود ہے کہ حاجتمندوں کے خوفانے آسائش میں خلل ڈالا  
اس لیے صاحب خانہ نے واسطے انگلی گوشمالی کے تکلیف قدم کو ارفا فرمائی ہے کہ کون  
کہہ سکتا ہے کہ بدگمانیوں کے پہلو حلقہ اسکان عقلی سے خارج ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا بھوکا  
فلسفی اس اشارہ کو دیکھ کے ترتیب مقدمات میں وقت رائگان کر گیا یا اس لیے دوڑ  
پڑ گیا کہ سب سے پہلے دولت صدقہ سے بہرہ مند ہو؟ میری تو یہ ہے کہ کھلی فوجی  
کی حقیقتیں فرط امید میں فراموش ہو گئی اور کاسہ دماغ میں اسوقت اس خیال کے  
سواے اور کچھ نہ ہوگا کہ اکبشکول گدائی چند ساعت میں لبریز نعمت ہوا چاہتا ہے  
حاصل تمیل یہ ہے کہ حکیمانہ مصالح سے ہر چند ابھی قطعی احکام مغفرت صادر نہیں کیے گئے

لے بغیر کہ وہ کہے ہمارے بند و خجھون نے (جو ہر ایک معاصی) اپنے آپ پر یاد تیاں کیں اللہ

کی رحمت سے ناامید نہ ہو تو بخشنے والا ہر ایک ہے ۱۲

لیکن صدے کرم نے بہرہ مندی کی ایسی امیدیں دلائی ہیں کہ انکی چمک اور دمک میں  
 یایوسی کی تیرگی دکھائی نہیں دیتی۔ اس آئیہ کرمیہ میں صراحتہً صرف ناامیدی سے نفرت  
 ہو مگر اُسی کے ساتھ خدے اپنے رحم و مغفرت کا تذکرہ پُر زور الفاظ میں فرمایا ہے جن سے  
 ظاہر ہوتا ہے کہ انعام الہی حاجتمندوں کے حوصلہ سے زیادہ اور ارحم الراحمین کے شایان  
 ہوگا عیناً دینی کا پیارا لفظ بچینے کی دلپسند تاکید ان دونوں کے بعد جملہ *هُوَ الْغَفُورُ*  
*الرَّحِيمُ* عزیز و بڑا معنی خیز بھت انگیز ہے دنیا کے حاکم جب ایسے اشاروں کا استعمال  
 کرتے ہیں تو آخر ان سے تمھاری امیدیں نیک نتیجے پیدا کر لیتی ہیں پس جب شایان  
 کا بادشاہ خود ان کا استعمال فرماتا ہے تو پھر ایک دوسرے کو کیوں مبارکباد نہیں دیتے  
 اور شکرانہ کامیابی میں جبین عقیدت کو واسطے سجدہ کے نہیں جھکا لیتے۔ از سر  
 ترکیب عربی جملہ *هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ* سے معنی حصر پیدا ہوتے ہیں اور شک نہیں  
 کہ رحم حقیقی اور بخشش واقعی وہی ہے جو معلل باغراض ذاتی نہ ہو۔ دنیا کے سب بابائیم  
 جود و کرم کا اظہار کسی نہ کسی غرض سے کرتے ہیں اور جسمانی خواہ روحانی کوئی کوئی  
 قائدہ ذاتی انکی دامان شفقت میں چھپا رہتا ہے یہاں تک کہ مان اور باپ بھی فرزندوں  
 کے ساتھ اسی لیے رعایت کرتے ہیں کہ انکی خدمتوں سے آئندہ فائدے اٹھائیں  
 انکی محبوب صورتیں کلیجے میں ٹھنڈک پیدا کریں خواہ خاندان کا نام و نشان انکی  
 ذات اور نسل سے قائم رہے۔ بڑے سے بڑا بے نیاز دنیا اپنی ناموری کا نیاز مند  
 رہتا ہے اور اگر طبیعت پر دلولہ خدا شناسی غالب ہو تو رحم و عفو کا شعرا سیلے اختیار کرتا ہے

کہ رضاے الہی کو حاصل کرے لیکن ذات پاک باری جامع کالات ہوا اور بے وقعت مخلوق سے اپنی ذات و صفات کے لیے کسی قسم کا استفادہ کرنا اُسکی شانِ الوہیت کے خلاف ہے۔ وہ انسانی حمد و ثناء کی جو کچھ قدر افزائی کرتا ہے یہ اُسکی خالقانہ بندہ نوازی ہے ورنہ حقیقت روح خوانی کی اُسکو پروا نہیں ہے اور نہ اسطرح کی حمد و ثناء سے اُسکو کوئی ذاتی فائدہ حاصل ہوتا ہے اسحالِ غفور وہی ہے رحیم وہی ہے دوسرے کیسی ہی نقیلِ تابین مگر غیر ممکن ہے کہ حد امتیازی مٹ جائے اور اصل و نقل کا تفاوت دور ہو۔

## شند

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى نَبِيِّ عَبْدِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

وَأَن عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ (پارہ ۱۴ - سورۃ الحجۃ رکوع ۴)

ٹھیک اسی آیہ کے پہلے اربابِ تقویٰ کو جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں ہمارا خدا رحمت کے ساتھ صفتِ علم سے متصف ہے اور واقعات کا فَمَا يَكُونُ سب اُسکے سامنے حاضر ہیں پس غیر ممکن تھا کہ وہ نہ جان لیتا کہ اتقیا کے گروہ سے بڑی ایک جماعت اُسکے بندگان گنہگار کی ہے اور تذکرہ رحمت میں اُن بکیسوں کی دلدہی نہ کرنا بے نیاز کی شانِ بندہ نوازی سے بعید ہے۔ الغرض نبی کریم کو حکم ہوا کہ صلاے کرم اُن سب لوگوں کو سنادیں جو عبودیتِ الہی کا اعتراف کرتے ہوں۔ علمِ اصول فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ جب

۱۵ اے پیغمبر میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں اور میرا عذاب دردناک عذاب ہے ۱۱

کسی صفت کے لگاؤ میں اُسکے مناسب حال حکم صادر ہو تو علت صدور حکم وہی صفت  
ہو کر تھی ہر مثلاً اگر کہا جائے کہ سارق مستوجب سزا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ سرقہ حکم نرکی  
علت ہے علی ہذا خدا کے اس ارشاد سے کہ بندگان متقی جنت میں جائیں گے۔ ثابت ہوتا ہے  
کہ یہ سعادت اُن لوگوں کو بدولت تقویٰ حاصل ہونے والی ہے۔ اس آیت میں حکم ہے کہ میرے  
بندوں کو بشارت دو پس سمجھنے والے کیون نہیں سمجھ لیتے کہ شانِ رحمت نے گوارا نہیں  
کیا کہ نیک کار بندے وعدہ الغام سے روحانی سرور حاصل کریں اور بندگانِ گنہگار  
مایوسی کے ساتھ منہ دیکھیں ایسے شرفِ عبودیت نے تحریک کی اور یہ جانفزا بشارت  
مقرانِ بالعبودیت کو دیکھی اس سند میں وہ سب اشارے موجود ہیں جنکی تشریح سند مقدم  
الذکر میں کی گئی لیکن انی و ۲۰ کی ضمیر متصل اور مفصل نے لطف اشارہ کو دو بالا کر دیا ہے  
نقرہ اَنْ عَذَابِنِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلَیْمُ کا مفہوم بھی خدا کی جلالت کے شایانِ شان  
ہے۔ دنیا میں مروءِ حلیم کی آتش غضب جلد بھڑکتی نہیں اور جب بھڑکتی ہے تو بآسانی  
بجھتی نہیں اسی تجربہ پر قیاس کرنا چاہیے کہ اگر ان حلیموں کا خلاق اپنی تہری صفت کا  
اظہار کرے تو اُسکے شعلے کتنے بلند اور دیر پا ہوں گے لیکن گفتگو یہ ہے کہ کیا بردِ حساب  
وہ اربابِ توحید پر بھی اظہارِ قہر فرمائے گا ؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو دوسرے اسل  
یہ ہے کہ کس حد تک ؟ رموزِ قدرت کو خدا کے بندے بالخصوص وہ جو گنہگار ہوں کب  
جان سکتے ہیں لیکن جو اشارہ اُسی کے بیان سے پیدا ہوتا ہو یا جو خبر اُسکے رسول نے  
دی ہو وہ کسی کے چھپائے چھپ بھی نہیں سکتی۔ آیہ محولہ میں پہلے خدا نے اپنی



ذات پاک رحمت و غفران کی صفت سے متصف ظاہر کیا اور اُس کے بعد اُس عذاب کا بھی تذکرہ فرمادیا جو اُس کے کارخانہ قدرت میں ہمیا ہی لیکن پھر بھی بمقابلہ صفات جمالیہ کے نہ اپنے تئیں معذب کہا اور نہ کسی دوسری قہری صفت سے موصوف ظاہر فرمایا ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا اس تفرقہ سے کوئی اشارہ پیدا ہوتا ہے؟ اور اگر پیدا ہوتا ہو تو وہی مقصود بیان اور ذریعہ تسکین خاطر ہم گنہگار ان ہی اشارہ قرآنی کو محفوظ فی اللہ رکھ کے دوسرے دن کو اس موقع میں سن لیجیے۔

## حدیث

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما خلق اللہ المخلوق کتب فی کتابہ فہو عندہ فوق العرش ان رحمۃ تغلب غضبہ (رواہ مسلم)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب خدا نے مخلوقات کو بنایا تو اپنی کتاب میں جو اُس کے پاس عرش پر ہے لکھ لیا کہ میری رحمت میرے غضب سے غالب ہوگی

شان رحمت کا غالب اور قوت قہریہ کا مغلوب ہونا تو ثابت ہو گیا اب ارباب توحید کے انجام کو ملاحظہ کیجیے۔

## حدیث

سردی ابو موسیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ابو موسیٰ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے



رحمت الہی کی وسعت خواستگار ہو کہ ہم لوگوں کی جماعت کو ہولت کے ساتھ قصر جنت میں پہنچا دے اور دوست و دشمن بنیان رفیع الشان کی جلالت قدر کو دیکھیں اور خدا کی حکیمانہ پروا کا اعتراف کریں۔

حضرت نوحؑ نے جب اپنی کشتی بلاخیز طوفان میں ڈالی تو کہا **يٰسَيِّدِ اللّٰهِ هَبْ رِيحًا** وَمَوْسِمًا لَّيّٰ رِيْقٍ نَّعْفُوْذٍ رَّحِيْمٌ ان کلمات کی برکت سے اُنکی کشتی ساحلِ مرا کو پہنچی ہم بندگانِ الہی دن رات میں کتنی مرتبہ خدا کا نام ساتھ تذکرہ رحمت کے لیتے ہیں ایسے بہت قرین قیاس ہو کہ ہماری امیدوں کی کشتیاں قیامت کے دن قبرِ بلا سے صحیح و سالم نکل آئیں۔ نام خدا خدائے نام میں بہت بڑی برکت ہو وہ صرف نام لینے والے کو فائدہ نہیں پہنچاتا بلکہ دور دراز وسائل تک کامبارک اثر سرایت کر جاتا ہے۔ چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ ایک اَلْو العزم نبی نے راہ چلتے کسی قبر کو ملاحظہ کیا اور دیکھا کہ صاحبِ قبر پر عذاب ہو رہا ہو اتفاقاً لوٹتے ہوئے پھر اُسی راستہ سے اُنکا گذر ہوا اور یہ عجیب کرمِ قدرت نظر آیا کہ ملائکہ رحمت طبقہ اے نور صاحبِ قبر کے لیے یہ لائے ہیں اس واقعہ کی حقیقت حال لائقِ تفتیش تھی نبی نے جناب باری کی طرف رجوع کیا وحی آئی کہ اس میت نے دم مرگ اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑا تھا جو بعد وفات شوہر بیٹا جنی وہ بڑا ہوا اور مکتب میں خدائے رحیم کے نام کی تعلیم حاصل کی پھر تو دریا سے رحمت جوش میں آگیا اور غیرتِ الہی نے گوارا نہیں کیا کہ سطحِ زمین پر بیٹا۔ خدا کا اس طرح نام لے اور زیرِ زمین اسکے باپ پر عذاب ہوتا ہے صحیحِ بقرہ مسیح کے تعلیم کی یہ ہے کہ اگر آدمی خدا پر

بھروسہ رکھتا ہوا اور پہاڑ کو حکم دے کہ ٹل جا تو اسکی مجال نہیں ہے کہ اپنی جگہ پر ڈٹا ہے  
 بزرگان سلف میں ایسے بھروسہ کرنے والے بہت گزے ہیں اور آج انکی کارروائی  
 جو محض حسن اعتقاد کی بنیاد پر ظاہر ہوئیں بنام کرامت تعبیر کیجاتی ہیں چنانچہ سرشکر  
 اسلام خالد بن الولید کی نسبت حکایت کیجاتی ہے کہ یَسْمِعُ اللَّهُ الْخَمْنِ الرَّحِيْمُ  
 کہ کے ستم قاتل نوش کر گئے جان جانا تو بڑی بات تھی ایک بال بھی اُن کا بیکانہیں ہوا  
 زیدؓ ابن حارثہ کسی منافق کے ساتھ مکہ سے طائف کو چلے دغا باز رفیق نے  
 بحالت خواب اُنکے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیے اور آدھ قتل نظر آیا زید نے جب  
 دست تدبیر کو بیکار پایا تو خلوص عقیدت سے پکار اُٹھے يَا ذَحْمَنُ اغْثِنِي آخر کار  
 خدا کا فرشتہ آپہونچا باندھنے والے کو سزائے موت دی اور بندھے ہوئے کی بندشیں  
 کھول دیں۔ اب بھی اگر ارباب توحید پر سودے بے اعتمادی غالب نہو تو دین  
 و دنیا دونوں جگہ کی مشکلات کو خدا کا نام لے کے حل کرنا کچھ بھی دشوار نہیں ہے۔

## سند حدیث

عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی تھے  
 ایک عورت منجملہ اُن قیدیوں کے جستجو کرتی  
 عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَدِمَ عَلَى  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْيٍ  
 إِذَا امْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ تَبْتَغِي إِذَا

وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ  
فَالصَّبَقَةُ بِطَنِيهَا وَارْضَعَتْهُ  
فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ اَتُرَوْنَ هَذِهِ الْمَرْأَةَ طَارِحَةً  
وَالِدَهَا فِي النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللَّهِ وَهُوَ  
لَقَدْ رُحِلَ أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ ارْحَمُوا بَعَادَةَ مَنْ  
هَذِهِ بَوْلَدِهَا (رواه مسلم)

اور جب ایک بچہ کو قیدیوں میں پائی تو اسکو  
اٹھا کے پیٹ پٹا لیتی اور دودھ پلاتی رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ کیا  
تم لوگوں کی راکھ میں یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں  
ڈال دیگی؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں خدا کی  
قسم اگر اسے امکان میں ہو تو نہ ڈالے گی۔ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت اپنے بچہ پر  
جتنی مہربان ہو اس سے زیادہ پروردگار اپنے  
بندوں پر مہربان ہے۔

## حدیث

عن عامر الرام قال فبينما نحن عند أبيه  
عند النبي صلى الله عليه وسلم اذ اقبل رجل  
عليه كساعه وفي يده شئ قد انفت  
عليه فقال يا رسول الله اني لما رايتك اقبلت  
اليك فمررت بغيصه شجر فسمعت فيها  
اصوات فخرج طائر فاخذ نهن

عامر الرام سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک آدمی گلیم اوڑھے  
پہنچا اور اس کے ہاتھ میں کچھ چیز گلیم میں لپیٹی ہوئی تھی  
اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تجھے حضور کو  
دیکھا اور آپ کی طرف چلا پس میرا گدرا ایک بھاری  
میں ہوا اور وہاں چڑیوں کے بچوں کی آواز سنی

فَوَضَعَهُنَّ فِي كِسَافٍ فَجَاءَتْ أُمَّهُنَّ  
فَاسْتَدَارَتْ عَلَيَّ رَاسِي فَكَشَفْتُ  
لَهُمَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ فَلَقِقْتُهُنَّ  
فِي كِسَافٍ فَهُنَّ أَوْلَاءٌ مَعِيَ فَقَالَ لَضَعْنَهُنَّ  
فَوَضَعْنَهُنَّ وَأَبَتْ أُمَّهُنَّ إِلَّا لَزُومُنَّ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ اتَّعْبُونَ لِرُحْمَاءِ الْأَنْفَرِ  
فِرَاحَهُنَّ فَإِذَا لَذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ  
اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ أَمْرِ  
الْأَنْفَرِ بَعَثَ رَاحَهُنَّ لِرُجْعَةٍ  
بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ  
حَيْثُ أَخَذْتَهُنَّ وَأُمُّهُنَّ  
مَعَهُنَّ فَرَجَعَهُنَّ بِهِنَّ۔

اور انکو بچڑ کے اپنی گلیم میں کھ لیا تب ان کی  
مان آئی اور میرے سر پر پھیر لگایا میں نے بچوں  
کو دکھایا تو وہ ان پر آگری پھر میں نے بچوں  
کو گلیم میں لپیٹ لیا جو میرے پاس موجود ہیں  
حصوے فرمایا کہ انکو رکھو اور میں نے رکھ دیا  
مگر انکی مان اسکے پاس سے نہ ملی پس فرمایا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا تم لوگ اس  
شفقت پر جو ان کو اپنے بچوں پر ہے تعجب کرتے  
ہو؟ اُس ذات کی قسم جس نے مجکو سچائی کے  
ساتھ مبعوث کیا ہے ہر اکینہ اللہ اپنے بندوں پر  
زیادہ شفیق ہے یہ نسبت بچوں کی مان کے اپنے  
بچوں پر اور فرمایا کہ انکو لیجا اور وہاں کھدے  
جہاں سے نکالا ہے اور انکی مان انکے ساتھ ہو  
پس وہ مردان کو لے گیا۔

(رواہ ابو داؤد)

ان حدیثوں میں انسانی اور حیوانی مائوں کے نمونہ شفقت ناظرین نے ملاحظہ کیے اور پھر  
میں عرض کرتا ہوں کہ انسان ہر چیز خود غرض مخلوق ہے لیکن بسا اوقات مادرانہ شفقت  
عورتوں کو آمادہ کرتی ہے کہ اپنی عزیز جان کو بچوں پر فدا کر دیں۔ میرے ایک بڑے

ذی علم دوست کسی جگہ بہ تعلق ملازمت مع اہل و عیال سکونت پذیر تھے اتفاقاً گھر میں لگ  
 لگی اور اُس کمرہ سے جسمیں اُنکا بچہ سو رہا تھا آگ کے شعلے بلند ہو چلے ہمارے دوست  
 قوی بازو مرد دلیر تھے لیکن غرق حیرت کھڑے رہے اور ناز پروردہ شریف بی بی جلتے  
 ہوئے گھر میں گھس گئی اور پیائے نیچے کو نکال لائی۔ ہر انسان مدنی لطیف تسلیم کرتا ہے  
 کہ دنیا میں مان سے زیادہ دوسرا شفیق نہیں ہو وہ قبل از حمل متناہن کرتی ہے اور  
 بعد حمل جان بوجھ کر کہ اسکو خطرناک مرحلہ درپیش ہو واسطے سلامتی اُس عہد کے  
 جسکی صورت بھی نہیں دیکھی دعائیں شروع کر دیتی ہے۔ وہ ان رحم میں پورا ڈھانچہ  
 نہیں بنا کہ یہاں خیر اندیش مان نے خیالی صورت کھڑی کر لی اور اپنے حوصلہ کے  
 موافق اقبال مندی کے تاج اور سعادت مندی کی قبائیں بیجان قالب کو پہنائی  
 شروع کر دیں۔ امیدوں کے ہجوم میں وہ فرزندانہ اطاعت کی آس بھی صندوق  
 سینہ میں چھپائے رہتی ہے لیکن ہر گاہ ہزاروں مشالین دیکھ چکی ہے کہ بے در  
 فرزند جوان ہو کے مادری حقوق کو کھول جاتے ہیں اسلئے چمنستان تصور میں  
 اُسکی امیدوں کی کلیان مڑھائی ہوئی دکھائی دیتی ہیں با این ہمہ شفقت  
 فطری کا ہر ابھر باغ بدگمانیوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ شک نہیں کہ اگر ان کو قطعاً  
 معلوم ہو جائے کہ سلوک نیک کا کیا ذکر آئندہ چل کے صاحبزادے اُسکے  
 تعلقات بطنی کو بھی فراموش کر دیں گے تاہم وہ اپنی خیر طلبی سے دست کش نہوگی  
 چنانچہ تائید اس بیان کی حکایت ذیل سے ہوتی ہے جو کتاب سلاطین بابۃ میں تحریر ہے

## حکایت

دو عورتیں ایک ہی گھر میں سکونت پذیر تھیں تھوڑے فقاوت ایام میں دونوں بچے جنین ایک مر گیا اور دوسرا زندہ رہا۔ دونوں عورتوں میں ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ زندہ بچہ اسی کا زائیدہ ہے اور دوسری بچہ مر گیا۔ یہ مقدمہ حضرت سلیمان کے اجلاس میں پیش ہوا اور پچیدگی یہ نظر آئی کہ سولے بیان دعویداران کے کسی شہادت ضعیف یا قوی کا وجود نہیں ہے۔ دشمنان فرمان والے تلوار منگائی اور حکم دیا کہ بچہ کے دو مساوی ٹکڑے کیے جائیں اور ایک ایک ٹکڑہ ہر عویدار کو دیدیا جائے، جھوٹی عورت اس فیصلہ پر رضامند ہو گئی کیونکہ حیر بھاڑ میں ہر چند ایک بے گناہ معصوم کی جان جاتی تھی لیکن حکام یہ مطلب تو حاصل ہوتا تھا۔

شام کہ از رقیبان دامن کشان گذشتم گوشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد لیکن سچی عورت کے پیٹ میں قبل نفاذ حکم پھر یان پر گئیں اور وہ چلا اٹھی کہ منصف نہ قطع و برید کی ضرورت نہیں سلم لڑکا دوسری عورت کو دیدیتجھے۔ جب نادری شفقت کا پتہ چل گیا تو پھر فیصلہ میں دشواری باقی نہ رہی اور آخر الذکر عورت کی گود میں نزاعی بچہ دیدیا گیا۔ بھیک مانگنے والی عورتیں گود میں بچہ دبا لے صبح سے شام تک جکر لگاتی در بدر ٹھوکرین کھاتی ہیں لیکن اس تنگ حالی میں بھی گوارا نہیں ہوتا کہ خود سیر ہو کے کھائیں اور بچہ بھوکا ہے خدا ہی جانتا ہو کہ بد نصیب مائیں اپنے جذبات کو کس طرح



دبا لیتی ہیں لیکن دیکھنے والوں نے اکثر دیکھا ہے کہ گداگر عورت کو لگدائی سے نرم نرم  
 لقمے چن کے اپنے فرزند کے منہ میں ڈالتی ہے اور خود نیچے پچائے خشک ٹکڑوں کو  
 چبا کے پڑھتی ہے وہ دن بھر کی تھکی ہوئی وہ گرم راتوں میں مروہ جنبانی کرتی ہے کڑکڑاتے  
 جاٹے میں نیچے گوگردی سے پھپھالیتی ہے اور اگر کوئی گوشہ نیچ رہا تو اسی ناکافی حصہ  
 واسطے اپنی آسائش کے قناعت کرتی ہے۔ شدت سرما سے کلیجہ کانپ رہا ہے لیکن  
 اگر محوشی میں وہ اپنے لخت جگر کو سینہ سے لپٹا لیتی ہے کہ جسم کی حرارت غریزی سے  
 نیچے کو راحت ملے۔ یہ سچ ہے کہ بعض حالتیں معذوری کی ایسی بھی پیش آجاتی ہیں  
 کہ سخت دل مائیں اپنے فرزندوں سے قطع تعلق کرتی ہیں لیکن اُن معذوریوں کی  
 داستان اور اُن صدموں کی کیفیت جو ہنگام قطع تعلق دل میں چٹکیاں لیتی ہیں اگر کوئی  
 صاحبِ دل اُن بد نصیبوں کی زبان سے سُن لے تو شک نہیں کہ مغز استخوان جل اٹھے  
 اور گرم آنسو کی جھڑی غیر موسم میں برسات کا سامان دکھائے۔

قادرِ قدیر عیب معذوری سے پاک اور مان سے زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ہے اُس کے  
 خزانہ قدرت میں کسی چیز کی کمی بھی مستی نہیں جاتی ممکن ہے کہ دنیا میں وہ مصلحت اپنے بندہ  
 کو کسی نعمت سے اُسی طرح محروم رکھے جیسا کہ شفیق مان بخیاں تندرستی بچوں کو پرہیز  
 کراتی ہے لیکن عالمِ آخرت کی حالت دوسری ہے اور قیاس باور نہیں کرتا کہ اُس عالمِ حشر  
 میں ہمارا پروردگار اپنا دامنِ شفقت گناہگاروں کے سر سے اٹھالے اور بندگان  
 معترفِ بعبودیت کو اُس عذاب میں مبتلا کرے جسکی ہیبت ابھی سے خاکساروں کے

دل ہلارہی ہو۔ اسی عقیدہ مغفرت کا نام حسن الظن ہے اور حدیث شریف میں اس کے  
دلنشین رکھنے کی سخت تاکید ہوئی ہے۔

## حدیث

عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل وفاتہ بتلایۃ  
لا یموت احدکم الا وهو یحسن باللہ  
الظن۔ (رواہ مسلم)

جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ  
تین دن قبل وفات کے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کو فرائے سنا ہے کہ تم لوگوں میں ہرگز کوئی نہ مرے  
مگر یہ کہ خدا کے ساتھ گمان نیک رکھتا ہو۔

## حدیث

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ مائتہ  
رحمۃ انزل منها رحمۃً واحدۃً  
بین الجن والانس والہائمات  
والہوام فیہا یتعاطفون وبعھا  
یتراحمون وبعھا تعطف الوحش علی ولدها

ابو ہریرہ کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی سو ہمتیں ہیں جن میں  
ایک رحمت اُس نے درمیان جنوں آدمیوں  
جانوروں اور کھڑیوں کے نازل کی ہے جس کی پرت  
وہ سب ایک دوسرے سے محبت اور شفقت کرتے  
ہیں اور اُس کی تحریک سے وحشی جانور اپنے بچوں کو

واخِرَ اللّٰهُ تَسْعَةً وَتَسْعِينَ  
 رَحْمَةً بِرَحْمَتِهَا عِبَادَةُ يَوْمِ  
 الْقِيَامَةِ۔ (رواہ مسلم)

پیارے کرتے ہیں۔ اور ننانوے رحمتیں خدا نے  
 اٹھارہویں جنسے بروز قیامت اپنے بندوں  
 کے ساتھ سلوک فرمائے گا۔

مادرانہ اشفاق کا بیان قبل اسکے ہو چکا ہے۔ رانہ شفقتوں سے ہر ذی شعور واقع ہوا ہے۔ نہ اولیٰ کے  
 جو شرف داد و ستون کے ولولہ اتحاد کی ہر ایک دور عالم میں تناخواتی ہوا کی اب کہا جاتا  
 ہے کہ کلجگ کی خود غرضی نے ایسے محاسن کو دبایا ہے لیکن حق یہ ہے کہ اُسکی وسعت کا اندازہ  
 اس میں بھی مشکل کیا جاتا ہے عاشقی اور معشوقی کی حیرت انگیز داستانیں ہر قوم کی وایتوں  
 میں بکثرت موجود ہیں اور شک نہیں کہ ایسے تعلقات کا دریا اہلک بدستور قدیم لہریں  
 لے رہا ہے اور جب تک دنیا کا پرلے نہوا سکی شورش نیک یا بد قالب میں قائم رہے گی  
 یہ سب شعبے اُسی ایک تنہ شجرِ رحمت سے نکلے ہیں جنکو دستِ قدرت نے کرہ ارض پر  
 لگایا ہے باقی ننانوے حصے احمد سد کہ خزانہ الہی میں ایسے محفوظ ہیں کہ عرصہ محشر میں اپنا  
 اثر دکھائیں پس یہ امید بے بنیاد نہیں ہے کہ ارباب توحید کی جماعت میں جو محل نزول  
 برکات ہیں ایک بھی چشمہ فیض باری کا پیا سا باقی نہ رہ جائے گا۔

ہم نے مباحث متعلقہ تقدیر میں لکھا ہے کہ خداوند عالم اپنے فضل سے بعضوں کی دستگیری  
 کرتا ہے جسکی بدولت وہ لوگ ارتکابِ معاصی سے بچ جاتے ہیں۔ دوسرے ایسی  
 دستگیری سے کیون محروم ہیں اُسکا معقول جواب اُسی موقع میں دیا گیا ہے لیکن یہاں  
 ایک اور نکتہ شکرِ بیان کیا جاتا ہے۔

ایک حصہ رحمت کے جلوے ہم لوگ دنیا میں دیکھ رہے ہیں نافرمانی سے جنت کے جو مخزون ہیں آخر انکا بھی عالم آخرت میں کچھ مصرف نکلنا چاہیے اور بظاہر اسی ضرورت سے دنیا میں بڑی جماعت بندگان گنہگار امیدوار مغفرت کردگار کی کھڑی ہو رہی ہو۔ اس نکتہ کو محض میرے خیال نے پیدا نہیں کیا بلکہ حدیث صحیح میں اسکی طرف اشارہ صریح موجود ہے۔

## حدیث

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ قال حذر  
حضرتہ الوفا لا کنت کتمت عنکم شیئا  
سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول  
لو لا انکم تدنون لخلق اللہ خلقا یدنون  
یفقر لہم۔ (رواہ مسلم)

ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ وقت اپنی  
وفات کے اٹھونے لگا کہ میں نے ایک بات رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے جسکو تم لوگوں سے  
چھپا رکھی تھی۔ میں نے حضرت سے سنا کہ فرماتے تھے اگر  
تم لوگ گناہ نہ کرو تو خدا کوئی ایسی مخلوق پیدا کرے  
جو تمکب معاصی ہوں اور خدا انکے گناہوں کو بخشے۔

حضرت ابو یوسف کو اس حدیث کی روایت میں یہ اندیشہ رہا کہ تنگ خیال آدمی با اعتماد تغیر طرز کلام  
معاصی پر دلیر نہ ہو جائیں اور کچھ شک نہیں کہ ایسے زمانے میں جبکہ نفاذ احکام شرعی کی کوششیں  
ہو رہی تھیں شان رحمت کا ایسا اعلان خلاف مصلح عامہ تھا لیکن جب تعلیم شریعہ  
کی روشنی پھیل گئی اور طبیعتیں اُنکے تحمل کی خوگر ہو گئیں اُس وقت بزرگوار صحابہ نے دنیا کو

اس طرح کی مسکن حدیثوں سے بیخبر رکھنا گوارا نہیں کیا۔

## شند حدیث

عن عبادة بن الصامت انه قال ما من حديث سمعت من رسول الله صلى الله عليه وسلم لكفرية خيرا الا وقد حدثتكموه الا حديثا واحدا وسوف احدثتكموه اليوم وقد احييت بنفسي سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار۔  
(زواہ مسلم)

عبادہ بن الصامت سے روایت ہے کہ کہا انھوں نے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جس کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اور زمین تمھاری بھلائی رہی ہو مگر میں نے تم لوگوں کو وہ بات کہی۔ ہاں ایک بات باقی ہے جس کو آج کہتا ہوں اور میری وقت اخیر ہے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو کوئی گواہی دے کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے اور بیشک محمد اللہ کے رسول ہیں تو اللہ اس پر آتش و دوزخ حرام کر دیگا۔

## حدیث

عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اعتقاد پر لا الہ الا اللہ کے

دخَلَ الْجَنَّةِ - (رواہ مسلم)

وقات کرے وہ داخل ہوگا جنت میں۔

## حدیث

عن معاذ بن جبلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْزُودُ اتَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنْ يَعْْبُدُ اللَّهُ وَلَا يَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا فَقَالَ اتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنْ لَا يُعَيِّنُ بِهِمْ (رواہ مسلم)

معاذ بن جبل سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ تو جانتا ہے بندہ پر اس کا کیا حق ہے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا کہ وہ حق یہ ہے کہ اللہ کی پرستش کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ بندوں کا کیا حق اللہ پر ہے جب وہ ایسا کریں۔ میں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے حضور نے فرمایا کہ وہ حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ کرے۔

## حدیث

عن أبي ذرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي جَبْرُئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مِنْ مَّائَاتٍ

ابو ذر غفاری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ کو خوشخبری دی کہ جو شخص تمھاری

مِنْ اَمْتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا  
دَخَلَ الْجَنَّةَ قَلْتُ وَاَنْ زَنِي وَاَنْ  
سَرَقَ قَالَ وَاَنْ زَنِي وَاَنْ سَرَقَ -

(رواہ مسلم)

کرے اور چوری کرے۔

امت سے مے اور اسد کے ساتھ کوئی شریک  
نہ کرتا ہو تو جنت میں جائیگا۔ میں نے کہا اگرچہ نہ  
کرے یا چوری کرے انھوں نے کہا کہ اگرچہ نہ  
کرے اور چوری کرے۔

ان حدیثوں کو مسلمانوں کا بہت بڑا فرقہ صحیح تسلیم کرتا ہے اور اسکی مسلم الثبوت کتابوں میں  
ایسے مضمون کی اور حدیثیں بھی روایت کی گئی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ انھیں کتابوں  
میں ایسی حدیثیں بھی مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتکبان گناہ کو بپاداش عمل  
تند و سخت عزابی زحمتیں اٹھانی پڑیں گی۔ اور بعض حدیثوں کا یہ مفہوم یہ ہے کہ ایک گروہ  
ارباب توحید کا بھی جہنم میں ڈالا اور پھر نکالا جائے گا اس تعارض میں جو نظر آتا ہے کچھ  
راز ہیں جنکی حقیقت کو خدائے کار ساز کریم بے نیاز خوب جانتا ہے لیکن دقیقہ سنج عالموں  
نے مفہوم عام میں کچھ قیدیں لگائیں معانی خاص میں چند شرطیں بڑھائیں الحاصل  
اُن کے خیال میں صالحین سلف کا یہ عقیدہ تھا۔

## عقیدہ

جن بندگان مکلف نے دنیا میں ساتھ اعتقاد صحیح کے دامن عمل کو پاک صاف  
رکھا وہ لاکلام جنتی ہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور یہی حالت اُن  
خوش نصیبوں کی بھی ہے جنھوں نے قبل از مرگ توبہ نضوج کر کے اپنے اعتقاد و عمل سدھار

کافرون اور مشرکون کے حق میں خلود فی العذاب کے قطعی احکام صادر ہو چکے اسلئے اُنکی رہائی کی امیدیں منقطع ہیں۔ اب ایک فرقہ ارباب توحید کا باقی رہا جسکے ممبروں نے گناہ کیے اور قبل از مرگ توبہ بھی نہ کر سکے یہ لوگ ہر چند عذاب ابدی سے محفوظ ہیں لیکن بخصوص عذاب عارضی (نفوذ بالمدنہ) اُنکی حالتیں مشتبه ہیں یعنے ممکن ہے کہ بتائید رحمت الہی سزا سے نلوہ بچ جائیں اور یہ بھی اندیشہ ہے کہ کم و بیش (کما شاء) اپنے کیے کی سزائیں۔

یہ سارے قرن قیاس پائی جاتی ہے اور اسکی مدد سے وہ تقاض جو مابین الاحادیث نظر آتا ہے رفع ہو جاتا ہے اسلئے میں اُسی کو تسلیم کر کے عرض کرتا ہوں کہ یہ مشتبه الحال فرقہ صد ہا ضمنی گروہ کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے ہے جسکی تفصیل دشوار اور موجب ملال خاطر ناظرین بھی ہے اسلئے میں عنان توجہ کو اسکی طرف سے پھیر کے کہتا ہوں کہ ممبران فرقہ موحدین جن لوگوں کو بزمانہ عمر عمل بشرائع کی طرف رغبت اور کردار سراسر سے مبتلا رہی ہو وہ اگر اعتقاد توحید کے ساتھ اپنی جانین قابض الارواح کو سپرد کریں تو سودر جے میں نناوے درجہ اُن کے لیے یہی امید ہے کہ پروردگار کی رحمت کاملہ اُن کی عارضی تعذیب بھی پسند نہ کرے گی اور یہ لوگ صالحین امت کا قدم پکڑے چمنستان جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اس بیان کی تائید میں ضرورت ترتیب مقدمات استدلالی نہیں ہے کیونکہ چند اسناد جو ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں اُن پر غور کر کے ہر ذی شعور غالباً وہی نتیجہ اخذ کر گیا جسکو میں نے اخذ کیا ہے۔



# سند

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال قال اللہ عز وجل انا عند ظن عبدی نے وانا معہ حیث یدکر نے واللہ اللہ افرح بتوبۃ عبدہ من احد کم یجد ضالۃ بالفلاۃ ومن تقرب الی شبرا تقربت الیہ ذرا عا ومن تقرب الی ذرا عا تقرب الیہ با عا واذا اقبل الی یمشی اقبلت الیہ اھدول۔

(رواہ مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں ساتھ گمان اپنے بندہ کے ہوں اور اُسکے پاس ہوں جہاں میری یاد کرے اور یقیناً پروردگار اپنے بندہ کی توبہ سے زیادہ خوش ہوتا ہے نسبت اُس شخص کے جہم میں اپنا کھویا ہو اجا نور ویران زمین میں پائے اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیک مومین اس سے ایک ہاتھ نزدیک مومین اور جو مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک مومین اُس سے ایک باع (دونوں ہاتھ کا پھیلاؤ) نزدیک مومین اور جب میری طرف جلتا ہے تو میں اُس کی طرف دوڑتا ہوں

دنیا کے ذمی اختیار نیکے آقا اپنے خطا کا رخصام کے قصور معاف کرتے ہیں لیکن اکثر ترش روئی کے ساتھ اور ملامت کے بعد پروردگار رحم الراحمین ہے وہ معافی چاہنے والوں کو معاف ہی نہیں کرتا بلکہ انکی اس سعادت پر اظہار مسرت بھی فرماتا ہے کہ اُنھوں نے

آخر کار نغمے الہی کی قدر کی اُسکے مواخذہ سے فُٹے اور یہ بھروسہ کر کے کہ اُنکا مالک  
 غافر الذنوب سائر العیوب ہر اُسی کے آستانہ پر جا پہنچے اور اُسی کے دامنِ عاطفت کو  
 عجز اور نیاز کے ہاتھوں سے تھام لیا۔

## سند حدیث

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کی
اتاني ايت من عند رب فخيرني	طرف سے ایک آنے والا میرے پاس آیا
بين ان يدخل نصف اُمته	اور مجھ کو اختیار دیا کہ یا نصف امت میری جنت
الجنة وبين الشفاعة فاختت	میں داخل ہو یا یہ کہ میں شفاعت کروں میں نے
الشفاعة وهي لمن مات لا يشرك	شفاعت کو اختیار کیا اور وہ اُس شخص کے لیے
بالله شيئاً۔ (رواه الترمذی)	ہر جو وقت وفات اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے

## حدیث

عن أبي سعيد ان رسول الله صلى الله	روایت ہے ابی سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
عليه وسلم قال ان من امتي من يشفع	وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں بعض آدمی بڑی
للفيأ من الناس ومنهم من يشفع للقبيلة	جماعت کی اور بعض ایک قبیلہ کی اور بعض

و منهم من يشفع للعصبة ومنهم  
من يشفع للرجل حتى يدخلوا  
الجنة هذا حديث حسن۔

(رواہ الترمذی)

جماعت قلیل کی شفاعت کریں گے اور بعض ایسے  
ہوں گے کہ ایک ہی آدمی کی شفاعت کریں گے  
تا آنکہ جن لوگوں کی شفاعت کی گئی وہ جنت میں  
داخل ہوں گے یہ حدیث حسن ہے۔

شفاعت کا اختیار دینا اور پھر اس کا قبول فرمانا خدا ہی کی رحمت اور اُسی کی بندہ نوازی ہے۔  
حیلہ شفاعت کا یہ فائدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں کی عرصہ محشر میں عزت افزائی ہو اور  
اُسی ضمن میں بندگان گنہگار بھی شرف نجات سے بہرہ اندوز ہوں۔ ہمارے نبی نبی اکرم  
اور ہم سب اُنھیں کے نام مبارک کے فدائی ہیں میرا تو یہی خیال ہے کہ ہمارے آقا کوئی  
دقیقہ کوشش کا اس خصوص میں اُٹھانہ رکھیں گے کہ اُنکے سب خادم دامن دولت  
پکڑے ہوئے فضاے جنت میں داخل ہوں پھر دیگر بزرگان دین بھی اپنی طاقت کے  
موافق ہم گنہگاروں کی دستگیری میں مساعی جمیلہ کو کام میں لائیں گے اور انشاء اللہ  
ان کشتیبا نان امت کی حمایت میں ہم غریبوں کا بیڑا پار لگ جائے گا۔

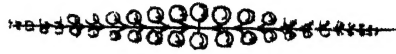
خدا یا بجحق بنی فاطمہ کہ بر قول میان کنی خاتمہ  
اگر دعوت تم رد کنی و قبول من و دست دامن آلِ رسول

# خاتمہ الکتاب

محمد عبد الغفور بن محمد اکرام فاروقی متوطن محمد آباد کمنہ ضلع  
 عظم گڑھ یہی مکتبہ مؤلف رسالہ ہذا ناظرین کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میں ایسے  
 خاندان میں پیدا ہوا اور پرورش و تعلیم پائی جو قدیم الایام سے پیر و مسلک اسلام کا ہے  
 ان تعلقات نے مجھ کو ایک مدت تک تقلید اُس شمع ہدایت کا پروانہ رکھا جس کا خود وہ  
 خاندان والہ و شہید تھا لیکن بعض آزاد منش دوستوں کی صحبت نے خیالات میں  
 ولولہ جستجو پیدا کیا اور میں صبر و سکوت کے ساتھ مدتوں عقائد اسلامی پر غامض نظر  
 ڈالتا اور انکے اصول و فروع کی جانچ و نظر اور امتیاز کی روشنی میں کرتا رہا۔ خدا کا شکر ہے  
 کہ میں نے اپنے موروثی مذہب کو اس کسوٹی پر بھی کامل العیار پایا اور اب میں تحقیقاً  
 اُس دین متین کا معتقد ہوں جس کا اعتقاد کبھی بزرگوں کی دیکھا دیکھی ظاہر کرتا تھا۔  
 کبھی کبھی مسلمان دوستوں کے مجمع میں بعض خیالات کے اظہار کا موقع ملا  
 اور ان لوگوں نے مجھ کو مشورہ دیا کہ ایسے خیالات کا لشکر کتاب مضبوط ہو جانا زیادہ  
 نہیں تو یہ فائدہ ضرور دیکھتا ہے کہ خود اپنے گروہ کے کچھ ممبر جو اب تک تقلید اکلمہ توحید  
 اور شہادت پڑھ رہے ہیں محقق مسلمان بن جائیں۔ میں نے اُنکی رائے کو قرین صواب

تسلیم کیا مگر دنیاوی تعلقات نے فرصت نہیں دی۔ بعد حصول پنشن کچھ فرصت ملی  
اور خدا کا شکر ہو کہ **۳۲** **سلسلہ ہجری** میں یہ رسالہ تکمیل کو پہنچا اور بنام  
**مصباح الکلام فی طریق الاسلام** موسوم کیا گیا۔ دوسرے فرقوں  
کی دل آزاری مجھ کو کبھی پسند نہ تھی اس لیے میں اپنی سمجھ کے موافق کوئی فقرہ جس سے  
پیروان ملت غیر کو رنج پہونچے یا ان کے عقیدہ علیہ بزرگوں کی توہین ہوتی ہو زبان قلم  
پر نہیں لایا یا ہان اسلام کی تائید جہاں تک مقتضائے انصاف تھی ضرور کی ہو اور  
اُسکے اصول کو معقول ثابت کیا ہو۔ مجھے پھر منحصر نہیں ہر مذہب کے پیرو تقلید خواہ تحقیقاً  
اپنے مذہبی اصول کو ایسا ہی بیان کرتے ہیں مگر اُس بیان سے کوئی دانشمند نتیجہ  
توہین ملل دیگر اخذ نہیں کرتا اسی طرح میں بھی مستحق ہوں کہ اپنے عقیدہ وں کے اظہار  
اور انگلی تائید میں معذور سمجھا جاؤں۔ میں نے جس غرض سے اس رسالہ کو تحریر کیا  
اُسکو پہلے عرض کر چکا کاش کسی انصاف پسند کو میرے خیالات پسند آئیں تو میں  
ملتجی ہوں کہ مجھ کو دعاے خیر سے یاد کریں اور اگر ناپسند ہوں تو مجھ کو دائرہ بحث کا وسیع  
کرنا منظور نہیں ہر باقی رہا مختصر جواب اُس کو پہلے ہی گزارش کیے دیتا ہوں **لَكُمْ**  
**دِينَكُمْ وَلِي دِينِ**۔ اظہار خیالات میں دین حق کی تائید کی گئی ہو اور میں  
حضرت کریم کا رکی رحمت واسعہ سے امیدوار ہوں کہ جو خدا مست کی توفیق سے اُسکا  
بندہ معترف بہ قصور بجا لایا ہو اُسے خالقانہ بندہ نوازی کی تحریریت قبول فرمائے اور  
نجات اخروی کی سعادت سے مولفت کو بہرہ مند کرے۔ آمین یا رب العالمین

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ كُلِّهَا تَوْفِقًا مُسْلِمًا وَارْحَمْنَا يَا صَالِحِي خَيْرٍ وَأَدْخِلْنَا  
 الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ هـ



# مزیل اغلاط مصباح الکلام فی طرق الاسلام

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۵	۱۰	۲۶۸	۷	۲۶۸	۷	۲۶۸	۷
۲۱	۱	۲۸۷	۱۰	۲۸۷	۱۰	۲۸۷	۱۰
۲۵	۳	۳۰۱	۱۷	۳۰۱	۱۷	۳۰۱	۱۷
۴۱	۱۰	۳۳۷	۶	۳۳۷	۶	۳۳۷	۶
۴۲	۱۱	۳۵۹	۱۴	۳۵۹	۱۴	۳۵۹	۱۴
۴۶	۱	۳۶۲	۱۴	۳۶۲	۱۴	۳۶۲	۱۴
۵۳	۴	۳۷۷	۵	۳۷۷	۵	۳۷۷	۵
۵۶	۷	۳۸۳	۱۰	۳۸۳	۱۰	۳۸۳	۱۰
۶۱	۱۴	۳۸۵	۱۳	۳۸۵	۱۳	۳۸۵	۱۳
۷۵	حاشیہ	۳۸۸	۱۱	۳۸۸	۱۱	۳۸۸	۱۱
۷۸	۱۳	۳۸۹	۱۱	۳۸۹	۱۱	۳۸۹	۱۱
۸۶	۵	۳۹۲	۹	۳۹۲	۹	۳۹۲	۹
۹۰	۴	۳۹۳	۷	۳۹۳	۷	۳۹۳	۷
۹۲	۱۷	۴۰۴	۶	۴۰۴	۶	۴۰۴	۶
۱۱۸	۵	۴۱۱	۶	۴۱۱	۶	۴۱۱	۶
۱۴۰	۸	۴۶۷	۷	۴۶۷	۷	۴۶۷	۷
۱۶۱	۷	۴۷۱	۹	۴۷۱	۹	۴۷۱	۹
۱۶۳	۱۵	۴۷۲	۶	۴۷۲	۶	۴۷۲	۶
۲۳۰	۱	۴۷۳	۲	۴۷۳	۲	۴۷۳	۲
۲۶۵	۱۴	۴۸۵	۸	۴۸۵	۸	۴۸۵	۸

# اعلان

اس کتاب کی رجسٹری حسب منشاء ایکٹ  
۲۵۶۷ء عمل میں آئی ہے کوئی  
صاحب بلا اجازت مؤلف و قصد چھاپنے  
یا چھپوانے کا نہ فرمائیں

العبد

محمد عبدالغفور فاروقی ریٹائرڈ سب جج  
متوطن محمد آباد گنہ ضلع غنڈہ  
۱۹۷۸ء